

الذّمة السّاكبة

جلد اوّل

مولف: آقائے محمد باقر دہشتی بہبانی نجفی



وَلّی العصر ٹرسٹ



مکتبہ اسلامیہ
لاہور

الذمعة الساکبة

جلد اول

مؤلف

آقائے محمد باقر دہشتی بہیسانی نجفی

مترجم

حجت الاسلام علامہ اشیر جہاڑوی

تصحیح: مولانا سید تشار عباس جہاڑوی ترقیاتی
پیشکش

سید محمد اشیر عباس

پروف ریڈنگ

مولانا احمد رضا خطیب مسجد امام بارگاہ بیت الحزن سادات کالونی سمن آباد لاہور

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ ۔ رتہ متہ ضلع جھنگ

دائمی حقوق اشاعت بنام سید محمد شہ عباس محفوظ ہیں

نام کتاب: ————— الدعاء الساکر (عبد اقل)

مؤلف: ————— آقائے محمد باقر بدشتی بہبانی بخئی

مترجم: ————— علامہ اثر جادوی

تعداد: ————— ایک ہزار

سن اشاعت اول: ————— ۱۹۹۲ء بمطابق ۱۴۱۴ھ

کتابت: ————— دارالکتب حضرت کیلیا دارالہ (گوجرانوالہ)

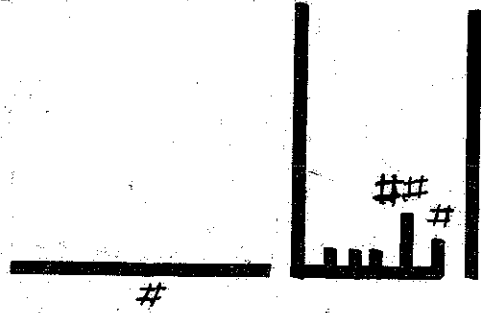
ہدیہ: —————

مطبع: —————

اسٹاکسٹ

افتخار بک ڈپو (ریڑی) مین بازار اسلام پورہ لاہور

مکتبہ اسلامیہ
کراچی
۱۱۵
۱۱۵
۱۱۵



الدمعة الساكية بعيني جيتے ہوئے آنسو میں چہارہ معصومین کے اس سوانح عمری کو
سردکاشات سے کہے نواسی ملی دفاتر کی محنت جگر حریف و حریف کے پیاروں
بہرے و سجاد و بات ترکے بہرہ قید نبھانے والے حضرت اُم المصائب کے
نام منسوب کرتا ہوں !

خاکائے اہلبیتؑ
سید محمد بشیر عباس مرحوم

فہرست

الدمعة الساکبہ جلد اول

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۸	بھیڑیے کا کلام		سرور انبیاء
۵۹	بچے کا کلام		آنحضور کا غم اہلبیت میں گریہ
۵۹	سوسمار کا کلام	۱۱	حالات سرور انبیاء
۶۲	بکری کا زندہ کرنا	۱۵	تخلیق نور
۶۲	دو بچوں کا زندہ ہونا	۲۱	ولادت
۶۲	ابو ایوب کی میزبانی	۲۲	قصہ جناب عبد اللہ
۶۲	مردہ کا جواب	۲۵	وقت ولادت آثار عالم
۶۶	ادعوت جابر	۳۲	آپائے نبی اور بیت پرستی
۷۱	آنحضورؐ اور آدمؑ	۳۶	معجزات
۷۱	آنحضورؐ اور ادریسؑ	۳۹	شق القمر
۷۲	آنحضورؐ اور نوحؑ	۴۸	بادل سے عذاب
۷۳	آنحضورؐ اور صہوؤ	۴۹	بادل کا سایہ
۷۳	آنحضورؐ اور صالحؑ	۴۹	رد شمس
۷۳	آنحضورؐ اور جمال یوسف	۵۰	جنت کے میوے
۷۵	موسیٰؑ اور رحمت عالمؑ	۵۱	عرضی معجزات
۷۵	داؤدؑ اور فخر کائناتؑ	۵۲	ہرنی کا کلام
۷۶	سیمان یحییٰؑ عیسیٰؑ اور آنحضورؐ	۵۷	اوٹ کا شکوہ
۷۸	شکر عامہ	۵۸	

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۵۹	علم	۹۱	شہادت
۲۶۰	جہاد و فضاحت	۹۵	سبب شہادت
۲۶۱	اخلاق		حضرت فاطمہ زہراؑ
۲۶۲	زہد و عبادت	۱۰۰	تاریخ ولادت
۲۶۳	تلاوت و انشمنی نظم و نسق	۱۰۱	اسماء و القاب
۲۶۶	یونانی حکم	۱۰۶	فضائل و مناقب
۲۷۱	منافقین	۱۰۹	شادی
۲۷۲	منافقین اور ولایت	۱۲۰	سیرت و اخلاق
۲۷۷	عباس و علیؑ	۱۲۸	گریہ
۲۷۵	مصابیہ	۱۳۳	بیت
۲۷۶	قرض نبیؐ	۱۳۷	فدک
۲۷۸	شیعہ علیؑ	۱۴۳	خطبہ
۲۸۲	دس بھائیوں کی ایک بہن	۱۴۷	وفات
۲۸۳	نا معلوم قاتل	۱۶۲	قیامت میں مقدمہ
۲۸۵	بٹیا یا شوہر	۱۷۲	حضرت علی علیہ السلام
۲۸۷	بچہ کی میراث	۱۷۵	ولادت
۲۸۸	بے گناہ قاتل	۱۷۵	اسماء و القاب
۲۹۰	منافع کا انجام	۱۹۰	آباء اجداد
۲۹۱	لولو علیؑ	۱۹۵	وفات مادر علیؑ
۲۹۹	کنواری حاملہ	۲۰۳	فضائل و مناقب
۳۰۳	چور کی سزا	۲۰۵	شجاعت
۳۰۶	بعد از موت	۲۵۶	زور
۳۰۷	ز شیروان	۲۵۷	مناجات
۳۰۸	سام ابن نوح	۲۵۸	
۳۰۹	ام فردہ		

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۲۲	گرتی مسجد	۳۱۲	وادی برہوت
۳۲۲	بیت مروان	۳۱۳	یدعا
۳۲۵	ابوبکر کا بہنوئی	۳۱۵	بھڑیے کی باتیں
۳۲۵	قاتل	۳۱۶	موچھول والی مچھلی
۳۲۶	ابن ٹیم	۳۱۸	تیسرے مذاہبے ہمارا اونٹ
۳۲۷	جنسی دانہ	۳۲۰	چوتھا خلیفہ
۳۲۸	یثم تار	۳۲۰	پرندے اور منافق
۳۲۸	شاعت کنندہ کا پڑوس	۳۲۱	جو پرہ اور شیر
۳۲۹	بغیر الف کے خطبہ	۳۲۳	جنت و جہنم
۳۵۶	مختصر مگر جامع	۳۲۵	ناقابل برداشت
۳۵۷	عہد رسالت	۳۲۷	خشک درخت
۳۵۸	بعد از وفات نبیؐ	۳۲۸	ذوالفقار کا انتقام
۳۶۰	سورج سے گفتگو	۳۲۸	پانی
۳۶۰	اول و آخر	۳۲۹	اطاعت ہوا
۳۶۲	مولانا علیؒ	۳۳۱	سونے کی دیوار
۳۶۲	انجام منکزیارت نبیؐ	۳۳۲	چشم
۳۶۲	چشم دیدہ	۳۳۲	اطاعت زمین
۳۶۹	علی جو کر سکتا ہے کرے	۳۳۵	روٹی یا گوشت
۳۷۲	کلامہ	۳۳۵	سونے کی نہر
۳۷۲	زیاد کا انجام	۳۳۶	لنگریوں کی زبان
۳۷۳	صرف ایک طمانچہ	۳۳۷	پوشیدہ راز
۳۷۴	مردہ بطح	۳۳۹	خبر موت
۳۷۶	خوش نصیب مجوسی	۳۳۹	خوش نصیب بیٹی
۳۷۹	متوکل کی ماں	۳۴۲	اصفہان
۳۸۰	دوبارہ آنکھ	۳۴۳	جادوگر

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۰۲	بدر	۳۸۱	عرض بنام علیؑ
۲۰۶	احد	۳۸۲	محبت علی میں پانی
۲۱۲	جنگ خندق	۳۸۳	جنت کی سیر
۲۲۰	جنگ خیبر	۳۸۷	جہنم کا معائنہ
۲۲۱	وادی یابس	۳۸۸	امیر شام کی دھڑی
۲۲۵	وادی ذی خشب	۳۹۰	کن فایا کون
۲۲۹	بیر الم	۳۹۱	حیدر
۲۳۵	قصر الذہب	۳۹۱	کشتی
۲۴۵	جلندی کا قتل	۳۹۲	پتھر پر نشان
۲۴۷	قاتلان نبی	۳۹۳	لوہے کا طوق
۲۵۰	جنگ جمل	۳۹۴	باب خیبر
۲۵۵	جنگ صفین	۳۹۷	ضربت علیؑ
۲۶۱	آنحضورؐ اور شہادت علیؑ کی پیش گوئی	۳۹۷	بنام سردار
۲۶۵	شہادت اور وصیت	۴۰۰	جنگ حسینؑ
۲۶۶	کیفیت و شہادت	۴۰۰	ذات السلاکس
۲۷۲	بکار کے مطابق شہادت	۴۰۰	بنی نظیر
۲۷۹	ابن طلحہ کی گرفتاری	۴۰۰	بنی قریظہ
۲۸۲	ابن طلحہ کا انجام	۴۰۰	بنی مصطلق
۲۸۶	خلافت نبویہ ختم ہو گئی	۴۰۰	وادی رمل
۲۸۹	اولاد	۴۰۰	طائف
۲۹۲	مزار علیؑ کو کھودو	۴۰۱	ہجرت
۲۹۴	حیوانوں کی پناہ	۴۰۱	اصول جنگ
۲۹۵	یہ یہودی ہے	۴۰۱	انتہائے کم
۲۹۶	دروازہ کھول دو	۴۰۲	دشمن کا اقرار
۲۹۷	تیری امان ہوں	۴۰۳	دبلا گھوڑا

اولی العصر ٹرسٹ		فہرست		اولی العصر ٹرسٹ	
صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۲۹	زادہ زمانہ	۵۹۸	عزت کا پاسبان	۵۲۹	عزت کا پاسبان
۵۳۰	اگر ضرورت مند ہے	۵۰۲	امام حسن علیہ السلام	۵۳۰	امام حسن علیہ السلام
۵۳۱	دنیا مومن کے لیے	۵۰۲	ولادت	۵۳۱	ولادت
۵۳۱	مٹری کے پر	۵۰۲	پشت نبیؐ	۵۳۱	پشت نبیؐ
۵۳۲	حفظ وصی	۵۰۵	خدمت جن	۵۳۲	خدمت جن
۵۳۳	عبادت	۵۰۵	بجلی	۵۳۳	بجلی
۵۳۳	زہد	۵۰۹	لباس عید	۵۳۳	لباس عید
۵۳۴	زہ روح	۵۱۰	نص امامت	۵۳۴	نص امامت
۵۳۵	جو دو کرم	۵۱۱	خشک کھجور	۵۳۵	خشک کھجور
۵۳۶	جہالت	۵۱۲	علم غیب	۵۳۶	علم غیب
۵۳۶	چجر	۵۱۲	ماکان	۵۳۶	ماکان
۵۳۸	انتقام	۵۱۳	عرب سے مکالمہ	۵۳۸	عرب سے مکالمہ
۵۳۸	پانچ روپے	۵۱۳	حاملہ گائے	۵۳۸	حاملہ گائے
۵۳۹	موتی	۵۱۶	کھجور کے دانے	۵۳۹	کھجور کے دانے
۵۴۱	صلح حضرت معاویہ	۵۱۶	ابن اصغر کا جواب	۵۴۱	ابن اصغر کا جواب
۵۴۹	احتجاج ر	۵۱۶	مجھے عورت بنا دے	۵۴۹	مجھے عورت بنا دے
۵۵۸	احتجاج ر	۵۲۱	کون ایسا کر سکتا ہے	۵۵۸	کون ایسا کر سکتا ہے
۵۶۱	ابن عباس اور حضرت معاویہ	۵۲۲	داہڑی جھڑکائی	۵۶۱	داہڑی جھڑکائی
۵۶۵	حضرت معاویہ اور اہل مدینہ	۵۲۲	شاہ چین کی بیٹی	۵۶۵	شاہ چین کی بیٹی
۵۶۰	عمر	۵۲۵	شہد اور دودھ	۵۶۰	شہد اور دودھ
۵۶۰	زہر کہاں سے	۵۲۶	تعلیم و وضو	۵۶۰	تعلیم و وضو
۵۶۶	ازواج امام	۵۲۹		۵۶۶	
۵۶۵	اولاد			۵۶۵	
<p>اولی العصر ٹرسٹ کی شائع کردہ تمام کتب کا مرکز افتخار بک ڈپو (رجسٹرڈ) مین بازار اسلام پورہ لاہور</p>					



آنحضورؐ اور ائمہ اہلبیتؑ کے غم میں گریہ !

امالی صدوق کے مطابق امام رضاؑ سے مروی ہے کہ جو شخص ہمارے مصائب میں روئے جو کچھ ہم پر گزری اس کا تذکرہ کرے توقیامت کے دن ہمارے ساتھ محشور ہوگا۔

جو شخص ہمارے غم میں روئے یا رلائے قیامت کے دن جب ہم آنکھ اشکبار ہوگی وہ کبھی تر روئے گا۔
جو شخص ایسی محفل میں شامل ہو جس میں ہمارے ذکر کو زندہ کیا جا رہا ہو اس شخص کا دل اس دن زندہ رہے گا جس دن تمام دل مردہ ہوں گے۔

امالی طوسی میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ جو شخص ہمارے بے گناہ بہائے گئے خون پر آنسو بہائے یا ہمارے غضب شدہ حق کو یاد کرے۔ اور ہمارے ناموس کے بازاروں اور دہاروں میں جانے یا ہمارے کسی شیعہ کے دکھ پر غمزہ ہو۔ اللہ اس کا ٹھکانا جنت میں بنائے گا۔

قرب الاسناد حمیری میں مروی ہے کہ امام صادقؑ فضیل ابن یسار سے سوال کیا۔
اے فضیل کیا اپنی مجالس و محافل میں ہمارا تذکرہ بھی کرتے ہو؟
فضیل نے عرض کیا۔ قبلہ مجلس کا مقصد ہی آپ کا ذکر ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ فضیل آپ کی ایسی مجالس ہمیں بہت محبوب ہیں۔ اے فضیل ایسی مجالس منعقد کیا کرو۔ ان میں ہماری یاد تازہ رکھا کرو۔ فضیل جو شخص ہمارا تذکرہ کرے۔ یا جس شخص کی آنکھ سے ہمارے ذکر پر ایک آنسو بھی بہہ نکلے اگر اس کے گناہوں کی تعداد سمندر کے قطرات کی مانند بھی ہوگی تو اللہ اسے معاف فرما دے گا۔

خصال صدوق میں حدیث عنہ حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ۔ ذاتِ احدیت نے کائناتِ عالم میں سے ہمیں منتخب فرمایا ہے۔ پھر ہمارے شیعوں کو منتخب کیا ہے جو ہمارے ناصر۔ ہماری خوشی میں خوش۔ ہماری غمی میں غمزہ۔ اور ہماری راہ میں جان و مال قربان کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہمارے لیے ہیں اور ہمارے پاس آئیں گے۔

امالی طوسی میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ اہمارے اوپر کیے گئے مظالم کی یاد میں ایک آہ تسبیحِ خدا ہے

ہم پر کئے گئے مظالم کی یاد میں غمِ عبادت ہے۔ آپ لوگوں پر واجب ہے کہ اس بیان کو سونے سے کھڑو۔
 بحار میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ہر نیک عمل کا محدود ثواب ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے غم میں بہنے والے ہر
 ایک آنسو کا ثواب لامحدود ہوگا۔

ابن الشیخ نے امالی میں فحول ابن ابراہیم کے ذریعہ امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ ہمارے غم میں جس شخص کی آنکھ سے قطرہ یا ایک آنسو بہہ جائے اللہ اسے جنت میں جگہ دے گا۔ ابن منذر کہتا ہے کہ ایک مرتبہ خواب میں مجھے امام حسینؑ کی زیارت نصیب ہوئی تو میں نے عرض کیا۔ قلب میں نے فحول کی زبانی آپ سے ایک روایت سنی ہے میں نے مذکورہ روایت دہرا کر عرض کیا۔

کیا آپ نے ایسے ہی فرمایا تھا؟

امام حسینؑ نے فرمایا: ہاں میں نے اسی طرح کہا، یاد رکھنا اب تیرے اور میرے مابین اس حدیث میں سلسلہ بند ختم ہو گیا ہے۔

محمد ابن مسلم نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ اپنے زائرین کو دیکھتے ہیں۔ آپ ان کے اور ان کے ابا و اجداد کے ناموں تک سے واقف ہیں، آپ اپنے ہر رونے والے کو دیکھتے ہیں۔ پھر ان کے لیے خود بھی استغفار کرتے ہیں اور اپنے اباؤ سے بھی رونے والے کے لیے استغفار کی درخواست کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اگر میرے زائر کو معلوم ہو جانا کہ میری زیارت کے عوض اللہ نے اس کا کتنا اجر مقرر کر رکھا ہے۔ تو وہ مجھے رونا تک بھول جاتا۔ جب میرا زائر زیارت سے فارغ ہو کر واپس لوٹتا ہے تو اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

لہو ف میں صادق اکل محمد سے مروی ہے کہ جو شخص بہارِ غم میں ایک سو مومن کو رلائے وہ جنت میں جائے گا جو پچاس مومن کو رلائے جنت میں جائے گا۔ جو تیس مومنین کو رلائے داخل جنت ہوگا۔ جو دس مومنین کو رلائے داخل جنت ہوگا۔ جو شخص رونے کی شکل بنائے وہ بھی داخل جنت ہوگا۔

کامل الزیارات میں فضیل ابن یسار نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جس شخص کے سامنے ہمارا ذکر کیا جائے اور اس کی آنکھ سے چھر کے برابر بھی آنسو بہہ پڑے اللہ اس کے تمام گناہ معاف فرمادے گا خواہ وہ فطرات سمندر کی مانند کہوں نہ ہوں۔

میں کشتہ عبرت ہوں۔

کامل میں ہارون ابن خارجہ سے منقول ہے امام صادقؑ نے امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ میں کشتہ عبرت ہوں مجھے انتہائی سفاکی سے شہید کیا گیا ہے۔ اللہ کا حق ہے کہ میری زیارت کو جو مصیبت زدہ بھی آئے اسے بحالت مسرت گھر لوٹائے۔

کامل کے مطابق ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے چہرہ سید الشہداءؑ پر نظر کر کے فرمایا: یا عبودت کلی مومن! اے ہر مومن کے آنسو! امام حسینؑ نے عرض کیا: قبلہ کیا میں ہر مومن کا آنسو ہوں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: ہاں بیٹے تو ہی ہر مومن کا آنسو ہے۔

کامل اور امالی حدود میں داؤد رقی سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ نے پانی مانگا۔ پانی پینے کے بعد فرمایا: لعن اللہ قاتل الحسين۔ اے داؤد۔ جو شخص پانی پیئے اور قاتل امام حسینؑ پر لعنت کرے۔ اللہ اس کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ نیکی کا اضافہ فرمادیتا ہے ایک لاکھ گناہ مٹا دیتا ہے۔ اور ایک لاکھ درجہ میں اضافہ فرماتا ہے۔ ایک ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب دیتا ہے۔ یوم حشر وہ شخص پاکیزہ دل مشور ہوگا۔

کامل میں امام سجادؑ سے مروی ہے کہ ہمارے ذکر پر جس شخص کی آنکھ سے آنسو ٹپک کر رخسار پر بہ جائے اللہ اسے جنت میں جگہ عنایت فرمائے گا۔ جو شخص ہمارے مصائب یاد کر کے ایک آنسو بہائے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اگر کسی شخص کو ہماری محبت کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچے اور وہ ہمارے مصائب کو یاد کرے اللہ اس کو جنت میں جگہ دے گا۔ اور آتش جہنم کی حدت سے محفوظ رکھے گا۔

کشتی نے زید شحام سے روایت کی ہے کہ ہم اہل کوفہ سے ایک گروہ امام صادقؑ کے پاس آئے۔ ہم بیٹھے تھے کہ جعفر ابن عقیل آگیا۔ امام صادقؑ نے پوچھا۔

جعفر میں نے سنا ہے تو اشعار کہتا ہے۔

جعفر نے عرض کیا قبلہ کچھ تو کہہ لیتا ہوں۔

امام صادقؑ نے فرمایا: کیا میرے جد امجد امام حسینؑ کے سلسلہ میں بھی کبھی اشعار کہے ہیں؟

جعفر نے عرض کیا: قبلہ کبھی کبھی کہہ لیتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: کچھ نہیں بھی سنا۔

جعفر نے ایک مرتبہ پڑھا۔ جسے سن کر آپ اس قدر روئے کہ آپ کی انیش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

پھر فرمایا: جعفر بخدا اس وقت تیری مرثیہ خوانی میں مانگہ بھی شریک تھے۔ اور وہ تیری اس مرثیہ خوانی کے شاہد ہیں۔

مانگہ بھی اسی طرح گریہ کرتے رہے جس طرح ہم نے گریہ کیا ہے۔ جعفر اللہ نے تیرے لیے جنت واجب کر دی ہے۔ تیرے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

جعفر یقین رکھ! جو شخص امام حسینؑ کے غم میں ایک شعر کہے خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلائے اللہ اس کے لیے جنت واجب قرار دے دیتا ہے۔

کامل میں ابوہارون مکتوفؒ نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص غم امام حسینؑ میں اس قدر بھی آنسو بہائے جس سے مچھر کا پر بھی تر ہو جائے اس کا ثواب ذاتِ احدیت کے ذمہ ہو جاتا ہے اور اللہ تک از کم جنت ہی عنایت فرمائے گا۔

ثواب الاعمال میں شیخ صدوقؒ نے ابوہارون مکتوفؒ سے روایت کی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ابوہارون! مجھے غم حسینؑ سے متعلق شمار سنا۔

آپ نے فرمایا: ایسے نہیں بلکہ اسی طرح سناؤ جس طرح اپنی مجالس میں سوز سے سناتے ہو۔ میں نے سوز سے مرثیہ پڑھا۔ آپ کے آنسو بہنے لگے۔

پھر فرمایا: کچھ اور بھی سنا۔

میں نے دوسرا مرثیہ سنایا۔ آپ اس قدر روئے کہ آپ کی صدائے گریہ بلند ہو گئی۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے پردہ کے پیچھے سے بھی صدائے گریہ آرہی ہے۔

آپ نے فرمایا: اے ابوہارون! جو شخص امام حسینؑ پر مرثیہ کہے اور دس آدمیوں کو رلا دے۔ اللہ اس کیلئے جنت واجب کر دیتا ہے۔ جو پانچ آدمیوں کو رلا دے اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ بلکہ جو ایک آدمی کو بھی رلا دے اس پر بھی جنت واجب ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کے سامنے ذکر حسینؑ کیا جائے اور اس کی آنکھ سے کھٹی کے پڑ کر گرنے کے برابر آنسو آجائے تو بھی اللہ اس کے لیے جنت سے کم جزا پر راضی نہیں ہوگا۔

کامل الزیارات میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ امام حسینؑ کے غم کے سوا اور غم میں گریہ اور ماتم مکروہ ہے۔ لیکن غم حسینؑ میں گریہ پر بے شمار ثواب ہے۔

کامل ہی میں ابو عمارہ مرثیہ خواں سے مروی ہے کہ امام صادقؑ کے سامنے جس دن بھی ذکر امام حسینؑ کیا گیا اس دن آپ کو شام تک کشتی مسکراتی نہیں دیکھا۔ روتے بھی تھے اور فرماتے بھی تھے۔ الحسینؑ ہجرۃ کل مومن۔ حسینؑ ہر مومن کے لیے باعثِ عبرت ہے۔

کامل ہی میں امام حسینؑ سے مروی ہے میں ہر مومن کے لیے عبرت ہوں۔ جو مومن بھی مجھے یاد کرے گا اس کی آنکھ سے آنسو ٹپک پڑیں گے۔





حالات سرِ انبیاؑ

نسب سرور انبیاء :

معروف سلسلہ نسب یوں ہے :

محمد بن عبد الله بن عبد المطلب - ابن هاشم - ابن عبد مناف - ابن فصى - ابن زيد - ابن كلاب - ابن مره - ابن كعب - ابن لوى - ابن غالب - ابن فهر - ابن مالك - ابن نضر - ابن كنانه - ابن خزيمه - ابن مدركه - ابن الياس - ابن مضر - ابن نزار - ابن معد - ابن عدنان - ابن اذى - ابن اكو - ابن يسع - ابن ميسع - ابن سلما - ابن بنى - ابن جحل - ابن قيدر - ابن اساميل - ابن ابراهيم - ابن تارخ - ابن ارفوخ - ابن فالغ - ابن عابر - ابن شالح - ابن ارفخند - ابن سام - ابن نوح - ابن ملك - ابن قتلوشخ - ابن اخنوخ - ابن ادريس - ابن باز - ابن جملاتيل - ابن قينان - ابن ازش - ابن شيث - ابن آدم -

الدرہ سرور کوئٹہ جناب آمنہ کا سلسلہ نسب

آمنہ بنت وہب - ابن عبید مناف - ابن زہرہ - ابن کلاب ابن مرہ ابن کعب ابن لوی ابن غالب - الخ
 علل الشرائع - خصال - اور معانی الاخبار میں شیخ صدوق نے جناب جابر انصاری سے روایت کی ہے کہ یہ میں
 تمام لوگوں کی نسبت صورت اور میرت میں حضرت آدمؑ و ابراہیمؑ کے زیادہ مشابہ ہوں -

سہرور کوئین کے اسمائے گرامی

اللہ نے عرش میں میرے دس نام رکھے ہیں۔

اللہ نے ہر نبی کو حکم دیا ہے کہ میری آمد کی بشارت اپنی امت کو دے۔

نورات و انجیل میں اللہ نے مجھے مختلف ناموں سے یاد کیا ہے۔

وہ خود محمود ہے اس نے میرا نام احمد رکھا ہے۔

اللہ نے مجھے اچھے وقت میں مبعوث فرمایا ہے۔

اللہ نے تورات میں مجھے اچید کے نام سے متعارف کرایا ہے۔
میری امت کے توحید نواز ہونے کی وجہ سے اللہ نے ان سے آتش جہنم کو دور رکھا ہے۔
اللہ نے انجیل میں میرا نام احمد رکھا ہے۔ احمد ہونے کی وجہ سے تمام اہل سماویں میں محمود ہوں۔
اللہ نے میری امت کو حامد بنایا ہے۔

اللہ نے زبور میں میرا نام ماحی رکھا ہے۔ میری بدولت اللہ نے روئے ارض کو بت پرستی سے پاک کیا ہے۔
اللہ نے قرآن میں مجھے محمد کہا ہے۔ تاقیامت میں ہی محمود ہوں گا۔ میرے سوا کسی کو بھی حق شفاعت نہیں ہوگا
اللہ نے قیامت میں میرا حاشر کے نام سے تعارف کرایا ہے۔ میدان محشر میں محشور ہونے والا ہر فرد میرے
قدموں پر محشور ہوگا۔

اللہ نے میرا ایک نام متوقف بھی رکھا ہے۔ کیونکہ تمام بنی آدم کو میں دربار خالق میں حاضر کروں گا۔
اللہ نے مجھے عاقب بھی فرمایا ہے۔ کیونکہ میں وہ آخری نبی ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔
اللہ نے مجھے رسول رحمت کا نام بھی دیا ہے۔

اللہ نے مجھے رسول توبہ کے نام سے بھی نوازا ہے۔

اللہ نے مجھے رسول الملاحم کا نام بھی عنایت کیا ہے۔

اللہ نے میرا ایک نام مقتدی بھی رکھا ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء کے آخرین آیا ہوں۔

اللہ نے میرا نام مقیم۔ جامع۔ اور کامل بھی رکھا ہے۔

اللہ نے مجھے پویدہ احسان بھی فرمایا ہے کہ اس نے ہر نبی کو ایک محدود سی تعداد یعنی اپنی قوم کا نبی مبعوث فرمایا ہے
لیکن مجھے اللہ نے پورے کرہ ارض کا نبی بنایا ہے۔ اور مجھے فرمایا ہے۔ اے محمد! میں نے تجھے اس رعب
سے نوازا ہے۔ جس سے کسی اور نبی کو نہیں نوازا۔

اللہ نے میرے لیے مال غنیمت کو حلال کیا ہے حالانکہ مجھ سے پہلے کسی نبی کے لیے مال غنیمت حلال نہ تھا۔

اللہ نے مجھے سورۃ فاتحہ سے نوازا ہے جو عرش کے خزانوں میں سے عظیم ترین خزانہ ہے۔

اللہ نے میرے اور میری امت کے لیے پورے روئے ارض کو مسجد بنایا ہے۔

اللہ نے مجھے تنکبیر کی نعمت سے نوازا ہے۔

اللہ نے میرے ذکر کو اپنے ذکر سے متصل کر دیا ہے۔ میری امت میں سے جو بھی اللہ کا نام لے گا میرا نام بھی ساتھ

لے گا۔

علل الشرائع۔ امالی۔ اور معانی الاخبار میں امام حسنؑ سے مروی ہے کہ:

یہودیوں کے چند افراد آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور ان میں سے جو زیادہ عالم تھا اس نے عرض کیا۔ آپ کا نام محمدؐ

احمد ابو القاسم۔ بشیر۔ نذیر۔ اور داعی کیوں ہے؟

آپ نے فرمایا! اللہ نے میرا نام محمد اس لیے رکھا ہے کہ انبیاء میں سے کوئی نبی ایسا نہیں جس کی ارض و سماویں اتنی تعریف کی گئی ہو جتنی میری کی گئی ہے۔

اللہ نے میرا نام احمد اس لیے رکھا ہے کہ مخلوق اول ہونے کی حیثیت سے انبیاء اور ملائکہ میں سے کوئی نبی اور کوئی ملک ایسا نہیں جس نے اللہ کی اتنی حمد کی ہو جتنی میں نے کی ہے۔

اللہ نے ابو القاسم کی کنیت اس سے دی ہے کہ تقسیم جنت و جہنم میرے قبضہ میں ہوگی۔

اللہ نے مجھے اس لیے نذیر کا نام دیا ہے کہ میں مخلوق خدا کو عذاب خدا سے ڈراتا ہوں۔

اللہ نے مجھے بشیر اس لیے کہا ہے کہ میں اطاعت کنندگان خالق کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔

اللہ نے اس لیے مجھے داعی فرمایا ہے کہ میں اس کے حکم سے مخلوق خدا کو عبادت خدا کی طرف بلاتا ہوں۔

خصال میں امام محمد باقر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کے دس نام ارض و سماویں معروف ہیں۔ ان دس ناموں میں سے

پانچ نام تو قرآن کریم میں موجود ہیں۔ پانچ نام قرآن میں نہیں ہیں۔

جو پانچ نام قرآن میں ہیں وہ یہ ہیں: محمد۔ احمد۔ عبد اللہ۔ یسٰی۔ اور۔ ن۔

جو پانچ نام قرآن میں نہیں ہیں وہ یہ ہیں: فاتح۔ قائم۔ کائن۔ مقفی اور حاشر

عبود اخبار الرضا۔ علل الشرائع اور معانی الاخبار میں فضال سے مروی ہے کہ میں نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض

کیا۔ قبلہ آنحضرتؐ کی کنیت ابو القاسم کیوں ہے؟

آپ نے مسکرا کر فرمایا: آنحضرتؐ کا ایک فرزند تھا جس کا نام قاسم تھا۔ اسی مناسبت سے آپ کی کنیت ابو القاسم

ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ صرف ہی ایک وجہ ہے یا اور بھی کوئی ہے؟

آپ نے فرمایا: ایک اور وجہ بھی ہے۔

میں نے عرض کیا: قبلہ! کیا مجھے نہیں فرمائیں گے؟

آپ نے فرمایا: کیا تو نے یہ حدیث سنی ہے کہ۔ یا علی انت قسیم النار والجنة۔ لے علی تو قاسم

جنت و نار ہے؟

میں نے عرض کیا: قبلہ! میں نے یہ سنی ہوئی ہے۔

آپ نے فرمایا: کیا تو نے یہ حدیث بھی سنی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ انا و علی ابواہلہ الامۃ

میں اور علیؑ اس امت کے باپ ہیں؟

میں نے عرض کیا: قبلہ یہ حدیث بھی سنی ہوئی ہے۔

آپ نے فرمایا: کیا حضرت علیؓ امت محمدیہ میں شامل نہیں؟
میں نے عرض کیا: قبلہ یقیناً حضرت علیؓ امت محمدیہ میں شامل ہیں۔

آپ نے فرمایا: کیا سرور کو نہیں اُمت کے باپ ہیں؟
میں نے عرض کیا: قبلہ آپ اُمت کے باپ ہیں۔

آپ نے فرمایا: جب آنحضورؐ امت کے باپ ہیں حضرت علیؑ شامل امت ہیں۔ اور بزمان نبی قاسم جنت و نار ہیں۔ تو آنحضورؐ قاسم جنت و نار کے باپ بھی ہو گئے یا نہ؟

میں نے عرض کیا : ہاں حضور ایسا ہی ہوگا۔

آپ نے فرمایا: اب تجھے پتہ چل گیا ہے کہ آپ کی کنیت ابوالقاسم کیوں ہے ؟
میں نے عرض کیا: واقعہ مجھے پتہ چل گیا ہے۔

بحار میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے حضرت علیؑ کو اپنی ایک انگوٹھی دی اور فرمایا۔ اس پر محمد بن عبد اللہؑ کہندہ کرا لاد۔ حضرت علیؑ تشریف لے گئے۔ نقاش کو دی۔ نقاش نے عرض کیا۔ قبلہ اس وقت تو میں نے پہلے جو کام لے رکھا ہے وہ کر رہا ہوں۔ کچھ دیر میں آپ کا کام کر دوں گا۔ حضرت علیؑ نے انگوٹھی اس کے حوالہ کی اور اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ مقررہ وقت پر نقاش وہ انگوٹھی لایا۔ جب حضرت علیؑ نے دیکھا تو اس پر محمد بن عبد اللہؑ کی جگہ محمد رسول اللہؐ لکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ بندہ خدا یہ تو نے کیا کیا ہے؟ آنحضرتؐ نے تو مجھے حکم دیا تھا کہ محمد بن عبد اللہؑ لکھنا ہے اس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ سچ فرما رہے ہیں۔ لیکن خدا جانے کیا بات ہوئی کہ میں ذہنی طور پر تو محمد بن عبد اللہؑ ہی لکھتا رہا۔ لیکن جب میں نے لکھا ہوا دیکھا تو ابن عبد اللہؑ کی جگہ رسول اللہؐ لکھا ہوا دیکھا۔ میں تو یہی سمجھا ہوں کہ رسول اللہؐ میں نے ارادہ نہیں لکھا قدرت نے ہی میرے ہاتھ کو رسول اللہؐ لکھنے پر مجبور کیا ہے۔

آپ انگوٹھی لے کر ان حضورؐ کے پاس آئے۔ اور معذرت کی کہ جو کچھ آپ نے فرمایا تھا۔ وہ تو نہیں کھا جاسکا۔ آپ نے دیکھا۔ اور فرمایا۔ ٹھیک ہے جب اللہ کی مرضی ہی تھی تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا۔ آپ نے وہ انگوٹھی پہن لی۔ دوسری صبح جب اٹھ کر انگوٹھی دیکھی تو اس پر محمد رسول اللہ کے نیچے علی ولی اللہ لکھا ہوا تھا۔ انتہائی تعجب سے انگوٹھی کو اُتار کر دیکھنے لگے۔ اور سوچنے لگے کہ کل تک تو صرف محمد رسول اللہ ہی لکھا ہوا تھا۔ یہ علی ولی اللہ کس نے کھا ہے اور کب لکھا ہے۔

اسی حیرت میں جبریل آیا۔ آپ نے جبریل کو تمام واقعہ بتایا۔

جبریل نے عرض کیا۔ میرے حبیب اللہ بعد از سلام قرار رہا ہے کہ جو تو چاہتا تھا تو نے لکھوایا اور جو ہم چاہتے تھے ہم نے لکھ دیا۔ اسی میں حیرت کی کیا بات ہے۔

بصاثر میں بکلی سے مروی ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے سوال کیا کہ کیا آنحضرتؐ کے قرآن میں صرف دو نام

ہیں۔ محمد اور احمد؟

آپ نے فرمایا۔ آپ کے دس نام ہیں۔

(۱)۔ محمد - ما محمد الارسل قد خلت من قبله ارسل -

(پہلے)۔ احمد۔ بشر - مبشرا برسول یاقی من بعدی اسم احمد -

(۲)۔ عبد اللہ - لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یكونون علیہ لیداً -

(۳)۔ طہ - طہ ما انزلنا علیک القرآن لتشتقی -

(۴)۔ یسین - یسین والقرآن الحکیم -

(۵)۔ ان - ان والقلم وما یسطرون -

(ج)۔ مزل - یا ایہا المیزمل -

(ط)۔ مدثر - یا ایہا المدثر -

(ی)۔ ذکر - انا انزلنا الیک ذکرًا رسولاً -

مناقب ابن شہر آشوب کے مطابق ذات احادیث نے قرآن میں چار مقامات پر صرف لفظ محمد کا تکرار فرمایا ہے۔

۱۔ ما محمد الا رسول -

۲۔ ما کان محمد اباً احد -

۳۔ اصنوا بیما نزل علی محمد -

۴۔ محمد رسول اللہ -

بعض روایات کے مطابق قرآن کریم میں آنحضورؐ کے چار سونام مذکور ہیں۔

تاریخی شہرت کے اعتبار سے نورات میں آپؐ کا نام۔ مودود۔ اور انجیل میں طاب طاب ہے۔ بعض مؤرخین

نے انجیل میں آپؐ کا نام۔ فارغیط بتایا ہے۔

آپؐ کے وہ اسمائے گرامی جو علمائے قرآن سے اخذ کئے ہیں۔ وہ ہیں۔

شاہد۔ شہید۔ بشر۔ نذیر۔ داعی۔ سرانج میز۔ رحمت عالمین۔ رسول اللہ۔ خاتم النبیین۔ نبی۔

ای۔ نور۔ نعمت۔ رؤف۔ رحیم۔ منذر۔ مذکر۔ شمس۔ نجم۔ حم۔ ادرتین۔

آنحضورؐ کی کنیتات :

بحار الانوار کے مطابق آپؐ کی کنیتات یہ ہیں۔

ابو القاسم۔ ابو الطاهر۔ ابو الطیب۔ ابو المساکین۔ ابو الارامل۔ ابو الیسا نبتین۔ اور ابو البیطین۔

نورات میں آپ کی کنیت ابوالارامل ہے۔ جبریل نے آپ کی کنیت ابوالبرائیم رکھی تھی۔

آپ کے صفات:

راکب الجبل۔ آکل الذراع۔ قابل الہدیہ۔ محرم المیۃ۔ حامل المرادہ۔ خاتم النبوة۔

آپ کی نسبت:

عربی۔ تہامی۔ یثربی۔ ابطی۔ مکی۔ مدنی۔ قرشی۔ ہاشمی۔ مطلبی۔

باپ کی طرف سے ہاشمی۔ ماں کی طرف سے زہری۔ رضاعی اعتبار سے سعدی۔ ولادت کے لحاظ سے مکی اور مدین کی رو سے مدنی





خَلَقْتَ نُورَانِيَه

تَخْلُقُ نُورَ :

غضال اور معانی الاخبار میں امام صادقؑ نے اپنے اباؤ کے ذریعہ حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ ذاتِ احدیت نے نور سرور انبیاء کو تخلیق کائنات سے چار لاکھ چوبیس ہزار برس پہلے پیدا کیا۔ پھر خداوند عالم نے بارہ حجاب پیدا فرمائے۔

۱۔ حجاب قدرت - ۲۔ حجاب عظمت - ۳۔ حجاب منت - ۴۔ حجاب رحمت
۵۔ حجاب سعادت - ۶۔ حجاب کرامت - ۷۔ حجاب منزلت - ۸۔ حجاب ہدایت
۹۔ حجاب نبوت - ۱۰۔ حجاب رفعت - ۱۱۔ حجاب مشیت - ۱۲۔ حجاب شفاعت
حجاب قدرت میں نور محمد کو بارہ ہزار برس رکھا جس میں آپ کے نور انور نے - بارہ ہزار برس سبجان ربی الاعلیٰ کی کی تسبیح کا درو کیا -

حجاب عظمت میں آپ کے نور نے گیارہ ہزار برس - سبجان عالم السکر کی درو کیا -

حجاب منت میں آپ کے نور نے دس ہزار برس - سبجان من هو قاسم لا یدھو کا درو کیا	حجاب رحمت میں آپ کے نور نے نو ہزار برس - سبجان الرفیع الاعلیٰ کا درو کیا
حجاب سعادت میں آپ کے نور نے سات ہزار برس - سبجان العظیم المکریحہ کا درو کیا	حجاب منزلت میں آپ کے نور نے چھ ہزار برس - سبجان ذی عرش العظیم کا درو کیا
حجاب ہدایت میں آپ کے نور نے پانچ ہزار برس - سبجان رب العزۃ عما یصفون کا درو کیا	حجاب نبوت میں آپ کے نور نے چار ہزار برس - سبجان ذی الملک واملکوت کا درو کیا
حجاب رفعت میں آپ کے نور نے تین ہزار برس - سبجان اللہ ویمحمد کا درو کیا	حجاب مشیت میں آپ کے نور نے دو ہزار برس - سبجان ربی العظیم ویمحمد کا درو کیا
حجاب شفاعت میں آپ کے نور نے ایک ہزار برس - سبجان اللہ وحدہ کا درو کیا	

اس کے بعد ذات احدیت نے لوح کو پیدا فرمایا۔ اور آپ کے نور انور کو زینت لوح بنایا۔ چار ہزار برس تک نور محمد لوح پر درخشاں رہا۔ پھر سات ہزار برس آپ کا نور عالی ساق عرش پر چمکتا رہا۔

اس کے بعد ذات احدیت نے آپ کے نور منور کو جبین انبیاء میں رکھا۔ اور حضرت آدم سے لے کر جناب عبداللہ تک کے بعد دیگر جبین انبیاء میں منتقل ہوتا رہا۔

خلاق عالم نے آپ کو چھ خصوصیات سے نوازا۔

رہائے الہی کا قیام۔ روحی مشیت۔ تاج ہدایت۔ لباس معرفت۔ محبت کا کرند۔ خوف خدا کے فعلین عطا

کیں۔

پھر فرمایا: میرے حبیب اب جا کر ان لوگوں کو۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا حکم دے۔

قیص رخصا کا پڑا قوت احمر سے بنایا گیا تھا۔ اس کی آستین لولہ سے آبدار سے لگائی گئی تھیں۔ بلور ابیض کے بن تھے۔ گلے پر سبز برید کی دھاریاں تھیں۔ گھیر اسرخ مزاج سے آراستہ کیا گیا۔ اور نور الہی کا گریبان بنایا گیا۔ اس قیص کے صدقہ اللہ نے آدم کی توبہ قبول کی۔

جناب سلیمان کو انگشتر حکومت دی۔

جناب یعقوب کو یوسف واپس کیا۔

جناب یونس کو شکم ماہی سے نجات دی۔

حضرت موسیٰ کو حکیم بنایا۔

حضرت عیسیٰ کو مسیح بنایا۔

حضرت ابراہیم کو آتش نمرود سے نجات دی۔

حضرت ایوب میں توت برداشت پیدا کی۔

بحار میں مصباح الانوار کے حوالے سے آنحضرت سے منقول ہے کہ:

ذات احدیت نے مجھے۔ علیؑ۔ زہراؑ۔ اور حسینؑ کو تخلیق آدم سے ہزاروں برس پہلے اس وقت پیدا کیا جب کچھ بھی

تھا جناب عباس نے سوال کیا۔ آپ کی تخلیق کس طرح ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔

جب اللہ نے ہمیں پیدا کرنا چاہا۔ ایک لفظ فرمایا۔ اس سے ایک نور پیدا ہوا۔ پھر دوسرا لفظ فرمایا اس سے روح

پیدا ہوئی۔ پھر ذات احدیت نے اس نور اور روح کو اس میں میں مخلوق کیا۔ اس روح اور نور کے آمیزش سے مجھے۔ علیؑ۔ کو۔

فاطمہؑ کو۔ اور حسینؑ کو پیدا کیا۔ ہم نے اس وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس کی جب کوئی تسبیح کرنے والا نہ تھا۔ ازاں بعد۔

اللہ نے میرے نور سے عرش کو پیدا فرمایا:

نور علیؑ سے ملائکہ کو پیدا کیا۔

نورِ فاطمہؑ سے آسمان و زمین پیدا کئے۔

نور حسن سے آفتاب و ماہتاب پیدا فرمائے۔ اور

نور حسینؑ سے جنت اور حور علین کو پیدا کیا۔

مؤلف بہ مفصل حدیث نور آگے چل کر بیان کریں گے۔

علل الشرائع میں معاذین جیل سے مروی ہے کہ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے ۔

مخلیق کائنات سے ہزاروں برس قبل اللہ نے مجھے علی کو فاطمہ کو اور حسین کو پیدا فرمایا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ جب اس وقت کچھ نہ تھا۔ تو آپ کے انوارِ عالیہ کا مسکن کیا تھا۔

آپ نے فرمایا: ہمارا مسکن اس مقام پر تھا جہاں اللہ نے بعد میں عرش بریں پیدا فرمایا۔ ہم نے اس وقت یسوع و توحید

خدا کی جب کوئی تسبیح کرتے والا نہ تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ کیا اس وقت آپ اسی صورت میں تھے؟

آپ نے فرمایا۔ نہیں ہم نور کے پرتو تھے۔

تخلیق آدم کے بعد اللہ نے انبیاء کی جنسیوں کو ہمارے انوار کا امین بنایا۔ ہمیں نہ تو نجاست شرک نے کبھی چھو ہے

ہری بجا سست اشق و مجور نے ہمیں مس کیا ہے۔ سعادت مند ہمارے نمک سے سعادت مند بنتے ہیں۔ اور ہم

دوری سیاہ سخت نکالتی ہے۔ جب یہ نور جبین جناب عبدالمطلب میں پہنچتا تو حکم خدا سے اس کے درجے میں ہرگز بڑا ایک

حضرت جبین جناب عبداللہ میں اور دوسرا جبین الطالب میں ولایت کیا گیا جبین عبداللہ میں آئے والا حضرت میری والدہ جناب آمنہ

عصمت میں۔ اور جبین البطلان میں آنیوالا حصہ جناب فاطمہ بنت اسد کے صرف عصمت میں منتقل ہوا یوں ہم دنیا میں آئے۔

معانی الانجیل میں محمد ابراہیم حربی ہمالی والی مدینہ نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

تخلیق عرش و خلقت آدم سے دو روز اور برس قبل ہوئی۔ اللہ نے میرے اور علی کے نذر کو عرش کے سامنے جگہ دی۔ جب

سدا ہوئے تو ہم مصروف تسبیح تھے۔ ملائکہ نے ہمیں دیکھا تو بارگاہ خالق میں عرض کیا۔

مارا اللہ ماہ دو التوار کون ہیں -

ذاتِ احدیت تے فرمایا: خورِ اخور سے دیکھو ایک اصل ہے دوسرا فرع ہے۔ اصل نورِ نبوت ہے اور فرع نورِ امامت ہے نورِ نبوت

اگر اہلسید کا انما مقصود نہ تھا تو انہیں اور یوری کا انما کو پیدا نہ کرنا۔ بجائیں امام حق سے مروی ہے کہ۔

جنت میں ایک ایسا چشمہ ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اللہ نے

پیام کا مادہ اس حتمی کارڈ سے قرار دیا ہے۔ جو کہ ہمارے شیعہ مفتی نہیں اسی لیے وہ ہم سے محبت کرتے ہیں کہ انہیں ہمارا کارڈ سے اس جنت کی

آتی ہے جس کی مٹی جاراوی اجسام کا خمیر ہے ان کے دل ہماری طرف مائل رہتے ہیں۔ وہ ہمارے غم میں اس طرح غمرہ ہو جاتے ہیں جس طرح بچہ اپنے

کے غم میں غمگین رہتا ہے اور مشغولوں کے غم میں اسی طرح آکر رہ جاتے ہیں جس طرح باپ اپنی اولاد کے غم میں اندوہگین ہوتا ہے۔



ولادت

تاریخ ولادت

علمائے امامیہ میں سے چند ایک ایسے علماء ہیں جن کی بات ناقابل اعتقاد محاکمے سوانام علمائے امامیہ کا اتفاق ہے۔ کہ آنحضورؐ کی ولادت باسعادت سترہ ربیع الاول کو ہوئی۔
سواد اعظم کی اکثریت کی رائے کے مطابق آپؐ کی ولادت - بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔
سواد اعظم میں سے چند علماء کے نزدیک آپؐ کی ولادت - ماہ رمضان میں ہوئی۔

یوم ولادت

علمائے امامیہ کے مطابق جس دن آپؐ کی ولادت ہوئی وہ جمعہ کا دن تھا۔
سواد اعظم کے نزدیک آپؐ کا یوم ولادت سوموار ہے۔
علمائے امامیہ اور سواد اعظم کے مابین تاریخ اور یوم ولادت میں اختلاف کے باوجود وقت ولادت پر اتفاق ہے اور وقت ولادت طلوع صبح کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے ہے۔

حکمران بوقت ولادت

عرب کی پڑوسی حکومت ایران میں نوشیروان کی حکومت کے بالیسویں برس آپؐ کی ولادت ہوئی۔
سکندر اعظم کی وفات کو آٹھ سو بیاسی برس گزر چکے تھے۔

سنة عرب

چونکہ ظہور اسلام تک عربوں کی اپنی کوئی باقاعدہ تقویم نہیں تھی اس لیے عرب رونما ہونے والے کسی بھی اہم اور معروف واقعہ کو سن بنا لیتے تھے۔ اور تاریخ کا شمار اس سے پہلے یا بعد کے اعتبار سے کرتے تھے۔ چونکہ اہل ہند کا مکہ

پر ہاتھیوں سے حکم عرب میں انتہائی معروف واقعہ تھا۔ اس لیے آپ کی ولادت کے سال عربوں میں عالم الفیل معروف تھا۔

بعض مورخین کے بقول آپ کی ولادت ۵۷۰ء عام الفیل میں ہوئی ہے۔

بعض علماء کے بقول آپ کی ولادت ۵۷۱ء عام الفیل میں ہوئی ہے۔

بعض محققین کے مطابق آپ کی ولادت اسی دن ہوئی ہے جس دن ابراہیم نے بیت اللہ پر حملہ کیا۔

بعض مورخین نے ۵۷۳ء عام الفیل بتائی ہے اور

بعض مورخین نے ۵۷۴ء عام الفیل بتائی ہے۔

مولف:

ہمارے نزدیک اسی سال ولادت ہوئی ہے۔ جس سال ابراہیم نے بیت اللہ پر حملہ کیا تھا۔

ستاروں کی چالیں

آپ کا طالع جدی ہے۔ اس وقت زحل اور مشتری کا گھر مغرب تھا۔ مریخ برج حمل میں اپنے خانہ میں تھا۔ شمس شرف حمل میں تھا۔ زہرہ برج ثوت کے خانہ شرف میں تھا۔ عطارد بھی برج ثوت میں تھا۔ قمر میزان کے خانہ اول میں تھا۔ اس برج جوزا میں تھا۔ اور ذب برج قوس میں تھا۔

مکان ولادت

آپ کی ولادت اپنے مکان میں ہوئی۔ جو بعد میں خانہ محمد ابن یوسف تھقی کے نام سے معروف ہو گیا تھا۔ ہواہل کہ آنحضرت مکان وہ جناب عقیل کو ہمہ کر دیا تھا۔ اولاد جناب عقیل نے بعد میں حجاج کے بھائی محمد ابن یوسف کے ہاں فروخت کر دیا۔ ہارون کے زمانہ حکومت میں ہارون کی ماں خیران نے وہ گھر اولاد محمد ابن یوسف سے واپس لے کر اس میں مسجد بنوا دی تھی۔ جو مکہ میں آج بھی موجود ہے۔ حجاج گرام زیارت بھی کرتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں۔

جناب عبدالمطلب کا خواب

شیخ صدوق نے اکمال میں جناب ابوطالب سے روایت کی ہے۔ جناب ابوطالب فرماتے ہیں کہ مجھے میرے

والد کافی عرصہ پہلے سنایا تھا کہ ایک رات میں اپنے کمرہ میں سو رہا تھا کہ میں نے ایک

حیرت انگیز ایسا خواب دیکھا کہ میں پھر سو نہ سکا میں قریش کی کاہنہ عورت کے پاس آیا رات آدمی سے زیادہ گزربچی

نٹھی جب اس نے مجھ رات کے اس وقت حیران و پریشان دیکھا تو فوراً اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور میرا استقبال کر

کے حال پوچھا کہ۔

آج میں سید العرب کو غیر معمولی پریشان دیکھ رہی ہوں۔ کوئی حادثہ رونما ہوا ہے یا کوئی اور بات ہے؟ میں نے اسے بتایا کہ ابھی ابھی میں نے ایک انتہائی پریشان کن خواب دیکھا ہے۔ جس کی وجہ سے آنکھوں میں نیند نہیں رہی۔ تجھے وہ خواب سنانے آیا ہوں تاکہ اس کی تعبیر بتا۔

کاہنہ نے پوچھا۔ کیسا خواب ہے؟

میں نے اسے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری پشت پر ایک درخت اُگا ہے۔ اور وہ اتنا بڑھا ہے کہ اس کی شاخیں آسمان تک بلند ہیں۔ اس کا سایہ اتنا پھیلا ہے کہ مشرق و مغرب اور شمال جنوب تک ہر طرف اسی کا سایہ ہے۔ بہت سے لوگ اگر اس کے سایہ میں بیٹھ رہے ہیں۔

پھر میں نے اس درخت کی ٹہنیوں سے لڑکی ایسی کڑیں چھوٹی دیکھی ہیں کہ ان کی روشنی کم از کم سورج کی روشنی سے سترگنا زیادہ ہوگی۔ تمام عرب و عجم اس درخت کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔

میں نے قریش کے کچھ افراد کو دیکھا ہے کہ وہ اس درخت کو تنے سے کاٹنا چاہتے ہیں۔ لیکن ایک انتہائی حسین و خوبرون جوان ہے جو اس کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا ہے۔ اور وہ انہیں کاٹنے سے باز رکھتا ہے۔

میں نے ایک ٹہنی کو کپڑے کی خاطر ہاتھ بڑھایا۔ کہ ایک ہاتھ نے پکار کر کہا۔ اسے مت چھونا تیرا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

میں نے کہا۔ یہ درخت میرا ہے۔ میری پشت پر اُگا ہے۔ اور میرا حصہ نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اسی ہاتھ نے کہا۔ ذرا تنے کے ارد گرد دیکھ۔ کچھ افراد تجھے تنے سے متعلق نظر آئیں گے۔ یہ ان کا حصہ ہے۔ یہ دیکھ اور سن کہ میں گھبرا گیا۔ اور بیدار ہو گیا۔ پھر سوئے کی کافی کوشش کی لیکن نیند نہ آئی۔ اُٹھ کر تیرے پاس چلا آیا اب تعبیر بتا۔

کاہنہ نے کہا۔ اگر آپ کا خواب سچا ہے تو چھراپ کی نسل سے ایک نبی پیدا ہو گا جو پورے کہ ارض کا حکمران ہو گا جہاں تک میرا خیال ہے وہ جناب عبد اللہ سے ہو گا۔ اور ابوطالب اس کا نگران ہو گا۔

جناب ابوطالب فرماتے تھے کہ یہی وجہ ہے کہ میں محمد کی نبوت کو اس کے اعلان نبوت سے پہلے تسلیم کر چکا تھا اور ان پر ایمان لا چکا تھا۔

شیخ صدوق نے اسی مذکورہ بالا کتاب میں امام صادق سے روایت کی ہے کہ یہی وجہ تھی کہ جب تک جناب ابوطالب بقیہ حیات رہے اس وقت تک آنحضرتؐ مکہ میں محفوظ رہے اور جب آپ کی وفات ہو گئی تو آنحضرتؐ کو مکہ سے ہجرت کرنے کا حکم دے دیا گیا۔

جناب عباس ابن عبد المطلب کا خواب

جناب عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ میرے والد جناب عباس نے قبول اسلام کے بعد مجھے اپنا یہ خواب بتایا تھا۔ ابلی میں شیخ صدوق نے لکھا ہے کہ جناب عبد اللہ فرماتے ہیں مجھ میرے والد نے بتایا کہ جب جناب عبد اللہ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کی پیشانی پر نور دیکھا کہ سورج کی روشنی اس کے سامنے ماند نظر آتی تھی۔

ہمارے والد جناب عبد المطلب نے فرمایا۔ میرا یہ بیٹا بڑی عظمت کا مالک ہوگا۔ ایک رات میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ جناب عبد اللہ کی پیشانی سے ایک پرتہ نکلا ہے۔ جو بڑی بلند پرواز کر کے مشرق و مغرب کا طواف کرنے لگا کہ ارض کا طواف کرنے کے بعد بیت اللہ پر اکر بیٹھ گیا۔

تمام قریش اس کے گوج جمع ہو گئے اور اسے پکڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ اسی دوران میں نے دیکھا تو اس پر بڑے نے نور کی شکل اختیار کر لی۔ اور پھیل کر مشرق و مغرب تک پہنچ گیا یہ دیکھ کر میں بیدار ہو گیا۔ دوسرے دن نبی مکرّم کی ایک معروف کاہنہ عورت کہیں پاس آیا۔ اسے اپنا خواب سنایا۔

اس نے کہا۔ اگر آپ کا خواب سچا ہے تو جناب عبد اللہ کی نسل سے آخری نبی پیدا ہونے والا ہے۔ جس کا دین مشرق و مغرب تک پھیلے گا۔ ازاں بعد میں ہمیشہ جناب عبد اللہ کا احترام کرتا تھا۔ اگرچہ سن میں مجھ سے چھوٹے تھے لیکن میں ہمیشہ ان کی تعظیم کو اٹھتا تھا۔ جب جناب عبد اللہ کی شادی جناب آمنہ سے ہو گئی۔ کچھ ماہ بعد جناب عبد اللہ فوت ہو گئے۔ آنحضرت کی ولادت ہوئی میں جناب آمنہ کے گھر آیا۔ بچے کو دیکھا۔ بے اختیار اسے اٹھانے کو جی چاہا بچے کو اٹھایا اور دیکھا تو مجھے عجیب و غریب آثار نظر آئے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا۔ جسے بچے کے مسام سے مشک پھوٹ رہی ہے۔ میرا تمام جسم خوشبو سے مہکنے لگا۔ جناب آمنہ سے میں نے حالات پوچھے تو بی بی نے بتایا کہ

بچے کی ولادت سے میں نے ایک عجیب سی آواز سنی جو کسی انسان کا کلام نہ ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد ہنر مندوں سے ایک علم لہرایا۔ جو اوقات عمر پر اوڑھتا تھا۔ علم کے اوپر سے نور کی ایسی کرن نظر آئی کہ اس کی روشنی میں میں نے تمام کے محلات بھی دیکھے ہیں۔ پھر میرے گرد پرندوں کے پروں کی پھر پھر اڑت ہوئے گی۔

اسی دوران مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے شیرہ اسد میرے قریب سے گزری اور مجھے کہہ رہی ہو۔ اے آمنہ تیرے اس ہونے والے بچے نے کاہنوں اور بتوں کا بیڑا عرق کر دیا ہے۔

ولادت کے بعد ایک انتہائی حسین و جمیل عبا میں کمال کا خوبصورت شخص آیا اور مجھے کہا۔ ذرا یہ بچہ مجھے دیے دے اہل آسمان اس کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ میں نے بے ساختہ بچہ اٹھا کر اسے دے دیا۔ کافی دیر بعد اس نے بچہ مجھے واپس کیا۔ میں یہ دیکھ کہ حیرت میں رہ گئی کہ اس نے میرے اس لڑکے کو دے کے ساتھ کوئی بات کی جو اب میں میرے

بچے نے بھی اسے کچھ کہا۔ لیکن میں دونوں کی کوئی بات نہ سمجھ سکی۔

میں نے جب آنکھوں کے کندھے سے قمیض ہٹایا تو ہمزوت کو دیکھا جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا میں نے یہ واقعہ چھپایا اور کسی کے سامنے اس کا اظہار نہ کیا۔ پھر مجھ پر سب کچھ جیسے بھول گیا۔

جناب آمنہ سے جناب عبداللہ کا عقد

علامہ مجلسی نے بخاری میں واقعی کے حوالہ سے لکھا ہے عقیل ابن ابی وقاص نکاح خوال تھائیں نے خطبہ نکاح میں حمد و ثنائے خاتمی سے ابتداء کی تھی خطبہ نکاح۔

رحمن و رحیم اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں نسل ابراہیم۔ شجرۃ اسماعیل رشخ نزار۔ اور ثمرہ عبد مناف سے قرار دیا۔ وہ اللہ جو واحد ہے اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ نظیر۔ اس کے بعد آپ جناب وہب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے ابوالوداع۔ میں آپ کی اجازت سے آپ کی بیٹی کا عقد اپنے سردار زادے سے چار ہزار چاندی کے درہم اور پانچ سو مثقال سونے کے حق ہر کے عوض کرتا ہوں۔ جناب وہب نے فرمایا۔ ہاں درست ہے۔ پھر جناب عبداللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے خواستگاری کرنے والے سردار آپ کو اس حق ہریرہ نکاح قبول ہے۔ جناب عبداللہ نے فرمایا۔ ہاں۔

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله الذي جعلنا من نسل ابراهيم من شجرۃ اسماعيل فغصن نزار و من ثمرۃ عبد مناف الها و احدا لا شريك له ولا نظير. ثم نظر الى وهب وقال. يا ابنا لوداع زوجتك كرميتك آمنة من ابن سيدنا عبد المطلب على صداق اربعة الاف درهم بيض وخمسة مثقال ذهب احمر. قال نعم. ثم قال عبد الله قبلت هذا الصداق يا ايها السيد مخاطب. قال نعم۔

بعد ازاں جناب عبدالمطلب نے ایک ہزار درہم جناب عبداللہ کے سر پر بچھا اور کئے اور جناب وہب نے ایک ہزار کا مشک وغیرہ اپنے داماد پر شمار کیا۔ پھر دسترخوال بچھایا گیا جس پر انواع و اقسام کے کھانے چنے گئے برات جب کھانے سے فارغ ہوئی۔ تو۔

جناب عبدالمطلب نے فرمایا: اے وہب زفاف آج ہی ہو گا کیونکہ مجھے واپس جانا ہے اور عبداللہ کو بھی ممکن ہے ساتھ لے جانا پڑے۔

جناب آمنہ کو سنا اور اگیا جناب عبدالمطلب جلد عروسی میں جناب عبداللہ کو ساتھ لے کر خود گئے۔ جناب آمنہ کو رونما ٹی میں نقدی کے علاوہ دنیا اور آخرت کی بشارت دی۔ بہو کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور باہر تشریف لے گئے

دوسرے دن جب جناب عبداللہ اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جناب عبدالطلب نے سب سے پہلے جناب عبداللہ کی جبین پر نگاہ کی۔ دیکھا تو نور کی جو چمک پہلے ہوا کرتی تھی۔ وہ ختم ہو چکی تھی اور پیشانی پر درم کے برابر صرف مدہم سا سفید داغ رہ گیا تھا۔

جناب عبدالطلب فوراً اندر آئے جناب آمنہ کی پیشانی پر نگاہ کی تو وہی نور اب جناب آمنہ کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔ آپ کبیدہ خاطر ہو کر باہر تشریف لائے اور حبیب راہب کے پاس گئے اسے تمام حال سے آگاہ کیا۔

حبیب راہب نے عرض کیا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ نور وہی ہے۔ صرف مکان بدلنے سے آپ کو مدہم سا نظر آ رہا ہے۔ کیونکہ باپ کی پیشانی میں تھا اور اب صدف عصمت میں ہے۔ واپسی پر جناب عبدالطلب نے فیض عربی میں درختوں اور پتھروں سے ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے سنا کہ۔ نور محمدؑ اپنی آخری قیام گاہ میں پہنچ چکا ہے چالیس دن گزرے تھے کہ غرب سے پیغام موصول ہو کہ۔ جناب فاطمہ بنت عبدالطلب کا انتقال ہو گیا ہے۔

جناب عبدالطلب جناب عبداللہ کو ساتھ لے کر غرب تشریف لائے۔ ابھی غرب میں رہتے ہوئے دسواں دن تھا کہ جناب عبداللہ بیمار ہو گئے۔ اور پانچویں دن داعی اہل کو بیگ کہی۔

جناب عبدالطلب جناب عبداللہ کی وفات پر بہت زیادہ روئے۔ اندر سے دروازہ بند کر لیا اور فرماتے تھے نور موت کا امین بیثافت ہو گیا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ یکسر مکان کی چھت میں تنگاف ہوا۔ اور ہاتھ غیبی نے پکار کر کہا ہم نے امانت منتقل کر دی ہے۔ ایک دن تو انہیں جانا ہی تھا۔

جناب عبدالطلب باہر تشریف لائے۔ جناب عبداللہ کو غسل و کفن دے کر دفن کیا۔ اور ان کی قبر پر انتہائی عالی شان مکان بنوا کر قبۂ تعمیر کرایا۔ واپس مکہ آئے۔ جناب آمنہ نے جب اپنے شوہر کی وفات کا حال سنا تو رو کر اپنے کو بے حال کر ڈیا۔ جناب عبدالطلب نے آکر فرمایا۔

بیٹی تجھے مبارک ہو تو سید الاولین والآخرین کی امینہ ہے۔ بیٹی تجھے معلوم نہیں کہ تیرے رونے سے پوری کائنات غمزدہ ہے۔ تیرے لیے وارث کی وفات کی نسبت جس نور مقدس کی تو امینہ ہے اس کی طرف درہیان دینا زیادہ اہم ہے۔ پھر جناب عبدالطلب نے بی بی کو وہ دو گوشوارے دیئے جو جناب عبدالمناف نے اپنی ایک بیٹی کو عنایت فرماتے تھے۔

جب آپ کو صدف عفت میں دوسرا ماہ شروع ہوا تو ذاتِ احدیت نے ایک ملک کو حکم دیا کہ ارض و سماء کے مابین منادی کر کے تمام کائنات کو بتادے کہ۔ نور محمدؑ عنقریب چمکنے والا ہے۔ اور رحمتِ محمدیہ سے کائنات ہستی معمور ہونے والی ہے۔

جب آپ کو صدف عفت میں تیسرا ماہ ہوا تو ابو قحافہ کہتا ہے کہ شام سے مکہ کو آ رہا تھا۔ جونہی میں مکہ کے قریب ہوا تو میری ناقہ نے اپنا سر زمین پر رکھ دیا میں نے انتہائی جارحیت کے ساتھ کوڑے برساتے شروع کیے لیکن

لیکن ناتر شس سے مس تک نہ ہوئی۔

میں نے حیرت سے کہا۔ تعجب ہے آج تک ایسی سواری نہیں دیکھی جو اپنے مالک سے بے وفائی کرے۔ کسی ہائفت غیبی نے آواز دی۔ اسے کچھ نہ کہہ۔ اپنی عقیدت کا اظہار کرنے دے۔ تجھے نظر نہیں آ رہا کہ تمام درختوں نے اپنی ٹہنیاں جھکا دی ہیں۔ اور ہر پتھر اور پہاڑ سے گنگنانے کی آواز آ رہی ہے۔ میں نے سوال کیا۔ اے ہائفت غیبی یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

ہائفت نے جواب دیا۔ نور محمد کی تعظیم ہو رہی ہے۔ انسان کے سوا کائنات عالم کی ہر چیز نے نور محمد کے استقبال کی خاطر اپنی جین نیاز جھکا رکھی ہے۔ اے اپنی والدہ کے صدف عفت میں آئے تیسرا ماہ گزر رہا ہے۔ میں نے سوال کیا۔ یہ ظہور کیا ہوگا۔

ہائفت نے کہا: تو دیکھ کر ہی مرے گا۔ بت پرستوں کے لیے وہ عذاب خدا بن کر آ رہا ہے۔ جب صدف عفت میں چوتھا ماہ ہوا تو ہائفت کے راستہ پر ایک عابد کا گرجا تھا۔ جو مکہ سے کچھ فاصلہ پر تھا۔ وہ راہب کہتا ہے کہ میں مکہ میں اپنے ایک دوست کو ملنے آیا جب میں عرفات میں پہنچا تو ایک بچے کو زمین پر سجدہ کرتے دیکھا جب راہب کہتا ہے کہ میں اس کے قریب گیا اور اسے اٹھانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ۔

ہائفت غیبی نے آواز دی۔ اسے کچھ نہ کہنا۔ تو نہیں دیکھ رہا کہ انسان کے سوا بحر و بر میں رہنے والی ہر مخلوق بارگاہ خالق میں شکر اللہ سجدہ ریز ہے۔ کیونکہ اللہ کے حبیب کو اپنی ماں کے صدف عفت میں چوتھا ماہ مکمل ہونے والا ہے۔ اور پانچواں ماہ شروع ہونے والا ہے۔ حبیب کہتا ہے کہ میں نے بچہ کو چھوڑ دیا۔ اور مکہ آیا۔ جناب عبدالمطلب کو ملا انہیں پورا واقعہ بتا دیا۔

آپ نے فرمایا۔ حبیب اگر ہو سکے تو اسے چھپا کے رکھنا۔ ان ذات کے دشمن بہت زیادہ ہیں۔ جب میں واپس اپنے گرجا میں آیا تو ایسے معلوم ہوا جیسے گرجا میں زلزلہ آیا ہوا ہے۔ اور عذاب گرجا پر لکھا ہوا دیکھا آمنوا باللہ ورسولہ محمد بن عبد اللہ اللہ اس کے محمد ابن عبد اللہ رسول پر ایمان لے آؤ۔ فقد آن خروجه۔ فطوبیٰ تھو طوبیٰ اس کا وقت ظہور قریب آچکا ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس پر ایمان لایا۔ اور بد نصیب ہے وہ شخص جس نے اس کا کفر کیا۔ اور اس پر نازل شدہ کتاب میں سے ایک حرف کی بھی تردید کی۔

راہب نے کہا۔ میرے خدا! میں اس پر ایمان لے آیا ہوں کبھی کفر نہیں کروں گا۔ جب آپ کو صدف عفت میں ساتواں ماہ شروع ہوا تو سوار ابن قارب جناب عبدالمطلب کے پاس آیا اور عرض کی۔

اے سردار! میں نے شب گذشتہ ایک عجیب ماجرا دیکھا ہے۔ نہ تو میں نیند میں تھا اور نہ ہی کہہ سکتا ہوں کہ بیدار تھا۔ میں نے دیکھا آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور اس سے ملائکہ فوج در فوج عجیب و غریب رنگوں کا سامان لے کر اتر رہے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو کہتے ہیں۔ زمین کو آراستہ کر دو۔ محمد خاتم الانبیاء کو دقت ظہور قریب سے قریب تر ہونا چاہیے۔ جو عبدالمطلب کا پوتا ہے۔ پورے کرہ ارض کا نبی ہے۔ سیف قاطع کا مالک ہے۔ اس کے نیزہ کی ضرب سے کوئی نہ بچے گا میں نے ایک ملک سے پوچھ لیا۔ یہ کس کی بات کر رہے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب کی۔

جناب عبدالمطلب نے فرمایا: یہ واقعہ اپنے نکمہ محدود رکھنا۔ کسی کو نہ بتانا۔

جب آپ کو صدفِ عفت میں اٹھواں ماہ ہوا تو سمندر کی ایک مچھلی جو تمام مچھلیوں کی سردار ہے اور اس کا نام طینوما ہے۔ وہ سطح سمندر پر آگئی اور اپنی دم پر کھڑے ہو کر تسبیح خالق کرنے لگی۔ ملائکہ نے ہر چند اسے ایسا کرنے سے روکا۔ لیکن اس نے جواب دیا۔ یوم تخلیق سے خالق اکبر نے میری ڈیوٹی لگا رکھی ہے کہ جب میرا آخری نبی اس دنیا میں آجائے تو تو سمندر کی سطح پر میری تسبیح کرنا۔ اب میں نے ملائکہ سے سنا ہے کہ آنحضرت تشریف لے آئے ہیں۔ ملائکہ نے اسے بتایا کہ ابھی وہ دقت نہیں آیا۔ ایک ماہ باقی ہے۔ وہ مچھلی زیر آب چلی گئی۔

جب آپ کو صدفِ عفت میں نوواں ماہ ہوا تو ذاتِ احدیت نے دس ہزار ملائکہ کو قندیل بکت زمین پر بھیجا قندیل پر لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ مکہ کے جتنے بھی پڑھے ہوئے افراد تھے سب نے وہ قندیلیں بھی دیکھیں۔ اور ان پر جو لکھا ہوا تھا۔ وہ بھی پڑھا۔ جب جناب عبدالمطلب کو یہ اطلاع موصول ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ابھی کسی کو نہ بتاؤ اسے مخفی رکھنے کی کوشش کرو۔

جب نوواں ماہ مکمل ہونے کو آیا تو کرہ ارض کے ہر واسی نے دیکھا کہ آسمان پر کوئی ستارہ اپنی جگہ نہیں ٹکتا تھا۔ ایک ستارہ دوسرے کے پاس دوسرا تیسرے کے پاس جا کر مبارک باد دیتا تھا۔ یہ سلسلہ تا ولادت قائم رہا۔ اور دنیا دیکھ دیکھ کہ حیرت زدہ ہوتی رہی۔

جب نو ماہ مکمل ہو گئے تو جناب آمنہ نے اپنی والدہ جناب برہ کی خدمت میں عرض کیا۔

مال آپ کو معلوم سے میرے دل پورے ہو چکے ہیں۔ آج مجھے اپنے وارث کی یاد بہت ستا رہی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں مکہ کے اندر چلی جاؤں اور اپنے وارث کی یاد میں جی بھر کر رولوں۔ جناب برہ نے فرمایا۔ بیٹی یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ تیرے وارث کی جو اتنی اس قابل ہے کہ اس پر قنار دیا جائے کہ ہے۔

جناب آمنہ نے عرض کیا۔

سجل یکینر
حیدرآباد دہلہ، پاکستان

مال میں دروازہ اندر سے بند کروں گی۔ جب تک میں خود نہ کھولوں کوئی مجھے آواز نہ دے۔

جناب برہ نے فرمایا: بیٹی میں کسی کو نہ آنے دوں گی

جناب آمنہ نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ اور دل کھول کر روئیں۔ اسی اثنا میں وضع کے آثار نمودار ہوئے۔ جلدی سے انھیں دروازہ پر آئیں۔ کھولنا چاہا۔ لیکن دروازہ نہ کھل سکا۔ پریشان ہو کر واپس آئیں۔ دیکھا تو سامنے چار حسین و جمیل مستورات کھڑی تھیں۔ جن کے ساتھ دو کنیریں تھیں۔ ان کے پاس تمام وہ ضروری سامان تھا جو بچے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ ایک مخدرہ نے آگے بڑھ کر جناب آمنہ کو سلام کیا۔ اور عرض کیا۔ آپ گھبراہٹ میں نہیں اس وقت ہم آپ کی ہر خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ اور جب تک آپ کو کسی سہارا کی ضرورت ہوگی اس وقت تک ہم آپ کے پاس ہی رہیں گی۔

ایک کنیرہ نے آگے بڑھ کر مستند بچھانی۔ چاروں بیٹیاں ارد گرد بیٹھ گئیں۔ جناب آمنہ کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ ایسے محسوس ہوا جیسے نیند آ رہی ہو، کافی دیر کے بعد جب آنکھ کھلی۔ تو دیکھا بچہ پہلو میں سر بسجود ہے اور اس کے جسم سے مشک و عنبر کی ایک ایسی خوشبو بھک رہی ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ اور انگشت شہادت بلند کر کے کہہ رہا ہے۔ لا الہ الا اللہ پھر بچہ ماں کے پہلو میں لیٹ گیا۔ جناب آمنہ نے خوش ہو کر اٹھایا۔ دیکھا تو بالوں میں لنگھی کی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا۔ پیشانی اور ٹھوڑی پر سرمہ سے تلی بنے ہوئے تھے۔ خوشبو سے مہکتے ہوئے کپڑے زیب تن تھے۔ آپ کے رخساروں سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ کمرہ میں تاریکی نام کو نہیں مٹتی

وقت ولادت آثار عالم

ایوان کسری کے چودہ لنگرے گر گئے۔

ایران میں ہزار سال سے جلنے والے سات آتشکدے بجھ گئے۔

دیباٹے سادہ خشک ہو گیا۔

ہر اس گھر میں جو کچھ پڑھنے والے تھے کافی دیر تک روشنی رہی۔

ہر بت خانہ کے بت اوندھے منہ گر گئے۔

جناب آمنہ نے آنحضرت کی جبین مبین سے چمکنے والے نور کی روشنی میں کو ارض کا مشاہدہ کیا۔

مولف :

اجتاج طبری میں حضرت علی کا ایک یہودی سے طویل مکالمہ ہے۔ ہم بقدر ضرورت نقل کئے دیتے ہیں۔

یہودی نے کہا: آپ اپنے دین کو ہمارے اور عیسائی دین سے بزرگ سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰؑ نے ہمارے

میں کلام کیا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: بالکل درست ہے۔ لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے نبیؐ نے بھی کلام کیا تھا۔

یہودی نے کہا۔ وہ کیسے؟

آپ نے فرمایا۔ جب آپ صدفِ عفت سے عالمِ وجود میں تشریف لائے تو آپ نے اپنا بایاں ہاتھ زمین پر رکھا اور وائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کو بلند کر کے۔ لا الہ الا اللہ انی محمد رسول اللہ پڑھا۔

آپ کی جبینِ مبین سے ایسا نورِ ظاہر ہوا کہ تمام اہل مکہ نے شام۔ بصرہ۔ یمن اور اطحخر کے تمام محلات کچھم خود دیکھے اتنا نور تھا جسے دیکھ کر تمام بن و انس گھبرا گئے تھے۔

اب پھر سجاد سے واقفی کی روایت کی تکمیل کرتے ہیں۔ جب آپ کا ظہور ہو گیا تو چاروں مستورات نے آپ کو رومال میں لپیٹا۔ جنابِ آمنہ کی گود میں دیا۔ اور کسی مزید ضرورت کا پوچھا۔ جنابِ آمنہ نے فرمایا۔ اب مجھے نہ کوئی تکلیف ہے اور نہ ضرورت۔ وہ مستورات بی بی سے اجازت لے کر واپس جنت میں چلی گئیں۔ اور جنت میں جا کر تمام اہل جنت کو ولادت سرور انبیاء کی مبارک باد پیش کی۔

ان کے بعد جنابِ جبریل اور میکائیل مکہ میں داخل ہوئے۔ آنحضرت کو جنابِ آمنہ کی گود سے لیا۔ اب کوثر سے غسل دیا۔ جنابِ جبریل نے عرض کیا۔

اے ام سیدہ الانبیاء۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم آپ ہی کے خادم ہیں یہ غسل کسی نجاست کے دور کرنے کی خاطر نہیں دے رہے ہیں۔ یہ اب کوثر ہے۔ حوضِ کوثر کی لذت اور شیرینی کو دو چند کرنے کی خاطر غسلہ واپس لے جائیں گے۔ بی بی فرماتی ہیں غسل دینے کے بعد جبریل نے آپ کو اٹھایا۔ میرے پہلو میں سلایا۔ اتنے میں دروازہ پر دستک سی محسوس ہوئی۔ جبریل دروازہ پر گیا۔ واپس آکر۔ مجھے کہا۔ ملائکہ ارض و سما اپنے آقا کو سلام کرنے کی خاطر آئے ہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ جلدی واپس چلے جائیں گے۔

میں دیکھ رہی تھی۔ گروہ درگروہ ملائکہ اگر سلام کرنے لگے سلام یوں کرتے تھے۔

السلام علیک یا محمد

السلام علیک یا احمد

السلام علیک یا حامد

جب تمام ملائکہ واپس چلے گئے اس وقت بی بی اٹھیں۔ دروازہ پر آئیں۔ دروازہ کھولا اپنی والدہ جنابِ برہ اور والد کو ہلکا مبارک باد پیش کی۔ اور انہیں تمام وہ واقعات بتائے جو ملاحظہ فرما چکی تھیں۔ جنابِ وہب نے فوراً غلام کو بلایا اور فرمایا ابھی جا کر عبدالمطلب کو مبارک باد دے۔

تمام اہل مکہ وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ جو پیش آ رہا تھا۔ لیکن کسی کو کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ خود جنابِ عبدالمطلب بھی کوہ صفا پر کھڑے ہو کر ہونے والے آثار ملاحظہ فرما رہے تھے کہ اتنے میں غلام نے آکر مبارکباد دی۔

آپ نے فرمایا۔ میں تیرے ہی انتظار میں تھا۔ جو کچھ میں دیکھ رہا تھا۔ یقیناً تو مجھے تھا کہ یہ سب خوشیاں میرے

ہی مولود کے لیے منائی جا رہی ہیں۔ مجھے تصدیق کا انتظار تھا۔ چنانچہ آپ اپنی تمام اولاد کو لے کر جناب وہب کے گھر تشریف لائے جناب آمنہ کے پاس گئے۔ مولود کو ہاتھوں پر اٹھایا۔ حمد خدا کی۔

• بحار ہی میں علامہ مجلسیؒ نے جناب آمنہ کی زبانی ایک روایت یوں درج کی ہے کہ پہلے ماہ مجھے حضرت آدمؑ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا۔ بیٹی مبارک ہو تو نور سید الانبیاءؑ کی امینہ ہو چکی ہے دوسرے ماہ جناب اور لیس کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا۔ آمنہ تجھے مبارک ہو تو نبی کو نبی کی ماں بننے والی ہے۔

تیسرے ماہ جناب نوحؑ نے عالم خواب میں یہ فرما کر مبارک دی کہ تو فاختہ نبی کی ماں ہونے والی ہے۔

چوتھے ماہ جناب ابراہیمؑ نے خواب میں مبارک کیلادی کہ بیٹی تو جیل نبی کے نور کی امینہ ہے۔

پانچویں ماہ جناب داؤدؑ نے مبارک باد دی کہ آمنہ صاحب مقام محمود کے نور کی امینہ ہے۔

چھٹے ماہ جناب اسماعیلؑ نے مبارک باد دی بیٹی مبارک ہو تو با عظمت نبی کے نور کی امینہ ہے۔

ساتویں ماہ جناب سلیمانؑ نے آکر مبارک دی کہ آمنہ اللہ نے تجھے صاحب برہاں نبی کی امینہ بنایا ہے۔

آٹھویں ماہ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔ نبی کریم کی ماں مبارک ہو۔

نویں ماہ حضرت عیسیٰؑ نے آکر مبارک دی آمنہ تجھے فصیح و بلیغ نبی بیٹا مبارک ہو۔

• شہید ثانی کے استاد ابوالحسن بکری نے اپنی کتاب الانوار میں حالات ولادت کے واقعات کچھ اس طرح

لکھے ہیں جب آنحضرتؐ کا نور انور صرف عفت جناب آمنہ میں منتقل ہوا تو ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو ہالفت غیبی جناب آمنہ کا نام لے کر آواز دیتا تھا۔ خاتم الانبیاءؑ کو تیری امانت میں آئے ہوئے اتنے ماہ گزر چکے ہیں۔ بی بی جناب عبداللہ کو مطلع کرتی تھیں۔ جب ساتواں مہینہ ہوا تو جناب عبدالطلب نے فرمایا۔ بیٹے تجھے معلوم ہے کہ نور محمدؐ کے ظہور میں بہت کم عرصہ رہ گیا ہے اور میں ان کے ظہور پر ان کی شایان شان تمام عرب کو دعوت دینا چاہتا ہوں۔ آپ شرب چلے جائیں اور وہاں سے ضروری سامان خرید لائیں۔

جناب عبداللہ شرب کو روانہ ہو گئے۔ آپ شرب پہنچ کر بیمار ہو گئے۔ اور وہیں آپ کی وفات ہو گئی۔ جب

آپ کی خبر وفات مکہ میں پہنچی تو پورا مکہ ماتم کہہ بن گیا۔ جناب آمنہ تنہا اپنے گھر میں رہتی تھیں۔ ظاہر اگونی آثارِ حل

نہیں تھے۔ بی بی دلی میں پریشان رہتی تھیں کہ۔ آج تک جناب عبدالطلب نے مجھے اظہار سے متفق فرمایا ہے۔

اب کسی عورت کو علم نہیں ہے۔ کہ میرے بچہ ہونے کا وقت قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔

جب وقت ولادت قریب ہوا۔ بی بی نے دیکھا چند حسین و جمیل مستورات بی بی کے پاس آئیں۔ ان کے

ہاتھوں میں شیخے کے جام تھے۔ انہوں نے مجھے سلام کیا۔ اور ایک جام بلور جس میں خوش رنگ سا شربت

تھا پیش کر کے کہا اسے نوش فرمائیں۔ میں نے شربت بھی پی لیا۔ اور دل میں سوچتی رہی کہ دروازہ اندر سے

بند تھا۔ یہ عورتیں آکسے گئی ہیں۔

انہوں نے میرے تفکرات بھانپ لئے اور کہا۔ آپ گھبراتیں نہیں۔ آپ سید الاولین والآخرین کی ماں ہیں۔
اگر ہم جنت سے حوریں آپ کی خدمت کی خاطر آئی ہیں۔

پھر وہ مستورات اُٹھ کر چلی گئیں۔ اور مجھے ایسے معلوم ہوا کہ آسمان وزمین کے مابین ریشمی پردے تان دیئے گئے ہیں۔ اور ایک آواز آرہی ہے۔ اسے جلدی اٹھاؤ، حاسنین کی نگاہوں سے چھپا لو، کائنات کا دلی آگیا ہے۔ مجھے تو کچھ معلوم ہی نہ ہوا۔ میں تو اتنا بھی نہ جان سکی کہ میں جاگتی ہوں یا بیدار ہوں۔ میں نے دیکھا کہ میرے سامنے میرا لال تھا۔ جس نے سر سجدہ میں رکھا ہوا تھا۔ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت اٹھا رکھی تھی۔ اور لا الہ الا اللہ انی محمد ابن عبد اللہ ورسولہ پڑھ رہا تھا۔

پھر ایک سیقنہ بادل نمودار ہوا اور میرے مولود پر چھا گیا۔ مجھے میرا بچہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں گھبرا کر فریاد کرنے والی تھی کہ ہالٹ غیبی نہ کیا۔ آمنہ خوف نہ کھا۔

پھر میں نے ایک آواز سنی۔ او جلدی جلدی حبیب خدا کا سلام کرلو، ان کی مال بہت پریشان ہے۔ ایک بھینے کی دیر گزری تھی کہ میں نے اپنے مولود کو اپنی گود میں دیکھا خوشی سے میرے آنسو چھلک پڑے۔

میں نے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا تھا۔ سر میں خوشبو دار تیل ڈالا ہوا تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں تین چابیاں تھیں۔ ایک شخص اس کے سر پر ہاتھ رکھتا اور کہہ رہا تھا۔
محمدؐ نے نصرت دی۔

نبوت - اور

کعبہ کی چابیاں حاصل کر لی ہیں۔

پھر میں نے دیکھا پہلے بادل سے بھی بڑا سفید بادل چھا گیا۔ اس سے تسبیح و تہجد کی آواز آرہی تھی۔ ایک ایک ہاتھ غیبی کہہ رہا تھا۔ انبیاء اور اجداد کو طواف کر لیتے۔ دو۔ اسے اللہ نے۔

آؤ تم کی صفوت۔ نوح کی نجابت۔ ابراہیم کے علم۔ اسماعیل کی فصاحت۔ یوسف کے جمال الالب کے صبر و اؤد کے لمحے۔ یحیٰ کے زہد۔ عیسیٰ کے کرم۔ اور موسیٰ کی شجاعت سے نوازا ہے۔

اس کے بعد میں نے نین آدمیوں کو دیکھا ان کے چہروں سے نور ٹپک رہا تھا۔ اکٹھ نہیں ٹھہرتی تھی۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتاب تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں زیرید کا طشت تھا۔ تیسرا غالی ہاتھ تھا اس نے آگے بڑھ کر پہلے سلام کیا پھر عرض کیا۔ اے حبیب خدا جہاں سے چاہیں اسے پکڑ لیں۔ میرے بیٹے نے اس کے درمیان سے پکڑا میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا۔ دیکھو محمدؐ نے کعبہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔

پھر انہوں نے میری گود سے میرا بیٹا اٹھایا۔ طشت میں بھجایا۔ جس کے ہاتھ میں پانی تھا اس نے پانی ڈالا۔

پھر لباس پہنایا۔ اور میرے پیٹے کے کان میں کچھ کہا۔ جس کا جواب میرے مولود نے دیا۔ میں دونوں کی بات سمجھ نہ پائی۔ جب وہ جانے لگے تو ایک نے کہا۔

اے حبیب خدا آپ کو مبارک ہو آپ سید الاولین والآخرین ہیں۔ اور آپ قیامت میں شیعہ ام ہوں گے پھر میں نے دیکھا تین علم لہرائے ایک علم مشرق میں۔ ایک مغرب میں اور تیسرا کبیر پر تھا۔ اللہ نے میری آنکھوں کے سامنے سے تمام حجابات اٹھا دیئے۔ میں نے تحت الزما سے عرش علی تک مشرق سے مغرب تک اور شمالی سے جنوب تک پوری کائنات کو دیکھا۔

جناب عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ جب محمد کی ولادت ہوئی اس وقت میں طواف بیت اللہ کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا تمام بت فرض پر اوندھے گر گئے۔ میں نے ایک ہاتھ غیبی کی آواز سنی کہہ رہا تھا۔ آمنہ کے صدف عفت سے نور محمد کا ظہور ہو چکا ہے میں ششدر گیا۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا میں بات بھی نہ کر سکتا تھا۔ میں جلدی جلدی باب بنی شیبہ کی طرف بڑھا۔ ایسے نظر آیا جیسے صفا اور مردہ محور قفس ہوں میں بڑی جلدی سے آمنہ کے گھر آیا۔ میں نے دیکھا ایک بہت بڑے بادل نے آمنہ کے پورے گھر کو گھیر رکھا ہے۔ میں دروازہ کے قریب ہوا تو غوثیوں کے بھیکے میرے منہم دماغ کو مہر کر گئے۔ میں آمنہ کے پاس آکر دیکھا تو انتہائی اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی۔

میں نے کہا۔ میرا بچہ کہاں ہے؟

آمنہ نے کہا۔ مجھ سے لے گئے ہیں۔ کہہ رہے تھے تین دن بعد واپس کریں گے۔

مجھے آفسوس ہوا کہ کہیں کوئی حاسد اور دشمن دھوکا سے نہ لے گیا ہو۔

میں نے پوچھا کس طرف لے گئے ہیں؟

آمنہ نے دوسرے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ میں تلوار بکف اس کمرہ کی طرف گیا دروازہ پر مجھے ایک غور و شخص

نظر آیا۔ اس نے کہا۔ اے جد سید الانبیاء آپ نہ گھبراہیں۔ محمد کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تین دن کے بعد آپ کی امانت

آپ کو لوٹا دی جائے گی۔

میں مطمئن ہو کر واپس آگیا۔ آمنہ کو تسلی دی۔ گھبراہٹ جو اس نور کو لانے والا ہے۔ وہی اس کا محافظ ہے۔

آپ کی شب ولادت عرب کے دو معروف کاہن سطح اور دثق مر گئے۔ درقا اپنے گھر بیٹھی ہوئی تھی کہ

کہ وقت ولادت اس کی بے ساختہ چرخ چل گئی اور بے ہوش ہو کر گر گئی۔ جب ہوش میں آئی تو کہنے لگی۔

اما الحال فقد مضی لسبیلہ۔ ومضت کھانہ مشعرا کھان۔ جو چیز حال نظر آتی تھی اپنے پروگرام کے مطابق ہو گئی۔

جاء البشیر فکیف لی بہلا کہ۔ ایسے گناہے۔ جیسے کاہنوں کا علم بیکار ہو گیا ہے۔

ہیمات جاء الوجی با علان۔ بشیر ثواب آگیا ہے کہ وحی خدا کا میں علی الاعلان آگیا ہے

تین دن بعد جناب عبدالطلب جناب آمنہ کے پاس آئے تو آنحضرتؐ آپ کی گود میں تھے۔ آپ نے اٹھایا اور بوسہ دیا۔ آپ اپنے جد امجد اور ماں کو دیکھ کر اسی طرح مکرراتے تھے جس طرح ایک سال کا بچہ مکرراتا ہے۔ جب پورے مکہ میں اطلاع ہو گئی تو دایاں جناب آمنہ کو مبارک دینے آئیں۔ حسرت سے عرض کرتی تھی کہ آپ نے ہمیں اطلاع ہی نہیں دی۔

جناب آمنہ نے فرمایا۔ مجھے خود پتہ نہیں چل سکا۔ مجھے کسی عورت کی ضرورت محسوس ہوتی تو میں اطلاع دیتی مجھے تو اس وقت تک کسی عورت کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔

ان دن بعد روزانہ دایاں آپ کی خدمت کے لیے آتیں۔ لیکن جب اگر دیکھتیں تو ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے آپ کو کسی نے غسل بھی دے دیا ہے۔ اور تیل و سرمہ بھی لگا دیا ہے۔ جناب آمنہ سے شکوہ کے انداز میں عرض کرتیں کہ آپ ہمارا انتظار بھی نہیں کرتیں۔

جناب آمنہ جواب میں فرمائیں۔ میں کس بات کا انتظار کروں۔ جب مجھے بھی پتہ نہیں چلتا کہ میرے لالہ کو کون غسل دیتا ہے۔ اور کس وقت دیتا ہے۔ کون سرمہ لگاتا ہے اور کس وقت لگاتا ہے۔ میں اسی طرح دیکھتی ہوں۔ جس طرح تم دیکھ رہی ہو۔

ساتویں دن جناب ابوطالب نے ایسی عمومی دعوت کی کہ پورا مکہ تین دن تک بیسہ ہو کے کھاتا رہا۔ جناب بابویر نے امالی میں لیث ابن سعد سے روایت کی ہے کہ ایک دن کعب الاحبار معاویہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کعب سے کہا۔ آپ کی کتابوں میں آنحضرتؐ کی ولادت کیلئے کچھ ہے؟ اور کیا آپ کی کتب میں عزتِ نبویہ کے سلسلہ میں بھی کچھ ہے؟

کعب نے حضرت معاویہ کی طرف دیکھا حضرت معاویہ نے جو کچھ تو نے پڑھا ہے بے شک بتا دے۔ تجھے اجازت ہے۔ کعب نے کہا میں نے بہتر آسمانی صحیفہ پڑھا ہے۔ اور ہر صحیفہ میں میں نے آنحضرتؐ کی ولادت کی کیفیت پڑھی ہے۔ اور ہر کتاب میں آنحضرتؐ کے ساتھ آپ کی عزت کی کیفیت ولادت بھی دیکھی ہے۔

صرف دو نبی ایسے ہیں جن کی خدمت پر اللہ نے ملائکہ کو مامور کیا ہے۔ ایک حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے خاتم الانبیاءؐ ان آسمانی کتب کے مطابق جس رات نور نبوت جناب عبداللہؐ سے جناب آمنہ کے صدفِ عفت میں منتقل ہوا۔ آسمان سے ایک منادی نے ندا دی۔ اے اہل ارض! تمہیں مبارک ہو۔ خاتم الانبیاءؐ کا نور اپنے آخری مستقر میں منتقل ہو چکا ہے۔ اسی طرح کی ندا آسمانوں اور سمندروں میں بھی دی گئی۔

کائنات عالم کے ہر موجود کو اس خبر سے مطلع کر دیا گیا۔

ذاتِ احدیت نے آنحضرتؐ کی شبِ ولادتِ جنت میں ولادت کے نام سے ایک کالونی بنانے کا حکم دیا۔ جس میں ستر ہزار محلِ سرخ یا قوت سے اور ستر ہزار محلِ آبدار موتیوں سے بنائے گئے۔

اللہ نے جنت سے فرمایا۔ جتنا خوش ہو سکتی ہے خوشی ہو تیرے اولیاء کا نبی کرہ ارضی پر ظاہر ہو چکا ہے صحیفہ انبیاء کے مطابق اس دن سے لے کر قیامت تک جنت مسکراتی رہے گی۔

ہر پہاڑ کے ہر پتھر نے باواز بلند لا الہ الا اللہ پڑھا۔ کہہ ارضی کے تمام پہاڑوں نے کوہ ابرقیس کی عظمت کو جھک کر سلام کیا۔ چالیس دن تک روئے ارضی کے ہر درخت نے ولادت سرور انبیاء کی خوشی میں جھوم جھوم کر اظہار خوشی کیا حوض کوثر اس خوشی میں چھلکا تو اس سے یاقوت اور موتیوں کے سات لاکھ محلات بن گئے۔

تمام بت اپنے بت خانوں میں اوندھے منہ گر گئے۔ قریش نے کعبہ سے یہ آواز سنی۔

لے قریش تذیر آگیا ہے جس کے ساتھ دائمی عزت اور طویل تیز ہے۔ جو خاتم الانبیاء ہے۔

میں نے صحیفہ انبیاء میں جو کچھ دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ نہت خاتم الانبیاء آنحضورؐ کے بعد افضل کائنات ہے۔

جب تک خاتم الانبیاء کی عزت روئے زمین پر رہے گی اہل ارضی و سما عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

معاویہ نے کہا اے ابواسحاق عزت خاتم الانبیاء کون ہے۔

کعب نے کہا۔ صحیفہ انبیاء کے مطابق عزت خاتم الانبیاء اولاد فاطمہؑ ہے۔

معاویہ یہ سن کر کچھ غضبناک سا ہو گیا۔ لیکن کعب نے اس کی پروا نہ کی اور کہا صحیفہ انبیاء کے مطابق فاطمہؑ کے دو

شہزادے جو انان جنت کے سردار ہو گئے۔ دونوں شہید ہوں گے۔ اور ان کے قاتل کائنات عالم کے بدترین انسان ہوں گے۔

معاویہ نے پوچھا۔ کس قبیلہ سے ہوں گے؟

کعب نے کہا۔ قریش سے ہوں گے۔

معاویہ نے کہا۔ اب دربار برخاست کرو۔

چنانچہ دربار برخاست ہو گیا۔ ہم سب اٹھ گئے۔

آپائے نبی اور بت پرستی

شیخ صدوق نے اصبح ابن نباتہ سے روایت کی ہے کہ

حضرت امیر المومنینؑ نے ایک دن فرمایا۔ بخدا! میرے والد۔ میرے چچا عبد اللہ واداعبد المطلب اور برداد و عبد مناف کہیں سے کسی نے بھی کبھی بت پرستی نہیں کی اور نہ ہی کبھی بنی ہاشم میں یا۔ بنی عبد مناف کا دیگر قریش کی طرح کوئی بت رہا؟

آپ سے سوال کیا گیا۔ قبلہ! آخر وہ کس دین پر عمل کرتے تھے؟

آپ نے فرمایا۔ کعبہ کو قبلہ مان کر ملت ابراہیمی کے مطابق نماز پڑھتے تھے اور دیگر احکام میں بھی ملت ابراہیمی ہی

کی پیروی کرتے تھے۔

معجزات سرورِ انبیاء

بحاریں مناتب کے حوالہ سے منقول ہے کہ - یقیناً معجزات سرورِ انبیاء، کھائے ہیں اور کسی نبی نے اتنی مقدار میں معجزات نہیں دکھائے۔ موزین اور محدثین کے شمار کے مطابق آپ کے معجزات کی تعداد چار ہزار چار سو چالیس تھی ان میں سے تین ہزار معجزات مروی ہیں اور چودہ سو چالیس معجزات کی تعداد تو موجود ہے لیکن ان کی کیفیت وغیرہ معلوم نہیں ہو سکی۔

ان معجزات کی چار اقسام ہیں۔

- قبل الولادة معجزات • بعد از ولادت معجزات
- بعد البعثت معجزات
- بعد الوفاة معجزات

ان تمام معجزات میں سے پانڈار ترین اور غالب ترین معجزہ قرآن کریم ہے جو اپنے نزول لمحہ اول سے لے کر قیامت تک معجزہ ہے۔ اپنے اس دعویٰ کو چند ایک دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں۔

۱۔ ہر نبی کا معجزہ اس وقت کے حالات کے مطابق اپنے وقت کے اعلیٰ ترین کمال کو مغلوب کر دیتا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ کے دور میں جادو گرگی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ ذاتِ احدیت نے حضرت موسیٰؑ کو ایسے معجزات سے نوازا جس نے جادوؤں گردوں کا ناظرہ بند کر دیا۔

عصا دیا جو سانپ بن کر جادو گروں کے جادو کو ہضم کر گیا۔

دریا کو ضربِ عصا سے اس طرح روکا کہ دونوں طرف سے پانی موجود رہا لیکن راستہ پر دھول اڑنے لگی۔

عصا سانپ بن گیا۔

حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں طبابت اپنے نقطہ عروج پر تھی اللہ نے ایسا معجزہ عنایت کیا جس نے حاذق طبیبوں کے چھکے چھڑا دیئے دستِ شفا رکھنے سے مریض شفا یاب ہو جاتے تھے۔

مردے زندہ ہو جاتے تھے۔

نا قابل علاج مریض ایک پھونک سے صحت مند بن جاتے تھے۔

آنحضورؐ کے زمانہ میں عرب کی فصاحت و بلاغت اور شجاعت و ہمت کا کمال تھا۔ ذات احب نے قرآن دیا اور پھر انہی عربوں کو چیلنج کیا جو غیر عرب کو۔ عجم۔ (گو نگا) کہتے تھے کہ لاؤ قرآن جیسی ایک سورت بنا کے لاؤ۔ ۲۔ ہر قوم کا معجزہ ان کی فکر کے مطابق ہوتا ہے۔ چونکہ جناب موسیٰؑ کی قوم ذہناً پختہ تھی اس لیے انہیں ایسے معجزات دیئے گئے۔ جو ظاہراً بڑے آسان تھے۔ لیکن عرب انتہائی پختہ کار اور پختہ فکر کے مالک تھے اس لیے امت نبویہ کو ایسا معجزہ دیا۔ گیا جس کا تعلق بالغ نظری سے ہے۔

۳۔ ہر نبی کا معجزہ اس کے وجود کے بعد کا لدم ہو گیا۔ لیکن قرآن آنحضورؐ کے بعد بھی معجزہ ہے۔ اور قرآن کا چیلنج آج بھی موجود ہے۔ آج سترہ برس نزول قرآن کو گزر چکے ہیں مگر پھر بھی ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے آج کی بات کر رہا ہو۔ رپانچ سو ستر برس تو تولد کے وقت گزرے تھے آج تو ہمارے زمانہ میں چودہ سو دس ہجرت نبویہ کو اور چودہ سو تیس برس آغاز نزول قرآن کو گزر رہے ہیں۔

خراج اہر جراح کے مطابق آنحضورؐ کے ایک ایک عضو بدن میں معجزہ تھا۔

- سر مبارک کا معجزہ یہ تھا کہ بادل سایہ کھاں رہتا تھا۔
- آنکھوں میں وہ اعجاز تھا کہ جس طرح آگے کو دیکھ سکتے تھے۔ اس طرح پیچھے بھی دیکھ سکتے تھے۔
- کانوں میں یہ اعجاز تھا کہ آپ جس طرح عالم بیداری میں باتیں سنتے تھے۔ اسی طرح عالم خواب میں بھی سنا کرتے تھے۔
- زبان مبارک کی اعجاز مائی یہ تھی کہ اگر کسی حیوان سے پوچھا کہ میں کون ہوں تو اس نے فوراً بتا دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ جیسا کہ ہر نبی کا معروف واقعہ ہے۔ آپ نے اس سے سوال کیا۔ من انا؟ اس نے جواب دیا۔ انت رسول اللہ۔

- ہاتھوں میں دیگر معجزات کے علاوہ یہ اعجاز بھی تھا کہ جب چاہتے انگلیوں سے پانی کے چٹنے چھوٹنے لگتے۔
- پاؤں کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ ایک مرتبہ جناب جابرؓ نے عرض کیا۔ قبلہ میرے کنوئیں کا پانی تلخ ہے۔ آپ نے اپنے پاؤں دھوئے اور غسال طشت میں ڈال کر جابرؓ سے فرمایا اسے کنوئیں میں ڈال دے۔ پانی میٹھا ہو گیا۔
- آپ کے جسم مبارک میں یہ معجزہ تھا کہ آپ کا سایہ نہ تھا۔ کیونکہ آپ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔
- آپ کی پشت مبارک کا معجزہ یہ تھا کہ اس پر مہربنوت تھی جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

تفسیر امام عسکریؑ میں ہے کہ۔ ابو یعقوب کہتا ہے میں نے امام مکیؑ سے سوال کیا۔

کیا آنحضورؐ اور حضرت علیؑ کے پاس اتنے معجزات تھے جتنے حضرت موسیٰؑ کے پاس تھے؟

آپ نے فرمایا۔ ان کے پاس وہ تمام معجزات تھے جو ہر نبی کے پاس فرداً فرداً تھے۔ اور ان سے زائد بھی تھے۔

آپ نے فرمایا:

ان کے پاس وہ تمام معجزات تھے جو انہی کے پاس فرداً فرداً تھے۔ اور ان سے زائد بھی تھے۔
حضرت موسیٰ کے پاس تو ایک مخصوص عصا ہی تھا۔ جو اژدہا بن جاتا تھا۔ لیکن آنحضرتؐ کسی ایک مخصوص عصا کے محتاج نہ تھے۔ جس شاع کو جب چاہتے سانپ بنا ڈالتے۔

ایک مرتبہ یہودیوں کا ایک گروہ آنحضرتؐ کے پاس آیا اور کہنے لگے۔
اے محمدؐ اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو حضرت موسیٰؑ کے عصا کی طرح معجزہ دکھا ہم آپ کو ان لیں گے۔
آپ نے فرمایا:

مالویا زمانو یہ تمہارا کام ہے۔ چونکہ میں نے دعوائے نبوت کیا ہے اس سے اس کی تصدیق و تائید کا تقاضا ہے
کہ میں آپ لوگوں کا مطالبہ پورا کروں۔

تہمیں معلوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا مخصوص عصا تھا صرف وہی اژدہا بن سکتا تھا؟
یہودیوں نے کہا۔ واقعاً ایسا ہے۔

آپ نے فرمایا:

اللہ نے محمدؐ کو کسی ایک مخصوص عصا کا پابند نہیں کیا۔ بلکہ میں جس چیز کا بھی ارادہ کروں وہ میری جیب سے ہو جاتی ہے جیسے
میں ارادہ کرتا ہوں۔

اب جب تم گھر جاؤ گے تو رات کو دیکھو گے۔ تمہارے مکان کی چھت میں غنی لکڑیاں ہیں اپنے اپنے حجم کے مطابق
سانپ بن جائیں گی۔ وہ تم پر حملہ آور ہوں گے۔ تم میں سے چار آدمی خوف سے مرجائیں گے اور بقیہ بے ہوش ہو
جائیں گے۔ صبح تمہاری قوم کے افراد تمہارے پاس آئیں گے تم انہیں رات کا واقعہ سناؤ گے وہ تمہاری بات
ماننے سے انکار کر دیں گے۔ چھت کی وہی لکڑیاں ایک مرتبہ پھر اژدہا بن جائیں گی۔ وہ یہ دیکھ کر تمہاری بات ماننے
پر مجبور ہو جائیں گے۔

تم میں سے جو شخص اس خوف سے محفوظ رہنا چاہے وہ یہ دعا پڑھ لے وہ نابے ہوش ہوگا اور نہ مرے گا۔
اللہم بجاہ محمد الذی اصطفیٰہ وعلی الذی ارتضیٰہ واولیائہم الذین من سلوٰہم لہم
امرہم لما قویٰتی علی ما یری اگر مر جائے والوں پر یہی دعا پڑھی جائے تو وہ بھی زندہ ہو جائیں گے۔

یہ لوگ آنحضرتؐ کا مذاق اڑاتے ہوئے واپس اس جگہ آئے جہاں کے متعلق آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔ وہاں بھی بیٹھ
کر یہ لوگ مذاق ہی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ چھت میں چڑچڑاہٹ شروع ہو گئی۔ جب انہوں نے چھت کی طرف دیکھا
تو ان کی نگاہوں کے سامنے چھت کی لکڑیاں اژدہا اور سانپ بننا شروع ہو گئیں یہ دہشت زدہ ہو گئے انہیں
مذاق بھول گیا۔ اور تھر تھر کانپنے لگے کسی میں اتنی ہمت تک نہ تھی کہ وہاں سے اٹھ کر باہر بھاگ جائے۔ سانپ اور
اژدہا رینگنے لگے۔ دیوار سے نیچے اترے۔ انہیں اترتا دیکھ کر چار آدمی تو مر گئے۔ سانپوں نے اثاثہ خانہ کو ٹنگنا شروع

کر دیا۔ دیگر تمام لوگ بے ہوش ہو گئے۔ کچھ لوگ آنحضرتؐ کی بتائی ہوئی دعا پڑھنے لگے۔

کچھ دیر کے بعد وہ تمام سانپ اور اژدہا اناث خاتمہ چٹ کرنے کے بعد واپس اپنی اپنی جگہ چلے گئے اور پہلے کی طرح لکڑیاں بن گئے۔ جو دعا کے طفیل بے ہوش نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مردہ اور بے ہوش افراد پر بھی دعا کو پڑھنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ وہ بیدار ہو گئے۔ بے ہوش ہوش میں آگئے مردے زندہ ہو گئے۔

صبح کو ان کی برادری کے دیگر یہودی آپ کے پاس آئے انہوں نے وہ واقعہ سنایا۔

وہ کہتے گئے۔ قطعاً ناممکن ہے۔ یہ صرف حضرت موسیٰ کا معجزہ تھا۔ عصا سانپ بن کر سب کچھ ہضم بھی کر جاتا تھا۔ اور پھر عصا بن جاتا تھا۔ محمدؐ وہ معجزہ کیسے دکھا سکتا ہے۔

ان یہودیوں نے کہا۔ دیکھو ہمارے گھر میں اس وقت سوئی بھی نہیں رہی۔ محمدؐ نے ہمیں یہی بتایا تھا کہ تمہارے دوسرے ہم قبیلہ تمہاری یہ بات نہیں مانیں گے۔ اور ایک مرتبہ پھر چھت کی ہر لکڑی سانپ بن جائے گی جسے وہ نہ مٹنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مان لیں گے۔

انہوں نے کہا۔ ٹھیک ہے اگر ہم بھی تمہاری طرح دیکھ لیتے ہیں۔ تو بالکل مان جائیں گے۔

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ چھت میں غیر معمولی سرسراہٹ ہوئی۔ جب انہوں نے چھت کی طرف دیکھا تو لکڑیاں اژدہا کی شکل اختیار کر رہی تھیں۔

پہلے یہودیوں نے کہا۔ دیکھو محمدؐ نے ہمیں یہ دعا تلقین کی ہے اسے پڑھ لو تمہارا دل مضبوط ہو جائے گا۔ ورنہ بے ہوش ہو جاؤ گے۔ چونکہ وہ سن پہلے چکے تھے اب آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اس لیے انہوں نے فوراً دعا پڑھنا شروع کر دی۔ پھر وہ سب آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

۲۔ حضرت موسیٰؑ کا دوسرا معجزہ یہ بیضا تھا۔ اور آنحضرتؐ کے دست مبارک میں جناب موسیٰؑ کے یہ بیضا دے کئی ہزار گنا اعجازی قوت زیادہ تھی آپ جب کبھی جناب حسنینؑ کے لیے شائق ہوتے تو اپنے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر دونوں کے نام پکارتے اور تاریکی شب میں انگشت شہادت بلند کر دیتے جس سے مارچ کی روشنی بھوتی دونوں تنہا دے اس روشنی میں آنحضرتؐ کے پاس آ جاتے اور انگشت شہادت پھر اپنی اصل حالت پر آ جاتے۔ جب شہزادے واپس جانا چاہتے تو بھی آنحضرتؐ انگشت شہادت سے روشنی کر کے دونوں کو گھر پہنچا دیتے۔

۳۔ تیسرا معجزہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰؑ قبطیوں پر طوفان لائے تھے۔ آنحضرتؐ کے لیے جو طوفان آیا تھا وہ جناب موسیٰؑ کے طوفان سے کہیں بڑھ کر تھا۔ جناب موسیٰؑ کا طوفان تو دریا نے نیل سے اٹھا تھا۔ طوفان کے اسباب موجود تھے۔ دریا تھا۔ اور پانی تھا۔ لیکن جو طوفان ذاتِ احدیت نے آنحضرتؐ کے لیے بھیجا وہ احد کے میدان میں تھا۔ جہاں نہ کوئی دریا تھا اور نہ پانی۔

ہوایوں کہ آنحضرتؐ کے ایک صحابی ثابت نے ایک مشرک کو قتل کر دیا۔ اس مشرک کی بیوی نے منت مانی کہ۔

میں ثابت کو قتل کر کے اس کے سر کی کھوپری میں شراب پیوں گی۔
جب جنگ احد ہوئی تو ثابت جنگ میں شہید ہو گیا۔ اس عورت کو اس کے ایک غلام نے جاکر مبارک باد دی۔ اس عورت نے اپنے اس غلام کو اس مبارک بادی کے عوض آزاد کر دیا۔ اور اپنی ایک کینز سے اس کی شادی بھی کر دی۔ پھر ابوسفیان کے پاس آکر اسے اپنی منت کے متعلق بتایا۔ ابوسفیان نے کفار مکہ میں سے دو سو لڑکران اس عورت کے ایک غلام کے ساتھ ثابت کا سر لانے کو بھیجے۔ جب یہ لوگ آئے تو انہوں نے ثابت کا لاشہ ایک ٹیلے پر دیکھا۔ یہ سر کاٹنے کی خاطر آگے بڑھے۔ آندھی کا ایک ایسا تہم بھونکا آیا جس سے وہ لاشہ ٹیلے سے لڑھک کر تشییع کی طرف چلا گیا۔ یہ لوگ بھی آگے بڑھے۔ اتنے میں اتنی موسلا دھار بارش شروع ہوئی کہ وہ آگے بڑھ سکے اور پیچھے ہٹ سکے کثرت بارش سے طوفان اٹھا جس میں دو سو کے دو سو بہہ گئے۔ کسی کو پتہ نہ تھا کہ وہ دو سو آدمی گئے کہاں ہیں نہ کسی کی لاش ملی اور نہ کوئی پکڑا۔

۴۔ حضرت مولیٰ کا چوتھا معجزہ یہ تھا۔ کہ ان کی دماغ سے انڈر نے قبیضیوں پر ٹڈی دل کو مسلط کیا تھا۔ لیکن ٹڈی دل نے ان لوگوں کی صرف کھیتوں کو ہضم کیا تھا۔ خود قبیضیوں کو کچھ نہ کہا تھا۔ جب کہ آنحضرت کی خاطر انڈر نے جو ٹڈی دل بھیجی تھی اس نے دو سو آدمی کھا لیے تھے۔

واقعہ یوں ہے کہ یہودی ہمیشہ اس تاک میں رہتے تھے کہ جہاں کہیں موقع ملے آنحضرت کو شہید کر دیا جائے۔ ایک مرتبہ آپ بیرون مکہ تشریف لے گئے۔ دو سو یہودی آپ کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ چونکہ مکہ کی گلیاں باریک تھیں اور بڑی فوج ہو چکے تھے۔ اس لیے ان لوگوں کی جرات بڑھ ہی ہوئی تھی۔

ایک مقام پر آپ کسی ضرورت سے اپنے ساتھیوں سے علیحدہ چلے گئے۔ دو سو یہودی بھی آپ کے تعاقب میں چلا گیا۔ جب ان لوگوں نے آپ کو تنہا پایا تو تمام نے تلواریں بھی سونت لیں اور کمانوں کے چلوں میں تیر بھی چڑھا دیئے۔ آپ کے گرد گھیر ڈال لیا۔ آہستہ آہستہ گھیرا تنگ کرنے لگے۔ آپ اطمینان سے اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔ ذات احدیت نے آپ کے قدموں سے ٹڈی دل نمودار کیا۔ اور ٹڈیوں نے ان یہودیوں پر حملہ کر دیا۔ وہ سب اپنی حالات میں مصروف ہو گئے۔ اور آپ ان کے درمیان سے نکل کر واپس آ گئے۔ آپ کے صحابہ نے عرض کیا۔
قبلہ دو سو یہودی آپ کے تعاقب میں گیا تھا؟

آپ نے فرمایا:
ہاں اس وقت تو تم انہیں دیکھتے رہے۔ اور اب مجھے باسلامت دیکھ کر تمہیں یہودیوں کی سلامتی کی فکر لاحق ہو گئی ہے۔ انڈر نے ان پر ٹڈی دل مسلط کر دیا ہے اور وہ اپنے تحفظ میں مصروف ہیں۔ تمام لوگ چل کر دیکھنے آئے۔ جب آکر دیکھا تو ان میں سے اکثر کے جسم سے تو ٹڈیوں نے گوشت نچڑا ڈالا تھا اور وہ مر چکے تھے۔ اور کچھ ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ صحابہ کے دیکھتے دیکھتے وہ بھی اپنے کھنکر دار کو پہنچ گئے۔

بالآخر یہ لوگ پیاس سے جان بلب ہو گئے۔ اور اڑیاں رگڑنے لگے۔ اور آہستہ آہستہ مرنے لگے صرف ایک زندہ رہ گیا۔ مگر وہ بھی حیرت انگیز شکل میں۔ اس کی زبان اور پیٹ پر محمدؐ لکھا ہوا نظر آتا تھا۔ اسے ہوش آیا اس نے یوں دعا کرنا شروع کر دیا۔

یا رب محمدؐ وال محمدؐ نبی
من اذی محمدؐ ففرج عنی بجاہ
محمدؐ وال محمدؐ
اے رب محمدؐ وال محمدؐ میں محمدؐ کو اذیت پہنچانے سے
تو بڑھاتا ہوں بحق محمدؐ وال محمدؐ مجھے اس مصیبت سے
نجات دے۔

ایک قافلہ آگیا انہوں نے اسے پانی پلایا۔ اس کے ساتھیوں کا تمام سامان اور سواریاں اہل قافلہ نے اپنے قبضہ میں لے لیں اور اسے وہاں سے بید نہ لائے۔ اس نے آنے ہی تمام واقعہ سنایا۔ اور آنحضرتؐ کے ہاتھوں پر کلمہ پڑھ لیا۔ آنحضرتؐ نے اس کے ساتھیوں کا تمام مال و اسباب اور سواریاں اسی کو عنایت فرما دیں۔
۷۔ حضرتؐ موتی کا ساتواں معجزہ قطبیوں کے لیے خون کا عذاب تھا۔ ذاتِ احدیتؐ نے دشمنانِ محمدؐ کو اس سے بھی دوچار کیا۔ اور وہ یوں کہ ایک مرتبہ چند منافقین نے بیٹھ کر آنحضرتؐ کا مذاق اڑایا اور کہنے لگے۔ جانے محمدؐ اس قدر کیوں باتیں
بتاتا ہے کہ جو میرا کلمہ پڑھ لے بس وہ جنت میں جائے گا۔

آنحضرتؐ کو جب پتہ چلا تو آپؐ نے فرمایا۔ جتنے لوگ اس مغل میں موجود تھے وہ سب اپنے خون میں مبتلائے غلب
ہوں گے۔ یہ سن کر ان لوگوں نے اپنے مذاق میں اور اضافہ کر دیا۔ قطبیوں میں سے تو کوئی بھی غلب خون سے نہیں مرا۔
تھا۔ لیکن ان منافقین میں سے کوئی بھی زندہ نہ رہا۔ دوسرے دن سب کی ناک اور منہ سے خون بہنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا
کہ وہ نہ کھا سکتے تھے اور نہ پی سکتے تھے۔ چالیس دن تک ان کی یہی حالت رہی پھر اپنے دائمی مقام میں پہنچ گئے۔
۸۔ حضرتؐ موتی کا آٹھواں معجزہ مال و دولت کی کمی تھی۔ ذاتِ احدیتؐ نے آنحضرتؐ کو بھی اس معجزہ سے محروم نہیں رکھا
ہوایوں کہ جب نبیؐ فقر کی چیرہ دہتیاں حد سے بڑھ گئیں۔ اور وہ مسلمانوں کو زیادہ تنگ کرنے لگے۔ تو آنحضرتؐ نے عرض
کیا۔

بارالہ! انہیں قومِ یوسفؑ کی طرح مبتلائے قحط فرما۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کے پاس جس قدر ذخیرہ تھا سب کم زدہ
ہو گیا۔ چند دنوں میں یہ سب لوگ خالی ہو گئے۔ جو کچھ بھی ان کے پاس آتا تھا۔ سب متعفن ہو جاتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا
کہ دولت چلی گئی۔ لیکن بھوک کا علاج نہ ہو سکا۔ آخر یہ لوگ کتے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ جب کتے ختم ہو گئے تو
پھر ان لوگوں نے مردار اور ہڈیاں کھانا شروع کر دیا۔ جب ہڈیاں بھی ختم ہو گئیں تو ان لوگوں نے قبروں سے جو کچھ
بھی ملتا نکال کر کھاتے تھے۔ آخر غربت بایں بجا رسید کہ عورتیں بچے کھانے لگیں۔

ان حالات میں قریش کے چند افراد آنحضرتؐ کے پاس سفارشی بن آئے۔ آنحضرتؐ نے دعا فرمائی۔ اور پھر وہ
لوگ اپنی پہلی حالت پر آ گئے۔

۹۔ حضرت موسیٰ کا نواں معجزہ قبیلوں کی دولت اور مال و زر کی تباہی تھی ذاتِ اعلیٰ نے حضرت محمد کو اس سے بہترین معجزہ سے نوازا تھا۔ اور وہ یوں کہ

ایک مرتبہ ایک شخص آنحضورؐ کی خدمت میں آیا، اور عرض کی، قبلہ اگرچہ میں آپ کو نبی نہیں مانتا، لیکن میں نے آپ کی انسانیت کی تعریف سنی بھی ہے اور دیکھی بھی ہے۔ میں آپ سے ایک سفارش کرانے آیا ہوں۔

آنحضورؐ نے فرمایا: بتایا کیا بات ہے؟

اس نے عرض کیا: قبلہ میرا بیٹا ہے۔ اسے میں نے ہر دکھ سہہ کر پالا ہے۔ اب آج کل میں غریب ہوں۔ اور اور یہ دولت مند سے میرے بچے قوت لایموت بھی نہیں دیتا۔

آپؐ نے اس جوان سے فرمایا: بتا کیا خیال ہے؟

اس نے عرض کیا۔ حضورؐ اگر میرے پاس اتنا ہی ہو جس سے میرا اوڑھے بچوں کا پیٹ بمشکل بھر سکتا ہو تو میں کسی کو کیسے دے سکتا ہوں۔

اس کے باپ نے کہا۔ محمدؐ ایہ غلط بیانی کر رہا ہے۔ اس وقت بھی اس کے چند کمرے غلہ سے اور کئی تھلیاں درہم و دینار سے پُر رکھی ہیں

آپؐ نے جوان سے پوچھا۔ تیرا باپ کیا کہہ رہا ہے؟

اس نے کہا۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا: دیکھ جوان ایسا کہ۔ ایک ماہ کا خرچ تیرے باپ کو میں دے دیتا ہوں۔ آئندہ تو دیا کہ۔ آپؐ نے جنابِ حذیفہ سے فرمایا۔ مذہب نے اسے ایک سو درہم دے دیا۔

ایک ماہ گزرنے کے بعد وہ شخص پھر اپنے بیٹے کو آنحضورؐ کے پاس لایا۔ اور عرض کی کہ جو آپؐ نے دیا تھا وہ ختم ہو گیا ہے اور یہ دینے سے انکار ہی ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ دیکھ جوان۔ اللہ نے تجھے سب کچھ دے رکھا ہے۔ اور باپ سے بخل کوئی اچھی بات نہیں ہوتی۔

اس نے کہا جناب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ اگر تو کہتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں تو اب کچھ بھی نہیں ہے۔ آپؐ واپس جا سکتے ہیں۔ وہ واپس آگیا۔ جب گھر آگیا تو دروازہ پر لوگوں کا اجتماع دیکھا۔ اس نے پوچھا کیا بات ہے؟

لوگوں نے بتایا۔ بات کیا ہے۔ تو نے غلہ و غیرہ کے ذخیرہ کے انبار لگا رکھے تھے۔ ان میں بدبو پیدا ہو گئی۔ ہے۔ جلدی سے باہر نکال ورنہ تمام شہر بیمار پڑ جائے گا۔

وہ حیران ہو کر انبار کے کمروں پر آیا۔ وہاں اتنی بدبو تھی کہ رکنا مشکل ہو گیا۔ اس نے اجرت پر وہ سب کچھ باہر

چھینک ایا۔ جہاں درم و دینار کی تھلیاں رکھی تھیں۔ وہاں سے دھواں اٹھنے لگا۔ جب اس نے دیکھا تو تمام سونا اور چاندی کلکرن چکے تھے۔ اس نے وہ بھی باہر پھینک دیئے۔ خلاصہ یہ کہ سورج غروب ہونے سے پہلے اس کے گھر میں آنا بھی نہ سچا کر وہ شام کا کھانا کھا سکے۔

پھر آپ نے فرمایا: والدین کا عاق
خالی ہاتھ جائے گا۔

بھاریں امام موسیٰ کاظمؑ سے مروی ہے۔ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے ذریعہ حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ کے بعد ایک دن چنیدہ دیگر صحابہ اور حضرت علیؑ تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی آیا اور کہنے لگا۔ اے امت محمدیہ! بے شک تمہیں فضا نکل بھی تھی وہ سب کے سب تم نے اپنے نبیؐ سے منسوب کر رکھے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اس میں تمہیں کیا تکلیف ہے۔

یہودی کہنے لگا۔ تکلیف تو ہے جب اس میں اس کے پاس ایک معجزہ بھی نہ تھا۔ پھر تے فضائل کیسے آگئے؟ آپ نے فرمایا۔ حضرت موسیٰؑ سے اللہ نے کوہ طور پر کلام کیا تھا۔ اور آنحضورؐ سے شب معراج کلام کیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کوڑھی کو شفا یاب اور مردہ کو زندہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قریش کے فلاں فلاں شخص نے آنحضورؐ سے مطالبہ کیا کہ آپ ہمارے فلاں فلاں مردہ کو زندہ کر دیں۔ آنحضورؐ نے مجھے حکم فرمایا۔ میں ان کے ساتھ گیا اور ان کے مطلوبہ مردے انہیں زندہ کر کے حبشے۔

ابو قتادہ انصاری کو جنگ احد میں ایک تیر لگا تھا جس سے اس کی آنکھ کا ڈھیلہ باہر نکل آیا تھا۔ اس نے وہ آنکھ ہاتھ پر رکھی اور انھیں صدمہ کے پاس آکر عرض کی۔ قبلہ میری بیوی میرا مذاق اڑائے گی۔ آپ نے اس کی آنکھ کو اس کی جگہ رکھا اور وہ اس طرح ہو گئی جیسے اسے کچھ ہوا بھی نہ تھا۔

اسی جنگ امد میں عبداللہ ابن عقیق کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا وہ ہاتھ اٹھا کر غصہ کر کے پاس آیا انہوں نے اس کا کٹا ہوا ہاتھ اس کے بازو سے ملا دیا اور وہ درست ہو گیا۔



آسمانی معجزات

شق القمر

• مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین نے اکٹھے ہو کر آنحضرتؐ سے کہا اگر آپ چاند دو ٹکڑے کر دیں تو ہم آپ کا معجزہ مان لیں گے۔

آپؐ نے فرمایا: بات ابجاز کی نہ کرو یہ بتاؤ کیا۔ مجھے اللہ کا نبی مان لو گے؟
سب نے کہا: ہاں مان لیں گے۔

یہ جو دہریوں کی رات تھی۔ آپؐ نے انگشت مبارک سے چاند کو اشارہ کیا۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ آپؐ نے ایک شکر کا نام لے کر فرمایا۔ دیکھ لو۔

• تفسیر مخی کے مطابق امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک سال اصحاب عقبہ چودہ ذی الحجہ کی رات کو آنحضرتؐ کے پاس آئے ان کی تعداد بھی چودہ تھی اور عرض کیا۔

اگر آپ واقعا اللہ کے نبی ہیں تو ایسا کریں چاند کو دو ٹکڑے کر دیں۔

آپؐ نے فرمایا: اگر میں دو ٹکڑے کر دوں۔ کیا ہوگا۔

وہ کہنے لگے: یہیں یقین ہو جائے گا کہ آپ جادوگر نہیں ہیں کیونکہ جادو کے اثرات آسمان پر نہیں ہوتے۔

آپؐ نے چاند کی طرف انگشت مبارک سے اشارہ کیا۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

آنحضرتؐ سجدہ میں گر گئے۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو انہوں نے کہا۔ اب انہیں ایک کر دیں۔ آپؐ نے پھر

انگشت مبارک سے اشارہ کیا۔ چاند پہلے جیسا ہو گیا۔

ان لوگوں نے کہا۔ اب چاند کے اوپر والے حصہ کو علیحدہ کر دیں۔

آپؐ نے پھر اشارہ کیا۔ چاند کا اوپر والا حصہ علیحدہ ہو گیا۔

وہ کہتے لگے کہ اس وقت ہمارے دو تجارتی قافلے باہر گئے ہوئے ہیں ایک یمن کو اور دوسرا شام کو جب وہ واپس

واپس آئیں گے تو ہم ان سے پوچھیں گے۔ جو کچھ ہم نے دیکھا ہے۔ اگر انہوں نے بھی شام اور میں دیکھا ہوگا۔ تو ہم اسے معجزہ مان لیں گے۔ اور اگر یہ صرف ہمارے تک محدود رہا اور دوسرے لوگوں کو ایسا نظر نہ آیا ہوگا تو پھر ہمیں یقین ہو جائے گا کہ آپ نے ہمیں فریب نظر میں مبتلا کر دیا تھا۔

۲۔ باول سے عذاب

آنحضورؐ نے عرب کے فراعتہ میں سے ایک فرعون کو پیغام اسلام بھیجا۔ اس نے پیغام لے جانے والے کو کہا۔

جامعہ کے پوچھ جس چیز کی طرف وہ مجھے دعوت دے رہا ہے وہ کیا ہے سونا ہے۔ چاندی ہے۔ یا لوہا ہے۔ آپ نے دوبارہ پیغام بھیجا۔ اس نے پھر وہی جواب دیا۔ آپ نے تیسری مرتبہ پیغام بھیجا۔ اس نے تیسری مرتبہ انتہائی جسارت آمیز الفاظ کہے۔

جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے دست دعا بلند کیے اس شخص کے سر پر ایک بادل آیا۔ بادل سے بجلی چلی اور اس کا سر اڑ گیا۔ پھر ذاتِ احیاء نے یہ آیت بھی۔ يرسل الصواعق فيصيب بها من يشاء وهم يجادلون في الله وهو شديد المحال۔

۳۔ پاول کاساپہ

خروج والجرارح کے مطابق جناب ابوطالبؑ سے مروی ہے کہ جب میں شام سفر تجارت کو گیا تو محمدؐ میرے ساتھ تھا۔ دھوپ کے وقت ایک بادل ہمیشہ اس کے سر پر سایہ کنساں چلتا تھا۔ جب ہم رک جاتے تھے۔ بادل بھی رک جاتا تھا۔ راستہ میں ایک راہب کا گر جاتا تھا۔ جب اس نے بادل کو چلتے اور رکتے دیکھا۔ وہ حیران ہو کر گر جا سے باہر آیا ہماری حیافت کی۔ جب ہم کھانے پر بیٹھے تو اس نے محمدؐ کو اپنی طرف بلایا اور اس کے کندھے پر مہر نبوت دیکھ کر کہنے لگا کاش میں اس وقت زندہ ہوتا۔ جب آپ اعلان نبوت فرمائیں گے آپ کی دعوت پر سب سے پہلے بلایک کہنے والا میں ہوتا۔

پھر اس نے مجھے کہا: اے ابو طالب! اولاً تو تجھے اس کو کہہ سے باہر نہیں لانا تھا۔ اب اگر لایا بھی ہے تو یہودیوں سے اسے محفوظ رکھنا۔

۴۔ شوق القمر

الخارج والجرّاح کے مطابق ایک رات قریش ایک جگہ جمع تھے۔ اور دعوت نبویہ پر تبصرے کر رہے تھے۔ کسی نے کہا: اب ہم مجھ کو یوں آزماتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں جادو کا تعلق زمین سے ہوتا ہے آسمان سے نہیں

اگر آپ واقف ہی نہی ہیں تو آسمانی معجزہ دکھائیں۔

یہ سب چل کر ان حضورؐ کے پاس آئے آپ اس وقت اپنے کمرہ میں تنہا بیٹھے تھے۔ ان لوگوں نے اگر آپ سے اپنا مطالبہ کیا۔

آپ نے فرمایا۔ اگر میں کہوں کہ میں فلاں معجزہ دکھاؤں گا تو تم اس میں طرح طرح کے کیڑے نکالو گے تعین تم خود کرو۔ دکھاؤں گا میں۔

وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ بالآخر طے پایا کہ آج چودہ چاند ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے
 کودے۔ جب ان لوگوں نے آپ سے چاند کو دو ٹکڑے کرنے کو کہا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں آپ کا مطالبہ
 پورا کرتا ہوں۔

آپ نے انگلی سے چاند کی طرف اشارہ کیا اس کے دو حصے ہو گئے۔ ایک حصہ اگر کوہ القبیس پر دوسرا حصہ بیت اللہ کی چھت پر چکنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے پھر اشارہ کیا۔ چاند کے دونوں ٹکڑے اپنے اپنے مقام سے بلند ہوئے ہوا میں جمع ہوئے۔ اور بلند ہو کر اپنی جگہ ایک بن کر چکنے لگا۔

یہ جاہل کہنے لگا۔ محمد کا بادو صرف زمین سے مخصوص نہیں ہے یہ آسمان پر بھی غالب ہے۔

۵۔ روش

قاضی جو اس نے شفا میں نقل کیا ہے کہ اس عارنت عظیم سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ نمازِ ظہر کے بعد آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کو کسی کام سے بھیجا۔ اتنے میں نمازِ عصر کا وقت ہو گیا۔ ابھی تک حضرت علیؑ واپس نہیں آئے تھے۔ جب آپؐ نمازِ عصر سے فارغ ہوئے تو حضرت علیؑ واپس آ گئے وہیں مسجد ہی میں حضرت علیؑ بیٹھ گئے آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کی گود میں سر رکھا اور سو گئے۔ آپؐ آنحضورؐ کو اس کام کی تفصیل بتانے لگے اتنے میں نزولِ وحی ہو گیا۔ جب نزولِ وحی ختم ہوا تو سورنِ مغرب ہو چکا تھا۔

آنحضورؐ نے پوچھا۔ یا علیؑ کیا نماز عصر پڑھی تھی؟

آپ نے عرق کیا۔ قید نماز ظہر کے بعد آپ تے حکم دیا۔ میں وہاں گیا آپ کا کام کیا وہاں آیا تو آپ ابھی تک وہ تفصیل سن رہے تھے کہ سلسلہ وحی شروع ہو گیا۔ ابھی تک نزول وحی ختم نہیں ہوا تھا کہ سورج غروب ہو گیا۔

آنحضور نے فرمایا: یا علیؑ میرا سر زمین پر رکھ دیا ہوتا۔ اور نماز پڑھ لیتے۔

آپ نے مسکرا کر عرض کیا۔ قبلہ امیں نے آپ کے حکم سے نماز پڑھی ہے، نماز کے حکم سے آپ کو نہیں مانا میرے لیے آپ کا میری گود میں سر رکھنا اور نماز کا حکم دینا دونوں برابر ہیں۔ البتہ ایک فرق ہے نماز کا حکم ہے اور

اور گود میں سر رکھنا عمل ہے۔ یہ سعادت روز روز نصیب نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی یہ سعادت ہر ایک کا مقدر ہوتی ہے
میں اپنی اس سعادت کو کیوں کھوٹا۔

آنحضور نے اٹھ کر دعا مانگی بار الہا۔ علی التیرے اور تیرے رسول کے احکام کی تعمیل میں تھا۔ اس کے لیے سورج کو ایک مرتبہ پھر واپس کرنا کہ علی سعادت نماز سے بھی محروم نہ رہے۔ تمام اہل مدینہ نے دیکھا کہ غروب شدہ سورج واپس اپنی جگہ آیا۔ حضرت علیؑ نے نماز عصر پڑھی اور جب آپ فارغ ہوئے سورج یوں غروب ہوا جیسے شہاب ثاقب گرتا ہے۔

حجرت کے پیوے

ہمارے جناب ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ میرے گھر تشریف فرما تھے کہ جناب زہراؑ اپنے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر آئیں۔ آپ کے ہاتھ میں کچھ کھانا بھی تھا۔ آنحضرتؐ نے دونوں شہزادوں کو اٹھایا۔ امام حسنؑ کو دائیں زانو پر اور امام حسینؑ کو بائیں زانو پر بیٹھا کر فرمایا:

زیرِ علی کہاں ہے؟

بی بی نے عرض کیا: مسجد میں ہوں گے۔

آپ نے مجھے فرمایا۔ اُم سلمہ علیہا السلام۔

میں نے حضرت علیؓ کو بلایا۔ جب وہ بھی آگئے تو آپؐ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا۔

اللّٰهُمَّ هُوَ لَاءِ اَهْلِيَّتِي فَاذْهَبْ عَنْهُمْ
اے اللہ! یہ میرے اہلیت میں ان سے رحس دور رکھ

اور انہیں پاکیزہ رکھ۔

الرجس وطهرهم تطهيراً -

نے عرض کیا۔ قلمہ میں بھی تو اے علیہ

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں بھی تو اہلبیت سے ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا۔ نہیں اہم سلمہؓ تو نیک ہے۔

پھر جبریل جنت سے اگور اور انار نے کرایا۔ پہلے آنحضورؐ نے تبادل فرمائے۔ پھر جناب سینیؑ نے پھر حضرت علیؑ نے اور آخر میں جناب سیدؑ نے ہاتھ بڑھایا میں دیکھ رہی تھی کہ جو بھی اگور اور انار کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا تو اس اگور اور انار سے آواز تسبیح آتی تھی۔ اسی اثنا میں ایک صحابی آگئے انہوں نے کھانے کی کوشش کی۔ جبریل نے فرمایا۔ تم نہیں کھا سکتے۔ یہ جنت کے میوے ہیں۔ دنیا میں انہیں۔ نبی۔ اولاد نبی۔ اور وحی نبی کے علاوہ کوئی بھی نہیں کھا سکتا۔

امالی طوسی میں انس ابن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ نے مجھے اپنے حجر اور گدھے کو سوار سی کے لیے تیار کرنے کا حکم دیا۔ دونوں آگے آگے چل رہے تھے اور میں ان کے پیچھے چل رہا تھا۔ آنحضرتؐ دلاہ کوہ میں

پہنچے۔ دونوں اپنی اپنی سواری سے اترے۔ سواریاں میرے سپرد کیں اور خود پہاڑ پر چڑھ گئے۔ میں دیکھ رہا تھا ایک بادل آیا۔ جو دونوں پر سایہ کی طرح رک گیا۔

آنحضورؐ نے ہاتھ بٹھایا۔ اس میں سے ایک طبق اٹھایا۔ خود بھی کھایا اور حضرت علیؑ کو بھی کھلایا۔ پھر آپؐ نے ایک صراحی اس بادل سے اٹھائی اس سے خود بھی پانی پیا اور حضرت علیؑ کو بھی پلایا۔ وہ بادل اتر کر واپس چلا گیا۔ اور آنحضورؐ علیؑ کے ہمراہ نیچے اتر آئے۔

جب آنحضرتؐ نے مجھے دیکھا تو میرے چہرے پر ہواٹیاں اڑ رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ انس کیا بات ہے ؟ میں نے عرض کیا۔ تبکہ کیا بات ہونا تھی۔ حیران ہوں کہ آپؐ نے بادل سے کھایا بھی اور پیا بھی۔ آپؐ نے فرمایا : انس اب کے بعد اس بادل سے کوئی نہ کھائے گا۔ اس وقت تک تین سو تیرہ نبی اور تین سو تیرہ وحی اس بادل سے کھا چکے ہیں۔ اور مجھ سے کوئی نبی افضل نہیں تھا۔ اور علیؑ سے کوئی وحی افضل نہیں تھا۔





ارضی معجزات

۱۔ جناب فاطمہ بنت اسد سے مروی ہے کہ جب جناب عبدالمطلب کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے اپنی تمام اولاد کو بلا کر پوچھا میرے بعد محمد کی کفالت کون کرے گا؟
سب نے عرض کیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ محمد کتنا دانا ہے۔ آپ اس سے پوچھیں جسے وہ پسند کرے کسی کو انکار نہیں ہوگا۔

آپ نے پوچھا۔ بیٹے میں قیامت تک کے لیے سفر پر چاہا ہوں۔ اور جاتے سے پہلے میں تیرے بارے میں مطمئن ہونا چاہتا ہوں۔ آپ خود بتائیں کس چچا کے پاس رہنا پسند کر دو گے۔

آپ نے تمام چچوں کو دیکھنے کے بعد عرض کیا۔ دادا جان! اگر قبول فرمائیں تو میں ابو طالب کے ہاں رہنا پسند کر دوں گا

جناب ابو طالب نے بڑھ کر آپ کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔

جناب عبدالمطلبؑ نے فرمایا: ابوطالب اسے اس طرح رکھنا جس طرح میں نے رکھا ہے۔
میں ہی حمد کی خدمت کیا کرتی تھی۔ مجھے ماں کہہ کر پکارتا تھا۔ ہمارے گھر بیس گھجوروں کا
ایک باغیچہ تھا۔ جب گھجوروں کے پکنے کا موسم آجاتا تو مکہ کے اکثر بچے صبح صبح ہمارے گھر گھجوریں چنے جمع ہوجاتے
میں دیکھتی تھی۔ ایک ایک دانہ پر بچے ایک دوسرے سے لڑتے تھے۔ لیکن میں نے مجھ کو کبھی کسی سے چھینا جھپٹا
کرتے نہیں دیکھا۔

جسناچھ میں اور میری کینز محمد کے لیے کچھ کھجوریں چن کر رکھ لیتی تھیں۔ ایک دن اتفاق ایسا ہوا کہ میں اور کینز ہم دونوں کھجوریں چٹنا بھول گئیں۔ بچے آئے اور تمام کھجوریں چمن کر کھا گئے۔

جب محمد بیدار ہوا تو میں ٹنڈا بستر پر لیٹ گئی۔ کیونکہ مجھے شرم آ رہی تھی کہ آج کھجوریں نہیں ہیں۔ اگر محمد نے پوچھ لیا تو کیا جواب دوں گی۔ آپ سیدھے باغ میں آئے۔ دیکھا تو کوئی کھجور نہ تھی۔ میری کینز نے آگے بڑھ کے کہا۔ آج ہم بھی چٹنا بھول گئے۔ اور بچے تمام کھجوریں چن کر کھا گئے ہیں۔

میں بستر پر بڑی دیکھ رہی تھی۔ محمد ایک کھجور کے قریب آئے اور کہا۔

۱۷۷

رضیت باللہ رباً و محمد نبیاً و علی ابن ابیطالب ولیاً۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص اللہ کی رُبوبیت میری نبوت اور علیؑ کی ولایت پر مہرے گا وہ عذابِ خدا سے محفوظ رہے گا۔

الخروج والجرار میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ ایک جنگ سے واپس آرہے تھے راستہ میں ایک جگہ قیام کیا جب تمام لوگ کھانے کو بیٹھے تو جبریل آیا اور عرض کیا ۔

قبلہ آپ میرے ساتھ تشریف لے آئیں۔ آپ اٹھ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور جبریل کے ساتھ چلے جو نبی اپنے لشکر سے نکلے سرزمین فک میں پہنچ گئے اہل فک کو ایسے محسوس ہوا جیسے فوج اسلام پہنچ گئی ہو۔ وہ لوگ خوف کے مارے اپنے گھروں میں دبک گئے۔ باغات فک کی چابیاں ایک بڑھیا کے حوالہ کریں۔ وہ بڑھیا چابیاں لے کر آنحضرتؐ کے پاس آئی۔ آپ نے وہ چابیاں لے کر اپنی تلوار کے نیام کے ساتھ باندھ دیں۔ جبریل نے عرض کیا۔ قبلہ یہ فک آپ کا ہے اس میں کسی کا حصہ نہیں ہے اور یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

ما افاء الله على رسوله من اهل القرى قلله - الله نے جو بستیاں اپنے رسول کو بطور فسخ دی ہیں
وللرسول و لذي القربى - وہ اللہ اس کے رسول اور اقربائے نبی کی ملکیت ہیں

وَلِلرَّسُولِ وَالَّذِي الْقَرْبَىٰ ۖ

آپ نے تمام باغات کی سیر کی اور پھر واپس اپنے لشکر میں آگئے۔ آپ نے صحابہ کو بتایا کہ اللہ نے فک مجھے عنایت کر دیا ہے۔

منافقین ایک دوسرے کو آنکھیں ملانے لگے۔ آپ نے فرمایا: اگر تمہیں شک ہو تو یہ جانیاں دیکھ لو۔

جب آیت مدینہ پہنچ گئے تو آپ حبیب معمول جناب سیدہ کے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا۔

زہرا بیٹی اللہ نے فک مجھے دیا ہے۔ اس میں اور کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ میں تیری ماں کا مقروض ہوں
میں وہ فک تجھے ہب کرتا ہوں۔ اور اس کا گواہ ایک علی ہو گا اور دوسری تیری کیز ام امین ہوگی۔ ام امین کو میں آج ہی سے جنت
کی بشارت دیتا ہوں۔

اس کے بعد آپ نے یہود فنک کو بلایا۔ اور جو بیس ہزار دینار سالانہ ان سے ٹھیکہ کر لیا۔

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ قریش کا ایک گروہ انصہور کی خدمت میں آیا اور عرض کیا۔ اگر آپ واقعا

اللہ کے رسول ہیں تو سامنے جو درخت ہے اسے کھم دیں چل کر آپ کے پاس آجائے۔

آپ نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو کیا تم اسلام قبول کر لو گے ؟

وہ کہنے لگے۔ ہم اسلام قبول کر لیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ جو تمہارا مطالبہ ہے میں وہ بھی پورا کئے دیتا ہوں۔ ساتھ ہی اپنی طرف سے بھی تمہیں ایک اور

معجزہ دکھاتا ہوں۔ میری طرف سے جو معجزہ ہے وہ یہ ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو یہ سب زبانی ہے۔ تم اسلام بھی قبول نہیں کرو گے اور میری عداوت سے بھی باز نہیں آؤ گے۔ حتیٰ کہ تم میں سے بعض افراد چاہے قلیب میں دالے جاویں گے۔ اور بعض افراد جنگِ احزاب کا باعث بنیں گے۔

اس کے بعد آپ نے اس درخت سے فرمایا۔ اے درخت اگر تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے تو ان کفار کے مطالبہ کے مطابق چل کر میرے پاس آجا۔

وہ درخت اپنی جگہ چھوڑ کر آپ کے پاس آگیا۔

کفار نے کہا۔ اب اسے حکم دیں کہ نصف ہمیں رہ جائے۔ اور نصف واپس اپنی جگہ چلا جائے۔ آپ نے حکم دیا۔ اے یہ لو! پھر انہوں نے کہا اب اس بقیہ نصف کو بھی حکم دیں جا کہ اپنی جگہ اس سے مل جائے۔ آپ نے حکم دیا وہ وہیں چلا گیا۔ ان لوگوں نے کلمہ نہ پڑھا۔ البتہ میں نے عرض کیا۔

قبلہ جس طرح میں نے اعلانِ اسلام میں سبقت کی تھی۔ اسی طرح آج بھی اس درخت کے معجزہ پر تصدیق میں بہت کتا ہوں۔ وہ کافر کہنے لگے۔ محمد تیری جادوگری کی نبوت پر علیٰ جیسے ہی ایمان لا سکے ہیں۔





حیوانات کا کلام

۱۔ ہرنی کا کلام

• انالی طوسی میں حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ ایک قبیلہ کے قریب سے گزرے آپ نے دیکھا ایک خیمہ کی طناب سے ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ جب اس ہرنی نے آپ کو دیکھا تو فصیح عربی میں عرض کیا۔

السلام علیک یا حبیب اللہ۔ میں اپنے پیچھے دو پیارے بچے چھوڑ کر آئی ہوں۔ اس وقت میرے تین دودھ سے بربز ہیں۔ اگر آپ نوازش فرمائیں تو مجھے آزاد کرادیں میں انہیں دودھ پلا کر واپس آجاؤں گی۔

اسے خیمہ کا مالک بھی آگیا۔ اور اس نے ہرنی کی گفتگو سن لی۔ یہ شخص منافقین سے تھا۔

آپ نے اسے فرمایا۔ تو سن رہا ہے ہرنی کیا کہہ رہی ہے؟ اس نے کہا، سن تو لیا ہے لیکن یہ حیوان ہے اس پر کیسے بھروسہ کیا جاسکتا ہے آپ نے فرمایا۔ اگر میں ضمانت لے لوں تو؟

اس نے کہا۔ اگر آپ ضمانت لے لیں تو میں اسے چھوڑ دوں گا۔

آپ نے ہرنی سے فرمایا۔ تو سن رہی ہے؟

ہرنی نے عرض کیا۔ قبیلہ میں تو آپ سے وعدہ کر چکی ہوں۔ اب آپ ضمانت لے رہے ہیں۔ تو بھلا کیسے ممکن ہے کہ میں واپس نہ آؤں۔

آپ نے اسے فرمایا۔ ہرنی کی دلی تمکال لے اور اسے جانے دے۔

اس منافق نے ہرنی کے گلے سے رسی نکال لی۔ اسے چھوڑ دیا اور کہا۔ قبیلہ جب تک ہرنی واپس نہیں آجاتی

آپ یہیں تشریف رکھیں۔

آپ تشریف فرما ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ ہرنی واپس آگئی۔

وہ مذاق صحیح مسلمان ہو گیا۔ اور عرض کی۔ قبیلہ اب میں اس ہرنی کو آپ کے قدموں کا صدقہ آزاد کرنا ہوں۔

۲۔ اونٹ کا شکوہ

• بحاریں امام صادق سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضورؐ تشریف فرما تھے۔ کہ ایک اونٹ اکا آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور سر آپ کے قدموں پر رکھ دیا۔
عمر نے کہا۔ قبلہ! کیا اونٹ آپ کو سجدہ کر رہا ہے؟ اگر سجدہ کر رہا ہے۔ تو پھر ہمارا بھی حق ہے کہ ہم آپ کا سجدہ کریں۔

آپ نے فرمایا: اونٹ سجدہ نہیں کر رہا۔ یہ شکوہ کر رہا ہے۔ اگر میری شہریت میں کسی غیر اللہ کا سجدہ جائز نہ ہوتا تو پھر میں میری کو علم دیتا کہ وہ شوہر کا سجدہ کرے۔

آپ نے پوچھا۔ یہ اونٹ کس کا ہے؟
آپ کو بتایا گیا کہ فلاں انصاری کا ہے۔
آپ نے اس انصاری کو بلایا۔ اور فرمایا کہ۔
یہ اونٹ شکوہ کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ جب میں مضبوط اور طاقتور تھا۔ تو یہ لوگ مجھ سے بار برداری کرتے تھے۔ اب جب یوڑھا ہو گیا ہوں تو یہ مجھے نحر کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟
انصاری نے عرض کیا۔ قبلہ! سچ ہے۔

آپ نے فرمایا: میں سفارش کرتا ہوں اسے نحر نہ کرو۔ اور آزاد کرو۔
انصاری نے اسے آزاد کر دیا۔ تمام مدینہ میں وہ اونٹ ایک ایک گھر جاتا تھا۔ عورتیں خوش ہو کر اسے کھانا دیتی تھیں اور کہتی تھیں یہ رسولؐ کا آزاد کردہ ہے۔

۲۔ بھیڑیے کا کلام

• بحاری میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک بھیڑیا آنحضورؐ کے پاس آیا اور عرض کی قبلہ میں بھوکا ہوں۔ آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ اگر تم مناسب سمجھو تو میں بھیڑیے کے لیے کچھ حصہ مقرر کروں قیامت تک یہ اس سے تجاوز نہ کریں گے۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو پھر حفاظت تمہارے ذمہ ہوگی اور انہیں جیسے میسر آئے گا۔ یہ اپنا حصہ وصول کرتے رہیں گے۔

صحابہ کہتے گئے۔ قبلہ جیسے چل رہا ہے۔ آپ دیے چلتے دیں۔ آپ کوئی حصہ دہیہ مقرر نہ کریں۔

۴۔ بکری کے گوشت کا کلام

ہمارے امام صادقؑ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو بکری کا گوشت بھون کر پیش کیا گیا۔ آپ نے جب کھانے کا ارادہ کیا تو بھنے ہوئے گوشت سے آواز آئی۔
السلام علیک یا رسول اللہ انی مسموم۔
اے رسول خدا میرا سلام ہو۔ میں ذہرا آلود ہوں۔

۵۔ بچے کا کلام

ہمارے محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ مدینہ میں ایک عورت آنحضرتؐ سے سخت ترین بغض رکھتی تھی ایک دن وہ اپنے دو ماہ کے بچہ کو اٹھا کر اہی غلیٰ سات منے سرور انبیاءؑ آگئے۔ اس بچے نے جوہی آپ کو دیکھا کہنے لگا۔
السلام علیک یا رسول اللہ یا محمد بن عبد اللہ۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: بچے تجھے کیسے پتہ چلا ہے کہ میں اللہ کا رسولؐ اور محمد بن عبد اللہ ہوں۔
بچے نے عرض کیا۔ قبہ مجھے اللہ کے حکم سے امین نے بتایا ہے۔
آپؐ نے فرمایا۔ امین کون ہے؟
بچے نے عرض کیا: جبریل ہے۔ وہ آپ کے سامنے کھڑا ہے۔ اور آپ کی طرف دیکھ رہا ہے۔
آپؐ نے فرمایا۔ بچے تیرا نام کیا ہے؟
بچے نے عرض کیا۔ قبہ میرا نام تو عبد العزیٰ ہے۔ لیکن میں عزیٰ کو نہیں مانتا۔ آپ جو چاہیں تجویز فرادیں۔
آپؐ نے فرمایا۔ میں تیرا نام عبد اللہ رکھتا ہوں۔
بچے نے عرض کیا دعا فرمائیے اللہ مجھے آخرت میں آپ کے غلاموں سے مشور فرمائے۔
آپؐ نے فرمایا۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔
بچے نے عرض کیا: قبہ وہی سعادتمند ہے جو آپ کا کلمہ پڑھ لے اور وہی بدبخت ہے جو آپ کا کلمہ نہ پڑھے۔ اس کے بعد بچے نے ایک بھر جھیری لی اور وہیں فوت ہو گیا۔

۶۔ سوسمار کا کلام

الخروج والجرانج میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ تشریف فرما تھے کہ ایک بدو آیا۔ اس کے پاس تھیلے میں سوسمار تھا۔ بدو نے کہا۔ اے محمدؐ اس روئے ارض پر میری نظروں میں اگر کوئی دشمن ہے تو وہ صرف اور صرف تو ہے۔ اگر میرے بس ہیں ہوتا تو میں ابھی اور اسی وقت آپ کو قتل کر دیتا۔ آپؐ نے فرمایا تو میری نبوت پر ایمان کیوں نہیں لاتا۔

وہ کہنے لگا میرے ایمان لانے کی ایک شرط ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بھلا وہ کیا شرط ہے؟

اس نے تھیلے سے سوسمار کو نکالا اور کہنے لگا۔ اگر یہ سوسمار ایمان لائے تو میں بھی ایمان لے آؤں گا۔

آپ نے فرمایا۔ سوچ لے۔

کہنے لگا۔ اس میں سوچنے کی کیا بات ہے جو کہ رہا ہوں وہی ہو گا۔

آپ نے فرمایا۔ انسانوں کے سوا کائنات عالم میں کوئی ایسی چیز نہیں جو میری نبوت پر ایمان نہ لائی سو یہ سوسمار تو صرف

گو اہی دے گا۔ ایمان تو پہلے سے لا چکا ہے۔

بدو حیرت سے آپ کو دیکھنے لگا۔

آپ نے فرمایا۔ یا حبیب۔ لے سوسمار۔

سوسمار نے عرض کیا۔ لبیک یا ذین من وافی القیامۃ۔ لبیک اے قیامت میں مشہور ہونے والوں کی ریت۔

آپ نے فرمایا۔ من تعبد تو کس کی عبادت کرتا ہے؟

سوسمار نے کہا۔ اس ذات کی عبادت کرتا ہوں۔ جس کا عرش آسمان میں ہے۔ زمین پر حکومت ہے سمندر پر نگرانی

سے جنت میں رحمت ہے۔ اور جہنم میں عذاب ہے۔

آپ نے فرمایا۔ لے سوسمار! میں کون ہوں؟

سوسمار نے عرض کیا۔ آپ رب العالمین کے رسولؐ خاتم الانبیاءؐ ہیں۔ وہی کا میاب ہو گا جو آپ کی تصدیق کرے

گا۔ اور وہی ناکام ہو گا جو آپ کی تکذیب کرے گا۔

بدو کہنے لگا۔ قبلہ اب میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے میں کہہ چکا ہوں ادا اسلام قبول کرتا ہوں۔ یہ شخص نبی سلیم

سے تھا۔ اس کے اسلام لانے سے نبی سلیم سے ایک ہزار نے اسلام قبول کر لیا۔

۵۔ سفینہ کا واقعہ

آنحضرتؐ کا غلام سفینہ کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ سفر تجارت میں سمندر میں گیا۔ ہماری کشتی طوفان کی زد میں آکر ٹوٹ

گئی۔ میرے ہاتھ میں ایک تختہ لگا میں اس پر سوار ہو گیا۔ ہوا مجھے ایک جزیرہ میں لے آئی۔ میں پانی سے باہر نکلا۔

میرے جسم پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ اچھی تک میرے حواس بجا نہ ہوئے تھے کہ میں نے ایک شیر کو دھاڑتے ہوئے دیکھا جو میری

طرف آ رہا تھا۔

میں نے دست دعا بند کیے اور عرض کیا۔ بارِ الہا میں تیرے رسولؐ کا خادم ہوں سمندر سے نجات ملی گئی ہے۔

کیا اب مجھے یہ دردہ کھائے گا؟

میری ہمت بڑھ گئی۔ جو نہی شیر میرے قریب آیا۔ میں نے کہا۔

اے شیر شاید تجھے معلوم نہیں میں کون ہوں۔ میں خاتم الانبیاء کا غلام سفینہ ہوں

میرے منہ سے یہ الفاظ نکلے اور میں نے شیر کو دیکھا جیسے وہ مر گیا ہو۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آیا اور میرے پاؤں چاٹنے لگا۔

پھر شیر نے اشارہ کیا میں اس کی پشت پر سوار ہو گیا۔ وہ مجھے ایک ایسی جگہ لے آیا۔ جہاں ہر طرف میوہ دار درخت تھے۔ میں نے اس کی پشت سے اتر کر پھل کھانا شروع کر دیئے۔ وہ شیر کھڑا رہا۔ جب میں سیر ہو چکا تو پتوں اور شاخوں سے ایک چھوٹی سی نوکری بنائی۔ اسے پھلوں سے پر کر لیا۔ اپنے جسم کو درختوں کے پتوں سے ڈھانپ لیا شیر کے قریب آیا۔ اس نے اشارہ کیا میں سوار ہو گیا۔ وہ مجھے ساحل سمندر پر ایسی جگہ لے آیا کہ مجھے دور سے ایک کشتی نظر آگئی۔ ہر ممکن طریقہ سے میں نے انہیں اشارہ کیا۔ انہوں نے مجھے دیکھ لیا۔ جب وہ قریب آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ میں شیر پر سوار ہوں۔

انہوں نے پوچھا۔ تو جن ہے یا انسان؟

میں نے عرض کیا میں انسان ہوں۔ رسول کو نبی کا غلام سفینہ ہوں۔ انہی کی برکت سے شیر نے کچے نہیں کہا۔

ان لوگوں نے ایک چھوٹی سی کشتی تاری۔ وہ ساحل کے قریب آئی۔ میں اس پر سوار ہوا۔ میں نے دیکھا شیر کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے جب تک ہماری کشتی نظر آتی رہی شیر وہیں کھڑا رہیں دیکھتا رہا۔



شفائے امراض اور احیائے اموات

۱۔ بکری کا زندہ کرنا :

• الخراج والخراج میں دو جملہ سے منقول ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ نے فرمایا۔ آج گوشت کھانے کو بی چاہ رہا تھا۔ ایک انصاری اپنے گھر آیا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ کہ آج نبی کو نبین گوشت کی خواہش کر رہے ہیں۔ اگرچہ ہمارا ترک صرف ایک بکری ہے لیکن اسے ذبح کر کے انہیں کھلا دیں تو میرے خیال میں اس سے بہتر مصروف اور کوئی نہ ہوگا۔

خوش نصیب بیوی نے کہا۔ ذبح کر کھو گوشت بھونا سرور کو نبین کی خدمت میں لے کے آگیا۔ آپ نے اپنے اہلیت کو بلایا اور انصاری کو بھی کھانے کے لیے دے دیا۔ ساتھ ہی فرما دیا کہ اس کی بڑی کو کوئی نہ توڑے جب تمام کھا چکے۔ آپ نے انصاری سے فرمایا۔ اس کا چمڑا کہاں ہے ؟ اس نے عرض کیا۔ قبہ گھر رکھا ہے۔

آپ نے فرمایا : لے آیا :

وہ چمڑا لے کے حاضر ہوا۔ آپ نے وہ تمام بڑیاں اس چمڑے میں جمع کیں اور انصاری سے فرمایا۔ یہ لے جا اللہ تیری بکری تجھے مبارک کرے۔ جو نبی انصاری نے چمڑے کو ہاتھ لگایا تو بکری اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ انصاری اسے گر گھر آگیا۔

۲۔ دو چمڑوں کا زندہ ہونا :

• الخراج والخراج کے مطابق ایک انصاری کی بکری تھی۔ اس نے اسے ذبح کیا اور بیوی سے کہا۔ اسے دو چمڑوں میں تقسیم کر کے کچھ بھون لے اور کچھ پکالے۔ میں مسجد میں جاتا ہوں۔ سرور انبیاءؑ کی خدمت میں عرض کروں گا لیکن ہے

وہ قبول فرمائیں۔ وہ مسجد میں چلا آیا۔

انصاری کے دو بچے تھے وہ اپنے باپ کو بکری ذبح کرتے دیکھ رہے تھے بڑے بچے نے چھوٹے سے کہا۔ آئیں تجھے بکری کی طرح ذبح کروں۔ اس نے خنجر اٹھالیا اور چھوٹے بھائی کو ذبح کر ڈالا۔ جب ماں نے دیکھا تو وہ گھبرا کر بڑے کو سوزن نش کرنے کی خاطر اٹھی۔ جب اس نے ماں کو آتے دیکھا تو ڈر کے بھاگا۔ اور چھت پر پڑ پڑ گیا۔ ماں چھت پر پڑھی تو وہ دوڑا اور چھت سے گر کر مر گیا۔

ماں نے دونوں بچوں کی لاشیں چھپا کر رکھ دیں۔ نبی کریم ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر نبی کو نبیؐ
تشریف لے آئے جب دسترخواں چنا گیا۔ تو آپ نے انصاری سے فرمایا۔ تیرے بیٹے کہاں ہیں؟
وہ اٹھا اس نے جا کر بیوی سے پوچھا۔

بیوی نے تمام ماجرا کہہ سنایا:

وہ آیا اور عرض کی قبیلہ کہیں کھینے گئے ہوں گے۔ وہ اگر کھالیں گے۔ آپ ان کا انتظار نہ فرمائیں۔

آپ نے فرمایا:

جب تک وہ نہیں آئیں گے اس وقت تک میں نہیں کھاؤں گا

آخر انصاری کو تینا پڑا :

آپ نے فرمایا:

جہاں کے لاکھ اٹھارے آ۔ انصاری دونوں کے لاشے اٹھا کر لے آیا :

آپ نے دونوں کے جسم پر ہاتھ پھیرا دونوں زندہ ہو کر اٹھ بیٹھے۔ آپ نے دونوں کو دستِ خِواں پر بیٹھایا۔ اور سب کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرمایا۔

ابو ایوب انصاری کی میزبانی:

الحزب والجماعہ میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ ابو ایوب انصاری کے گھر میں ایک بکری اور معمولی سی مقدار جو کی تھی۔ ابو ایوب نے عرض کیا قبلہ آج کا کھانا میرے ہاں تناول فرمائیں۔ آپ نے قبول کر لیا۔ ابو ایوب نے بکری ذبح کی کھانا پکایا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ابو ایوب سے فرمایا۔ جا اور مدینہ میں اعلان کرو۔ جسے کھانے کی ضرورت ہو میرے گھر سے لے جاتے۔ ابو ایوب نے مدینہ میں اعلان کر دیا۔ منٹوں میں ابو ایوب کا گھر لوگوں سے بھر گیا۔ بنی کونین تقسیم کرنے لگے۔ تمام اہل مدینہ سیر ہوئے پھر آپ نے خود تناول فرمایا، بکری کی ہڈیاں کھال میں رکھیں اور فرمایا۔ فَمِنْ بَإِذْنِ اللَّهِ بکری اٹھ کھڑی ہوئی۔ بعد میں اس بکری کا دودھ شفا ئے امراض کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ البکری کا نام۔ اطمینان مشہور ہو گیا۔

کتاب ہوا باقی :

الخارج کے مطابق معاذ بن افرع کا ہاتھ ابو جہل نے اسلام کے جرم میں کاٹ لیا وہ اپنا ہاتھ لے کر آپ کے پاس آیا۔ آپ نے ہاتھ کو کٹی ہوئی جگہ پر رکھ کر لعاب دہن لگایا ہاتھ صحیح و سالم ہو گیا۔

مرود کا جواب دینا:

الخارج کے مطابق ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی قبلہ زماۃ جاہلیت میں میں اس قبیلہ سے تھا جو بچیوں کو زندہ دگر کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ میں تجارت کے طویل سفر پر جا رہا تھا۔ میری بیوی حاملہ تھی۔ میں نے اسے کہا۔ اگر لڑکا ہو تو فقہا اگر لڑکی ہو تو اسے دفن کر دینا۔ میں پانچ برس بعد واپس آیا تو میری بچی میرے گرد پھرنے لگی۔ میری بیوی نے مجھے بتایا کہ بیٹری بچی ہے۔ میں ملال ہونے کی وجہ سے اسے دفن نہ کر سکی۔ اب تو بھی مصاف کر دے بڑی ہو گئی ہے۔

لیکن مجھ پر غیرتِ جاہلیہ کا ہیبت سوار تھا۔ میں نے بچی کے ہاتھ سے کپڑا اور اسے جا کر زندہ دفن کر دیا۔

آپ نے پوچھا۔ کہاں دفن کی تھی۔؟

اس نے بتایا: فلاں وادی میں؟

آپ نے فرمایا: بیل میرے ساتھ وہ واوی کہاں ہے؟

وہ آپ کے ساتھ آیا: جب اس وادی میں پہنچے۔ تو آپ نے پوچھا۔ کچی کا نام کیا تھا؟

اس نے نام بتایا :

آپ نے کجی کا نام لے کر پکارا:

بیچہ نے لبیک کہی۔ آپ نے فرمایا: تیرے والدین مسلمان ہو چکے ہیں۔ اگر تو چاہے تو تجھے تیرے والدین

میں واپس لے آؤں؟

بچہ کی تعریف کیا۔ قبلہ اللہ نے مجھے والدین کی نسبت بہت اچھا دے رکھا ہے۔ اب مجھے واپس آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

• بصائر میں ایوب ابن نوح سے مروی ہے کہ ایک نابینا شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بینائی عاقل مل جائے۔

آپ نے دعا کی اسی وقت بینائی واپس مل گئی۔

● خراج میں ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو آپ کی خدمت میں لائی اور عرض کیا۔ قید اس کے سر پر بال نہیں

اُگنے۔

آپ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا بال بھی اُگ آئے اور دیگر تمام جسمانی بیماریاں بھی ختم ہو گئیں۔ جب یہ خبر یمن میں پہنچی تو مسلمان کذاب کو نبی ماننے والے اپنا ایک بچہ میلہ کے پاس لائے اور اسے تمام واقعہ سنایا؛ میلہ نے اس بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کا سر گنجا ہو گیا۔ اور آج تک اس کی تمام نسل گنبی علی آ رہی ہے۔



آپ کے اعضائے مبارکہ کی برکت

۱۔ امانی طوسی میں ابو عمر سے مروی ہے کہ روٹیوں کے مقابلہ میں ہمارا چار ہزار کا شکر تھا۔ جنگ طول کھینچ گئی تھی۔ اور ہمارے پاس کھانے کا سامان ختم ہو گیا۔ لوگوں نے آپ سے احٹ تحر کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے حضرت عمر سے پوچھا لوگ احٹ تحر کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا حضور اگر کھیں بھاگنا پڑا تو کیا کریں گے۔

آپ نے فرمایا: پھر اب کیا کریں۔ حضرت عمر نے کہا۔ آپ تمام شکر میں منادی کراویں۔ جس کے پاس کھانے کا جو سامان ہے وہ جمع کرادے۔ آپ اکٹھا کر لیں۔ اور راشن بندی سے تقسیم کریں۔

جب تمام سامان جمع ہوا تو وہ کل ستائیس اٹھائیس بھرتھا۔ کھانے والے چار ہزار تھے۔ آپ نے فرمایا: اب راشن بندی کیسے ہوگی؟ حضرت عمر اور تمام صحابہ خاموش ہو گئے۔

آپ نے فرمایا: اچھا ایسا کرو اس سامان پر کپڑا ڈال دو۔ اور اپنے اپنے برتن وغیرہ لے کے آجاؤ۔ آپ نے کپڑے نیچے۔ سامان پر اپنا دست مبارک رکھ دیا۔ اور فرمایا ایک ایک آتے جاؤ۔ بسم اللہ پڑھ کے اپنا برتن پر کرتے جاؤ۔ نہ شور و غل کرو۔ اور نہ بھیڑ کرو۔ چار ہزار آدمی نے اپنے تمام برتن اناج سے پر کر لیے جب آپ نے دست مبارک بلند کیا تو جتنا اناج کپڑے کے نیچے تھا وہ ویسے کا ویسا رکھا تھا۔ اس میں سے ایک دانہ بھی کم نہ ہوا تھا۔

۲۔ دعوت جابر انصاری:

خرائج میں جناب جابر انصاری سے مروی ہے کہ جب ہمیں اطلاع ملی کہ قریش مکہ تمام قبائل عرب کو جمع کر

کے مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ تو نبی کو نبیؐ نے مجلس مشاورت منعقد کی۔

جناب سلطان نے عرض کیا قبلہ ہاں فارس کے علاقہ میں اسی طرح کیا جاتا ہے کہ ایسے مواقع پر ایک خندق کھودی جاتی ہے۔ ایک طرف سے راستہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جس کو دشمنی کے حملہ کے لیے صرف کیا جاتا ہے۔ تین طرف سے تحفظ ہو جاتا ہے۔

نبی کو مین گئے جناب سلمان کے مشورہ کو پند فرمایا۔ خندق کھودنے کا حکم دیا۔ دس دس صحابہ کا ایک ایک گروپ بنایا۔ اور ہر گروپ کے ذمہ دس ہاتھ خندق کی کھدائی لگائی۔ ہم خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے کھدائی کے دوران ایک جگہ ایک چٹان آگئی۔ ہم نے بہت کوشش کی لیکن چٹان نہ ہل سکی۔

میں نے جا کر آپ کو اطلاع دی۔ میں نے دیکھا تو آپ نے اپنے شکم مبارک پر پتھر رکھا ہوا تھا۔ آپ بڑی جلدی سے اٹھے۔ میرے ساتھ تشریف لائے۔ اپنے دست مبارک میں پانی لیا۔ اور پتھر پر چھڑک دیا۔ پھر کدال ہاتھ میں لیا۔ اور ضرب لگائی۔ اس ضرب سے ایک ایسی چمک پھڑکی کہ جس کی روشنی میں یمن کے محلات نظر آئے۔ پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی اس سے بھی ایک روشنی نکلی جس میں عراق کے محلات صہابہ نے دیکھے۔ پھر آپ نے تیسری ضرب لگائی وہ پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا۔

اپنے کمر سیدھی کی اور صحابہ سے سوال کیا۔ پتھر سے جو روشنی نکلی تھی۔ آپ نے کچھ دیکھا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ پہلی ضرب میں یمن اور دوسری ضرب میں عراق کے محلات دیکھے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ وہ مقامات ہیں جنہیں تم نے فتح کرنا ہے۔

اس کے بعد میں اپنے گھر گیا۔ بیوی سے کہا۔ گھر میں کیا ہے؟
اس نے جواب دیا:

اس نے جواب دیا:

ایک بکری ہے اور زیادہ سے زیادہ دو کھجور کا آٹا ہوگا۔
میں نے کہا:

میں نے کہا:

میں نے آج نبی کریم کو پیٹ پر پتھر رکھے دیکھا ہے۔ میرا خیال ہے آپ نے کئی وقت سے کھانا نہیں کھایا۔ اگر ہم بکری ذبح کر لیں اور آپ کو کھانا کھلا دیں تو کیسا رہے گا۔

بیوی نے کہا۔ اس سے بہتر اور کیا ہوگا۔

میں نے اگر آپ کی خدمت میں عرض کیا فیکہ اگر قبول فرمائیں۔ تو آج کا کھانا ہمارے ہاں تناول فرمائیں۔
آپ نے فرمایا:

جابر میں تنہا اوّل یا جسے چاہوں ساتھ لاسکتا ہوں ؟

میرا خیال تھا کہ آپ حضرت علیؓ کو ساتھ لائیں گے۔ میں نے عرض کیا قبیلہ آپ جسے چاہیں ساتھ لے آئیں

آپ کے اعضائے مبارکہ کی برکت

میں واپس آیا۔ بکری کو ذبح کیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو آپ کی خدمت میں اکٹھے کیا۔ قبلہ حاضر تیار ہے۔ آپ نے خندق پر کھڑے ہو کر باد اتر بند فرمایا: جسے کھانا کھانا ہو اور آج جابر کے گھر دعوت ہے۔

میں نے بتایا کہ: نبی اکرمؐ نے تمام اہل مدینہ میں منادی کرا دی ہے اور اب سارا مدینہ کھانے کو دوڑا چلا آ رہا

میں نے کہا۔ ہاں میں نے بتا دیا تھا۔

آپ شریعت لے آئے، روٹیاں تندوڑ میں لگی تھیں۔ آپ نے میری بیوی سے فرمایا: ایک روٹی سے زیادہ نہ کھانا۔ اور جب میں ماگوں صرف ایک روٹی دنا۔

۱۳۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک دن میں بازار سے ایک درہم کا گوشت اور ایک درہم کا مکی کا آٹا لے کر آیا۔ وقرآن رسولؐ نے پکایا۔ اور عرض کیا۔ یا علیؑ اگر مناسب سمجھو تو بااجان کو بھی بلا لاؤ۔ میں آیا۔ دیکھا تو آپؐ بیٹھے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے۔

میں نے عرض کیا۔

قبلہ شریف لایئے کھانا تیار ہے۔ میرا سہارا لے کر اٹھے۔ ہمارے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا: بیٹی تمام روٹیاں اور سالن میرے پاس رکھ دے۔

رسولؐ نے سب کچھ ایک کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

آپ نے دونوں پر انہی عبادا ال دی اور عزم کیا۔ بار الہا ہمارے کھانے میں برکت غیاث فرما۔

پھر فرمایا: بیٹی ایک برتن دے اس میں کھانا ڈال کر عائشہ کو دے آ۔ دختر رسول محض عائشہ کو جا کر دے آئیں پھر باری باری ایک ایک بیوی کے ہاں بھیجتے رہے۔ بعد میں پڑوسیوں کے گھر بھیجوا یا۔ آخر میں ہم سب کے ساتھ بیٹھ کر تناول فرمایا۔ جب ہم سب کھا چکے تو کھانا ویسے کا ویسا رہا جسے ہم بعد میں کئی دن تک کھاتے رہے۔ ۴۔ خراج کے مطابق جس سال آپ نبض عمرہ مکہ تشریف لے گئے۔ کفار مکہ نے آپ کو حدیبیہ میں روک لیا اور مکہ نہ جانے دیا۔ آپ نے ہر چند کوشش کی مگر کفار مکہ نہ گئے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ پہلے آپ ہمارے ساتھ صلح کریں بعد میں اور کسی سال آئیں۔ آپ نے صلح کر لی۔ صلح حدیبیہ معروف ہے۔ اسی صلح کے موقع پر عمر نے آپ کی نبوت میں شک کیا تھا۔ شرط الصلح کے بعد جب کفار مکہ واپس پٹے گئے۔ آپ کے قافلہ میں پانی ختم ہو گیا۔

سواریاں اور سواریاں سے جاں بلب ہو گئے۔ ایک مشکیزہ میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا خود بھی پی لو۔ اپنی سواریوں کو بھی پلا لو۔ اور اپنے تمام برتن وغیرہ پانی سے پر کر لو۔ چنانچہ تمام مشکیزے وغیرہ پر کر دیئے گئے۔

• امالی طوسی میں زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ ایک رات آنحضرت نے کرسنگی میں گزاری صبح کو جناب سیدہ کے گھر تشریف لائے۔ پوچھا بیٹی کچھ کھانے کو ہے؟

بی بی نے عرض کیا:

بابا جان! آج سو دو دن سے بلا کچھ کھائے پیئے ہیں۔

آپ نے دونوں شہزادوں کو گود میں لیا۔ اور باری باری زبان رسالت چسپائی دونوں شہزادے سیر ہو گئے۔ پھر حضرت علیؓ کو ساتھ لے کر ابوالبشیم کے گھر آئے۔

ابوالبشیم نے خوشروئی سے استقبال کیا۔ اور عرض کیا۔ قبیلہ کاش مجھے آپ کی تشریف آوری کا علم ہوتا۔ آج تو میرے گھر میں چھوٹی گوری بھی نہیں ہے۔ جو کچھ تھا۔ شام ہی کو پڑوسیوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

ابوالبشیم تو نے اچھا کیا ہے۔ جبریلؑ نے اللہ کی طرف سے مجھے پڑوسی کے حق میں اس قدر وصیت کی ہے کہ مجھے تو یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں پڑوسی کو وارث نہ بنا دیا جائے۔

ابوالبشیم کے گھر میں ایک کھجور کا درخت تھا۔

آپ نے فرمایا:

ابوالبشیم! کیا اس کھجور سے کچھ کھانے کی اجازت ہے؟

ابوالبشیم نے عرض کیا۔ قبلہ تو نہ ہے۔ اور اس نے کبھی چل ہی نہیں دیا۔

آپ نے فرمایا:

میں نے تراورادہ کی بات نہیں کی میں نے تو ابازت مانگی ہے۔

ابوالہشیم نے عرض کیا۔ قبلہ یہ آپ کا مال ہے۔

آپ نے پانی لیا۔ منہ میں بھرا اور کھجور پر چھڑک دیا۔ اسی وقت کھجور کی عین بدل گئی۔ پھل بھی اُگیا۔ آپ نے ابوالہشیم سے فرمایا۔ اے خود بھی کھا اور ہمیں بھی کھلا۔ لیکن پہلے پڑوسیوں کو دے۔

اس کھجور کا نام۔ تحفۃ البحران پڑ گیا۔ یزید کے دور تک یہ درخت تراور رہا۔ واقعہ حرہ میں یزید کے حکم سے اسے کاٹ دیا گیا۔





دیگر انبیاء کے معجزات سے تقابلی جائزہ

۱۔ نبی خاتم الانبیاء اور حضرت آدمؑ:

۱۔ حضرت آدم کا ایک مرتبہ ملائکہ نے تعظیمی سجدہ کیا۔ اور
مزارعہ الانبیاءؑ پر تاقیامت ملائکہ سجدہ تعظیمی کرتے رہیں گے۔

۲۔ حضرت آدم قبلہ ملائکہ میں تھے اور سید الانبیاء
شب معراج تمام انبیاء کا قبلہ بنائے گئے۔

۳۔ حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے۔ اور
آپ نور سے پیدا ہوئے۔

۴۔ حضرت آدمؑ ابوالبشر ہیں اور آپ سید السادات ہیں۔

۵۔ حضرت آدمؑ اول الانبیاء ہیں اور آپ کنت نبیاً و آدمیین الماء والطین کا مصداق ہیں۔

۶۔ حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں طالعمر ہار گئے تھے۔ اور آپ کے مقابلہ میں اولین و آخرین ہتھیار ہیں۔

۷۔ حضرت آدمؑ نے جنت کی سیر کی اور آپ کا ب تو سین تک تشریف لے گئے۔

۲۔ سید الانبیاء اور جناب اورسین:

۱۔ جناب ادیس کے لیے حکم قرآن ہے رَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ہم نے ادیس کو بلند مقام غایت

آپ کا ذکر علی ہے۔ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔

۲۔ جنابِ ادریسؑ نے اللہ سے مناجات کی۔ اور آپ سے اللہ نے مناجات کی اَوْحٰی اِلٰی عِیْسٰی مَا اَوْحٰی

۳۔ جناب ادريسؑ کو دنیا سے اٹھ جانے کے بعد طعامِ حیات ملا۔ اور آپؐ زندگی بھر حیرت کے کھانے کھاتے

۳۔ جناب نوحؑ اور سلطان الانبیاءؑ

۱۔ کشتی نوحؑ پانی پر چلی۔ اور سلطان الانبیاءؑ نے پتھر کو پانی پر پلایا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ آپ ایک چشمہ کے کنارے کھڑے تھے۔ حکمران ابن ابوجہل نے کہا۔

محمدؐ اگر تو رسول ہے تو ذرا اس پتھر کو حکم دے کہ وہ پانی میں تیر کر آپ کے پاس آجائے۔ آپ نے پتھر کو انگلی سے اشارہ کیا۔ وہ پتھر تیرتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ پھر آپ کے حکم سے واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔

۲۔ جناب نوحؑ رسول عذاب تھے۔ اور آپ رسول رحمت تھے۔

۳۔ جناب نوحؑ نے اپنے چند اقرباء کے لیے دعائے نجات کی تھی۔ اور آپ نے تاقیامت اپنی امت کے لیے دعائے نجات کی ہے۔

۴۔ کشتی نوحؑ دنیا میں باعث نجات تھی اور کشتی سرور انبیاءؑ (الہیبت) آخرت کے لیے موجب نجات ہے۔

۵۔ جناب نوحؑ نے کشتی میں بیٹھ کر دشمنوں سے نجات حاصل کی تھی۔ اور آپ نے شب بھرت دشمنوں میں گھر گرجات حاصل کر لی۔

۴۔ حضرت ہودؑ اور سلطان کائناتؑ

۱۔ جناب ہودؑ کو اللہ نے آندھی کے ذریعہ دشمنوں سے نجات دلائی تھی اور جبرائیلؑ کو اللہ نے جنگ خندق میں دشمنوں سے بذریعہ باد و باران نجات دلائی تھی۔ تین ہزار لاکھ کا اضافہ تھا۔

۲۔ جناب ہودؑ کو اپنے دشمن ہوبان سے باد عذاب سے چھٹکارا ملا جب کہ سلطان کوئین کو اللہ نے باد رحمت بنا کر بھیجا۔

۳۔ جناب ہودؑ نے صبر کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے بھی صبر کیا ہے

۵۔ جناب صالحؑ اور سلطان کوئینؑ

۱۔ جناب صالحؑ کے لیے پہاڑ سے ناقہ آئی تھی اور آپ کے لیے پہاڑ سے انسان برآمد ہوا۔ جو کہتا تھا۔ اے اللہ! ذکر محمدؐ بلند فرما۔

اے اللہ! اجر محمدؐ کو وہ چند فرما۔

۲۔ حضرت صالحؑ کی ناقہ کلامت نے پئے کیا تھا۔ جب کہ آپ کی ذریت کلامت نے پارہ پارہ کیا :

۳۔ جناب صالح کی قوم نے عذاب مانگا تو آپ نے دعا کر کے انہیں منہذب کر دیا۔ جب کہ آپ کی امت نے عذاب مانگا تو آپ نے بد دعا کی بجائے عرض کیا۔ بار الہامیری قوم کو میری معرفت عنایت فرمایا مجھے جانتے نہیں۔

۴۔ جناب صالح کی فاقہ نے کہیں کوئی بات نہیں کی تھی جب کہ آپ سے کئی نانا قاذوں نے نہ صرف بات کی بلکہ آپ کی نبوت کی گواہی بھی دی۔

۶۔ جنابِ لوطؑ اور رسولِ رحمتؐ:

جناب لوٹنے اپنی امت کے لیے غلاب مانگا آپ نے اپنی امت کے لیے رحمت مانگی۔۔

۷۔ جناب خلیل اور حبیب خدا؛

۱۔ اللہ نے جناب ابراہیم کو ملکوت سائرین سے دکھائے آپ کو اللہ نے ملکوت سائرین سے دکھائے۔
۲۔ جناب ابراہیم طالب رب تھے اور آپ مطلوب رب تھے۔
۳۔ جناب ابراہیم نے دعا کی میرے اللہ مجھے شرمندہ نہ کرنا۔ آپ سے اللہ نے خود وعدہ فرمایا تھے کہ یہی شرمندہ نہ کروں گا۔

۴۔ جناب ابراہیمؑ نے آتش نمرود میں از خود حسی الشد کہا۔ آپ کی طرف سے الشد نے از خود حبیب الشد فرمایا؛
 ۵۔ جناب ابراہیمؑ نے لسان صدق کا مطالبہ کیا۔ الشد نے آپ کو بلا مانگے لسان صدق عطا فرمائی۔
 ۶۔ جناب ابراہیمؑ نے اَرْنَا كُنَّا كَهْرًا مَقَامَاتِ عالیہ کی زیارت کا مطالبہ کیا۔ آپ کو الشد نے رَأَى آيَاتِ رَبِّهِ كُبُرًا کا مصداق بنا دیا۔

۷۔ جناب ابراہیمؑ نے جنت کے دار ثلویں سے ہونے کی دعا کی۔ اللہ نے آپ کو بلا مانگے مالک جنت بنایا۔
۸۔ جناب ابراہیمؑ نے اللہ سے طعام کا مطالبہ کیا۔ آپ تو بجائے خود اللہ نے آپ کی امت کو بلا مانگے آپ کی بدولت طعام سے نوازا۔ اَطْعَمَهُم مِّنْ جُودٍ رَّاحِلٍ۔
۹۔ جناب ابراہیمؑ نے اپنے دشمنوں کو کھلانے سے ہاتھ روکا۔ جب کہ آپ نے دشمنوں کے لیے دسترخواں بچھائے رکھا۔ حتیٰ کہ خود اللہ نے فرمایا۔

لَا تَبْسُطُ كُلُّ الْبَسْطِ اَيْ هِيَ زِيَادَةُ نَحْوِ كَلَامٍ

۱۰۔ جناب ابراہیم اللہ کی قسم کھاتے تھے۔ اور اللہ آپ کی قسم کھاتا ہے۔ لعمرہ!

۱۱۔ جناب ابراہیم کا صرف ایک مقام مصلیٰ قرار پایا۔ جب کہ آپ کی پوری سیرت کو واجب العمل قرار دیا۔
لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

۴۔ جناب یوسفؑ نے چند برس زندان میں گزارے تھے اور آپؐ نے پوری زندگی زندان کی طرح گزاری۔

۵۔ جناب یوسف تعبیر خواب بتاتے تھے۔ اور آپ علم ماکان و مایکون کے عالم تھے۔

۱۰۔ جناب موسیٰؑ اور رحمتِ عالمؐ:

۱۔ جناب موسیٰ کے اپنے ہاتھ سے عصا مارنے پر بارہ چشمے پھوٹے تھے اور آپ نے مدینہ میں اپنے صحابی براء ابن عازب کو حکم دیا کہ میرا نیزہ گاڑ دے اس سے بارہ چشمہ ہوئے۔

۲۔ جناب مولیٰ کا اپنا ہاتھ بیڑا تھا۔ وہ آپ نے مجھے چاہا اسی کا ہاتھ بیڑا بنا دیا۔ قتادہ ابن نخاع کو ایک درخت سے ٹھہری تو زکریاؑ اور فرمایا۔ جب چاہیے گا روشنی دے گی۔

۳۔ جناب مولیٰ کو تو معجزات دیتے گئے تھے۔ آپ کو بھی ان سے افضل معجزات عطا کئے گئے۔ دسابق تفصیل سے پیش کیے جا چکے ہیں۔

۴۔ جناب موسیٰؑ کے صرف ہاتھ سے روشنی پھوٹتی تھی جب کہ آپ کے تمام جسم سے روشنی پھوٹتی تھی۔

۵۔ جناب موسیٰ نے نبی اسرائیل کو دریائے نیل سے گزارا اور آپ نے اپنے پورے لشکر کو وادی خزان کے قد آدم سیلاب سے گزارا۔

۶۔ جناب موسیٰؑ سے اللہ نے کوہ طور پر کلام کیا۔ اور آپ سے حجابات قدرت میں کلام کیا۔

۷۔ جناب موسیٰؑ سے چالیس دن بعد کلام ہوا۔ آنحضورؐ کو ایک سو بیس مرتبہ کلام کے لیے معراج پر پہنچایا گیا۔

۸۔ معراج موسیٰؑ اُن دن میں تھا۔ معراج محمدؐ رات کو ہوا۔

۹۔ معراج موسیٰؑ زمین پر تھا۔ معراج محمدؐ آسمان پر ہوا۔

۱۰۔ معراجِ موسیٰؑ کے مذاکرات پوشیدہ رکھے گئے، معراجِ محمدؐ کے مذاکرات اَدْنٰی اِلٰی عِبْدِہٖ مَا اَوْحٰی کے پردہ میں رکھے گئے۔

۱۱۔ جناب داؤد اور فخر کائنات :

۱۔ جناب داؤد کو حق و باطل میں امتیاز کی خاطر تجریدی گئی تھی آپ کو حق و باطل میں امتیاز کے لیے تاقیامت قرآن دیا گیا۔

۲۔ جناب داؤد کو لوح و داؤدی عطا کیا گیا۔ آپ کو ترجمیل قرآن دی گئی۔

۳۔ حجابِ داؤد اپنی حفاظت کے لیے انسانوں کے محتاج تھے آپ کا محافظ اللہ تھا۔

۴ جناب داؤد کے لیے لوبہ موسم ہوتا تھا۔ اور آپ کے لیے پوری کائنات منہر تھی۔

دیگر انبیاء کے معجزات سے تقابلی جائزہ

۵۔ جناب داؤد کے لیے پہاڑ مخرتے۔ آپ کے لیے پتھروں نے نبوت کی گواہی دی۔
۶۔ جناب داؤد کے لیے پرندے مسخر تھے اور آپ کے لیے براق تابع تھا
۷۔ جناب داؤد کو حکومت دینا دی۔ آپ تمام شریعتوں کے ناسخ تھے۔
۸۔ جناب داؤد کو خواہشات کی عدم پیروی کا حکم ملا۔ اور آپ کے ترک خواہشات کی شہادت اللہ نے دی۔

۱۲۔ حضرت سلیمانؑ اور فخر موجوداتؑ:

۱۔ جناب سلیمان کے لیے ہوا مسخر تھی۔ آپ کو تمام کائنات کا حکمران بنایا گیا۔
۲۔ جناب سلیمان کے لیے جن مسخر تھے۔ اور آپ جنوں کے بھی نبی تھے۔
۳۔ جناب سلیمان تسخیر نبات کے لیے انگشتری کے محتاج تھے اور آپ کی جنوں نے بیعت کی تھی۔
۴۔ جناب سلیمان نے حکومت دنیا کی دعا مانگی تھی آپ نے حکومت دینا ٹھکرا دی۔
۵۔ جناب سلیمان کو اللہ نے احسان کر کے بھولی جانے کی ہدایت فرمائی۔ اور آپ کے لیے مَا تَاْكُمُ الرَّسُولُ فُتُخَزَوْهُ کا حکم امت کو دیا۔
۶۔ جناب سلیمان خوش ہوا پر اڑتے تھے۔ اور آپ پشت براق پر سوار ہوئے۔

۱۳۔ جنابِ کبھی اور علت غائی کا سنات :

۱۔ جلیب بھی اپنے وقت کے عابد تھے۔ آپ کو اللہ نے خود کثرت عبادت سے روکا۔
۲۔ جناب سچے کسبی ہیں نبی تھے۔ اور آپ کُنْتُ نَبِیًّا وَادْمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْطِّیْنِ کے مصداق تھے۔

۱۴۔ جناب عیسیٰؑ اور فخر انبیاءؑ :

۱۔ جناب عیسیٰؑ مریضوں کو شفا دیتے تھے آپ نے مریضوں کو شفا بخشی۔
 ۲۔ جناب عیسیٰؑ مردے زندہ کرتے تھے آپ نے مردے زندہ کئے۔
 ۳۔ جناب عیسیٰؑ علم غیب جانتے تھے۔ آپ بھی علم غیب جانتے تھے۔





قبل از شهادت مصروفیات

کتب تدوین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع ہی سے اپنے سفر آخرت کی تیاری شروع کر دی تھی۔

ارشاد شیخ مفید کے مطابق حجۃ الوداع پر خلافت علی ابن ابی طالب کے اعلان کے بعد اور مدینہ واپسی کے بعد پورا ایک ماہ آپ نے خلافت حضرت علی اور اپنی ذریت کے لیے وصیتوں میں صرف فرمایا۔ آپ ہر غفل میں فرماتے۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی و اہلبیتی ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی حتی یرد علی الجحوض: کبھی فرماتے۔ انافرطکم علی الجحوض و انتھو واردون علی الجحوض و سائلکم عن الثقلین فانظر و اکیف تخلفونی فیہما فان اللطیف الخیر نبأ فی انھما لن یفترقا حتی یأتیانی الا وانی قد ترکتمہما فیکم کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی فلا تتقدموہم فتفرقوا و لا تفصروا عنہم فتملکوا و لا تعلوہم فانہم اعلم منکم و ایہا الناس لا یعننکم بعدی ترجعوا کفاراً یضرب بعضکم دقاب بعض فتلقونی فی کتبتہ کبوا السیل الجرار الا وانی علی ابن ابیطالب اخی و وصی یقاتل بعدی علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ۔

میں حوض کوثر پر تم سے پہلے جا رہا ہوں۔ تم میرے بعد حوض پر آؤ گے میں تم سے عترت کے بارے سوال کروں گا کہ میرے بعد تم نے ان سے کیا سلوک کیا۔ اللہ خبر نے مجھے بتا دیا ہے کہ قرآن اور اہلبیت دونوں ایک دوسرے سے حوض کوثر تک جدا نہیں ہوں گے۔ یہ دونوں نبی کتاب خدا اور اپنی عترت اہلبیت تمہارے درمیان چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان سے آگے نہ بڑھنا ورنہ یکھرجاؤ گے۔ ان سے پیچھے نہ رہنا ورنہ تباہ ہو جاؤ گے انہیں کچھ سکھانا منت یہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ اے لوگو! میرے بعد کافر نہ بن جانا۔ ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔ بکھرے ہوئے سیلاب کی طرح منتشر ہو کر میرے پاس نہ آنا۔ علی ابن ابی طالب میرا بھائی اور وحی ہے۔ میرے

بعد یہ اسی طرح تاویل قرآن پر جنگ کرے گا جس طرح میں تنزیل قرآن پر کرتا رہا۔

لشکر اسامہ ابن زیدؓ

جناب زید چونکہ رومیوں سے جنگ میں شہید ہوا تھا۔ اس لیے آپ نے رومیوں سے آخری جنگ کی خاطر لشکر رتب فرمایا۔

فوج کے اجتماع اور تیاری میں جو وقت صرف ہوا اسی دوران آپ صاحب فراش ہو گئے۔ آپ نے تمام مہاجرین و انصار کو حکم دیا کہ۔ فوج اسامہ میں شامل ہو جائیں۔ اسامہ کو حکم دیا۔ کہ فوج کی تیاری کا بقیہ انتظار بیرون مدینہ جا کر کرے اسامہ نے کوچ کا حکم دیا اور بیرون مدینہ جا کر پڑاؤ ڈال دیا۔ مرن میں اضافہ ہو گیا۔

آپ حضرت علیؓ کو ساتھ لے کر جنت البقیع میں تشریف لائے۔ اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ اور فرمایا۔

یا علیؓ! میرا سال جبریل ایک مرتبہ وحی لاتا تھا اس سال دو مرتبہ وحی لایا ہے۔ یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ میرا وقت قریب آچکا ہے۔ اللہ نے مجھے دنیا اور آخرت کے انتخاب میں اختیار دیا تھا۔ میں نے آخرت کو چنا ہے۔ میری شہادت کے بعد مجھے غسل و کفن خود دینا۔

اس کے بعد آپ واپس گھر تشریف لائے۔ آپ نے سر پر ٹپی سی باندھ رکھی تھی۔ منبر مسجد پر آئے اور فرمایا۔

اے لوگو! تمہارے پاس میرے کچھ حقوق ہیں جہاں تک میرا تعلق ہے۔ اگر کسی کی میرے پاس کوئی امانت ہو مجھے بتا دو تاکہ ادا کر دوں۔

اگر کسی کا قرض ہو بتا دے میں چیکا دوں۔

اے لوگو! اللہ اور مخلوق کے درمیان عمل کے سوا اور کوئی ایسا وسیلہ نہیں جس کے ذریعہ اللہ کسی کو اچھائی دے۔ یا برائی روکے۔

جہاں تک میرے حقوق کا تعلق ہے وہ یہ ہے۔

کوئی غلط دعویٰ اور خواہش نہ کرے جس ذات نے مجھے

بالحق مبعوث نہ کیا ہے۔ اس کی قسم کوئی شخص بھی

شرافت کے ساتھ عمل کے سوا نجات نہیں پاسکے

گا۔ اگر میں بھی نافرمانی کرتا تو نجات نہ پاتا

ایہا الناس قد حان منی حقوق

بین اظہر کم فمن کان له عندی

عقد فیساً تخی اعطہ ایاھا ومن

کان له علی دین فلیخبر فی بہ۔

معاشر الناس لیس بین اللہ

و بین المعبد شئ یعطیہ بہ خیراً

او یصرف عنہ ستر الا العمل

ایہا الناس لا یدعی مدع ولا

یتمنی صتمن والذی بعثنی

بالحق بین الا ینجی الا عمل

مع رحمة و لوعصیت

لہویت۔

آپ زیرِ منبر تشریف لائے۔ نماز پڑھائی۔ اور جناب ام المؤمنین ام سلمہؓ کے گھر تشریف لائے۔ ایک یا دو دن قیام کیا۔ حضرت عائشہؓ نے تمام ازدواج سے کہا۔ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں عیادت کی خاطر آپ کو اپنے حجرہ میں لے جاؤں۔

جب حضرت عائشہ نے زیادہ اصرار کیا تو تمام انوار نے اجازت دے دی۔ آپ حجرو حضرت عائشہ میں منتقل ہو گئے۔ آپ کے مرنے میں اضافہ ہو گیا۔ بلالؓ نماز صبح کے کیسے بلائے آیا۔

آپ نے فرمایا۔

بلاں کسی سے کہہ دو نماز پڑھا دے۔

حضرت عائشہؓ نے کہا۔

حضرت ابو بکرؓ سے کہہ رہے۔

حضرت حفصہؓ نے کہا:

حضرت عمرؓ کے کہہ رہے۔

آپ نے جب دونوں کی بات سنی تو فوراً اٹھے اور فرمایا۔ کہیں تم یوسف کے گدو الیاں تو نہیں بن گئیں۔ پھر ایک ہاتھ حضرت علیؑ کے کندھے پر۔ اور دوسرا ہاتھ فضل ابن عباس کے کندھے پر رکھ کر فوراً مسجد میں آئے دیکھا تو حضرت ابوبکرؓ آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو سچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹ گئے نماز سے فراغت کے بعد آپ واپس بستر پر تشریف لائے۔ اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو بلایا۔ اور پوچھا۔ کیا میں نے تمہیں شکر اسامہ میں جانے کو نہیں کہا تھا؟ انہوں نے کہا۔ آپ نے کہا تھا۔

آپ نے فرمایا :

پھر تم کیوں نہیں گئے؟

حضرت ابو بکرؓ نے تو ذرا ٹھنڈا سا عذر کیا۔ کہ میں ایک مرتبہ آپؐ کی زیارت کے لیے آیا تھا لیکن حضرت عمرؓ نے ٹکاسا جواب دیا کہ۔ میں دوسرے لوگوں سے آپؐ کی وفات کی کہانی سننے پر تیار رہتا تھا۔ (اس کے بعد واقعہ لدپیش آیا جو عائشہؓ اور حفصہؓ نے دیگر افراد کے ساتھ مل کر آپؐ کو پلایا۔ یہ مفصل واقعہ اگر آپؐ دیکھنا چاہیں۔ تو میری کتاب نظام مصطفیٰؐ یزبان زوجہ سیدہ الانبیاءؓ جلد اول کے دوسرے حصہ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یہ صرف بخاری

سے احادیث عائشہؓ کا خلاصہ ہے۔ اس میں آپ کو پتہ چل جائے گا کہ عائشہؓ نے آپ کو اپنے حجرہ میں لائے کی کوشش کیوں کی؟ مترجم)

شدت تکلیف سے آپ نہ ہال تو پہلے بھی ہو چکے تھے حضرت عمرؓ کا یہ جواب سُن کر شربتِ غم سے آپ غش کر گئے

کچھ دیر بعد جب غش سے آفاقہ ہوا تو فرمایا:

لَقَدْ وَاجَيْشَ اسَامَةَ - اسامہ سے کہو ذرا گویا کرے۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا:

آپ نے دیکھا اس وقت چند افراد کے سوا تمام اہل خانہ گریاں تھے۔ آپ نے اہلبیت کی طرف دیکھا آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور ارد گرد بیٹھنے والوں سے فرمایا:

ايتُونِي بِقُرْطَاسٍ وَقَلَمٍ لَا كُتُبَ لَكُمْ - مجھے کاغذ اور قلم لا دو تاکہ ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد کتابا بن تفضلوا بعدہ ایداً۔

یہ فرماتے ہی آپ غش کر گئے۔ ایک شخص کاغذ اور قلم لانے کو اٹھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے جھڑک کر کہا۔

ارجع فانہ یمجر۔ پلٹ آ۔ اسے ہڈیاں ہو رہا ہے۔

وہ واپس پلٹا اور کہنے لگا۔ انا لله وانا اليه راجعون آپ کی زندگی ہی میں یہ حال ہو رہا ہے۔

آپ کو آفاقہ ہوا تو آپ ایک مرتبہ پھر رو پیئے۔

کاغذ و قلم کی طرف جانے والے شخص نے عرض کیا۔ قبلہ کاغذ اور قلم لاؤں۔

آپ نے ہتھے آنسوؤں سے فرمایا۔ ابعدا الذی قلتہم - کیا جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے بعد بھی کسی بات کی گنجائش رہ گئی ہے۔

قوصوا عني - اب یہاں سے دفع ہو جاؤ۔

ادصیکو باہلبیتی خیراً۔ اگر ہر سکے تو اب میری درخواست ہے کہ میرے اہلبیت سے حسن سلوک کرنا۔ اس کے بعد تمام لوگ چلے گئے۔ اہلبیت کے علاوہ جناب عباس اور فضل ابن عباس آپ کے پاس رہ گئے۔

آپ نے جناب عباس سے فرمایا: چچا!

اقبل وصیتی فی اہلی واقض
دینی وانجز عداقی و امیر
میری وصیت ہے کہ میرے اہلبیت کا خیال رکھنا میرے
قرض ادا کر کے میرے وعدے پورے کرنا اور مجھے میری
الذمہ کرنا۔

جناب عباس نے عرض کیا۔

یا نبی اللہ انا زود عیال کثیر غیر
ذی حال حمد و دوانت اجود من
السحاب الباطل فلو صرفت ذلک
عنی الی ما هو اطوق لہ متی۔

اے نبی خدا! میں بہت زیادہ عیال دار اور کم مالدار ہوں۔
آپ ابرار اراں سے زیادہ سخی ہیں۔ اگر یہ بھار کسی ایسے
کے سپرد فرمادیں جو مجھ سے زیادہ طاقتور ہو تو مناسب
رہے گا۔

آپ نے فرمایا:
چچا کوئی حرج نہیں۔

جہاں تک میرا تعلق ہے میں کسی ایسے شخص کے حوالہ
کردوں گا جو میری وصیت کا حق ادا کر دے گا اور آپ
کی طرح عذر نہیں کرے گا۔

اما في فساد عطيهها من ياخذها
بحقها ومن لا يقول مثل ما
تقول -

پھر فرمایا:

اے علی! اب یہ تیرے ذمہ ہے اس میں تیرا کوئی شریک
نہیں ہو گا۔ میری وصیت قبول کرے۔ میرے وعدے
وفا کر دینا میرے قرض ادا کرنا۔ اے علی! میرے اہلیت
کا خیال رکھنا اور میرے یقیناً اسلام کا فرض پورا کرنا
میں نے عرض کیا۔ قیلہ! آپ مطمئن رہیں۔ انشاء اللہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہوگی۔

يا على هاكها خالصه لا يحاقلك احد
يا على اقبل وصيتي وانجز عدا تي
وادديني يا على اخلقني في اهلي و
بلغ عني من اجدى -

پھر آپ نے بلال سے فرمایا:

بلال! میرا خود ذرہ - تلوار - عمامہ - سحاب میری ردا - خنجر - عصا - کمر بند - شب - معراج والا قمیص - ٹوپی - نعلین - دھڑل
دونوں ناقائیں - ذوالجناح - یہ سب ابھی ابھی علیؑ کے حوالہ کر دے۔

یا علی! یہ تمام چیزیں میری ازواج اور دیگر گھر میں موجود افراد کے سامنے وصول کر لے اور اپنے گھر جا کے رکھ کے آ۔
تاکہ ہر کوئی دیکھ لے اور میرے بعد ان میں سے کسی میں بھی کوئی تیرے ساتھ تنازعہ نہ کرے۔

جب میں تعمیل حکم کر کے واپس آیا۔ تو مجھے فرمایا:

یا علی! مجھے بیٹھے کو سہارا دے۔ میں نے سہارا دیا۔ آپ نے تمام اہل خانہ کو متوجہ ہو کر فرمایا:

میرا بھائی - میرا وزیر بی - اور میرا خلیفہ علیؑ ہے۔

یہی میرے قرض ادا کرے گا۔ میرے وعدے نبھائے گا۔
اے نبی! ہاشم! اے بنی عبدالمطلب! اے علیؑ سے بغض رکھنا
اور نہ اس کی مخالفت کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ نہ اس
سے حسد کرنا اور نہ نفرت کرنا ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔

على اخي ووصي ووزيري وخليفتي
يقضي ديني وينجز وعدي يا بني
هاشم يا بني عميد المطلب لا تبغضوا
عليًا ولا تخافوا عن امره فقتلوا
ولا تحسدوه ولا تغيبوا عنه فتكفروا -

پھر فرمایا:

یا علی! اب مجھے سلا دے۔ میں نے سلا دیا۔ پھر فرمایا میرے حسین کہاں ہیں؟ دونوں شہزادے آگے بڑھے
آپ نے دونوں کو اپنے سینہ سے لگایا۔ اور کافی دیر تک سینہ سے لگائے رہے۔ حتیٰ کہ میں سمجھا کہ میں آپ کو

تکلیف نہ ہو رہی ہو۔ میں اٹھا تا کہ دونوں کو اٹھاؤں۔

آپ نے فرمایا:

یا علی! انہیں یونہی رہنے دیں۔ میری خوشبو حاصل کر لیں۔ میں ان سے خوشبو حاصل کر لوں یہ مجھے سیر ہو کر مل لیں۔ میں انہیں یونہی ہی بھر کے مل لوں۔ میرے بعد ان سے کیا ہو گا۔ اللہ ان کے ظالموں پر لعنت کرے۔

• ارشاد مقید کے مطابق دوسرے دن آپ کے مرض میں مزید اضافہ ہو گیا۔ حضرت علیؑ کسی وقت بھی آپ سے جدا نہ ہوتے تھے۔ آپ کسی ضروری کام کی خاطر باہر تشریف لے گئے۔ اس وقت آنحضرتؐ عالم غش میں تھے۔ آپ کو افاقہ ہوا تو ادھر ادھر دیکھا جب حضرت علیؑ نظر نہ آئے تو

ادعوا لی اخی وصاحبی۔ میرے بھائی اور ساتھی کو بلا دیجئے۔

یہ فرما کر آپ پھر غش کر گئے۔

حضرت عائشہ نے کہا۔

آپ حضرت ابو بکرؓ کو بلواتے ہیں۔ ابو بکرؓ کو بلایا گیا۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو سامنے دیکھ کر رخ انور دوسری طرف کر لیا۔ حضرت ابو بکرؓ دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ اگر مجھے بلایا ہوتا تو ضرور کچھ فرماتے۔ جب حضرت ابو بکرؓ چلے گئے۔ تو آپ نے پھر فرمایا:

ادعوا لی اخی وصاحبی

میرے بھائی اور ساتھی کو بلا لیتے۔

اب حفصہؓ نے کہا۔ حضرت عمرؓ کو بلا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کو بلایا گیا۔ آپ نے جب حضرت عمرؓ کو دیکھا تو ان سے منہ موڑ لیا۔ اب جناب ام سلمہؓ نے فرمایا:

کسی پر دم آخر اتنا ظلم اچھا نہیں ہوتا۔ جب انہوں نے ساری زندگی صرف اور صرف علیؑ کو بھائی کہا ہے۔ تو پھر کیوں کسی اور کو بلاتے ہو۔ علیؑ کو بلاؤ۔ چنانچہ حضرت علیؑ کو بلایا گیا۔ جب آپ اندر داخل ہوئے تو آپ نے اشارہ سے حضرت علیؑ کو اپنے قریب بلایا۔ حضرت علیؑ کا سر اپنے سینہ پر رکھا۔ اور کافی دیر تک سرگوشی فرماتے رہے۔ بعد میں حضرت علیؑ سے پوچھا گیا کہ دم آخر آپ سے کیا بات کی تھی؟

آپ نے فرمایا:

جو کچھ انہوں نے فرمایا۔ میں اس پر پوری طرح عمل کروں گا انشاء اللہ۔

پھر آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

یا علی! میرا سر آپی کو دین رکھ لے حکم خدا آگیا ہے۔ جب میں آخری سانس لوں۔ اپنا ہاتھ سامنے کر لیتا اور لے

اپنے چہرہ پر مسح کر لیتا۔ میرے دفن سے پہلے میرے جنازہ کو تھانہ چھوڑنا۔ جناب سیدہ روتی ہوئی قریب آئیں۔ آنحضرتؐ نے بی بی کے سر پر آہستہ سے ہاتھ رکھا۔ اپنی طرف جھکایا۔ کان میں سرگوشی کی جس سے بی بی کے

سبیل مبینہ پاکستان

کے بہتے ہوئے آنسو رک گئے۔

حضرت عائشہؓ نے بی بی سے پوچھا کہ آنحضرتؐ نے آپ سے کیا بات کی ہے؟

بی بی نے فرمایا:

کیا یہ ممکن ہے کہ میں راز رسولؐ کو بے نقاب کر دوں۔ جب وقت آئے گا تو بتا دوں گی۔

بعد از شہادت رسولؐ عائشہؓ نے پھر صراہ کیا۔ بی بی نے فرمایا: اب کوئی حرج نہیں ہے۔ جب میں بابا کے قصور

فراق سے زیادہ غمزدہ ہوئی۔ تو آپ نے مجھے فرمایا:

نہر از زیادہ غمزدہ نہ ہو میرے اہلبیتؑ میں سے سب سے پہلے تو میرے پاس آئے گی۔

اصول کافی میں امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے والد گرامی کے ذریعے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ

نبی اکرمؐ کی طرف سے حضرت علیؑ کو دو طرح سے وصیت کی گئی تھی۔

ایک وہ وصیت جو آپؐ نے حضرت علیؑ کو جناب عباس کے سامنے زبانی کی تھی۔ اور

دوسری وصیت تھی جو اللہ کی طرف سے تحریر شدہ نبی کریمؐ کو پیش کی گئی تھی۔ اس وقت رسولؐ اکرمؐ کے پاس

حضرت علیؑ اور جناب سیدہؓ کے علاوہ اور کوئی بھی موجود نہ تھا۔ اور وہ اسی طرح کہ جب آپ کا وقت قریب آیا۔

تو جبریلؑ نے آکر عرض کیا۔ اے حبیب خدا! اپنے مکرمہ کو تمام اغیار سے پاک کرو۔ میں اللہ کا آخری پیغام پہنچا دوں۔

رسول کریمؐ نے تمام کو فرمایا:

آپ یہاں سے چلے جائیں۔ جب سب جانے لگے۔ تو آپؐ نے حضرت علیؑ اور جناب سیدہؓ سے فرمایا:

آپ دونوں نہ جائیں۔ اس وقت جبریلؑ نے عرض کیا۔

يا محمد ربك يقولك السلام ويخصك

بالتحية والاكرام ويقول هدا كتاب ما كنت

عهدت اليك وشردت عليك وشهدت

به هدا مكنتي وكفى بي يا محمد شهيدا۔

یہ سن کر نبی کریمؐ لرز گئے۔ اور فرمایا:

يا جبريل ربني السلام ومنه السلام و

اليه يعود السلام صدق عزوجل و

برهات الكتاب۔

اے محمد! اللہ آپ کو سلام فرماتا ہے۔ اور ہر احترام سے

نوازتائے اور فرماتا ہے۔ یہ وہ تحریر ہے۔ جس کا میں نے

تجھ سے عہد لیا تھا۔ اور جس پر میرے تمام ملائکہ گواہ ہیں۔

اے محمد! ویسے گواہی کیلئے میں تنہا ہی کافی ہوں۔

اے جبریل! اللہ ہی سلام کہے۔ سلامتی اسی کی طرف سے

ہے اور وہی سلامتی کا منبع ہے۔ اللہ صادق اور بار

ہے۔ تحریر مجھے دے دیے۔

جبریلؑ نے وہ تحریر آپؐ کو دی اور عرض کیا۔ کہ حضرت علیؑ کے حوالہ کر دیں۔ تاکہ میری موجودگی میں علیؑ سے پڑھ کر

آپ کو سنائے۔

آنحضرتؐ نے وہ تحریر حضرت علیؑ کو دی۔ حضرت علیؑ نے حرف بحرف اسے پڑھا۔
نبی اکرمؐ نے فرمایا!

هذا عهد ربی تبارک و تعالیٰ الی و شرطه
علی و امانتہ و قد بلغت نصحت
و ادیت۔
حضرت علیؑ نے یوں گواہی دی۔

انا اشہد لك بابی انت و امی بالبلاغ
و النصیحة و التصدیق علی ما قلت و
یشہد لك بنہ سمعی و بصری
و لحنی و دہمی۔
میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں میں آپ کی تبلیغ
اور نصیحت کی گواہی دیتا ہوں۔ جو کچھ آپ نے فرمایا
ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں میرے کان۔ میری آنکھیں
میرا گوشہ اور میرا خون بھی اس کا گواہ ہے۔
بہر لے لے کہا۔ وانا لکما علی ذلک من الشاہدین میں بھی آپ دونوں کے لیے گواہوں میں سے
ہوں۔

پھر نبی کریمؐ نے فرمایا:

یا علی اخذت و ضیقت و عرفتہا
و ضمننت للہ و لیس الوفاء
و بما فیہا۔
اے علیؑ! کیا تو نے میری وصیت حاصل کر لی ہے؟
کیا تو نے اسے پہچان لیا ہے۔ کیا تو مجھے اور اللہ
کو یقین دلاتا ہے کہ جو کچھ اس میں ہے اسے پورا
کرے گا؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔

نعم یا بانی انت و امی علی
ضمانہا و علی اللہ عوفی و
توفیقی علی اوائہا۔
ہاں! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو۔ میں اسے
پورا کرنے کی ضمانت دیتا ہوں۔ اللہ سے مدد
مانگتا ہوں۔ اور توفیق تکمیل کا اللہ سے خواستگار
ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا:

یا علی انی ارید ان اشہد علیک
بموافاتی بہا یوم القیامۃ۔
حضرت علیؑ نے عرض کیا۔

یا علیؑ! میں چاہتا ہوں کہ اے نبھا نے کی میں قیامت
کے دن تیری گواہی دے سکوں۔

اشہد یا رسول اللہ -

نہی کوئیں نے فرمایا :

یا علی ان جبرائیل ومیکائیل فیما بینی و

بينك الآن وهما حاضران الملائكة

المقربون لاشهدهم عليك -

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔

نعم یشہد واوانا یابی انت وامی

اشهد هم -

وصیت کے اہم مندرجات پر غور۔

قبیلہ اب بے شک گواہی دیں۔

اے علی! میرے اور آپ کے مابین اس وقت جبریل

و میکائیل اور ان کے ساتھ ملائکہ مقربین موجود ہیں

ابہیں بھی اس وصیت کا لواہ بنانا ہوں۔

ہاں قبیلہ! آپ آہیں گواہ بنا لیں۔ ساور میں بھی انہیں
گواہ بناتا ہوں۔

مجان خدا سے محبت اور دشمنان خدا اور رسول سے

برائت۔ کیفیت، برائت یہ ہوگی کہ فضیلت، حق پر صیر

کرنا ہوگا۔ غصہ خمس پر صبر کرنا ہوگا۔

ہتھک ناموس پر خاموش رہنا ہوگا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔

قبلہ انشاء اللہ صبر کروں گا۔

موالاة من وال الله ورسوله و

البراءة والعداوة من عادى

الله ورسوله والبراءة منهم على

الصبر منك على كظم الغيظ على

ذهاب حقك وغصب خيسك و

انتهاك حرمتك فقال نعم يا رسول الله .

حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ مجھے خالق اکبر کی قسم ہے۔ میں نے جبریل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ وہ

نہی کوئین سے کہہ رہا تھا۔

اے حبیب خدا! علی کو کھلے لفظوں میں بتا دیجئے کہ

آپ کا سب احترام ختم ہو جائے گا۔ اور یہ احترام آپ کا نہیں ہوگا بلکہ اللہ اور رسولؐ کے احترام کا خاتمہ

ہموکا۔

پھر جبریل نے عرض کیا۔ اے حبیب خدا! اللہ کا حکم ہے کہ اس وصیت کے ان حصوں سے اپنی

بینی اور حسین کو بھی مطلع فرما دیجئے۔ حوالان سے متعلق ہیں۔

آنحضورؐ نے جناب سیدہؓ اور جناب حسینؑ کو آگاہ فرمایا، انہوں نے بھی اسے قبول کیا۔ پھر جبریلؑ نے

وصیت کو مہر کیا اور حضرت علیؑ کے سپرد کر دی۔

بحار میں عیسیٰ ابن مضر نے امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ

میں نے عرض کیا۔

قبلہ جب وصیت مکمل ہو گئی اور ملائکہ چلے گئے تو پھر کیا ہوا؟

آپ نے فرمایا:

بعد میں آپ نے جناب ام المومنین ام سلمہؓ سے فرمایا۔ دروازہ پر کھڑی ہو جا اور جب تک میں نہ کہوں کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ جناب ام سلمہؓ دروازہ پر کھڑی ہو گئیں۔ نبی اکرمؐ نے اپنی بیٹی کا سراپہ منہ پر رکھا۔ جناب زہراؓ کا دایاں ہاتھ پکڑا۔ حضرت علیؓ کے دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا۔

اے علیؓ! میری اور اللہ کی تیرے پاس امانت ہے میرے اور اللہ کے لیے اس کا تحفظ کرتا۔ اور مجھے یقین ہے تو ایسا کرے گا۔

یا علیؓ! بخدا! میری یہ بیٹی اولین و آخرین میں سے خواتین جنت کی سردار ہے۔

یا علیؓ! بخدا! میری یہ بیٹی مریمؑ کی بیٹی ہے۔

یا علیؓ! جس سے یہ راضی ہوگی میں۔ میرا اللہ اور ملائکہ اسی سے راضی ہونگے۔

یا علیؓ! اس پر ظلم کرنے والوں کے لیے دیل ہے۔

یا علیؓ! اس کا حق غضب کرنے والوں کے لیے دیل ہے۔

یا علیؓ! اس کی توہین کرنے والوں اس کا دروازہ جلانے والوں اور اس کے احباب کو اذیت دینے والوں کے لیے دیل ہے۔ اسے تکلیف پہنچانے والوں کے لیے دیل ہے۔

اے اللہ! میں ان سے پری ہوں اور وہ مجھ سے پری ہیں۔

يا علي هذه ودیعة الله ودیعه رسوله عندك فاحفظ الله و احفظني فيها وانك لفاعله۔

يا علي هذه والله سيدة نساء اهل الجنة من الاولين والآخرين

هذه والله مریم الکبریٰ یا علی فی راض

من رضیت عنه ابتغی فاطمة وكذلك الله وملائکته یا علی دیل لمن ظلمها

ودیل لمن ابتزها حقها وودیل لمن هتک حرمتها وودیل لمن

احرق یا بهما وودیل لمن اذی

خلیلها وودیل لمن شاقها

و بارزها۔

اللهم افرحهم بیری وهم منی

میرا۔

پھر آپ نے جناب حسینؑ اور جناب سیدہ کو لگے لگایا اور فرمایا:

اے اللہ! جو ان کا ہوگا۔ ان کے نقش قدم پر چلے گا۔

میری اس سے صلح ہے اور میں ضمانت دیتا ہوں۔

کہ وہ داخل جنت ہوں گے۔ جو ان سے عداوت

اللهم افرحهم بیری وهم منی

وزعیم بانهم یدخلون الجنة و

عدا ووحرب من عاداهم و

ظلمهم وتقدرهم او تاخر عنهم
وعن شيعتهم زعيم يا نهم
يدخلون النار كعداء الله بافاطمة
لا ارضى حتى ترضى ثم لا والله
لا ارضى حتى ترضى - ثم
لا والله لا ارضى حتى
ترضى -

رکھے گا۔ ان سے جنگ لڑے گا۔ ان پر ظلم کرے گا۔
ان سے آگے بڑھے گا۔ یا ان سے پیچھے ہٹے گا۔ یا
ان کے شیعہ پر ظلم کرے گا۔ میں اس کا دشمن ہوں۔ اور
میں ضمانت دیتا ہوں۔ وہ داخل جہنم ہوگا۔ اے زہرا!
بجدا میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا۔ جب تک
تو راضی نہ ہوگی۔ بجدا اے زہرا! میں اس وقت تک
راضی نہ ہوں گا۔ جب تک تو راضی نہ ہوگی

عیسیٰ کہتا ہے میں نے عرض کیا۔ قبلہ لوگ تو کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا؟
آپ نے فرمایا!

عیسیٰ تو واحد وہ بندہ ہے جو ہر بات پوچھتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ کیا کروں۔ دین مجبور کرتا ہے کہ پوچھوں۔ اگر آپ سے نہ پوچھوں تو پھر وہ کون ہے جو۔
مجھے ان حقائق سے مطلع کرے گا۔

آپ نے فرمایا!

ایسی بات نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آپ کے مرض میں اضافہ ہوا تو آپ نے حضرت علیؓ کو
بلا لیا۔ اپنا سر آغوش علیؓ میں رکھا آپ کو غش آگیا۔ اسی اثنا میں اذان ہوئی۔
حضرت عائشہؓ نے باہر نکل کر حضرت عمرؓ سے کہا۔ نماز تو پڑھا۔
حضرت عمرؓ نے کہا:

تیرا باپ زیادہ مناسب رہے گا۔

حضرت عائشہؓ نے کہا۔ بات آپ کی درست ہے۔ لیکن میرا باپ کمزور ہے۔ ممکن ہے۔ نہ برداشت کرنے والوں
سے کوئی دست درازی کرے۔ لہذا تو ہی نماز پڑھا۔
حضرت عمرؓ نے کہا:

نماز تیرا باپ ہی پڑھائے گا۔ اور ایسے افراد کا میں خود انتظام کر لوں گا۔ نبیؐ خود تو غش میں ہیں۔ اور دوسرا
آدمی اسی میں مصروف ہے۔ مجھے امید ہے کہ اب انھیں غش سے آفاقہ نہیں آئے گا۔ اور دوسرا آدمی اسے تنہا
نہیں چھوڑے گا۔ لہذا باپ کو جلدی بھیج تاکہ وہ غش کے آفاقہ سے پہلے پہلے مصلیٰ سنبھالے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ
آفاقہ کے بعد پھر وہ علیؓ سے نماز پڑھانے کا کہدے۔

حضرت عائشہؓ نے کہا۔ یہی شطرہ تو مجھے بھی ہے۔ میں رات ان دونوں کی سرگوشیاں سنتی رہی ہوں۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نماز

وَالْيَاقُصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْيَاقُصْرُ ثَرْثُثٌ وَالْيَاقُصْرُ ثَرْثُثٌ

وَالْيَاصْبِرْ صِرَاسًا وَّالْيَاصْبِرْ صِرَاسًا وَّالْيَاصْبِرْ صِرَاسًا

کی خاطر مسند رسول پر آئے۔ نمازیوں نے انکار کر دیا۔ لیکن نماز میں شہور کر دیا گیا۔ کہ خود نبی کریمؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔

ابھی تک حضرت ابو بکرؓ نے تکبیر نہیں کہی تھی کہ آنحضورؐ کو افاقہ آگیا۔ آپؐ نے فرمایا عباسؓ کو بلاؤ۔ جب جناب عباسؓ آئے تو آپؐ نے فرمایا۔ مسجد میں لے جانے کی خاطر علیؓ سے تعاون کرو۔ آپؐ نے ایک ہاتھ جناب عباسؓ کے کندھے پر اور دوسرا جناب امیرؓ کے کندھے پر رکھا اور بڑی مشکل سے مسجد تک تشریف لائے۔

آپ نے حضرت ابو جحیفہؓ کو بھی مٹایا نماز پڑھائی پھر فرمایا مجھے منبر پر بٹھاؤ۔ منبر پر بٹھایا گیا۔ یہ آخری موقع ہے کہ آپ منبر پر بیٹھے اس کے بعد منبر ہمیشہ ترستار ہوا۔ آپ پھر منبر پر تشریف نہ لاسکے۔

جب اہل مدینہ نے سنا کہ آپ خطبہ دے رہے ہیں۔ مہاجرین و انصار میں سے کوئی گھرایسا نہ تھا۔ جس کے بچے جوان۔ بوڑھے۔ بیمار اور عورت و مرد مسجد میں نہ آگئے ہوں۔ آپ نے خطبہ دیا۔ اور فرمایا

یو بھی اس دن اور اس وقت خواہ وہ جن میں یا انسان میری
بات سن رہے ہیں۔ ہر موجود غیر موجود کو میرا آج کا پیغام
پہنچا دے۔

یہی تم میں کتاب خدا جس میں نور ہے۔ ہدایت ہے
اور بیان ہے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اللہ نے اس میں
کوئی کجی نہیں کی۔

میری طرف سے تم پر جھٹ ہے۔ اور دوسرا تم میں
علم اکبر۔ علم دین اور نور ہدایت پھوڑ رہا ہوں۔ یہ علیؑ
ابن ابی طالبؑ ہے جو میرا دھی ہے۔ یہ حیل اللہ ہے
اس سے منسک بکڑو۔

اسی سے جدا نہ ہونا اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو۔
جب تم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے
اس نے تمہارے دلوں میں باہمی محبت پیدا کی اور
تمہیں ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔

لوگو! یہ علی ابن ابی طالب آج بھی مخزن الہی ہے
اور کل بھی مخزن الہی ہوگا۔ جس نے آج علی سے محبت
کی اس نے اللہ سے اپنا کیا گیا وعدہ پورا کیا اور

من حضرق في يومى هذا وفى
ساعتى هذه من الجن والانس
فليبلغ شاهد هم الغائب
الا قد خلفت فيكم كتاب الله فيه
النور النور والهدى والبيان
ما فرط الله فيه من شئ حجة
لى عليكم وخلفت فيكم العلم
الاكبر علم الدين ونور الهدى
وصى على ابن ابي طالب الاله
حبلى الله فاعتصموا به جميعاً
ولا تفرقوا عنه واذكروا نعمة
الله عليكم اذ كنتم اعداء قالن
بين قلوبكم فاصحىتم بنعمة اخوانا
ايها الناس هذا على ابن ابي طالب
كنز الله اليوم وبعد اليوم من اجه
وتولاة اليوم فقد اوفى بما عاهد
عليه الله وادى ما وحب عليه

حق بندگی ادا کر دیا۔

جس نے آج علیؑ سے عداوت کی یا آج کے بعد
عداوت کی وہ قیامت میں اندھا اور بہرہ مند ہو گا۔
اللہ کے بارگاہ میں اس کا کوئی عند قابل قبول نہ ہو گا
لوگو! کل یوم محشر میرے پاس اس طرح نہ آنا کہ تم دنیاوی
مال و دولت سے لائے ہو اور میرے اہمیت پر لگنہ
حال خانہ بدر۔ مجبور اور مظلوم آئیں۔ ان کا خون
تمہارے قدموں سے ٹپک رہا ہو۔ یاد رکھو مگر ابھی کی
بیعت اور جہالت کا شور کی سودمند نہیں ہونا یقین
کرو۔ خلافت کے لیے اہل ہیں جو آیات خدا ہیں۔
اللہ نے اپنی کتاب میں ان کی علامات بتادی
ہیں۔ میں نے تمہیں ان کا تعارف کرا دیا ہے تمہیں
پیغام خالق پہنچا دیا ہے۔ جو کچھ مجھے دیکر تمہاری طرف
بھیجا گیا تھا۔ وہ تمہیں پہنچا دیا ہے۔ لیکن میں دیکھ رہا
ہوں تم ابھی تک جاہل رہے ہو۔ خیال رکھنا میرے
بعد کافر بن جانا۔ جہالت میں ڈوب کر کتاب
خدا کی تاویلیں نہ گھڑ لینا۔ میری سنت کو اپنی خواہشات
کے مطابق نہ ڈھالنا۔ کیونکہ ہر حدیث۔ ہر حادثہ۔ اور
ہر وہ کلام جو خلافت قرآن ہو گا۔ وہ باطل اور مردود ہو
گا۔ قرآن امام ہدایت ہے۔ لیکن قرآن کو قائد کی ضرورت
ہے۔ جو قرآن کی ہدایت دے۔ اور قرآن کی طرف
دعوت دے اور وہ دعوت دانش اور موعظہ حسنہ سے
ہو۔ میرے بعد جو میرا غلیف ہے۔

وہی دلی قرآن ہے۔ میرا دل قرآن وہی ہے۔ جو میرے
علم، میری دانش اور میرے رازوں کا وارث ہے۔
جو مجھ سے پہلے انبیاء کے علوم کا حامل ہے۔

ومن عادة اليوم وما بعد اليوم
جاء يوم القيامة اعلى واصم
لا حجة له عند الله ايها الناس
لاقاتوني غدا بالدنيا تزفونها
زفا ويا قى اهليتي شعشا عبدا
مقهورين مظلومين تسيل دماهم
امامكم وبيعات الضلالة
الشورى للجهالة الاوان
هذا الامر له اصحاب
وزيات قد سماهم الله في
كتابه وعرفتكم وبلغتكم ما
ارسلت به اليكم ولكنى اريكهم
قوماً تجهلون لا ترجعون بعدى
كفار اصردين فساد لينى
لكتاب على غير معرفة
ويتدعون السنة بالهوى
لان كل سنة وحدث
وكلام خالف القرآن
فهورد وباطل القرآن
امام هدى ولا قائد يهدى
اليه ويدعوا اليه بالحكمة
والموعظة الحسنة ولى الامر
بعدى وليه ووارث علمى
وحكمتى وسرى وعلايتى
وما ورثه النبيون لها قبلنى
وانا وارث وصورث فلا

يَكُنْ بَنُكُمْ اَنْفُسُكُمْ اِيْهَا النَّاسُ
اَللّٰهُ فِيْ اَهْلِيْئِيْ فَاتَهُمْ
اَرْكَاتِ الدِّيْنِ وَمَصَابِيْحِ
الظُّلَمِ وَمَعْدَنَ الْعِلْمِ عَلٰى
اَسْحٰى وَوَارِثِيْ وَوَزِيْرِيْ وَ
اَمِيْنِيْ وَالْقَاسِمِ بِاَمْرِيْ وَ
المَوْفِيْ بِعَهْدِيْ عَلٰى سُنَّتِيْ
اَوَّلِ النَّاسِ بِيْ اِيْمَانًا وَاٰخِرُهُمْ
عَهْدًا اَعْنَدَ الْمَوْتَ وَاَوْسَطُهُمْ
لِيْ لِقَاءِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَيَسْبِلُغْ
شَاهِدُكُمْ غَاثُكُمْ اَلَا وَمَنْ
اَمَّ قَوْمًا اِمَامَةً عَمِيًّا وَفِي الْاِمَامَةِ
مَنْ هُوَ اَعْلَمُ مِنْهُ فَقَدْ كَفَرَ
اِيْهَا النَّاسُ وَمَنْ كَانَتْ
لَهُ عِدَّةٌ فَلْيَاثِرْ فِيْهَا
عَلٰى ابْنِ اَبِيْطَالِبٍ فَاتَهُ
ضَامِنٌ لِّذَلِكَ كُلِّهِ حَتّٰى لَا
يَبْقٰى لِاَحَدٍ عَلٰى تَبِعِهِ -

یاد رکھو میں اپنے باپ کا وارث تھا اور میرے بھی وارث
ہوں گے۔ تمہاری خواہشات تمہیں دھوکا میں نہ ڈالیں
اے لوگو! میرے اہلبیت کے سلسلہ میں خوف خدا
کرناریہ دین کا رکن تباریکی میں چراغ اور علم کی کان ہیں
علی میرا بھائی ہے۔ میرا وارث ہے۔ میرا وزیر ہے
میرا امین ہے میرا خلیفہ ہے۔ میرے وعدے پھیلنے
والا ہے۔ میری سنت پر قائم ہے۔ سب سے پہلے
اسی نے اعلان اسلام کیا تھا۔ سب سے آخر میں
یہی میرے ساتھ رہے گا۔ قیامت میں میری ملاقات
کرنے والوں میں اوسط ہوگا۔
تمہارے موجود غائبین کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں۔
یاد رکھو! جو امت میں اعظم ہوتے ہوئے جو شخص امانت
نما کرے گا وہ کانٹا ہے۔ لوگو! جس شخص نے مجھ سے
کوئی قصاص لیتا ہو وہ آٹے میں موجود دہوں لے لے۔
اور اگر کسی کی میرے پاس کوئی امانت ہو تو وہ میرے
بعد علی ابن ابی طالب کے پاس آئے۔
وہ میری تمام امانتوں کا ایسا ضامن ہے کہ میرے
ذمہ کسی کا کچھ باقی نہ رکھے گا۔

اس کے بعد آپ کو منبر سے اتارا گیا۔ آپ اپنے حجرہ میں تشریف لائے۔
حضرت علی سے مروی ہے کہ آپ نے مجھے کا نوردیا اور فرمایا۔ یا علی! اسے چار حصوں میں تقسیم کر دے۔
ایک حصہ میرا ہے۔ ایک اپنے لیے ایک زہرا کے لیے اور ایک حق کے لیے۔
امام حسین نے عرض کیا۔ نانا جان! میرا حصہ۔ آپ نے روکے فرمایا۔ اب تجھے باپ بتائے گا۔ مجھ سے نہ
پوچھو۔ حضرت علی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کو دفن کہاں کیا جائے؟
آپ نے فرمایا یا علی! یہی میرا گھر میرا دفن ہوگا۔



آپ کی شہادت

آپ کی کل عمر:

۶۳ برس :

۶ سال والدہ جناب آمنہ کے ساتھ۔

۸ سال دادا جناب عبدالطلب کے زیر سایہ

۶ سال چچا جناب ابوطالب کی زیر کفالت

۲۱ سال جناب ام المومنین خدیجہ کے ساتھ

۵۳ سال مکہ میں

۱۰ سال مدینہ میں

۲۸ صفر ۱۱ شہادت ولادت - ۱۷ ربیع الاول

بھار میں شیخ صدوق سے مروی ہے کہ عبداللہ ابن عباس نے ایک دن عرض کیا۔ قبلہ میں آپ سے ایک

بات پوچھنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

اگر تو چاہے تو بہ تو پوچھنا چاہتا ہے میں وہ بتا دوں؟

ابن عباس نے عرض کیا۔ قبلہ بتا دیں۔

آپ نے فرمایا۔ ترسٹھ برس۔

اکمال الدین بن شیخ صدوق نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی اکرم کی خدمت عرض کیا۔

آپ کو بعد از شہادت غسل کون دے گا؟

آپ نے فرمایا:

ہر نبی کو اس کا وصی غسل دیا کرتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ آپ کا مٹی کون ہے؟

آپ نے فرمایا:

میرا مٹی علی ابن ابی طالب ہے۔

میں نے کہا۔ آپ کے بعد علی کتنا عرصہ زندہ رہے گا؟

آپ نے فرمایا۔

تیس برس۔ مٹی کا مٹی یوشع ابن نون بھی مٹی کے بعد تیس برس زندہ رہا تھا۔ اور زوجہ موسیٰ صغیرا نے اس کے خلاف خروج کیا تھا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ نے میری انوار کو خطاب کر کے فرمایا ہے۔

لا تبوجن تبرج المجاہلیۃ الاولیٰ - تم بھی۔ پہلی۔ کی طرح جہالت میں بیرون خانہ نہ جانا۔

● امالی صدوق میں ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب عمار نے نبی کو نبی سے سوال کیا۔

قبلہ آپ کو غسل کون دے گا؟

آپ نے فرمایا۔ علی ابن ابی طالب۔

عمار نے عرض کیا۔ آپ پر نماز جنازہ کون پڑھے گا۔

آپ نے فرمایا:

اللہ۔ ملائکہ۔ اور میرے اہلبیت کے علاوہ جس کے نصیب میں ہوگا۔

پھر فرمایا: یا علی مجھے میری انہی دو چادروں میں کفن دینا۔

پھر فرمایا: بلال! جا ایک مرتبہ تمام لوگوں کو بلا لا

بلال نے لوگوں کو آپ کا پیغام دیا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے ایک طویل خطبہ دیا۔ جس میں اپنی تبلیغات

کے علاوہ اپنے اہلبیت کی وصیت کی۔ آخر میں فرمایا۔ اگر کسی کو مجھ سے قصاص لینا ہو تو حاضر ہوں۔

اس وقت سوادہ بن قیس نے اٹھ کر عرض کیا۔

قبلہ جب آپ طائف سے پلٹ رہے تھے۔ آپ اپنی خضباء ناقہ پر سوار تھے۔ آپ کے ہاتھ میں

آپ کا مشوق چابک تھا۔ آپ نے ناقہ کو مارنے کے ارادہ سے چابک بلند کیا۔ جو ناقہ کی بجائے میرے پیٹ پر لگا

اب مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے عدا ایسا کیا تھا۔ یا خطا ہو گیا تھا۔

آپ نے فرمایا:

میں عدا ایسا کرنے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

سوادہ نے کہا۔ اگر خطا برسی ہو تو میرا حق تو نبھنا ہے؟

آپ نے فرمایا:

جہاد الہیہ ان پست نمبر ۸-۶۱
۱۵
سکینہ

ہاں تیرا حق بنتا ہے۔ کہ جیسے تجھے چابک لگا تھا۔ مجھے مارے۔
سوادہ نے کہا۔

حضور اچانک آپ کے پاس ہے۔ وہی چابک منگوا بیٹے۔

آپ نے بلال سے فرمایا جا۔ زہر اُسے چابک لے کے آ۔
بلال نے اگر دق الباب کر کے چابک مانگا۔

بنی بنی نے حضرت علیؑ سے پوچھا۔ آج بابا چابک کس لئے مانگ رہے ہیں؟
آپ نے جواب دیا:

سوادہ ابن قیس نے قصاص کا مطالبہ کیا ہے۔

بنی بنی نے چابک دیا۔ اور رونے لگ گئیں۔

بلال جب چابک لے کے آیا۔ تو دیکھا تمام لوگ بے ساختہ رو رہے تھے۔

آپ نے چابک لیا اور سوادہ سے فرمایا: سوادہ آجا اور اپنا قصاص لے لے۔

سوادہ آپ کے قریب آیا۔ اور عرض کیا۔ قبلہ میرے پیٹ پر اس وقت کوئی کپڑا نہ تھا۔

آپ نے اپنے شکم مبارک سے قمیض ہٹایا۔ سوادہ نے چابک ہاتھ میں لیا۔ آگے بڑھا۔ اور عرض کی قبلہ اگر

اجازت دیں تو میں پہلے شکم مبارک کا بوسہ لے لوں؟

آپ نے فرمایا:

چوم لے۔ سوادہ نے بڑھ کر بوسہ لیا۔ چابک آپ کے دست مبارک پر رکھا۔ ہاتھ کا بوسہ لیا اور پیچھے ہٹنے لگا

آپ نے فرمایا:

بندہ خدا قصاص کا کیا بنے گا۔

سوادہ نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے اسی دن ہی معاف کر دیا تھا۔ اب تو صرف بوسہ لینے کی خاطر آپ کو تکلیف

دی ہے۔

آپ نے فرمایا:

سوادہ تو نے حبیب خدا کو معاف ہے۔ اللہ تجھے معاف فرمائے گا۔

اس کے بعد آپ حضرت علیؑ جناب عیاس کا سہارا لے کر اپنے جہر میں آئے۔ جناب ام المؤمنین ام سلمہؓ نے

آگے بڑھ کر سلام کیا۔

آپ نے جواب سلام دیا۔ اور فرمایا۔ ام سلمہؓ محمدؐ کی یہ آخری آواز سن لے۔ اس کے بعد کبھی آواز محمدؐ نہ سن پائے گی

میرا آخری سلام ہو۔

پھر جناب زہراؑ اور حنین کو بلا یا۔

ملک الموت نے اجازت مانگی۔

جناب زہراؑ تے پوچھا تو کون ہے؟

ملک الموت نے عرض کیا ہے۔ دور سے آیا ہوا مسافر ہوں۔ نبی اکرمؐ سے ملنا چاہتا ہوں۔

بی بی نے فرمایا۔ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ میرے بابا تکلیف میں ہیں۔

کچھ دیر بعد پھر ملک الموت نے دق الباب کیا۔ بی بی نے پھر وہی جواب دیا۔

تیسری مرتبہ ملک الموت نے پھر دوقالباب کیا۔ اتنے میں آنحضور کو خوش سے افاقہ آگیا تھا۔ بی بی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ آپ نے پوچھا۔ نہر کیا بات ہے؟

بی بی نے عرض کیا۔ بابا جان! ابھی تو آپ زندہ ہیں اور آپ کی امت بڑی بے دردی سے میرا دروازہ پیٹ رہی ہے۔

آپ نے روکے فرمایا:

زہراءؑ اس کو اجازت دے دے یہ ملک الموت ہے۔

ملک الموت اندر آیا۔ آپ نے فرمایا ملک الموت جبریل کا انتظار کر لے میں چاہتا ہوں دنیا میں ایک مرتبہ جبریل کی
 صدائے سلام سن لوں۔

اسے میں جبریلِ منوط لے کر آگیا۔ آپ نے وہ منوط لے کر حضرت عائشہؓ کو چار حصوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ اور اپنی جان ملک الموت کے سپرد کر دی۔

● بھائی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ جب آنحضرتؐ اس دار فانی سے رحلت فرما چکے اور حضرت علیؑ غسل میں مصروف ہوئے تو آپؐ نے دیکھا کہ جبریل تمام ملائکہ کے ہمراہ غسل میں آپؐ کا تعاون کر رہا ہے۔ اور کچھ ملائکہ نبی کوئین کا مزار تیار کر رہے ہیں۔ بخدا! ملائکہ کے سوا کسی نے مزار رسولؐ کھودنے کی خاطر مٹھی بھر مٹی بھی نہیں اٹھائی۔ حضرت علیؑ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

جب حضرت علیؓ رسولؐ عالمین کو قبر میں اتارنے کے لیے قبر میں اترے تو جبریلؑ آپ کے ساتھ اترے۔
حضرت علیؓ کی شہادت پر جہاب حسنینؑ نے ملائکہ کو قبر کھودتے دیکھا۔ ملائکہ کے ساتھ رسولؐ کو نبی بھی شامل
تھے۔

امام حسنؑ کی شہادت پر امام حسینؑ نے ملائکہ کے ساتھ نبی کریمؐ اور حضرت علیؑ کو دیکھا۔

امام حسینؑ کی شہادت پر امام سجادؑ نے سلطان کلمات حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کو ملائکہ کے ساتھ دیکھا۔

یہ سلسلہ ہر امام کی شہادت تک چلتا رہا اور بالآخر حضرت مجتبیٰ کی شہادت پر بھی اسی طرح ہوگا۔

اجتہاج میں علامہ طبرسی نے سلیم ابن قیس سے روایت نقل کی ہے کہ جناب سلمان نے مجھے بتایا ہے کہ جب حضرت علیؑ آنحضرتؐ کو غسل دے رہے تھے۔ میں آپ کے پاس آیا۔

چونکہ آپ نے وصیت فرمادی تھی کہ علیؑ کے سوا مجھے کوئی غسل نہ دے۔ اس لیے میں باہر ہی تکمیل غسل کا انتظار کرنے لگا۔ جب آپ غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو آپ نے مجھے۔ ابوذرؓ اور مقدادؓ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ حضرت علیؑ خود آگے بڑھے۔ ہم تین کے ساتھ جناب سینیں بھی صاف بستہ ہو گئے۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔ کچھ ازواج نبیؑ قریب ہی حجرہ میں تھیں۔ لیکن ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ملائکہ نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھی رکھی ہے۔ انہوں نے ہمیں جنازہ پڑھتے نہیں دیکھا۔ پھر حضرت علیؑ نے مہاجرین اور انصار کو دس دس کے گروہ میں اجازت جنازہ دی۔ چنانچہ سقیفہ بنی ساعدہ میں مصروف افراد کے علاوہ دیگر مہاجرین و انصار نے جنازہ کی سعادت حاصل کر لی۔

وفات کے بعد تین دن تک آپ کو بلا دفن رکھا گیا۔ تاکہ کسی کا عذر نہ رہے اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اہلبیت نے ہمیں جنازہ اور دفن میں شرکت کا موقعہ ہی نہیں دیا۔ یا ان رسول الہیوں دنوں میں سقیفہ بنی ساعدہ میں مصروف خلافت سازی رہے۔

سبب شہادت:

چونکہ مؤرخین کی اکثریت حزب اقتدار کے دستر خواں پر پلنے والی رہی ہے۔ اس لیے آپ کا سبب وفات خیر میں ملنے والی ذہر کو قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن حق بہر طور حق ہوتا ہے جو غیر شعوری طور پر اور بلا اختیار ایسی زبان سے بھی نکل جاتا ہے جس کے متعلق تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ خیر میں کھائی جانے والی ذہر کے متعلق سوچنا ہی دانشمندی نہیں ہے کیونکہ شہر میں خیر فتح ہوا ہے۔ اور مصرؓ میں شہادت حسن کائنات ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں ایسے کسی ذہر کا سراغ نہیں ملتا جو چار برس بعد میں خاموش رہنے کے بعد بھٹکتا بھٹکتا اٹھنے۔

اس سلسلہ میں امام بخاری نے۔ بخاری کی کتاب الدیات میں حق جو حضرات کے لیے کافی بنیاد فرام کی ہے۔ قاری محمد عادل اور قاری محمد فاضل کی ترجمہ شدہ بخاری جو تین جلدوں میں دستیاب ہے۔ کی تیسری جلد کتاب الدیات میں حدیث ۱۸۵۱ اور حدیث ۱۸۹۱ مع باب ما حظہ فرمایے۔ سبب شہادت رسولؐ اگر وہ مل ہو جاتی ہے۔ مترجم نے نظام مصطفیٰؐ زبان نوریہ سید الانبیاءؑ جلد اول حصہ دوم میں ذہر کے زیر عنوان ام المؤمنین عائشہؓ کی زبانی ان احادیث کو جمع کر کے تجزیہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ بہت کچھ مل جاتا ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

• کافی اور بصائر میں عاذ ابن عثمان نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا ہے۔ ۱۲۸ھ میں زنیق نمودار ہوں گے۔

میں نے عرض کیا قبلہ! آپ کو کیسے معلوم ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

اگر علم امت نہ بھی ہوتا تو بھی مصحف فاطمہؑ ہمارے لیے کافی تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ مصحف فاطمہؑ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

جب عمن کو نین کی رحلت ہوئی۔ تو دفتر رسولؐ اس قدر غمزہ ہوئیں کہ جس کا اندازہ ذات احدیت کے سوا کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ذات احدیت نے بی بی کی تسلی کے لیے ایک ملک مقرر فرمایا۔^۱

جو دفتر رسولؐ کے پاس روزانہ آگیا بی بی کو اکاں وایکون کے حالات بتاتا تھا۔ جب وہ ملک چلا جاتا تھا۔ تو بی بی حضرت علیؑ کو سنا دیا کرتی تھیں اور حضرت علیؑ اسے لکھ لیا کرتے تھے۔ یہ ہے مصحف فاطمہؑ۔

یوں نو سید الکونین کی شہادت کے بعد دفتر رسولؐ ڈھائی ماہ روزانہ مرثیہ خوانی کرتی رہیں۔ اگر تاریخ ان مرثیہ جات کو جمع کر لیتی تو آج دیوان جناب زہراؑ ہوتا۔ لیکن امت مسلمہ کی بد نصیبی کہ محسن انسانیت کی صف ماتم نہ بچائی اور نہ آج تک یہ احساس ہوا ہے۔ ہر قوم اپنے محسن کا یوم وفات یوم غم سے مناتی ہے۔ پوری دنیا نے انسانیت میں واحد یہ محسن انسانیت ہے۔ جس کا یوم غم امت مسلمہ میں صرف شیعہ اثنا عشریہ کے سوا کوئی بھی نہیں مناتا۔ بلکہ جس تاریخ کو یوم وفات کہا جاتا ہے۔ اسی تاریخ کو یوم ولادت کے عنوان سے عید منائی جاتی ہے۔ نہ صرف وہ دن یوم عید ہوتا ہے۔ بلکہ پورا ماہ ربیع الاول عید کے بطور منایا جاتا ہے۔ کاش یہودی اور عیسائی نہیں حقائق مذہب سمجھنے کی مہلت دیتے۔

دو مرثیے جناب زہراؑ کے مناقب کے حوالہ سے پیش کیے جاتے ہیں۔

اذا مات یوماً میت قل ذکرہ

کہ ارض پر جو بھی فوت ہوگا اس کی یاد چند دنوں سے

و ذکر ابی قد مات واللہ ازید

زیادہ نہ ہوگی۔

تذکرۃ لما فرق الموت ببیننا

بخدا میرے متوفی والد کی یاد روز افزوں ہوگی۔

تغزیت نفسی بالنبی محمد

جب موت نے ہمیں جدا کیا تو مجھے فراق نے ڈسنا

شروع کیا۔

لیکن مجھے یہ یاد کر کے اطمینان آ جاتا ہے۔ میرا باپ صرف

۱۲

۱۔ فقلت لها ان الممات سبيلنا

محمد نہیں نبی بھی تھا۔

ومن لم يمت في يوم مات في غد

(۱) میں نے اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ موت ہی تو ہم سب کا راستہ ہے۔

۲۔ ما ذا على من شتم تربة احمد

جو آن نہیں مرا وہ کل مر جائے گا۔

ان لا يشم مدني الزمان عواليها

(۲) جو شخص قبر احمد کی مٹی سونگھ لے اسے زندگی بھر نافرمانشک سونگھنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔

۳۔ صبت على مصائب لوا نهها

(۳) مجھ پر مصائب کے وہ پہاڑ ٹوٹے ہیں کہ اگر دونوں پر

صبت على الايام صرن لياليا

آجائے تو سیاہ راتوں میں بدل جائے۔

حضرت علیؑ نے آپ کو دفن کرنے کے بعد آپ

۴۔ آمن بعد تكفين النبي ودفند

(۴) کیا سرور و دو عالم کو ان کے کپڑوں میں دفن کرنے کے بعد

آسى على هالك ثوفا

بھی مجھے کسی مرنے والے پر غم آئے گا؟

۵۔ رزمنار رسول الله قينا خلق نرى

(۵) رسول کو نبی کی وفات کے سے جو مصیبت ہمیں

بذاك عديلا ما حيينا من الردى

دے گئی ہے۔ اس مصیبت جیسی اور کوئی مصیبت

۶۔ وكان لنا كالحصن من دون اهله

تا زندگی ہمیں نہیں آئے گی۔

له معقل حرز حرز من العدى

(۶) آپ ہم اہلیت کے لیے ایک قلعہ تھے۔ جو تمام دشمنوں کے سامنے حص حصین تھا۔

۷۔ وكنا بمرآة نرى النور والهدى

(۷) ہم ہر وقت آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے

صباحا مساء راحر قينا اواغدى

اور ہمیں صبح و شام جب بھی ہمارے درمیان تشریف

لائے تھے۔ نور اور ہدایت نظر آتی تھی۔

۸۔ لقد غشيتنا ظلمة بعد موته

(۸) آپ کی وفات نے ہماری دنیا تاریک کر دی ہے

نه راد فقد زادت على ظلمة الدجى

دن کو بھی تاریکی ہے جو تاریکی شب سے وہ چند ہے۔

لے ہر دل اور جگر کہنے والے سے بہتر ہستی!

۹۔ قينا خير من ضم الجوانح والحشا

(۹) اور اے خاک میں دفن ہونے والے اجسام سے افضل

وياخير جسم ضمه التراب والثرى

ترین جسم ایسا نظر آ رہا ہے کہ آپ کے بعد لوگوں کے

۱۰۔ كان امور النار بعد لك ضمنت

معاملات بحر تکالیم میں دوامتی کشتی کے سپرد ہو گئے ہیں۔

سيفنة موج حين في البحر قد سما

زمین اپنی تمام تر وسعت کے باوجود لوگوں کی آنکھوں

- ۱۱۔ وَخَاقِ قَضَاءِ الْأَرْضِ عَنْهُمْ بِرُحْبِهِ
لَفَقْدِ رَسُولِ اللَّهِ إِذْ قِيلَ قَدْ مَضَى
(۱۱) تین اس وقت تنگ ہو جائے گی جب کہا جائے گا۔
اگر رسول خدا رحلت فرمائے۔
- ۱۲۔ فَقَدْ نَزَلَتْ بِالْمُسْلِمِينَ مُصِيبَةٌ
كَصَدْعِ الصَّفَا لَا شَطْبَ فِي الصَّدْعِ فِي الصَّفَا
(۱۲) امت مسلمہ پر وہ مصیبت ٹوٹے گی۔ جیسے پٹان دو
لخت ہو جاتی ہے اور پھر شرکاف پر نہیں ہوتا۔
- ۱۳۔ فَلَنْ تَسْتَقْبِلَ النَّاسَ مَتَكَ مُصِيبَةٌ
وَمَنْ يَجِبُ الْعَظِيمُ الَّذِي مِنْهُمْ وَهَى
(۱۳) اس جیسی مصیبت تا قیامت لوگوں پر نہیں آئے گی۔
اور امت مسلمہ کی ٹوٹی ہوئی یہ ہڈی کبھی نہ جڑ سکے گی۔
- ۱۴۔ وَفِي كُلِّ وَقْتٍ لِلصَّلَاةِ يُصِيبُهُ
بَلَالٌ وَيُرْعُو بِاسْمِهِ كُلَّمَا بِاسْمِهِ دُعِيَ
(۱۴) اس مصیبت کو بلال ہر نماز کے وقت اور دگنا کرتا رہے گا۔
- ۱۵۔ وَيَطْلُبُ أَقْوَامَ مُوَارِيثَ هَيَاكٍ
وَفِينَا مُوَارِيثَ النَّبُوَّةِ وَالْهَدْيِ
(۱۵) کچھ لوگ متوفی کی مالی میراث پر قبضہ کرنے چلے ہیں
جب کہ نبوت اور ہدایت کا ترکہ ہمارے پاس ہے
- ۱۶۔ وَوَلِيَّ ابُوبَكْرٍ إِمَامَ صَلَوَاتِنَا
وَخَالَفَ أَهْلَ الشَّرِكِ أَحْمَدَ إِذْ قَضَى
(۱۶) آج ابوبکرؓ ہماری جماعت نماز کا امام بن گیا ہے۔
اہل شرک نے آپ کی وفات سے ہی مخالفت شروع کر دی ہے۔
- ۱۷۔ أَبَا إِلَّا أَنْ يَقُومَ مَقَامُ
وَحَافٍ بَانَ قَدْ يَبْلُغُ الْفُرْدَ الْعَنَا
(۱۷) اس نے آپ کے قائم مقام ہونے کے علاوہ ہر بات
سے انکار کر دیا ہے اسے ڈرتا تھا کہ ہماری مصیبت تباہ
اور بڑھ جائے گی۔





دُخْتَرِ رَسُولُ

حضرت فاطمة الزهراء سلام الله عليها





تاریخ ولادت

- اصول کافی میں امام باقرؑ سے منقول ہے کہ دختر پیغمبر کی ولادت اعلان نبوت کے پانچ برس بعد ہوئی ہے۔ اور وقت شہادت بی بی کی عمر اٹھارہ برس دو ماہ اور پندرہ دن تھی۔
- اصول کافی میں دوسری روایت بھی اسی طرح ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ۔ اعلان نبوت کے پانچ برس بعد اور معراج سے تین برس بعد ولادت ہوئی ہے۔ مکہ میں بابا کے ساتھ آٹھ برس گزارے۔ بعد از ہجرت مدینہ میں بابا کے زیر سایہ ایک برس رہیں۔ آپ کی شہادت کے وقت بی بی کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ بابا کے بعد دو ماہ اور بارہ دن زندہ رہیں۔
- اہلسنت مورخین بی بی کی ولادت اعلان نبوت سے پانچ برس قبل بتاتے ہیں۔

مولف :-

- علامہ مجلسیؒ نے بخلاء العیون میں روایت ادل کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ وہ آئمہ اہلبیتؑ سے منقول ہے
- امالی صدوق میں ہروی کے ذریعہ امام رضاؑ سے مروی ہے۔ آپ نے اپنے آباء کے سلسلہ سند سے نبی کو نبیؐ سے روایت کی ہے کہ۔
- شب معراج جب میں سیر جنت میں مصروف تھا۔ جبریلؑ نے مجھے باغ جنت سے ایک سیب دیا میں نے اسے کھا یا۔ وہی سیب نور فاطمہؑ تھا جو میری جبین میں چمکا۔ پھر جناب خدیجہؑ کے صدق کفایت میں منتقل ہوا۔ میری زہراؑ بیٹی حورائے آسیہ ہے۔ جب بھی میرا دل خوشنوائے جنت کا شائق ہوتا ہے۔ میں بیٹی کو سونگھ لیتا ہوں۔
- معانی الاخبار میں مدیر حیرانی نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے آباء اطہار کے ذریعہ فخر موجودات سے نقل کیا ہے کہ۔
- اللہ نے تخلیق ارض و سما سے قبل نور فاطمہؑ پیدا کیا تھا۔

ایک صحابی نے عرض کیا۔ قبلہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کی بیٹی نور انسان سے نہیں ہے؟
آپ نے فرمایا:

فاطمہ حورائے انبیہ ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ حورائے انبیہ کیسے ہوئی؟

آپ نے فرمایا:

اللہ نے نور فاطمہ کو تخلیق آدم سے قبل پیدا فرمایا۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ تخلیق آدم سے قبل نور فاطمہ کا قیام کہاں تھا؟

آپ نے فرمایا: زیر عرش۔

اس نے عرض کیا:

اے حبیب خدا! جناب فاطمہ کی غذا کیا تھی؟

آپ نے فرمایا:

تسبیح و تہلیل خالق۔

جب ذات احدیت نے حضرت آدم کو پیدا فرمایا۔ اور اسے میرے نور کا حاصل بنایا تو اللہ نے نور فاطمہ

کو جنت میں ایک سیب کی شکل دے دی۔ شب معراج جب میں جنت میں گیا تو جبریل نے وہ سیب لاکر مجھے دیا۔

میں نے جبریل سے سیب لے کر سینہ سے لگایا۔

جبریل نے عرض کیا۔ قبلہ حکم خالق ہے اسے تناول فرمائیں۔ یہ آسمانوں میں منصورہ اور زمین میں فاطمہ کا نور

ہے۔

میں نے جبریل سے پوچھا۔ ان دونوں کی وجہ کیا ہے؟

جبریل نے بتایا۔ کہ زمین میں اس لیے فاطمہ کہا جائے گا کہ یہ اپنے شیعوں کو آتش جہنم سے نجات کی سفارش

کریں گی۔ اور آسمانوں میں اس لیے منصورہ معروف ہے کہ قیامت کے دن اپنے دشمنوں کے خلاف

مقدمہ میں اسے بالخصوص نصرت خالق حاصل ہوگی۔

• علل الشرائع میں طاؤس یمانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دن آنحضور جناب زہرا

کی پیشانی چوم رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے دیکھ لیا۔ پوچھا۔

اے حبیب خدا! کیا آپ کو فاطمہ سے بہت زیادہ محبت ہے؟

آپ نے فرمایا:

وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ

وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ

وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ وَلِيَّ الْعَصْرِ ثَرْسُثٌ

عائشہ کاش تھے اس محبت کے وزن یا مقدار کا علم ہوتا جو مجھے فاطمہ سے ہے۔ جب شب معراج میں آسمان چہارم پر پہنچا تو جبریل نے اذان کی میکائیل نے اقامت کی جبریل نے عرض کیا۔ جماعت کرائی۔ تمام انبیاء و صف بستہ تھے۔ جب نماز ختم ہوئی تو تمام انبیاء سے مصافحہ ہوا۔ جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو ندائے قدرت آئی۔ اے محمد ابراہیم تیرا بہترین باپ اور علی تیرا بہترین بھائی ہے۔ عجائبات قدرت میں پہنچنے کے بعد جبریل مجھے جنت میں لے گیا وہاں جبریل نے مجھے ایک سید لاکر دیا جو کہیں سے زیادہ ملائم۔ مشک سے زیادہ خوشبودار اور شہد سے زیادہ شیرین تھا۔ میں نے وہ کھایا جبریل نے عرض کیا۔ اے حبیب خدا! یہ نور زہرا ہے جب واپس آیا تو اللہ نے اسے میری پیشانی سے خدیجہ کے صدف عفت میں منتقل کر دیا۔ میری یہ بیٹی جنت کا میوہ ہے۔ یہ نور ہے۔ یہ نور ہے۔ جب بھی جنت کے لیے میرا شوق بڑھتا ہے تو میں اپنی بیٹی کی خوشبو سو گھ لیتا ہوں۔

• بحار میں عیون المعجزات کے حوالہ سے جناب عمار سے مروی ہے کہ مجھے حضرت علیؑ تے سنایا ہے۔ آج میں دقتِ نبیؐ کے پاس گیا وہ مصلائے عبادت پر بیٹھی تھی۔ میری تعظیم کو اٹھیں اور کہا۔ یا علیؑ! آؤ میں آپ کو ماکان اور مایکون الی یوم القیامۃ تک کے حالات سناؤں۔ یہ سن کر میں قدرے حیران ہوا اور واپس ہٹا۔ نبی کو تین کی خدمت میں آیا۔ انہوں نے جب مجھے دیکھا۔ تو مسکرا کر فرمایا:

یا علیؑ! آج حیران نظر آرہے ہو۔ زہراؑ میرے نورِ نبوت ہی کا حصہ ہے۔ جو علم مجھے ہے وہ زہراؑ کو بھی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں حیران تو نہیں تھا۔ میں تو خوش ہو کر آیا تھا تاکہ آپ کو بھی اپنی خوشی میں شریک کروں۔ اور حمد خدا کروں۔

پھر میں واپس آیا۔ ابھی تک ام الحسینؑ مصلائے عبادت ہی پر بیٹھی تھیں مجھے دیکھ کر تعظیم کو اٹھیں اور مسکرا کے عرض کیا۔

یا علیؑ! کیا میرے بابا کو بتانے کے لئے کہ زہراؑ ماکان و مایکون کا علم جانتی ہے۔ اور میرے بابا نے آپ کو پہلے ہی سب کچھ بتا دیا ہے۔

یا علیؑ! اللہ نے جب میرے نور کو پیدا کیا تو وہ تسبیح خالق کرتا تھا۔ پھر میرے نور کو جنت میں ایک درخت سے بصورت پھل لگا دیا۔ جب بابا شب معراج جنت میں گئے تو جبریل نے وہ سید جو میرا ہی نور تھا۔ بابا کو دیا۔ انہوں نے تناول فرمایا۔ واپس آگئے تو اللہ نے میرے نور کو میرے بابا کی پیشانی سے میری ماں کے صدف عفت میں منتقل کر دیا۔ میں اس نور سے ہوں۔ میں ماکان و مایکون الی یوم القیامۃ تک سب

کچھ جانتی ہوں۔

• امانی صدوق میں مفصل سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ سے ولادت جناب سیدہ کے متعلق سوال کیا۔

آپ نے فرمایا:

جب جناب خدیجہؓ نے نبی عالمینؐ سے شادی کا فیصلہ فرمایا تھا۔ تو قریش کی تمام عورتوں نے یہ کہہ کر جناب خدیجہؓ کو اس شادی سے روکا تھا۔ کہ محمد ایک یتیم لڑکا ہے۔ اس کے پاس نہ مال ہے اور نہ دولت ہے۔ لیکن جناب خدیجہؓ نے ان کی یہ بات نہ مانی اور آپ سے شادی کر لی۔

چنانچہ قریش کی تمام عورتوں نے ایک تو اس وجہ سے جناب خدیجہؓ سے قطع تعلقی کر لی اور دوسری وجہ یہ بھی تھی آپ نے اعلان نبوت کیا ہوا تھا۔ تمام قریش آپ سے ناراض تھے۔ ان دنوں جناب خدیجہؓ کا یہ عالم تھا کہ بالکل یکہ و تنہا تھیں۔ مستورات قریش نہ تو خود آتی تھیں اور نہ کسی اور کو بی بی کے پاس آنے دیتی تھیں۔

جب نور ام السادات جناب خدیجہؓ کے صدفِ عفت میں منتقل ہو اتو تنہائی کے وقت جناب زہراؓ جناب خدیجہؓ سے باتیں کرتی تھیں۔ اور انہیں تلقین صبر فرماتی تھیں۔ بی بی نے کبھی نبی اکرمؐ سے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔

ایک دن آپ گھر تشریف لائے تو جناب خدیجہؓ مصروف گفتگو تھیں۔ آپ نے پوچھا۔

خدیجہ۔ کوئی نظر تو نہیں آ رہا۔ تم کس سے باتیں کر رہی ہو؟
جناب خدیجہؓ نے عرض کیا۔ قبلہ صدفِ عفت میں جو بچہ ہے یہ میری تنہائی کا مونہ ہے۔

آپ نے فرمایا:

خدیجہ یہ بچہ نہیں بچی ہے۔ میری نسل اسی سے ہوگی۔ اللہ نے اسے میری امت کے آئمہ کا امین قرار دیا ہے۔

جب جناب سیدہ کا وقت ولادت قریب آیا تو جناب خدیجہؓ نے خواتین قریش کو پیغام بھیجا لیکن تمام نے کسی قسم کے تعاون سے انکار کر دیا۔ بی بی پریشان بیٹھی تھیں چار مستورات سامنے آئیں۔ جناب خدیجہؓ انہیں دیکھ کر کچھ اور پریشان ہو گئیں۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔

اے زوجہ سیدہ الانبیاء آپ گھرائیں نہیں۔ ہم آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوئی ہیں۔ ہمیں اللہ نے بھیجا ہے۔ میں سارہ زوجہ خلیل ہوں۔ یہ اسیہ بنت مزاحم ہے۔ یہ مریمؑ مادر عیسیٰؑ ہے اور یہ کلثومؑ خاہر موسیٰؑ ہے۔ پھر کچھ کینز بنی آب سبیل جنت سے کپڑے اور خوشبوئیں لے کر آئیں۔

جب جناب زہراؑ کی ولادت ہوئی تو بی بی کی جبین مطہر سے ایک ایسا نور چمکا کہ تمام مکہ منور ہو گیا۔ ایک محدث نے اب سبیل سے غسل دیا۔ دوسری نے کپڑے پہنائے تیسری نے سرمد وغیرہ لگایا۔ پھر تمام مستورات نے بیک زبان کہا۔ السلام علیک یا ام الائمہ النجباء۔ بی بی نے جواب اسلام سے پہلے کیا۔

اشھد ان لا اله الا الله و ابی محمد رسول الله و بغلی علی سید الاوصیاء ولی الله و ولدی سادۃ الاسماء پھر جواب سلام دیا۔ اور ایک ایک بی بی کا نام لے کر سلام کیا۔

ان مستورات نے بی بی کو جناب خدیجہؑ کے سپرد کیا۔ جناب سیدہ ایک دن میں اس قدر نشوونما پاتی تھیں جس قدر عام بچے ایک ماہ میں پاتے ہیں۔

بحار میں جناب ام المومنین ام سلمہؑ سے منقول ہے کہ بعد از ہجرت جب سلطان انبیاءؑ نے مجھ سے عقد کیا اور میں آپ کے گھر آئی تو آپ نے مجھے اپنی بیٹی کے متعلق فرمایا۔ ام سلمہ میری زہراؑ کا خیال رکھا کرو۔ میں نے عرض کیا۔ قبلہ! مجھے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مجھے فاطمہؑ سے کچھ سیکھنا پڑے گا۔ عقل ادب۔ فہم فراست اور تمام کمالات میں زہراؑ بچتے ہی میں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔





اسماء القاب سیدہ

• امالی شیخ صدوق میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جناب فاطمہؑ کے اللہ کے ہاں نو نام ہیں۔

- ۱۔ فاطمہ -
- ۲۔ صدیقہ -
- ۳۔ مبارکہ -
- ۴۔ طاہرہ -
- ۵۔ زاکیہ -
- ۶۔ راضیہ -
- ۷۔ مرضیہ -
- ۸۔ محدثہ -
- ۹۔ بتول -

آپ نے فرمایا:

• سرور کونینؑ فرمایا کرتے تھے۔ لولا علی لما کان لفاطمۃ کفوا آدم ومن دونہ۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو میری زہرا کا کوئی بھی کھونہ نہ ہوتا۔

• امالی صدوق میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ ذاتِ احیاء نے جناب زہراؑ کو علم لدنی سے نوازنے کے علاوہ اوصافِ نسوانیہ سے بھی محفوظ رکھا۔

• امالی صدوق ہی میں امام باقرؑ سے منقول ہے کہ قلم کے معانی میں سے ایک معنی منقطع کرنا بھی ہوتا ہے چونکہ بی بی کی تمام لوگوں کی نبی کونینؑ کی میرات میں طبع منقطع ہو گئی تھی اس لیے بی بی کا نام فاطمہؑ رکھا گیا۔

• امالی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن ہر شیعہ سقیدہ جیسی ہوگا۔ جب ذاتِ احیاء کی طرف

سے گناہگاروں کو سزا دینے کا حکم ہوگا تو۔

بی بی عرض کرے گی۔ بارالہا! مجھ سے تیرا وعدہ ہے۔ کہ تو میری ذریت کے موالیوں کو آتش جہنم کے پہرہ نہیں کرے گا۔ میں جانتی ہوں تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

ذاتِ احدیت کی طرف سے نڈا آئے گی۔ زہراؑ کو کیا کہنا چاہتی ہے؟

بی بی عرض کرے گی بارالہا! میری ذریت کے محبوب کو سزا سنائی گئی ہے۔ میں انہیں آتش جہنم میں کیسے برداشت کر سکتی ہوں۔ دنیا میں ہماری محبت کی وجہ سے انہوں نے کانٹوں پر زندگی گزاری ہے اور آخرت میں بھی جلتے رہیں۔

ارشادِ قدرت ہوگا۔ شعیمانِ ذریت زہراؑ کو جنت میں لے جایا جائے۔

• امالی میں ابان ابن تغلب سے مروی ہے کہ میں نے ایک دن امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا قبلہ جناب فاطمہ کا نام زہراؑ کس مناسبت سے رکھا گیا تھا؟
آپ نے فرمایا:

ذاتِ احدیت کا مقصد یہ تھا کہ جناب فاطمہ کا پردہ محفوظ رہے۔ اور کوئی یہ نہ سوچ سکے کہ میری کینز کس رنگ میں ہوگی۔ چنانچہ جب بی بی نماز صبح کے لیے جائے نماز پر جلوہ گر ہوتی تھیں تو بی بی کی پیشانی سے سفید نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں۔ جس سے مدینہ کے درو دیوار سفید ہو جاتے تھے۔

جب ظہر کی نماز کی خاطر مصلائے عبادت پر تشریف فرما ہوتی تھیں تو بی بی جبین مبین سے زرد رنگ نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں۔ اور جب بی بی مغربین کی نماز کے لیے مصلیٰ پر بیٹھتی تھیں تو سرخ رنگ نور کی کرنیں اس طرح پھوٹتی تھیں کہ مدینہ کے درو دیوار سرخ ہو جاتے تھے۔

صحابہ نے آنحضورؐ سے اس کا سبب پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ وہ اوقات ہیں جن میں میری بیٹی عبادت خدا کی خاطر مصلائے عبادت پر بیٹھتی ہے۔ اور اس کی پیشانی سے نور کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔

• معانی الاخبار میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک صحابی نے نبی کو نبینؐ سے پوچھا۔ قبلہ! بتول کیا ہوتی ہے؟
آپ نے فرمایا:

التي لم تر حمرة قط۔ وہ عورت بتول کہلاتی ہے۔ جس نے کبھی سرخی نہ دیکھی ہو۔

• ارشادِ القلوب میں جناب سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ ایک بناب عباسؓ نے نبی کو نبینؐ سے سوال کیا۔

اے حبیبِ خدا!

جب ہم ایک ہی خاندان سے ہیں تو پھر علیؑ ہم سے کیوں افضل ہے؟

آپ نے فرمایا:

ظاہر تو ایسے ہی ہے۔ لیکن حقیقتہً ایسے نہیں ہے۔ (پھر آپ نے وہ حدیث نور سنائی۔ جو سابق ولادت سرور کو نبی میں پیش کی جا چکی ہے)

جناب زہرا کی کنیتیں!

مناقب کے مطابق بی بی کو حسب ذیل کنیتوں سے پکارا جاتا تھا۔

اُمّ الحسنؑ۔

اُمّ الحسینؑ۔

اُمّ الحسنؑ۔

امّ الائمۃؑ۔

ام ابیضا۔

جناب زہرا کے القاب:

الحسان۔

الحرق۔

السیدۃؑ

الغذراء

زہراؑ

حورائے انبیہ

مریم کبریٰؑ

اسمان میں بی بی کا نام۔ تورات سماویہ۔ اور۔ مانید ہے۔ صدیقہ کبریٰؑ۔





فضائل و مناقب جناب زہرا

● کشف الغمہ اور کتاب الامال کے مطابق سرور کونین سے مروی ہے کہ جب ذات احدیت نے جناب آدمؑ وحو کو خلق فرمایا۔ اور انہیں باغ میں سیر کی اجازت دی۔ تو جناب آدمؑ نے جناب حوا سے فرمایا۔ اللہ نے ہم سے زیادہ کسی کو حسین پیدا نہیں فرمایا ہوگا۔

ذاتِ احدیت نے جبریل سے فرمایا۔ جا کر آدم کو جنت الفردوس میں دیکھنے کو کہہ۔ جبریل آیا۔ جنابِ آدمؑ
وہاں کے سامنے سے عجائبات اٹھالیے گئے۔ جنابِ آدمؑ نے جنت میں ایک خاتون کو دیکھا جو جنت کی ناقہ
برسوار تھی۔ اس کے چہرہ سے پھوٹنے والے نور سے جنت روشن ہو رہی تھی۔ اس کے سر پر ایک تلج اور
دونوں کانوں میں آدیزے تھے۔

جناب آدمؑ نے پوچھا۔ جبریلؑ یہ خاتون کون ہے ؟
جبریلؑ نے بتایا : یہ آپ کی نسل سے سید الانبیاءؑ کی بیٹی زہراؑ ہے ۔
جناب آدمؑ نے پوچھا۔ سر پہ تاج اور کانوں میں آہرنے کیا ہیں ؟
جبریلؑ نے کہا۔ تاج اس کا شوہر ہے اور آہرنے اس کے بیٹے حسینؑ ہیں ۔
جناب آدمؑ نے پوچھا۔ کیا یہ ہم سے پہلے پیدا کئے گئے ہیں ؟
جبریلؑ نے کہا۔

• آدمؑ تجھے ان کی خاطر پیدا کیا گیا ہے۔ تیری تخلیق سے ہزاروں برس قبل سے یہ موجود ہیں۔
امالی بطوسی میں عائشہؓ سے منقول ہے کہ میں نے صورت میں سیرت میں سلطان الانبیاءؑ کے مشابہ
زہراؑ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (یہ روایت بخاری میں بھی متعدد مقامات پر موجود ہے)
امالی میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ تشریف فرما تھے جناب سیدہ جناب علیؑ

اور جناب حسینؑ آپ کے سامنے بیٹھے تھے۔ آپ نے دست و پا بند کر کے عرض کیا۔

بار الہا تجھے معلوم ہے یہی میرے اہلبیت ہیں۔ ان سے محبت کرنے والوں کو اپنا محبوب بنا۔ ان سے عداوت کرنے والوں کو بمنہ و نفی قرار دے۔ ان سے تناول کرنے والوں کی مدد فرما۔ ان سے ہر قسم کے جس کو دور رکھ۔ پھر فرمایا۔

یا علیؑ اتو میری امت کا امام اور میرا خلیفہ ہے۔ تو مومنین کو جنت لے جائے گا۔

میں چشم نبوت سے دیکھ رہا ہوں۔ قیامت میں میری زہراؑ جنت کی ناقہ پر سوار آرہی ہے۔ اس کے دایں بائیں آگے اور پیچھے ستر ستر ہزار ملائکہ ہیں۔ بارگاہ خالق میں عرض کرے گی۔ میرے اللہ! میرے بابا کی امت کی مومنات کو بخش دے۔ جو عورت بھی حبا اہلبیت ہوگی زہراؑ کی سفارش سے بخشی جائے گی بشرطیکہ شوہر کی اطاعت گزار ہو۔

فاطمہؑ سیدہ نساء عالمین ہے۔ جب عبادت کے لیے مصلائے عبادت میں کھڑی ہوتی ہے۔ تو ستر ہزار ملائکہ پکار کر کہتے ہیں۔ یا فاطمة ان الله اصطفاك وطهرک واصطفاك على نساء العالمین۔ پھر حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

یا علیؑ ان فاطمة بضعة منی وہی نور عینی و ثرة ثوادی یسوثنی ما ساءھا و یسرنی ما سرھا و انھا اول من یمحقن من اہلبیتی فاحسن الیہا بعدی۔

اے علیؑ! فاطمہ میرا پارہ ہے۔ میری آنکھوں کی بنیال ہے۔ میرا میوہ دل ہے۔ اسے غزوہ کرنے والی ہر بات سے مجھے دکھ ہوتا ہے۔ اور اسے خوشی دینی والی ہر بات سے میں خوش ہوتا ہوں۔ میرے اہلبیت سے سب سے پہلے فاطمہؑ مجھ سے آئے گی۔ میرے بعد اس کا خیال رکھتا۔

جہاں تک حسینؑ کا تعلق ہے یہ میرے بیٹے اور میری خوشبو میں یہ دونوں جو انان جنت کے سردار ہیں۔ انہیں اسی طرح رکھنا جس طرح اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتے ہو۔



حدیث اہل بیت

پھر فرمایا:

اے اللہ! میں تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ میں ان کے موالیوں سے محبت کرتا ہوں۔ اور ان کے دشمنوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ جو ان سے صلہ کرے گا میری اس سے صلہ ہے اور جو ان سے جنگ کرے گا میری اس سے جنگ ہے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ بسم اللہ۔

جب گھر تشریف لائے تو جناب سیدہ نے کھانا پچا جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کی طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا:

یا علیؑ۔ یہ کھانا ان پیسوں سے تو نہیں ہے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ وہ پیسے گھر آئے بھی نہیں تھے۔

آپؑ نے جناب سیدہؑ سے پوچھا۔ بیٹی یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟

بی بی نے عرض کیا۔ بابا جان۔ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔

آپؑ نے دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔ الحمد للہ الذی لہد یمتتی حتی اریخی ما احب۔

اس اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے دنیا سے اس وقت تک نہ اٹھایا جب تک میں نے وہ کچھ نہ دیکھ لیا جو میں چاہتا تھا۔

• بحار سے سابقہ معجزات سرور انبیاء میں سو حمار کی گویائی کا واقعہ گزر چکا ہے۔ اس کا تتمہ ملاحظہ فرمائیے۔

جب نبی سلیمؐ کا وہ شخص مسلمان ہو گیا۔ تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اسے قرآن کی چند ایک سورتیں پڑھا دو جب وہ قرآن کی چند سورتیں پڑھ بیٹھا تو آپؐ نے پوچھا۔ کیا کچھ مال بھی ہے؟

بدونے کہا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو مبعوث برسات کیا ہے۔ ہم نبی سلیمؐ چار ہزار نفوس پر مشتمل ہیں اور پورے قبیلہ میں مجھ سے زیادہ محتاج کوئی نہیں۔

آپؐ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ کون ہے جو اس بدو کو ناقہ پر سوار کر کے واپس اپنے قبیلہ میں بھیجے سدا بن عبادہ نے عرض کیا۔ قبلہ میری ناقہ حاضر ہے۔

آپؐ نے فرمایا:

قیامت میں اس ناقہ کے عوض جو ناقہ تجھے ہماری طرف سے ملے گی۔ اگر چاہے تو اس کا مقوڑا سا علیہ

تجھے بتا دوں؟

سبیل سکینہ

سعد نے عرض کیا۔ قبلہ ضرور فرمائے۔

حیدر علیؑ بان پونٹ نمبر ۸-۱۔

آپؐ نے فرمایا:

وہ ناقہ سونے کی ہوگی۔ اس کی ٹانگیں عنبر سے ہوں گی۔ اس کے بال زعفران سے ہوں گے۔ اس کی آنکھیں سرخ

یا قوت سے ہوں گی۔ اس کی گردن بجنز بجد سے ہوگی۔ اس کی گواہان کا فور سے ہوگی۔ اس کی شوڑی در سے

ہوگی۔ اس کی ہمار لولوٹے آبدار سے ہوگی۔ وہ چلنے کے بجائے اڑے گی۔ بشرطیکہ تیرا خاتمہ بالنجیر ہوا۔

آپؐ نے پھر صحابہ سے فرمایا۔ کون ہے جو اس عرب کے سر کو ڈھانپے؟

پھر آپ نے فرمایا: ہے کوئی جو اس عرب کو کھانا کھلائے۔

چنانچہ میں نے دق الباب کیا۔ جناب فضہؓ نے پوچھا کون ہے؟

میں نے عرب کا یورپ کا واقعہ سنا۔ اور عرض کیا۔ مسجد سے نکلا تو کھانے کی تلاش میں تھا۔ جب اور کس سے

پی پی نے فرمایا:

میں شمعوں کے باس گیا۔ جونہی اس دفتر رسول کی چادر کو دیکھا۔ نے ساختہ کہنے لگا۔

سُخدا! اسی کا نام زہد ہے۔ اسی کو تقویٰ کہتے ہیں۔ یہی کچھ ہمیں توراة موسیٰ میں ملتا ہے۔

لیا۔ پھر مجھے کھجور اور جو دیئے۔ میں کہے آیا۔ بی بی تمہاری روٹیاں پکانا میں۔ سب روٹیاں اور کھجور

فرمایا: نہیں چچا۔ یوحنا جس کے لیے لی ہے۔ وہ اسی کا حق ہے۔ اللہ ہمیں بھی دیے گا۔

فرمایا: نہیں چھا۔ جو چیز جس کے لیے لی ہے۔ وہ اسی کا حق ہے۔ اللہ نہیں بھی دیے گا۔

میں روٹیاں بے کے مسجد میں آیا۔ عرب کو دس۔

نبی اکرمؐ نے پوچھا۔ سبیاں کہاں سے لائے ہو؟

میں نے عرض کیا۔

قد لک ہی نو دروازہ ہے جہاں سے کچھ مل جاتا ہے۔ درزبہ اُن کے علاوہ اور کہاں سے ملتا ہے۔

ابھی تین روز سے لاکھ کھائے آئے تھے۔ فوراً اُٹھے۔ درزیہ کمر آئے حقوق اللہ اکبر۔

۱۰۰ - اور شاہ زہرا کی ہواک سے حالت دیکھ کر تو انہیں (ان کی ہواک) بھلا کر گئے۔ لہذا ان کی

[illegible]

فصل اول در بیان احوال و سیرت حضرت علی علیه السلام

تے دونوں شہزادوں کو جنگایا۔ ایک کو دائیں زانو پر دوسرے کو بائیں زانو پر بٹھایا۔ جناب سیدہ سامنے آکر بیٹھ گئیں۔ اتنے میں حضرت علیؑ بھی آگئے۔ وہ بھی سامنے بیٹھ گئے۔ آپ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا۔

الہی وسیدی ومولا ی۔ ھُوْ لاءِ اھلبیتی فاذهب عنہم الرجس وطہر ھم تطہیراً۔
جناب سیدہ انھیں حجرہ بمارت میں تشریف لے گئیں۔ مصلاتے عباوت پر بیٹھیں اور دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔ الہی وسیدی ومولا ی ھذا نبیک محمد وھذا اخو نبیک وھذا ان سبطای اتزل علینا مائدۃ من السماء۔

اے اللہ! تیرا نبی محمد ہے تیرے نبی کا بھائی ہے۔ اور میرے چھوٹے چھوٹے دو بچے ہیں یہیں دسترخوار سے نواز۔

ابھی تک دعا مکمل نہیں ہوئی تھی۔ کہ دسترخوار نازل ہوا۔ بی بی اٹھا کر لائیں تمام کے سامنے رکھا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا۔ زہرا گھر میں تو کچھ نہ تھا یہ کہاں سے آیا ہے؟

آنحضورؐ نے فرمایا: یا علیؑ! سوال نہ کر۔ اس اللہ کی حمد سے جس نے دفات سے قبل مجھے اپنے اہلبیت میں وہ کچھ دکھا دیا۔ جس کی میں خواہش کرتا تھا۔

نبی سلیم کا عرب جب کھانا کھا چکا تو ناقہ پر بیٹھ کر اپنے قبیلہ میں آیا اور بآواز بلند کہا۔

اے نبی سلیم! لا الہ الا اللہ کہو۔

یہ سننا تھا کہ تمام بوڑھے جوان نوازیں لے کر اٹھے اور کہنے لگے کہیں تجھ پر چاد تو تو نہیں چل گیا؟

اس نے کہا۔ کوئی جاو وغیرہ نہیں ہوا۔ یقین رکھو۔ محمد کا خدا ہمارے خداؤں سے بہتر ہے۔ اور خود محمدؐ

ہم سے بہتر ہے۔ میں بھوکھا تھا۔ اس نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیدل تھا اس نے سواری دی۔ میں برہنہ تھا۔ اس نے لباس دیا۔ پھر سو مار کا تمام واقفہ انہیں سنایا۔ پورے کا پورا قبیلہ کلمہ گو ہو گیا۔

● تفسیر قرآن میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن جناب جابر نے میرے والد کی خدمت میں عرض کیا کوئی ایسی فضیلت سنائیے۔ کہ جب میں آپ کے شیعوں کو سناؤں تو وہ خوش ہو جائیں۔

میرے والد نے فرمایا: میں نے اپنے آباء کے ذریعہ نبی کریمؐ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن تمام انبیاءؑ

کے لیے نوے کے منبر نصب کیے جائیں گے۔ میرا منبر ان تمام سے بلند ہوگا۔ حکم خالق سے میدانِ محشر میں

ایک فیض و بلیغ خطبہ دوں گا۔ اس کے بعد ادھیائے کے انبیاءؑ کے منبر لگائے جائیں گے۔ میرے وحی علیؑ ان

ابی طالب کا منبر تمام اولیاء کے درمیان اور بلند ہوگا۔ حکم خالق سے علیؑ ایسا فیض و بلیغ خطبہ دیں گے جس کی نظیر

نہ ہوگی۔ اس کے بعد اولیاء و انبیاء کے منبر لگائے جائیں گے۔ میرے نورائے چشم دونوں کے منبر اولاد انبیاءؑ

کے درمیان اور بلند ہوں گے۔ حکم باری سے باری باری دونوں بھائی لیے فیض و بلیغ خطبے دیں گے کہ اولاد

یقین رکھ۔ زہرا کا دیا ہوا ہار پہ تیری ہر ضرورت پوری کرے گا۔ جا اسے بازار میں فروخت کر دے اور سیر ہو کے کھا لے۔

بجانب عمار کے پاس کچھ رقم تھی۔ چنانچہ جناب عمار نے عرض کیا۔ قبیلہ اگر اجازت ہو تو میں خرید لوں؟
آپ نے فرمایا۔

عمار تجھے معلوم ہے۔ یہ فروخت کے لیے آیا ہے۔ بازار میں جا کر بھی فروخت ہوگا۔ اگر تجھ میں وسعت ہے تو خرید لے۔

جناب عمار نے مسافر سے پوچھا کتنے میں دے گا؟

مسافر نے کہا: مجھے پیٹ بھر کھانا۔ ایک لباس۔ اور ایک سواری چاہیے جس سے میں گھر پہنچ جاؤں۔

جناب عمار نے فرمایا۔ میں تجھے اس بار کے عزم دو سو دینارہ ایک مینی چادر۔ ایک جوڑا لباس۔ پیٹھ پر

کھانا اور ایک ناقہ دیتا ہوں۔ قبول ہے؟

مسافر نے کہا۔ بندہ خدا تو ایسے مال کے معاملہ میں بہت زیادہ سخی معلوم ہوتا ہے۔

جناب عباس نے مسافر کو ساتھ لیا۔ حسب وعدہ سب کچھ دیا۔ مسافر سیر ہو کر مسجد میں آیا۔

آنحضورؐ نے لوجھا۔ کسانٹ کھر کے کھالیا ہے،

مرافقہ شروع کیا۔ اور اسی وقت۔

کے لئے نہ تھا کیا لیا۔ ہاں سیدہ۔

اپنے پوچھا۔ کیا بیاں پہن لیا
 ہفت روزہ کا ۱۱/۱۱/۱۱

مسافر نے عرض کیا۔ ہاں قبلہ۔

اپنے فرمایا۔ لیا سواری اور دیوار

مہاجرے عرض کیا۔ قبلہ میں گئے ہیں۔
 پھر مسافر نے دست و عاقلینہ کر کے بارگاہ خالق میں عرض کیا۔ بارالہا! ہذا منتر رسول کو اتنا دے جتنا اپنی مخلوق
 میں سے کسی کو نہ دیا ہو۔

آنحضورؐ اور تمام صحابہؓ نے آمین کہی۔ مسافر چلا گیا۔

آب نے صحارہ سے فرمایا:

اللہ نے جو کچھ میری زیرِ اُکودے رکھا ہے اس سے زیادہ اور اسے کیا حل ہے، رحمتہ للعالمین

خاتون العزیزہ کا نام

اگر علمائے دین متفق نہ ہوں گے تو یہ کام کیا کرنا چاہیے؟

سلی امیراموسین رہا کا سوہر ہے۔ اسی نہ ہوا اور ہر کا کوئی طوطی ہوا۔

سوال کریں۔

تیرا رب کون ہے ؟ اور وہ کہے اللہ میرا رب ہے۔

تیرا نبی کون ہے ؟ اور وہ کہے کہ میرا باپ میرا نبی ہے۔

تیرا ولی کون ہے ؟ اور وہ کہے میری قبر کے کنارے میں میری وفات پر آنسو بہانے والا میرا شوہر میرا ولی ہے۔

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی۔ گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

جس نے قبر زہراؑ کی زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی۔

جس نے مزار علیؑ کی زیارت کی گویا اس نے قبر زہراؑ کی زیارت کی۔

جس نے حسنینؑ کے مزاروں کی زیارت کی گویا اس نے قبر علیؑ کی زیارت کی۔

جس نے ان کی فدیت کے مزاروں کی زیارت کی گویا اس نے قبر حسنینؑ کی زیارت کی۔

عمارؓ نے ہار کو ہاتھ میں لیا۔ مشک و عنبر سے معطر کیا۔ قیمتی چادر میں لپیٹا۔ اپنے ایک غلام کو دیا۔ اور کہا جا آنحضورؐ کو دے دے۔ اور میں تجھے بھی آنحضورؐ کی کوہبہ کرتا ہوں۔

غلام نے وہ ہار لاکر دیا۔ اور اپنا حال بھی سنایا۔

آپؐ نے فرمایا۔ جا میں تجھے زہراؑ کوہبہ کرتا ہوں۔ یہ چادر اور ہار بھی جا کر قلمہ کو دے دے۔

غلام دروازہ پر آیا۔ دق الباب کیا۔ جناب فضہؑ دروازہ پر آئیں۔ غلام نے ہار اور چادر پیش کی۔ اور اپنا حال بتایا۔ بی بی نے ہار لے لیا۔ چادر جناب فضہؑ کو دی۔ اور غلام کو آزاد کر دیا۔

آزاد ہونے کے بعد غلام مسکرایا۔ جناب فضہؑ نے پوچھا۔

کس بات پر مسکرا رہا ہے ؟

غلام نے کہا۔ اس ایک ہار کی برکت پر مسکرا رہا ہوں کہ۔

ایک بھوکے کو کھانے کھلایا۔ بوجھنے کو لباس دیا۔ محتاج کو دولت مند کیا۔ پیدل کو سواری دی اور غلام کو آزاد کرنے کے بعد اپنے اصل مالک کے پاس لوٹ آیا۔

خراج میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک دن میں گھر میں آیا تو میں نے دیکھا کہ دختر رسولؐ سو رہی ہے ہاتھ میں تسبیح ہے جو گھوم رہی ہے۔ سین گہوارہ میں سو رہا ہے۔ گہوارہ خود بخود بھل رہا ہے۔ اور چکی چل رہی ہے۔ میں واپس آیا۔ جی اکرمؑ کو بتایا۔ آپؐ مسکرائے اور فرمایا۔ یا علیؑ ! ان اللہ ملائکہ یخمدون آل محمدؐ۔

خراج ہی میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں ایک یہودی کی شادی تھی۔ یہودی ایک وفد کی صورت میں آنحضورؐ کے پاس آئے اور عرض کیا۔

قبلہ ہم کافر ہی لیکن آپ کے پڑوسی ہیں۔ ہماری کسی خوشی میں آپ کی بیٹی شامل نہیں ہوتی۔ آپ انہیں ہادی شادی میں تشریف لانے کی اجازت دیں تاکہ ہمارے لیے باعث فخر ہو۔

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ وہ واپس چلے گئے۔ آپ جناب سیدہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا: بیٹی پڑوسی یہودیوں کی خواہش ہے کہ تو ان کی شادی میں شریک ہو۔

بی بی نے عرض کیا: بابا جان! آپ کو معلوم ہے کہ یہودی مالدار ہیں۔ اور ہم نے مال دنیا کو ٹھکرایا ہوا ہے وہاں دولت کی نمائش ہوگی اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: بیٹی کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے اللہ کی مرضی ہو شرکت کر لینا۔

بی بی نے عرض کیا: سرورِ حشم بابا جان! آپ کا حکم ہے میں ضرور جاؤں گی۔

جب شادی کا وقت قریب ہوا۔ جنت سے کچھ حوریں جنت کے زیورات۔ لباس۔ اور خوشبوئیں لے کر حاضر ہو گئیں۔ حوروں نے جناب سیدہ کو لباس جنت پہنایا۔ خوشبوئیں لگائیں اور بی بی کو ساتھ لے کر شادی میں آئیں۔

جوں ہی بنتِ رسولؐ نے یہودیوں کے گھر قدم رکھا۔ خوشبوئے جنت لباس جنت اور زیورات جنت دیکھ کر تمام یہودی عورتیں بیساختہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر صلوات پڑھنے لگیں۔ ان کے سر نہ امت سے جھگ گئے۔ کئی یہودی خاندان بی بی کی یہ عظمت دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔



جناب فاطمہ کی شادی

- بحار الانوار اور امالی طوسی کے مطابق ۲۷ شوال ۳۸ھ کے بعد جناب فاطمہ کی شادی ہوئی۔
- شیخ صدوق نے عیون اخبار الرضا میں روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ مجھے رسول اکرمؐ نے بتایا تھا کہ یا علیؑ! یہ لوگ مجھ سے اس بات پر ناراض ہیں کہ میں نے فاطمہ کی شادی تجھ سے کر دی ہے اور ان سے نہیں کی میں نے انہیں بتایا ہے۔ فاطمہ کی شادی سے میرا کوئی تعلق نہیں یہ اللہ نے کی ہے۔ جبریلؑ نے مجھے اگر اللہ کا پیغام دیا ہے کہ۔ اگر میں علیؑ کو پیدا نہ کرتا تو آدمؑ تک فاطمہ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔
- کافی۔ امالی اور دیگر تمام کتب روایت میں علی ابن جعفرؑ نے امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ نبی کریمؐ تشریف فرما تھے۔ ایک ملک آیا۔ اور عرض کی۔ قبلہ! میرا نام محمود ہے اور میں نور کو نور سے ملانے آیا ہوں۔ آنحضرتؐ نے پوچھا۔ کس کو کس سے؟

محمود نے کہا۔ مجھے اللہ نے بھیجا ہے میں جناب فاطمہ کا علیؑ سے عقد بڑھ دوں۔
جب وہ ملک واپس ہوا تو آنحضرتؐ نے اس کے دونوں کندھوں کے درمیان دیکھا لکھا ہوا تھا۔ محمد رسول اللہ علی وصیہ آنحضرتؐ نے اسے واپس بلا کر پوچھا۔ یہ کب سے لکھا ہوا ہے؟
محمود نے عرض کیا۔ حضور! حضرت آدمؑ کی تخلیق سے بائیس ہزار برس پہلے سے لکھا ہوا ہے۔

- تفسیر فرات میں سورۃ احقاف میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نبی اکرمؐ کے پاس گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ علیؑ کیا شادی کرنے کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا۔

حضور! جیسے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی ہوگی۔ میں یہ سمجھا کہ شاید آپؐ کسی قریشی عورت سے بیاہنا چاہتے ہیں۔ بات ختم ہو گئی۔ کئی دن گزر گئے۔ ایک دن میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ کسی نے آکر کہا۔ یا علیؑ آپؐ کو رسول کو نبیؐ یاد فرما رہے ہیں۔ جتنا جلدی ہو سکتا ہے۔ تشریف لائیے۔ بتنے آج آپؐ خوش ہیں۔ اس سے پہلے ہم نے گھبی انہیں اتنا خوش نہیں دیکھا۔ خدا معلوم کیا بات ہے۔

میں جلدی سے آیا۔ آپؐ اپنے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ اور منتر آپؐ کے رخ انور سے چھلک رہی

تھی۔

مجھے دیکھتے ہی فرمایا: یا علی! مبارک ہو! اللہ نے مجھے بہت بڑی ذمہ داری سے عہدہ برا کر دیا ہے ایک عرصہ سے میں اس فکر میں تھا کہ تیری شادی فاطمہ سے کروں۔ لیکن حکم خالق کا انتظار تھا۔ آج جبریل یہ خبر لے کے آیا ہے کہ:

ذاتِ احدیث نے جنت کے ہر درخت کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے پھل بٹا کرے۔ حوروں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے کو آراستہ کریں۔ اور سورہ طہ۔ سورہ یسین۔ سورہ طسم۔ سورہ جمعتق اور سورہ کبیر کا تمام آسمان عرش و کرسی آج خوشی میں جھوم جائیں۔

پھر فریاد عرش سے ایک منادی نے ندا دی۔ آج علی ابن ابی طالب کی شادی ہے۔ میں تم سب کو گواہ کر رہا۔ ہوں کہ میں نے فاطمہ کو علی سے بیاہ دیا ہے۔

پھر اللہ نے ایک سفید بادل بھیجا۔ جس نے تمام آسمانوں پر عرش و کرسی اور ہر جنت میں موتی برسائے۔ پھر خالق اکبر نے راحیل کو خطبہ کا حکم دیا۔ راحیل نے یہ خطبہ پڑھا۔

الحمد لله الاول قبل اولية الاولين الباقى بعد فتاء العالمين محمد ءاذ جعلنا ملائكة روحا نبيين ويربو بيته مذنين وله على ما انعم علينا شاكرين حجبنا من الذنوب وسترنا من العيوب واسكننا في السموات وقربنا الى السراقات وحجب عنا نهم الشهوات وجعل شهرتنا في تقديسه وتسميحه الباسط رحمته الواهب لغمته جل عن الحاد اهل الارض من المشركين وتعالى بعظمته عن افك المحدثين اما بعد فقد اختار الملك الجبار صفوة كرمه وعبد عظمته لامة سيدرة النساء بنت خير النبيين وسيد المرسلين وامام المتقين قوصل جيله بجمل رجل من اهله صاحبه المصدق دعوته المبادى كلهمته على الوصول بقاطمة البنتول ابنة الرسول۔

پھر اللہ نے تمام مکاناتِ جنت و عرش کو حکم دیا کہ اس شادی پر ایک دوسرے کو مبارکباد دو۔ میں ان دونوں کو مبارکباد بھیج رہا ہوں۔ اے گروہِ انبیاء!

یقین رکھو! میں نے اپنی بارگاہ میں بعد الانبیاء اپنی محبوب ترین کنیز کی اپنے محبوب ترین عید سے شادی کی ہے۔

راحیل نے عرض کیا۔ بار الہا! آپ کی طرف سے کون سی برکت ہے؟

ذاتِ احدیث نے جواب دیا۔ میں ان دونوں کو اپنی محبت پر جمع کروں گا۔ ان دونوں کو قیامت تک اپنی محبت قرار دوں گا۔

مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں ان دونوں سے اپنی ایک ایسی مخلوق پیدا کروں گا۔ ایسی ذریت پیدا کروں گا جسے میں اپنی زمین کا مالک۔ اپنے علم کا خزن اور اپنی کتاب کے رکن قرار دوں گا۔ پھر انبیاء و مرسلین کے بعد میں انہی کو اپنی رضا اور غضب کا مرکز بناؤں گا۔

میں نے تمام ملائکہ اور اہل بیان جنت کو اس نکاح کا گواہ بنایا ہے۔ اور یہ نکاح بنو ریشم پر یکدم منع گواہی کے بغیر ہی کوئے کریم پر بھیج رہا ہوں تاکہ میرے حبیب کو دکھا کر واپس لائے اس نکاح نامہ کو جنت الفردوس میں رکھا جائے گا۔

پھر اللہ نے شجرہ طوبیٰ کو حکم دیا۔ اس نے پھول اور پھل نثار کئے ملائکہ اور عورتوں نے وہ چن کر ہار بنائے قیامت تک عویریں ان ہاروں پر فخر کرتی رہیں گی۔

مجھے جبریل نے بتایا ہے کہ ذات احدیت نے ان دونوں کو دو شہزادوں سے نوازا ہے۔ جو میری ذریت کے امین ہوں گے۔ انہی سے میری نسل چلے گی۔

یا علی! تجھے مبارک ہو اللہ نے تجھے ایسی نعمت سے نوازا ہے۔ جس سے آج تک اور کسی کو نہیں نوازا گیا۔

اللہ نے فاطمہ کا عقد عرش پر تجھ سے کر دیا ہے۔ میں اسی انتظار میں تھا۔ اب جہل مسجد میں تاک کہ جس طرح اللہ نے عرش پر تیرا نکاح پڑھا ہے۔ میں زمین پر تیرا نکاح پڑھا دوں۔ اللہ نے اہل سماء کو گواہ بنایا ہے۔ میں اہل ارض کو گواہ بنا دوں۔

میں مسجد میں آیا۔ صحابہ جمع تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا آج کیا بات ہے۔ خوش نظر آ رہے ہو؟ میں نے کہا۔ ابھی پتہ چل جائے گا۔ اتنے میں رسول اکرم داخل مسجد ہوئے۔

آپ نے فرمایا۔ ہلال!

ہلال نے عرض کیا۔ لبیک یا رسول اللہ!

آپ نے فرمایا: تمام مہاجرین و انصار کو مسجد میں بلاؤ

تمام مہاجرین و انصار مسجد میں جمع ہو گئے۔

آپ نے فرمایا:

آپ کو معلوم ہے کہ میری فاطمہ عمر کے اس مقام پر پہنچ گئی۔ جس پر بیٹی والدین سے جدا ہو جاتی ہے قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے خواہشکاری کی لیکن میں نے یہی جواب دیا کہ فاطمہ کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ میں اسی انتظار میں تھا۔

آج جبریل نے آکر بتایا ہے کہ اللہ نے میری بیٹی فاطمہ کا نکاح علی سے کر دیا ہے۔ اور مجھے حکم دیا

ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست **جناب فاطمہ کی شادی** ولی العصر ترست ولی العصر ترست ولی العصر ترست

ہے کہ میں زمین پر قائمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔ میں تمہیں اس نکاح کا گواہ بنا رہا ہوں۔ آپ بیٹھ گئے۔ اور مجھے فرمایا۔ یا علیؑ! اور اپنے نکاح کا خطبہ خود ہی پڑھ۔ میں نے مختصر یہ خطبہ پڑھا۔

الحمد لله شكرًا لا نعمة وإياها يه اشهد ان لا اله الا الله شهادة تبليقه وترضيه وصلى الله على محمد وآله صلوة تنزله وتخطيه والشاكر ما قد امر الله به ورضيه ومجلى استا هذا ما اقتضاه الله واذن فيه وقد زوجنى رسول الله ابنة فاطمة على صداق معلوم وقد رضيت بذلك فاستلوه واشهدوا تمام صحابه نے عرض کیا۔ قبلہ کیا آپ نے فاطمہ کا عقد علی سے کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس کے بعد مسجد میں مبارک مبارک کی آوازیں بلند ہو گئیں۔

• اہل طوسی کے مطابق مسجد میں نکاح کے بعد رسول اکرمؐ کو تشریف لائے۔ جناب زہراؑ کے پاس گئے اور فرمایا۔ بیٹی! علیؑ سے افضل کوئی فرد کائنات میں موجود نہ تھا تو اللہؑ تجھے اس سے بیاہتا۔ اللہؑ نے تجھے حتی مہر میں ارض و سما کا پانی پورے کرہ ارض کا چوتھا حصہ اور جنت عنایت کی ہے۔

آپ نے پوچھا۔ بیٹی کیا بات ہے؟ تو رو کیوں رہی ہے؟

بی بی نے عرض کیا۔ بابا! جان۔ مجھے اللہ اور آپ کے انتخاب پر فخر ہے۔ مجھے اس وقت ماں ٹوٹ کر یاد آ رہی ہے۔ کیونکہ بیٹی کی شادی میں ماں کا اپنا مقام ہوتا ہے۔ کاش میری ماں آج زندہ ہوتی۔
 یہ سن کر آنحضرتؐ کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے اور فرمایا۔ زہرا! بیٹی! تو نے میرے منزلِ زخم ہرے کر دیئے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور حضرت علیؑ سے فرمایا۔ یا علیؑ! ولیمہ کے لیے کیا ہے؟
 میں نے عرض کیا۔

حضور میرے حالات سے آپ واقف ہیں جو ملتا ہے کبھی گھر نہیں لایا۔ فقرا و مساکین میں بانٹ دیتا ہوں۔ میرے پاس اس وقت ایک تلوار ہے۔ ایک ذرہ ہے۔ ایک خوف ہے۔ ایک گھوڑا ہے۔ اور ایک پانی لانے والی ناقہ ہے۔

آپ نے فرمایا :

گھوڑا۔ تلوار۔ اور خود راہ خدا میں جہاد کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ البتہ تجھ جیسے مجاہد کو ذرہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ذرہ فروخت کر کے ولیمہ کا اہتمام کر۔

میں ذرہ سے کربا زار گیا۔ اسے فروخت کیا۔ جو قیمت ملی لاکر آنکھوں کی بھولی میں ڈال دی۔ نہ میں نے گئے تھے۔ نہ آپ نے گئے۔ نہ میں نے آپ کو بتایا کہ کتنے ہیں۔ اور نہ آپ نے پوچھا کہ کتنے ہیں
(دختر سبئی کا جہیز)

جناب عمار دوسرے صحابہ کو بے کمر بازار گیا۔ جو کچھ خرید کر لائے وہ یہ تھا۔

۱۔ ایک ہڑاکٹرے

۲۔ سیاہ خیری چادر۔ ایک عدد

۳۔ ایک چارپائی

۴۔ دو عدد گدے ایک گدا کھجور کے پتوں سے اور دوسرا

بھیر کی اون سے بھرا ہوا تھا۔

۵۔ چار عدد تکیے۔ جن میں کھوی بھری ہوئی تھیں۔

ایک باوقی چادر۔

۷۔ ایک عدد چٹائی۔

ایک عدد کی

۹۔ تانبے کا ایک پیتلا۔

۱۔ چمڑے کا ایک بڑا مشکیزہ جس میں پانی ذخیرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ لکڑی کا ایک پیالہ۔

۱۱۔ پانی بھر کر لانے کی ایک مشک۔

۱۲۱ ایک عدد لوٹا۔

۱۴۔ ایک عدد مشکا

۱۵۔ دو گھرے۔

اس سامان کو دیکھ کر رسول اکرمؐ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا ۔

اللہم بارک لقوم جل آیتہم الخزف - بارالہا۔ اس گھر میں برکت عطا فرما جس کے اکثر برتن مٹھے ہیں۔

بجاریں ہے کہ جبریلی جنت سے ایک لباس لے کر آئے تھے جب جناب فاطمہؑ نے زیب تن فرمایا تو تمام خواتین قریش حیرت زدہ رہ گئیں۔ اور انہوں نے جناب سیدہؑ سے پوچھا۔
جنت رسولؐ یہ لباس کہاں سے لایا ہے۔

بی بی نے فرمایا۔ ہذا من عند اللہ یہ اللہ کی عنایت ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو کھجور اور گھی خرید کر لانے کو فرمایا۔ آپؐ دونوں چیزیں لے کے آئے۔ آنحضرتؐ کے حوالہ کریں۔ آپؐ تے اپنے دستھائے مبارکہ سے دونوں کو ملا کر حلوہ بنایا۔ ایک دنبہ ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اور وٹیاں پکانے کا حکم بھی دیا۔ جب سالن پک چکا کھانا تیار ہو گیا۔ تو مجھے فرمایا:

جسے بلانا ہو۔ کھانے پر بلاؤ۔

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ میں مسجد میں گیا۔ بہت سے مسلمان موجود تھے۔ مجھے شرم آئی کہ میں کے بلاؤں اور کسے نہ بلاؤں۔ چنانچہ میں منبر اذان بواؤنچی جبکہ تھی پر کھڑا ہو گیا۔ اور تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا اؤ۔ دفتر رسول کا ولیمہ آپ کا منتظر ہے۔

بس پھر کیا تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں دوڑے اپنے بچوں۔ بھائیوں۔ اور بوڑھوں کو ساتھ لے کر آگئے۔ آنحضورؐ خود تقسیم فرمانے لگے۔ کم و بیش چار ہزار آدمی نے ولیمہ کھایا۔ پھر آپؐ نے اڑوس پڑوس

میں تقسیم کرنا شروع کیا۔

جب سب کھا چکے۔ آخر میں مجھے اپنے ساتھ بٹھالیا خود بھی تناول فرمایا اور میں نے بھی کھایا۔ پھر آپ نے نبات بعد الطلب۔ اور مہاجر والنصار عورتوں کو حکم دیا کہ۔ فاطمہ کو علی کے گھر لے جاؤ۔ بے شک تمہیں رجز خوانی۔ خوشی۔ بکیمیر اور۔ حمد الہی کی اجازت ہے۔ لیکن خیال رکھنا کسی عورت کی زبان سے ایسا کلمہ نہ بھلے جو ناراضگی خالق کا باعث ہو۔

• بابر سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے جناب فاطمہ کو اپنی ناقہ پر بٹھایا۔ جناب سلمان کے ہاتھ میں مہاروی ستر عروبی کے ارد گرد تھی۔ آنحضورؐ جناب حمزہ۔ جناب عقیل جناب جعفر اور بنی عبدالمطلب دائیں بائیں تھے۔ پیچھے ازواج نبی اور مہاجرین والنصار کی ستورات رجز خوانی کرتی ہوئی چلی رہی تھیں۔ جناب ام المؤمنین ام سلمہ کی رجز خوانی۔

لے پڑو سنوں اللہ کا نام لے کر بڑھی چلو۔

ہر حالت میں اللہ کا شکر یہ ادا کرتی چلو۔

خالق اکبر کی نعمات کا تذکرہ بھی نہ بھولو جو

اللہ نے مصائب و آلام دور کر کے ہم پر کی ہیں

کفر کے بعد اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے اور

اب سعادات نے ہمیں نعمات میں ڈبو دیا ہے

افضل خواتین کے ساتھ چلو۔ جس پر

پھوپھیاں اور خالائیں قربان ہونا چاہتی ہیں۔

لے اس نبی کو نبین کی دھڑکتے ہوئے اللہ ذوالعلیٰ نے

وحی اور نبوت سے شرف بخشا ہے

سرن بعون اللہ جبار اتی

واشکرہ فی کل حالات۔

واذکرن ما انعم رب العلی

من کشف مکروہ و افات

فقد هداانا بعد کفر و قد

انغشنا رب السماوات

سرن مع خیر النورای نساء

تقدی بعمات و حالات یا

بنت من فضلہ ذوالعلی بالوحی

منہ و بالرسالات۔

ایک انصاریہ عورت نے یہ رجز پڑھا۔

یا نسوة استرن بالمعاجر

واذکرن ما بحسن فی

المحاضر۔

واذکرن رب الناس اذ

یخضنا بدینہ مع کل عبد

شاکر۔

لے عورتو! آپنے پردے چادروں سے بناؤ اور

وہی کچھ کہو۔ جو ایسی محفلوں کے لیے باعث زینت ہوتا

ہے

اس خالق کائنات کا ذکر شکر گزار انسان

کے ساتھ مل کر کرو جس نے ہمیں بالخصوص اسلام سے

سرفراز فرمایا ہے۔

والحمد لله على افضاله و

الشكر لله العزيز القادر -

سرن بہا فاما الله اعطى ذکرہا

وخصہا منہ بطہر طاہر -

ایک مہاجر فاتون نے رجز پڑھا -

فاطمہ خیر نساء البشر

ومن لہا وجہ کوجہ القمر -

فضلک الله على ذالوسری

بفضل من خص بآی الزمر

ۛ

زوجک الله فتی فاضلا

اعنی علیا خیر من فی الحضر

فرن حاداتی بہا فانتہا

کریمۃ بنت عظیم الخطر -

سعد این مہاذکی ماں نے یہ رجز پڑھے -

اقول قولاً فیہ ما فیہ

واذکر الخیر وابدیہ محمد

خیر نبی آدم -

ما فیہ من کبر ولا تیہ

بفضله عرفنا وشدنا

فا لله بالخیر یحیی حازیہ و

نحن مع بنت نبی الہدی

ذی شرف قد مکنت فیہ -

فی ذرۃ شافحۃ اصلہا

فما ارى شیئاً یدانہ -

اللہ کے انعامات پر اس کی حمد ہے -

اور قادر و عزیز اللہ کا شکر ہے -

چلو اس کے ساتھ چلو جس کا ذکر اللہ نے فرمایا ہے اور

جسے اللہ نے پاک و پاکیزہ شوہر سے نوازا ہے -

فاطمہ تمام افراد بشر کی عورتوں سے افضل ہے -

فاطمہ کا رخ انور چاند کی طرح دمکتا ہے -

اللہ نے تجھے پوری دنیا پر فضیلت دی ہے -

اس شخص سے جو سورہ زمر کی آیات کا مخصوص مصدق

ہے -

اللہ نے تیری شادی ایک فاضل جوان سے کی ہے

یعنی علیؑ سے جو کرۂ ارض کے باسیوں سے افضل ہے

اے پڑوسنو! آگے بڑھو یہ ایک عظیم الشان

باپ کی عظیم بیٹی ہے -

میں تو وہی بات کہوں گی جو اس میں ہے -

اور اب تو میں اچھائی کو طشت از بام کروں گی

محمدؐ تمام نبی آدم سے افضل ہے -

ان میں نہ تکبر ہے اور نہ غرور

انہی کی نوازشات سے ہم نے دین کو پہچانا ہے -

اللہ انہیں جزائے خیر دے -

ہم نبی الہدیٰ کی دختر کے ساتھ -

چل رہی ہیں جو صاحب شرف و منزلت ہے -

فضائل کی اس بلند ترین چوٹی پر ہے جس کی بنیادیں

بھی بلند ہیں -

مجھے تو اس کا ہر نظر ہی نہیں آتا -

جب حضرت علیؑ کے گھر پہنچ گئے۔ تو آنحضرتؐ نے جناب فاطمہؑ کو ناقہ سے نیچے اتارا۔ جناب فاطمہؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ حضرت علیؑ کو بلایا۔ ان کا ہاتھ بھی اپنے میں ہاتھ لیا۔ پھر جناب فاطمہؑ کا ہاتھ حضرت علیؑ کے ہاتھ میں دے کر حضرت علیؑ سے فرمایا۔ یا علی نعم الزوجۃ۔ اے علی! بہترین بیوی ہے۔

پھر جناب فاطمہؑ سے فرمایا۔ یا فاطمة نعم البعل۔ اے فاطمہ! تیرا بہترین شوہر ہے۔

انی زوجتک اقد مہم سلماً و اکثرہم علماً و اعظمہم حلماً
یا بنتی ان اللہ اختار من اہل الارض رجلین احدہما البوک و الاخر یُعبدک
یا بنتی نعم الزوج زوجک لا تعصی لہ امرًا۔

پھر فرمایا۔ یا علی!

یا علی! ان فاطمہ بضعة منی
یومئذ ما یولمہا و یسرفی
ما یسرہا استودعکما اللہ
اے علی! فاطمہ میرا پارہ ہے۔ مجھے ہر ذہ بات غمزہ کرے
گی جس سے فاطمہ کو دکھ ہوگا۔ اور مجھے ہر اس بات
پر خوشی ہوگی۔ جس سے نہر آشوش ہوگی۔ میں تم دونوں
کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے۔ کہ تازنگی میں نے نہ تو کبھی دختر رسولؐ کو غمزہ کیا اور نہ کوئی دکھ دیا۔
بہار میں مروی ہے کہ جو حق مہر جناب فاطمہؑ کو حضرت علیؑ سے ملا تھا۔ وہ تھے چار سو اسی درہم (ایک درہم
تین مثقال کا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ۸۰ درہم ۳۷۸ = ۱۲ = ۱۲۰ تو لے : ۱۶ اسیرو چاندی بنتی ہے۔)

• امالی طوسی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ روایات حدیث نے حیات فاطمہؑ تک حضرت علیؑ کے لیے
کسی اور عورت سے نکاح کو حرام قرار دیا تھا۔



سیرت و اخلاق جناب فاطمہؑ

شیخ صدوق نے عیون اخبار الرضا میں اسحابت عیس سے روایت کی ہے کہ -

ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے کسی جنگ کے بعد اپنے حصہ سے ایک ہار جناب سیدہ کے لیے خریدا جناب سیدہ نے وہ ہار گلے میں پہن لیا۔ رسول اکرمؐ تشریف لائے اور بیٹی کے گلے میں ہار دیکھا تو فرمایا: یا فاطمہ لا یقول الناس ان بنت محمد تلبس لباس الجبابرة۔ کہ دختر رسولؐ جباروں جیسے زیورات پہنتی ہے۔

بی بی نے اسی وقت ہار اتارا۔ بازار میں بیجا۔ فروخت کیا۔ اس کے عوض ایک غلام خریدا اور اسے آزاد کر دیا۔ جب میری اکرم کو پتہ چلا۔ تو آپ بہت زیادہ خوش ہوئے۔

• عل الشرائع میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ - فاطمہ میری بیوی تھی۔ اور نبی اکرمؐ کی نگاہ میں محبوبہ کائنات تھی۔ مگر بایں ہمہ -

دختر رسولؐ نے اس قدر مکی پیسی کہ ہاتھوں پر زخم ہو جاتے تھے۔

گھر میں اس قدر بھاڑو دیا کہ لباس خبار آلود ہو جاتا تھا۔

کھانا پکانے کی خاطر اس قدر آگ جلائی کہ کپڑے دھوئیں سے زرد ہو جاتے۔

ایک دن میں نے کہا۔ اے بنت رسولؐ! اس قدر تکلیف اٹھاتی ہو۔ اگر اپنے بابا کی خدمت میں عرض

کر دو۔ کہ وہ آپ کو ایک کینئر رکھنے کی اجازت دے دیں تو سہولت ہو جائے گی۔

پہنانچہ دختر رسولؐ آنحضورؐ کے گھر گئی۔ وہاں کچھ بیویاں آپ سے سخت ست کہہ رہی تھیں۔ بنت رسولؐ

نے وہاں رکنا مناسب نہ سمجھا واپس آگئیں۔

بعد میں آنحضورؐ کو پتہ چلا کہ - فاطمہ کسی کام سے آئی تھی۔ مگر بلا کچھ کہے واپس چلی گئی ہے دوسرے دن

آپ صبح صبح مجھے گھر تشریف لائے۔ اور پوچھا۔

بیٹی کل کس کام سے گھر گئی تھیں؟

بی بی تو خاموش ہو گئی۔ میں نے آپ کو جناب فاطمہ کی تکلیف سے آگاہ کیا۔

آپ نے فرمایا:

کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز بتا دوں جو کنیز سے زیادہ بہتر ہو؟

ہم دونوں نے عرض کیا۔ حضور! ضرور فرمائیے۔

آپ نے فرمایا:

ایسا کیا کرو۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ۔ سبحان اللہ۔ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔

• بحار میں حسن بھری سے مروی ہے کہ اس امت کی خواتین میں سے دختر نبی سے زیادہ عابدہ کوئی نہ ہوا ہے اور نہ بھوکا۔ بشت نبی اس قدر عبادت کرتی تھیں۔ کہ بی بی کے پاؤں متوہم ہو جاتے تھے۔

• بحاریں اسی روایت کو قدرے اختلاف سے بیان کیا گیا ہے۔ مناسب ہو گا اگر یہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ نبی میں نے دختر رسول کی گھریلو کاموں میں مصروفیت اور تکلیف دیکھی تو میں نے کہا۔ اے بنت رسول! ابھی مسجد میں کافی قیدی آئے ہیں۔ اگر تو جا کے نبی اکرم سے ایک کنیز مانگ لے تو کاموں میں سہولت ہو جائے گی۔

بنت نبی گئیں۔ اور کچھ دیر کے بعد واپس آگئیں۔

میں نے پوچھا۔ کیا آنحضرت نے کنیز نہیں دی۔

بی بی نے عرض کیا۔ یا علی! مجھے مانگتے ہوئے شرم آگئی ہے۔

میں نے کہا۔ چلو میں اب تمہارے ساتھ آتا ہوں۔ چنانچہ ہم دونوں گئے۔ دختر رسول خاموش کھڑی رہیں میں نے اس کی طرف سے ترجائی کی۔

آپ نے فرمایا:

نہیں میری بیٹی! مجھ سے کبھی یہ توقع نہ رکھنا۔ میری مسجد میں جو لوگ اصحاب صفہ کے نام سے معروف ہیں ان کی تعداد چار سو ہے۔ ان کے پاس نہ کھانے کو ہے اور نہ پہننے کو۔ ان غلاموں اور کنیزوں کو فروخت کر کے میں ان پر خرچ کروں گا۔ ہاں تم ایسا کرو۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ۔ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ اس کا آخرت میں بہت زیادہ ثواب ہو گا۔

ہم دونوں واپس آ گئے۔

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ اس کے بعد نبی کریم پر وحی ہوئی۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

اما تعرضن عنهم ابتغاء رحمة من ربک فقلا میسوراً۔ ان سے گفتگو کا اہمہ نرم رکھا کہ۔

اس کے بعد آپ نے ایک کثیر جناب فاطمہؑ کو عنایت فرمائی اور کنیت کا نام فضلہ رکھا۔

• بحار میں جابر انصاری سے مروی ہے کہ ایک دن آپ نے جناب فاطمہؑ کو دیکھا۔ کہ بی بی بیک وقت چکی بھی پیس رہی ہے اور خیرین کو دودھ بھی دے رہی ہے۔

رسول اکرمؐ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو ٹپک پڑے اور فرمایا۔ بیٹی آخرت کی سہولت کے لیے دنیا کی تنجیاں برداشت کر لیا کر۔

بی بی نے عرض کیا۔ الحمد للہ علی نعمائہ و الشکر علی اللہ کی نعمات پر حمد اور اس کے کرم پر شکر ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

لَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى۔ عنقریب اللہ تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا

• ابو القاسم قشیری نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ۔

مجھے ایک حاجی نے بتایا ہے کہ میں حج پر جا رہا تھا۔ قافلہ سے بچھڑ گیا تھا۔ محرم میں نے ایک بڑھیا کو دیکھا جو آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

میں نے پوچھا۔ تو کون ہے؟

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی قد سلام فسوف تعلمون پہلے سلام کرو پھر تمہیں پتہ چل جائے گا میں نے سلام کیا اور پوچھا اس جگہ کیا کر رہی ہو؟

اس نے یہ آیت پڑھی۔ من يهدى الله فلا مضل له جسے اللہ راہنمائی کر دے اسے کوئی نہیں ٹھکا سکتا۔

میں سمجھ گیا کہ راستہ بھول گئی ہے۔ میں نے پوچھا۔ تو قوم جن سے ہے یا انسانوں سے؟

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ یا نبی آدم خدا واز بیننکھ۔ اے بنی آدم اپنی آراستگی کو تھامے رکھو۔

میں سمجھ گیا کہ انسان ہی ہے۔ میں نے پوچھا کہاں سے آرہی ہے؟

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ بینادون من مکان بعید بہت دور وراز کی جگہ سے انہیں پکارا جائے گا میں سمجھ گیا کہ کہیں بہت دور سے آرہی ہے۔ میں نے پوچھا کہاں جا رہی ہے؟

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ لله علی الناس حجر البیت۔ اللہ نے لوگوں پر حج بیت اللہ فرض کیا ہے۔

میں سمجھ گیا کہ حج کو جا رہی ہے۔ میں نے پوچھا۔ کب سے قافلہ سے بچھڑی ہے؟

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ لقد خلقنا السموات والارضین فی ستة ایام ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے۔

میں سمجھ گیا کہ چھ دنوں سے بھٹک رہی ہے میں نے پوچھا۔ کیا کھانے کی ضرورت ہے؟
اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

ما جعلناهم جسدًا الا یا کلون الطعام ۔ ہم نے انہیں ایسا جسم نہیں دیا کہ وہ کچھ نہ کھائیں ۔
میں سمجھ گیا کھانے کی ضرورت مندر ہے ۔ میں نے کھانا دیا ۔ پھر کہا ۔ ذرا جلدی چل ۔ دیر ہو رہی ہے ۔
اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

لا یكلف الله نفسا الا وسعها ۔ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ۔
میں سمجھ گیا اس سے زیادہ نہیں چل سکتی ۔ میں نے کہا میرے ساتھ سوار ہوگی؟
اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

لو کان فیہما الله الا الله لفسدتا ۔ اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا ۔
میں سمجھ گیا میرے ساتھ نہیں بیٹھتی ۔ میں خود اتر آیا ۔ اسے سوار کیا جب سوار ہوئی ۔
تو اس نے یہ آیت پڑھی:

سینعان الذی سخر لنا هذا ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے انہیں مسخر کر دیا ہے ۔
جب ہم قافلہ میں آ شامل ہوئے تو میں نے پوچھا تیرا کوئی اس قافلہ میں ہے؟
اس نے جواب میں یہ آیات پڑھیں:

یا داؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض ۔ یا عیسیٰ خذ الکتاب یا موسیٰ افی انا الله ۔
میں سمجھ گیا کہ داؤد ۔ محمد ۔ عیسیٰ ۔ اور موسیٰ اس کے رشتہ دار ہیں ۔ میں نے قافلہ میں ان کے نام آواز لگائی
چار نوجوان فوراً آگئے ۔ اور انہوں نے آکر اس عورت کو سلام کیا ۔

اس نے سلام کے جواب کے بعد یہ آیت پڑھی:
یا ابت استاجرة ۔ بابا جان! اسے اجرت دو ۔
انہوں نے مجھے بہت سا مال دیا ۔

اس نے پھر یہ آیت پڑھی:
والله یضاعف لمن یشاء ۔ اللہ جسے چاہتا ہے زیادہ سے زیادہ عطا کرتا ہے ۔
انہوں نے مجھے اور دیا ۔ میں نے پوچھا ۔ یہ چاروں تیرے کون ہیں؟
اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

المال والبنون زینة الحیاة الدنیا ۔ مال و اولاد زندگی دنیا کا حسن ہیں ۔
میں سمجھ گیا یہ اس کے بیٹے ہیں ۔ میں نے ان سے پوچھا یہ کون ہے؟

انہوں نے بتایا۔ یہ جاری مال ہے۔ اس کا نام فتنہ ہے۔ دختر رسولؐ کی کنیز رہی ہے۔ بیس برس ہو رہے قرآن کے سوا کوئی بات نہیں کرتی۔

خراج میں مروی ہے کہ جناب سیدہؑ کی کنیز ام ایمن نے بی بی کی وفات کے بعد قسم کھائی تھی کہ اب مدینہ میں نہیں رہوں گی۔ کیونکہ زہراؑ کا خالی گھر دیکھنا میرے بس سے باہر ہے۔ چنانچہ مدینہ سے مکہ کے ارادہ سے روانہ ہو گئی۔ راستہ میں پانی ختم ہو گیا۔ اور اس پاس کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ جب زیادہ پیاسی ہوئی تو عرض کیا۔ یارب انا خادمة الزهد أفقتلنی عطشاً نا۔ اے اللہ! میں کنیز زہراؑ ہوں کیا پیاسی مروں گی۔ اللہ نے آسمان سے پانی کا جام نازل کیا۔ ام ایمن نے پیا۔ اس کے بعد سات برس تک اسے نہ پانی کی ضرورت محسوس ہوئی اور نہ کھانے کی۔



دختر رسول کا گریہ



• خصال صدوق میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ
کہہ ارغی پروئے دلے پانچ ہوئے ہیں۔ جن کی مثال قیامت تک نہ ہوگی۔

۱۔ جناب آدمؑ

۲۔ جناب یوسفؑ

۳۔ جناب یعقوبؑ

۴۔ جناب فاطمہؑ

۵۔ جناب سجادؑ

۱۔ جناب آدمؑ اتنا روئے کہ ان کے رزاروں پر نالیاں سی بن گئی تھیں۔

۲۔ جناب یعقوبؑ اس قدر روئے کہ ان کی بینائی جاتی رہی۔

۳۔ جناب یوسفؑ اس قدر روئے کہ اہل زمانہ تنگ آ گئے۔ اور کہنے لگے دن میں رو یا رات میں تاکہ ہم ایک

وقت آرام کر سکیں۔

۴۔ جناب زہراؑ اس قدر روئیں کہ مدینہ و لے تنگ آ گئے۔ اور کہنے لگے اے دختر رسولؑ تو نے ہمیں بہت

تنگ کر رکھا ہے۔ بالآخر منت رسولؑ تان تہمداء میں صبح سے لے کر شام تک روتی تھی۔

۵۔ جناب سجادؑ ۵ برس اس قدر روئے کہ پانی کی جگہ خون بہنے لگا تھا۔ جب بھی پانی یا کھانا سامنے آتا تو

لگ جاتے۔ نوکرتے ایک دن عرض کیا۔ قبلہ آپ بہت زیادہ روتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

مجھے کیا تکلیف ہے اپنا غم و الم اللہ سے عرض کرتا ہوں۔ جب بھی مجھے تین دن کے بھوکے اور پیاسے

باب میدان کر بلا کی خاک پر نظر آ جاتا ہے۔ میرے آنسو میرے بس میں نہیں رہتے۔

• امالی طوسی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ دقت آخر اس قدر روئے کہ آپ کی ریش مبارک تر

ہو گئی۔

آپ سے سوال کیا گیا قبلہ! کیوں رورہے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

مجھے وہ وقت یاد آ رہا ہے۔ جب میری ذریت پر میری امت کے بد نصیب مظالم کریں گے۔ میں اب بھی نگاہ نبوت سے دیکھ رہا ہوں۔ میری زہرا کھڑی مجھے پکار رہی ہے مگر اس کی فریاد سننے والا کوئی نہیں۔ یہ سن کر جناب فاطمہؑ رونے لگیں۔

آپ نے پوچھا۔ بیٹی کیا۔ ان مصائب سے گھبرا کر رو رہی ہو؟
بی بی نے عرض کیا۔

بابا جان! ہرگز نہیں میں تو صرف اس بات پر رو رہی ہوں کہ میں آپ کا فراق کیسے برداشت کروں گی۔

• بحار میں شیخ صدوق کے ذریعہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آنحضرتؐ کا وقت آخر آیا تو دختر رسولؐ رونے لگیں۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹی نہ رو۔ تجھے میرے بعد اس دنیا میں ۷۲ دن رہنا ہے۔ تو سب سے پہلے مجھے آکر ملے گی۔

• کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ بنت رسولؐ آپ کے بعد ڈھائی ماہ زندہ رہیں کسی نے آپ کو کبھی نہ مسکراتے دیکھا۔ اور نہ خوش۔ قبرستان شہداء میں آکر بن کر تیں اور فرماتیں میرے بابا یہاں تھے۔ اور مشرکین اس جگہ ہوں گے۔

• کافی میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ میں نے جس قمیض میں رسولؐ کا ثنات کو غسل دیا تھا۔ کبھی کبھی جناب فاطمہؑ مجھ سے وہ قمیض مانگ لیتی تھیں۔ اسے سوگھتی تھیں اور خوشی کرتی تھیں۔

• صن لا یحضرہ الفقیہ میں شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ نبی کریمؐ کی وفات کے بعد بلال نے اذان کہنا چھوڑ دیا تھا۔

ایک دن جناب فاطمہؑ نے کہا۔ مدت گزر گئی ہے بابا کے بلال موزن نے اذان نہیں کہی۔ دل ترستا ہے کبھی بلال کی اذان سن لیتی۔ بلال کو پتہ چلا تو وہ مسجد میں آیا اور اذان شروع کر دی۔

بلال نے چار مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ جناب فاطمہؑ کا گریہ بڑھ گیا۔

جب بلال نے اشدھان محمدؐ رسول اللہؐ کہا۔ بی بی نے ایک سرد آہ کھینچی اور غش کر گئی۔ بلال سے کہا گیا۔ بلال اذان روک دے۔ دختر رسولؐ دنیا سے چل بسی ہے۔

جب طویل غش کے بعد افاقہ ہوا تو بی بی نے فرمایا۔ بلال سے کہو اذان مکمل تو کرے۔

بلال نے معذرت کر لی اور عرض کیا کہ۔ میں ہرگز پند نہیں کرتا کہ میری اذان دختر رسولؐ کی وفات کا سبب بنے۔

• امالی صدوق میں حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ ہمارے گھر تشریف فرما تھے۔ ہم سب آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے یہیں دیکھ کر آپ رونے لگے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ رونے کا سبب کیا ہے؟
آپ نے فرمایا:

آج ہمیں اپنے سامنے خوشحال دیکھ کر مجھے وہ دقت یاد آ رہا ہے۔ جو میرے بعد تم پر آنے والا ہے۔ اور میری امت کے بد نصیب تم سے سلوک کرنے والے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ وہ کیا ہے؟
آپ نے فرمایا:

تیرے سر میں سموم تلوار سے ضرب لگے گی۔ زہرا کا پہلو زخمی ہوگا۔ حسن کی ران زخمی ہوگی۔ زہرے شہید ہوگا۔ اور حسین مظلوم اور تنہا شہید ہوگا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! اللہ نے ہمیں دنیا میں پیدا ہی امتحان کے لیے کیا ہے۔
آپ نے فرمایا:

ہاں! یا علی!۔ مجھے بشارت ہو۔ تجھ سے محبت صرف مومن اور عداوت صرف منافق ہی رکھے گا۔

کامل الزیارات میں حماد ابن عثمان نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ مجھے اپنے ابا و اجداد کے ذریعہ آنحضرتؐ سے روایت پہنچی ہے کہ۔

جب میں معراج پر گیا۔ تو اللہ کی طرف سے مجھے پیغام ملا کہ۔ اللہ آپ کا صبر آزمانے کی خاطر تین امور سے آزمائے گا۔

میں نے عرض کیا۔ بار الہا! میں تیرے ہر امتحان کے لیے تیار ہوں۔ مجھے صبر ہی تو تیری ذات ہی سے ملے گا۔ وہ تیری آزمائشیں کیا ہوں گی؟

ارشاد قدرت ہوا۔ پہلی آزمائش تو تیرے اور تیرے اہلبیت کی بھوک ہوگی۔

میں نے عرض کیا۔ بار الہا! مجھے قبول ہے۔ میں تجھ ہی سے صبر کی توفیق کا خواست نگار ہوں۔
دوسری آزمائش۔

تیری نبوت کی تکذیب۔ خوف۔ اہل کفر سے جنگ اور اہل نفاق کی اذیتیں۔ ہوں گی۔

میں نے عرض کیا۔ بار الہا! مجھے قبول ہے۔ توفیق صبر سے تو ہی نوازے گا۔

تیسری آزمائش:

تیرے بعد تیرے اہلبیت کے مصائب ہوں گے۔ تیرے بھائی علیؑ کو تیرے بعد تیری امت کی طرف سے

سب دشتم ملے گا۔ تیری امت اسے تیرے منبر سے محروم کر کے کمزور بنا دے گی۔ مظالم ہوں گے۔ اور بالآخر نتیجہ شہادت ہوگا۔

میں نے عرض کیا۔ مجھے قبول ہے۔ تجھ ہی سے توفیق صبر ہوگی۔

تیری بیٹی مظلومہ ہوگی۔ محرومہ ہوگی۔ جو کچھ تو اسے دے کے آئے گا اس سے چھین لیا جائے گا۔ اس کے صدف عصمت میں موجود پچھڑے شہید ہو گا بلا اجازت اس کے گھر میں داخل ہو جائیں گے اس کے پہلو پر پڑنے والی ضرب اس کی شہادت کا سبب ہوگی۔ میں نے عرض کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون بارالہا میں راضی ہوں۔ تجھ ہی سے توفیق صبر کا طالب ہوں۔

ارشاد ہوا تیرے ایک نواسے کو نہر جفا سے شہید کر کے اس کے جنازہ پر تیرے سائے جا میں گئے۔ اور دوسرے کو بلا کر مع اس کی ذریت کے بھوکا اور پیاسا پس گردن سے شہید کیا جائے گا۔ پھر تیری بہو بیٹیوں کے سروں سے چادریں اتار لی جائیں گی۔ انہیں شہر شہر اور در بدر تشہر کیا جائے گا۔

اس کے بے گناہ قتل کو میں قیامت میں حجت قرار دوں گا۔ اس پر اہل ارض دھاگریہ کریں گے۔

میں نے عرض کیا!

بارالہا! مجھے منظور رہے۔ ان امتحانات کے بعد ہمارا مقام کیا ہو گا؟

ارشاد قدرت ہوا۔ تیرے بھائی کو میں ناجی اور ناری کی علامت قرار دوں گا۔ علی تیرے عرض کا ساقی ہو گا۔

میری مخلوق میں سے جس کسی کے دل میں میرے بھائی کی رائی برابر بھی محبت ہوگی۔ میں اسے جہنم میں نہیں ڈالوں گا تیرے دونوں مظلوم اور شہید بیٹوں سے میں اپنے عرش کو آراستہ کر دوں گا۔ تیرے بیٹوں کے زائرین اور ان کی محبت میں گریہ کرنے والوں کو وہ اجر دوں گا کہ اہل محشر حیران رہ جائیں گے۔

تیری بیٹی کو میدان محشر کا حکمران بنا دوں گا۔ اس کو کھلی عبادت دوں گا۔ آج جو فیصلہ نہ کرے گی۔ مجھے قبول ہو گا۔ اپنے دشمنوں میں سے جسے چاہے جہنم بھیج دے۔ اس دن عالم کہے گا۔

ہائے انوس میں نے اللہ کی زمین پر کتنی کوتاہیاں کی ہیں۔

۱۔ و احسن تاء علی ما شرطت فی جنب اللہ۔

کاش میں نبی اکرم کی بتائی ہوئی راہ چلتا۔

ب۔ یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا۔

کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا۔

ج۔ یا لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا۔

جب ہمارے دربار میں آئے گا تو اپنے ساتھی سے کہے گا۔ کاش تیرے اور میرے اہلین مشرق و مغرب کا

د۔ حتی اذا حاسنا قال یا لیت بیینی و بینک بعد المشرقین فبئس القرین۔

فاصلہ ہوتا۔ تو بہت برا ساتھی تھا۔

(ہم کہیں گے) اب یہ باتیں تمہیں کوئی فائدہ نہیں گے

۴۔ لن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون۔

جس طرح کہ زمین تمہاری اسی طرح اب عذاب میں بھی تم سب برابر

۵۔

۶۔

۷۔

۸۔

۹۔

۱۰۔

کے شریک ہو۔

اہل نجات ہارگاہ خالق میں عرف کریں گے۔

و۔ رَبَّنَا ارْنَا الدِّينَ مِنَ الْجَنِّ وَ

الانْسِ نَجْعَلُهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُونَ

مِنَ الْاسْفَلِيْنَ ۔

اے اللہ جن وانس میں سے ہیں وہ دونوں مجرم دکھا
تو دے تاکہ ہم ان دونوں کو اپنے پاؤں تلے روند
ڈالیں تاکہ وہ دونوں ذلیل ترین لوگوں میں شمار ہوں۔
ان گمراہ گنہ گار کو اس کے سامنے لایا جائے گا۔ جس کا وہ انکار کرتے تھے۔ اور اس وقت کی قرآن نے
یوں تصویر کشی کی ہے۔

ز۔ فَلَمَّا رَاْذٰهٖ زَلْفَةً سَيِّئَةً وَّجَوَّاهِ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاَقِيْلَ لِهٰمْ هٰذَا الَّذِيْ

كُنْتُمْ يٰهٖ تَدْعُوْنَ ۔

جب وہ اسے اپنے قریب دیکھیں گے تو ان کفار کے
چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ پھر انہیں کہا جائے گا یہی
ہے وہ جس سے تم حجت بازی کرتے تھے۔

سب سے پہلا فیصلہ جناب محسن ابن علی وفاطمہ کا ہوگا۔ اس کے بعد میری ذریت کے دیگر شہداء کے ظالم اور
قاتل میدانِ محشر میں لائے جائیں گے۔

واقعہ بیعت حضرت علیؑ:

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں کتاب سلیم ابن قیس ہلالی سے روایت کی ہے کہ ہم عبد اللہ ابن عباس کے
پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وفاتِ نبیؐ پر افسوس کر رہے تھے۔

حضرت علیؑ۔ بنی ہاشم۔ سلمان۔ مقداد۔ ابوذر۔ اور بریدہ چند ایک صحابہ بیعت کرنے سے رہ گئے تھے۔
حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا:

دیکھ ان مذکورہ چند افراد کے سوا دیگر تمام لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے۔ اور یہ لوگ اس وقت تک بیعت
نہیں کریں گے جب تک علیؑ بیعت نہیں کریں گے۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے چچا زاد قنفذ سے کہا۔ جا اور علیؑ سے کہو تجھے خلیفہ رسولؐ بلا رہا ہے۔
قنفذ آیا۔ اور حضرت سے پلٹنے کو کہا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

قنفذ! تو صرف بیٹنا میرے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ تو جا اور ابوبکرؓ سے کہہ دے۔ علیؑ کہہ رہے ہیں۔ تجھے اچھی

طرح معلوم ہے کہ نبی اکرمؐ نے تجھے خلیفہ نہیں بنایا۔ اور تو یہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ
خلیفہ رسولؐ کون ہے۔

قنفذ نے واپس اگر۔ حضرت علیؑ کا پیغام پہنچایا:

حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ پیغام سنا تو انہوں نے کہا۔ واقعاً علیؑ سچ ہی کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے مجھے خلیفہ نہیں بنایا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ غضبناک ہو کر اٹھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں بٹھالیا۔ اور پھر قنفذ سے کہا۔ اب جا اور علیؑ سے کہہ دیجئے امیر المؤمنین ابو بکرؓ بلا رہے ہیں۔

قنفذ نے اگر حضرت علیؑ کو یہ پیغام دیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

بخدا! ابو بکرؓ نے یہ بھی درست نہیں کہا۔ جا اور ابو بکرؓ سے کہہ دے کہ۔ علیؑ کہہ رہے ہیں۔ تم نے اپنے لیے وہ نام استعمال کیا ہے۔ جس کے متعلق تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ امیر المؤمنین تم نہیں کوئی اور ہے۔

قنفذ نے اگر حضرت علیؑ کا جواب سنایا۔

حضرت عمرؓ پھر ایک مرتبہ اٹھے۔ اور کہنے لگے۔ بخدا میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ باتوں میں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے جب تک یہ شخص قتل نہیں ہو گا اس وقت تک ہماری بات نہیں بنے گی۔ اب مجھے جانے دیں۔ میں ان کا سر ابھی لے کے آتا ہوں۔

حضرت ابو بکرؓ نے عمرؓ کو قسم دے کر بٹھا دیا۔ اور قنفذ سے کہا۔ جا اب علیؑ سے کہہ۔ کہ تمہیں ابو بکرؓ بلا رہے ہیں۔

قنفذ نے اگر حضرت علیؑ کو پیغام دیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا

قنفذ جا ابو بکرؓ سے کہہ۔ میں وصیت نبی کریمؐ پر عمل کر رہا ہوں۔ تم نے جو کچھ کیا ہے اور جو کچھ کر رہے ہو۔ میں نے اس میں مداخلت نہیں کی۔ تم مجھے کچھ نہ کہو۔ مجھے اپنے حبیبؐ کی وصیت کو عملاً مکمل کر لینے دو۔

قنفذ نے اگر ابو بکرؓ کو حضرت علیؑ کا پیغام دیا۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ آپ سے باہر ہو گئے۔ خالد ابن ولید اور قنفذ کو بلا کر کہا۔ کٹھیاں اور آگ لے کر فوراً میرے

پیچھے آؤ۔

جناب زہراءؑ کے دروازہ پر آئے۔

جناب فاطمہؑ دروازہ کے عقب میں سر پرٹھی باندھے اپنے بابا کے غم میں بیٹھی دوڑی تھیں۔ کہ حضرت عمرؓ

نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا۔

اے ابوطالب کے فرزند علیؑ دروازہ کھولو!

دفتر رسولؐ نے فرمایا: اے عمرؓ تم سے کیا لیتے ہو؟ کیا تم ہم سے غم وفات رسولؐ بھی چھین لینا چاہتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ دروازہ کھولو ورنہ ہم تمہارے گھر کو مع تمہارے آگ لگا دیں گے۔

دختر رسولؐ نے فرمایا: عمر اللہ سے ڈرو۔ میرے گھر میں موجود افراد کو جلاتے ہو۔
پھر عمرؓ نے آگ جلانے کا حکم دیا۔ دروازہ جل گیا۔ عمرؓ نے دھکا دیا جھٹکا ہوا دروازہ گر گیا۔
بنت رسولؐ نے باواز بند فرما دی۔ یا اتباہ یا رسول اللہ!

عمرؓ نے تلوار جو میان میں تھی۔ تلوار کا میان دختر رسولؐ کے پہلو پر مارا۔

دختر رسولؐ نے ایک مرتبہ پھر دروازہ کی فریاد کی۔ حضرت عمرؓ نے دوسری مرتبہ دختر رسولؐ کے بازو پر نیام مارا۔
حضرت علیؓ اٹھے۔ تلوار کی طرف بڑھے۔ اتنے میں خالد ابن ولید اور دوسرے سرکاری افراد نے ہر طرف سے
گھیر کر حضرت علیؓ کو گرفتار کر لیا۔

ادھر بنی ہاشم اور مقداد وغیرہ نے تلواریں نکال لیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:
دیکھو! ہم اگر اسلام کے لیے لڑ سکتے ہیں تو کیا اسلام کے لیے خاموش نہیں رہ سکتے۔ تمام غیر مسلم ہماری اس لڑائی
پر بنیائیں بجائیں گے۔ میں اتنا کمزور نہیں۔ مجھے میرے آقا کی وصیت ہے۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں انہیں کرنے دو
ہماری طرف سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔

یہ لوگ گرفتار کر کے حضرت علیؓ کو مسجد میں لے جانے لگے۔ دختر رسولؐ نے دامن حضرت علیؓ پکڑ لیا
اور فرمایا:

خلوا عن ابی الحسن۔ یومئس کو چھوڑ دو۔

ایک دوسری بات تو ان لوگوں نے دختر رسولؐ سے کہا کہ دامن علیؓ چھوڑ دے۔ لیکن جیب بی بی نے نہ چھوڑا تو
قتفہ نے ہاتھ پر تازیانہ مارا۔ جس سے نہ صرف دامن علیؓ چھوٹ گیا۔ بلکہ تادم آخر بی بی کا یہ ہاتھ تیسع خدا سے بھی محروم
ہو گیا۔

تازیانہ کے ساتھ بی بی کو ایک دھکا بھی دیا۔ جس سے بی بی اپنے گھر کے فرش پر بیٹھ گئیں۔ اور ذریت رسولؐ
کا پہلا شہید محسن ابن علیؓ وفا طرہ ہدف عصمت میں اپنی مدت مکمل ہونے سے پہلے دنیا میں آکر نانا کی آغوش میں
چلا گیا۔ یہی وہ شہزادہ تھا۔ جس کے متعلق جناب سیدہؓ نے دم آخر عرض کیا تھا۔

بیابا جان! میرے پہلے دونوں بیٹوں کے نام آپ ہی نے تجویز کئے تھے۔ اب جو بچہ آنے والا ہے۔
آپ تو اللہ کے ہاں جا رہے ہیں۔ اس کا نام کون تجویز کرے گا؟

آنحضورؐ نے آنسو بہا کر فرمایا تھا۔ نہرا۔ تیرے اس بچے کی قسمت میں دنیا کی زندگی نہیں ہے۔ قبل از وقت
شہید ہوگا۔ ویسے اللہ نے اس کا نام محسن رکھا ہے۔

جب حضرت علیؓ کو مسجد میں لایا گیا۔ تو آپ کے ساتھ آپ کے موالی بھی تھے۔

بریدہ ابن خضیب سلمیٰ نے کہا۔

اے حضرت عمرؓ اپورا عرب جانتا ہے کہ تمہاری حقیقت کیا ہے؟ لیکن آج تو برادرِ روحی رسولؐ سے یہ سلوک کرنے کے علاوہ دخترِ رسولؐ کو بھی نیام سے مار چکے ہو۔ آخر تم چاہتے کیا ہو؟

خالد ابن ولیدؓ نے تلوار میان سے نکال کر بریدہ کو مارنا چاہا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اسے منع کر دیا۔ حضرت علیؓ کو ابوبکرؓ کے پیش کیا گیا۔

حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے ابوبکرؓ! تم کتنا جلدی اہلبیتؑ نبیؐ کے خلاف ہو گئے ہو۔ بھلا بتا تو سہی کہ وہ کون سا حق ہے؟

وہ کون سی میراث ہے اور؟

وہ کون سی حیثیت ہے جس کی بنا پر تم نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی ہے؟

کیا کل (مقامِ غدیر پر) خود تم نے حکم رسولؐ سے میری بیعت ہمیں کی تھی؟

حضرت عمرؓ نے کہا۔ علیؓ! یہ باتیں چھوڑ۔ اب اگر تم نے بیعت نہ کی تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں زندہ ہوں تو بھی اللہ کا بندہ اور برادرِ رسولؐ کی حیثیت سے زندہ ہوں اور اگر

قتل کر دیا گیا تو بھی میری یہی حیثیت رہے گی۔

بریدہ نے کہا۔ اے ابوبکرؓ و عمرؓ کل تم ہی نہیں تھے۔ جنہیں نبی اکرمؐ نے بالخصوص یہ حکم دیا تھا۔ جاؤ اور علیؓ

کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ اور تم دونوں نے ہزاروں کے مجمع میں جا کر حضرت علیؓ کو امیر المومنین کہہ کر سلام

کیا تھا؟

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ بریدہ وہ بات ضرور تھی۔ لیکن حالات بدلتے رہتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ او بریدہ تو کیوں بیچ میں ٹانگ اڑا رہا ہے۔

بریدہ نے کہا۔ بخدا! میں کبھی اس شہر میں نہ رہوں گا۔ جس میں تم دونوں ہوں گے۔ یہ کہہ کر بریدہ نکل ہی

رہا تھا کہ سرکاری غلاموں نے جنابِ بریدہ کی پٹائی شروع کر دی اور پھر دربار سے نکال باہر کیا۔

جنابِ سلمانؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے ابوبکرؓ اللہ سے ڈرو اس جگہ کو ان کے لیے چھوڑ دو۔ جنہیں اللہ

نے اس جگہ کے لیے بنایا ہے۔ کاش جہیں وحی رسولؐ اجازت دے دیتا۔ اگر ہم اس جگہ کو خالی نہ کر سکتے تو کم از کم

اپنی جان تو دے سکتے تھے۔ ویسے یاد رکھو! آج کے بعد مصائبِ قحط۔ گروہ بندی۔ اور عذابِ الہی کے سوا

کچھ بھی نہ دیکھو گے۔

حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ یہ شخص تیری بیعت سے مسلسل انکار کئے جا رہا ہے۔ اور تم

خاموش بیٹھے ہو۔ کیا ہمیں اجازت ہے کہ انہیں قتل کر دیں؟

جب حسین شریفین نے عمر کی یہ بات سنی تو بے ساختہ رونے لگے۔

حضرت علیؑ نے دونوں کو سینہ سے لگا کر فرمایا۔ بیٹے اطمینان رکھو یہ بزدل کبھی مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ اور نہ میری موت ان کے ہاتھ سے ہوگی۔

جناب ام المومنینؑ ام سلمہ اور نبی اکرمؐ کی آیا جناب ام ایمن دونوں مسجد میں داخل ہوئیں اور دونوں نے کہا۔ اے عقیقؑ راہِ نبوت کا نام سے اتم نے آلِ محمدؐ سے پوشیدہ حسد بہت جلدی ظاہر کر دیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے حکم دیا ان دونوں کو مسجد سے نکال دو۔ یہاں عورتوں کا کیا کام ہے؟ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے کہا۔ اٹھو اور بیعت کرو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اگر میں نہ کروں تو؟

حضرت عمرؓ نے کہا۔ پھر ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

صحا کہ کے بیٹے تم کیا کہہ رہے ہو۔ تم بہت بڑے بزدل ہو۔۔۔ تم سے ایسا نہیں ہو سکے گا۔ خالد ابن ولیدؓ تلواریں کر آگے بڑھے اور کہنے لگے بخدا! اگر تم نے بیعت نہ کی تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ حضرت علیؑ نے خالد کے گلے پر ہاتھ رکھا اور اٹھا کر زمین پر اس طرح پھینکا کہ تلوار کہیں رہ گئی اور خالد کہیں رہ گئے۔ عمرؓ نے پھر کہا۔ علیؑ اب آگے بڑھو اور بیعت کرو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اگر میں نہ کروں تو؟

حضرت عمرؓ نے کہا۔ ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔

اس کے بعد ابو بکرؓ منبر سے نیچے اترے اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ پر رکھ لیا۔ اور کہنے لگا میں علیؑ نے بیعت کر لی ہے۔ اسے جانے دو۔

احتجاج میں ہے جب حضرت علیؑ کو مسجد میں لے گئے اور جناب سیدۃ کونش سے افاقہ ہوا تو اٹھیں۔ اور در مسجد پر آکر فرمایا:

خلوا عن ابن عمی۔ میرے چچا زاد کو چھوڑ دو۔۔۔ اگر تم نے نہ چھوڑا۔

تو میں اپنے بال کھول لوں گی قیص رسولؐ اپنے سر پر رکھ لوں گی۔ اور بارگاہ خالق میں فریاد کروں گی۔ یقین رکھو!

حضرت صالحؑ کا مقام میرے بابا سے۔ ناقہ صالحؑ کا مقام میرے مقام سے۔ اور ناقہ صالحؑ کے بچہ کا مقام میرے بچوں سے اللہ کی بارگاہ میں زیادہ نہیں ہے۔

جناب سلمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا مسجد نبویؐ کی دیواریں زمین سے بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ اتنا بلند ہوئیں

کریچے آدمی آسانی گور کتنا تھا۔ مسجد میں موجود افراد کا پنپنے لگے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

سلمان! جا اور دختر رسولؐ سے کہہ۔ علیؑ تجھے بد دعا کرنے سے روک رہے ہیں۔

میں دوڑ کر قبر نبیؐ پہ آیا۔ تو دیکھا قمیص نبیؐ رسولؐ زادئی کے ایک ہاتھ پہ تھی۔ ایک ہاتھ شاید پہلو پر مصروف تھا میں نے عرض کیا۔ اسے دختر نبیؐ آپ رحمۃ اللعالمین کی بیٹی ہیں۔

بی بی نے فرمایا:

سلمان تو نے دیکھا جو سوک میرے ساتھ ہوا ہے۔ یہ تو میں برداشت کر گئی تھی۔ اب کیا یہ لوگ مجھے یتیمی کے

بیم بیوہ اور میرے بچوں کو یتیم کرنا چاہتے ہیں؟

میں نے عرض کیا۔ بی بی۔ مجھے ابوالحسنؑ نے حکم دیا ہے۔

بی بی نے فرمایا۔ اچھا اگر انکا حکم ہے تو میرا تسلیم ختم ہے۔





قبضہ فذک

اجتاج طبری میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب بیعت ابو بکر کا معاملہ مستحکم ہو گیا اور انہوں نے قدرے سکون محسوس کیا تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ فذک پر اپنے آدمی بھیج دیئے۔ اور دختر رسولؐ کا وکیل وہاں سے نکال دیا۔

وکیل جناب فاطمہؑ نے آکر بی بی کو بتایا کہ مجھے سرزمین فذک سے نکال دیا گیا۔ اور حکومت نے زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ دختر رسولؐ مسجد نبویؐ میں تشریف لائیں اور فرمایا۔ ابو بکر تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ فذک جیسا نبیؐ میں آنحضرتؐ نے حکم خدا سے مجھے دیا تھا۔ اور آپ نے قبضہ فذک بھی اپنی زندگی میں دے دیا تھا۔ فذک میں میرا ہی کارندہ رہتا تھا۔ تم نے مجھے کیوں بیدخل کر دیا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔

دختر رسولؐ اگر اس بات کا کوئی گواہ ہے کہ آنحضرتؐ ہی نے آپ کو دیا تھا تو گواہ پیش کرو۔ جناب ام ایمنؓ جو آنحضرتؐ کی کیا بھتی نے کہا۔ ابو بکر کیا تم نے نبی کریمؐ سے یہ سنا ہے کہ ام ایمن اہل جنت سے ہے؟

حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ ہاں میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ نبی کو نبیؐ نے تیرے لیے یہ فرمایا ہے۔ اور میں نے سنا ہے۔

جناب ام ایمنؓ نے فرمایا! اب جب کہ تم میرے بھتی ہونے کی گواہی دے رہے ہو تو میں گواہی دیتی ہوں کہ فذک نبی کو نبیؐ نے جناب فاطمہؑ کو اس وقت دیا تھا۔ جب ذات احدیت نے یہ آیت بھیجی تھی۔ آتِ ذالِ الْقُرْیٰ حَقَّہ۔ اپنی قریب ترین عزیزہ کو اس کا حق دے دے۔

جناب ام ایمنؓ کے بعد جناب حسنینؓ اور حضرت علیؓ نے بھی شہادت دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان شہادتوں کو قبول کر کے فذک جناب سیدہ کے خوالہ کرنے کا کھڑیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ آگئے۔

حضرت عمرؓ نے جناب سیدہ کے ہاتھ میں تجریر دیکھ کر پوچھا یہ کیا ہے؟
حضرت ابوجہرؓ نے کہا۔ فکر کا قبضہ ہے چونکہ ام امین مبینہ اور علیؓ نے گواہی دی ہے اس لیے میں شک و فک و دھڑک دھڑک کر دیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے وہ تحریر بنتِ نبیؐ کے ہاتھ سے لے لی۔ اسے پھاڑ ڈالا۔ اور کہا۔ حسین کم سن ہیں۔ ام ایمن عورت ہے۔ اور علیؓ شوہر نہ رہا ہے ان کی گواہی کیسے قبول ہوگی۔

اس وقت حضرت فاطمہؑ نے عمر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ یقرہ اللہ بطنک کما بقرت کتابی اے میرے شکم کو اس طرح چیرے جس طرح تو نے میری تحریر کو پھاڑا ہے۔ یہ کہہ کر بایں نے ایک خطبہ دیا۔ جو آگے چل کر ہم پیش کر رہے ہیں۔

پھر حضرت علیؓ ابو بکرؓ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: ابو بکر جس چیز پر دفتر نئی حیات نبیؐ میں حکم خدا نبیؐ سے قابض اور مالک ہو چکی تھی۔ اب تم نے اس سے کیوں چھین لی ہے؟

حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ مذک تمام مسلمانوں کا مال ہے۔ اگر غناب سیّدہ کے پاس اس کی ملکیت ہونے کے گواہ ہوں تو ہم اس کے حوالہ کر دیں گے ورنہ ان کا کوئی حق نہیں ہے۔

حضرت علیؓ نے کہا: ابوبکر کیا تم صرف ہمارے معاملہ میں قرآن کے خلاف فیصلہ کرنے چلے ہو؟
حضرت ابوبکرؓ نے کہا: میں نے ایسا کیا ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اگر میں مسلمانوں کی کسی چیز پر قبضہ کر کے دعویٰ کروں کہ یہ میری ہے تو کیا تم گواہ مجھ سے مانگو گے یا مسلمانوں سے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: سیدھی سی بات ہے چونکہ دعویٰ آپ ہوں گے اس لیے میں گواہ آپ سے مانگوں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

پھر دفتر رسولؐ کے سلسلہ میں تم ایسا کیوں نہیں کر رہے۔ مذک کے معلوم نہیں کہ حیات رسولؐ سے فاطمہ کے قبضہ میں ہے۔ اب اگر مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ مذک ہمارا ہے تو تمہیں مسلمانوں سے گواہ مانگنا چاہیے تھے کیونکہ وہ مدعی ہیں۔ جیسا کہ تم نے مجھ سے کہا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کا جواب ہو کر خاموش ہو گئے حضرت عمرؓ نے کہا: علیؓ! ہم باتوں میں آپؐ کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اگر کوئی گواہ ہے تو لاؤ ورنہ جاؤ۔

حضرت علیؓ نے عمرؓ کی طرف توجہ نہ دی اور ابو بکرؓ سے فرمایا۔ کیا تم قرآن کی تلاوت کرتے رہتے ہو۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ ہاں کرتا رہتا ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تجھے معلوم ہے کہ انما یرید اللہ لیبذہب عنکم الرجس اهل البیت و یطہرکم تطہیرا

میں مصداق تطہیر دیگر افراد جو بھی ہوں۔ ان میں دختر رسول یقیناً شامل ہے؟
حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ مجھے معلوم ہے تم سب اس آیت کے مصداق ہو؟
حضرت علیؓ نے فرمایا:

اگرچہ لوگ دختر رسولؐ کے خلاف کسی جرم کا دعویٰ کریں تو کیا کرے گا؟
 جعفر ابوبکرؓ نے کہا: جس طرح دیگر مسلمان عورتوں کو اس جرم کی سزا دوں گا اسی طرح دختر نبیؐ کو بھی سزا دوں گا۔
 حضرت علیؓ نے فرمایا: ۱

تجھے معلوم ہے ایسی صورت میں تو عند اللہ کافر ہو جائے گا؟
حضرت ابو یوسفؒ نے کہا۔ وہ کس لیے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جو شخص اللہ کی شہادت مسترد کر کے لوگوں کی گواہی مان لے وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے اُن کی شہادت دیتا ہے۔ اور تو اللہ کی شہادت کو رد کر کے لوگوں کی شہادت قبول کرتا ہے تو پھر اسلام کہاں رہ جائے گا۔ جیسا کہ تو اب کر رہا ہے۔ تو نے اپنی رانوں پر پیشاب کرنے والے ایک عرب بدو کی بات مان کر مقرر رسول کو اس کے اس حق سے محروم کر دیا ہے جو اسے حیات رسول میں خود انحصار نے حکم خدا سے دیا تھا جب دوبار درخواست ہوا۔ اور عمر ابو بکر اپنے اپنے گھروں میں گئے۔ تو ابو بکر نے عمر کو اپنے گھر بلایا۔ جب عمر آگئے۔ تو

ابو یحیٰیؒ نے کہا۔ آج علیؑ کی باتیں سن لی ہیں؟

عمر نے کہا۔ ہاں سن لی ہیں۔

ابو بکرؓ نے کہا۔ اگر ایسا ہوتا رہا تو معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا۔

مُرث نے کہا۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔

ابوبکرؓ نے کہا۔ یہ بہت بڑا کام ہے اس پر کون آمادہ ہوگا۔

عمر نے کہا۔ خالد ابن ولید سے کہتے ہیں وہ آمادہ ہر جاے گا۔

خالد کو بلایا گیا۔ جب خالد آگیا۔ تو ابو بکرؓ و عمروؓ نے خالد سے کہا۔ ہم تجھ سے ایک بہت بڑا کام لینا چاہتے ہیں

خالد نے کہا۔ جو کام لینا ہے میں حاضر ہوں آپ کی خاطر میں علی کو بھی قتل کر سکتا ہوں۔

دو تونوں نے کہا۔ بس کام بھی یہی ہے۔

خالد نے کہا۔ پھر کہاں قتل کرنا ہے؟

ابو بکرؓ نے کہا: آج ہم نماز پر غلی کو جلاتے ہیں، تم ان کے ساتھ کھڑے ہو جانا۔ آخری رکعت میں تشہد پڑھیں گے۔

سلام سے پہلے میں اشارہ کر دیں گا اس وقت قتل کر دیتا۔

اسماع بنت عیسٰی زوجہ ابوبکر اور والدہ خالہ المؤمنین محمد ابن ابوبکر یہ مشورہ سن رہی تھی اس نے کینز کو بھیج کر حضرت علیؑ کو اطلاع دی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

مجھے معلوم ہے مگر یہ لوگ میرے قاتل نہیں ہیں۔ آج میں نماز کے لیے مسجد میں جا رہا ہوں۔

حضرت علیؑ نے وضو کیا۔ مسجد میں آگئے۔ جب نماز شروع ہو گئی تو پروگرام کے مطابق خالد حضرت علیؑ کے ساتھ آن کھڑا ہوا۔ دوران نماز ابوبکرؓ نے سوچا کہ قتل علیؑ کا ہضم کرنا مشکل ہو جائے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ علیؑ کو مار کر منبر اور مسند بھی گنوا بیٹھوں۔ نماز اپنے اختتام کے قریب ہوئی تشہد میں بیٹھے ہوئے ابوبکرؓ فکر میں ڈوبے ہوئے تھے تشہد میں اتنی طویل خاموشی کا وقفہ آگیا کہ لوگ سمجھے شاید ابوبکرؓ کو سلام کہنا ہی بھول گیا ہے۔ لوگوں نے پیچھے سے اشاراتی طور پر کھانا شروع کر دیا۔ آخر ابوبکرؓ نے کہا۔

لا تفعل یا خالد ما امرتک السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خالد جو کچھ تجھ سے کہا گیا تھا۔ اس پر عمل نہ کرنا۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ خالد ان لوگوں نے تجھے کیا حکم دیا تھا۔ خالد نے کہا انہوں نے مجھے حکم قتل دیا تھا۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ کیا واقعتاً تو مجھے قتل کرتا؟

خالد نے کہا۔ اگر ابوبکرؓ قتل اور سلام منع نہ کرتا تو یقیناً تعمیل حکم کی کوشش کرتا۔

حضرت علیؑ نے ایک ہاتھ خالد کے گلے میں الٹی طرف اور دوسرا ہاتھ گردن میں رکھ کر اسے اٹھایا۔ اٹھا کر پھیکا پھر اوپر پڑھ گئے۔ عرس نے چیخ کر کہا۔ علیؑ خالد کو مار ڈالیں گے جو بھی حضرت علیؑ کے قریب آتا تاکہ خالد کو پھٹرائے حضرت علیؑ اس کی طرف دیکھنے وہ ڈر کے مارے پیچھے ہٹ جاتا۔ خالد نیچے پڑا ہرک رہا تھا۔ خالد کا وضو ٹوٹ گیا پکڑے جس ہو گئے۔ کسی نے عبد اللہ ابن عباس کو بلایا۔

جناب عبد اللہؓ نے اگر عرض کیا۔ یا علیؑ تجھے صاحب قبر۔ اس کی بیٹی۔ اور اس کے بیٹوں کا واسطہ اسے چھوڑ دی۔ اس وقت حضرت علیؑ نے خالد کو چھوڑ دیا۔ اور پھر واپس گھر آگئے۔ نماز عشا گھر میں ادا کی۔



خطبہ دختر رسول

دربار ابوبکر

• یوں تو دختر رسول کا یہ خطبہ موافق و مخالف ہر ایک نے نقل کیا ہے البتہ تم احتجاج سے نقل کر رہے ہیں عبد اللہ ابن حسن نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکرؓ کے مذکر واپس کرنے کا قطعی انکار کر دیا تو دختر رسولؐ نے چادر اوڑھی مہاجرین و انصار کی چند ستورات کو ساتھ لیا و دربار میں کائیں بیگری بیوں نے آپ کے سامنے پردہ تانا دختر نبیؐ نے پہلے گریہ کیا پھر یہ خطبہ پڑھا۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى مَا اَنْعَمَ وَكَهٗ الشُّكْرُ
عَلٰی مَا اَلٰہُمْ وَ الشُّكْرُ بِمَا قَدَّمْ مِنْ عَمَلٍ نِعَمٍ
اَبْتَدَاَهَا وَاسْتَوْبَحَ الْاٰءِ اسْتَدَاَهَا۔
اللہ کے انعامات پر حمد ہے۔ اس کے الہامات پر شکر ہے۔ اس کی ابتدائی اور کامل تمام عمومی نعمات پر اسی کی ثناء ہے۔

وَتَمَامِ مَنِّیْنَ دَلَاہَا جَمَّ عَنِ الْاِحْصَاءِ عَدُّ دَهَا
وَتَاثِی عَنِ الْجَزَاۓ اَمَدُهَا وَ تَغَاوَتْ
عَنِ الْاِدْرَاکِ اَبَدُهَا۔
تمام مہمانوں کا شمار کسی کے بس میں نہیں۔ جن کی جزا کسی صورت میں ممکن نہیں؟ جن کا ادراک ناممکن ہے۔

وَمَدَّ بِہُمْ لَا سِتْرَ اَدْرَتْہَا بِالشُّکْرِ لَا
تُصَالِہَا۔ اسْتَحْمَدَ اِلٰی الْخُلُقِ بِاجْزَاہَا
وَشَحٰی بِالنَّدْبِ اِلٰی اُمْتَالِہَا۔
انصال نعمات میں اضافہ تو شکر سے وابستہ کیا ہے۔ اپنی مخلوق کو مزید دینے پر حمد چاہی ہے۔ اور ان میں سے نعمات میں دوبارہ اضافہ فرمایا ہے۔

اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا
شَرِیْکَ لَہٗ کَلِمَہٗ جَعَلَ الْاِخْلَاصَ تَاوِیْلَہَا
وَقَضٰی الْقُلُوْبَ مَوْصُوْلَہَا۔
میں اللہ کے واحد اور لا شریک مہمود ہونے کی گواہی دیتی ہوں۔ ایسا کلمہ جس کی تاویل خلوص ہے اور دلوں کی وابستگی کی ضمانت موجود ہے۔

وَاَنَا فِی الْفِکْرِ مَعْقُوْلَہَا الْمُتَمَنِّعِ مِنْ
الْاَبْصَارِ رَوْیَہٗ وَمِنْ الْاَلْسِنِ صَفَیَہٗ
وَمِنْ الْاَوْہَامِ کَیْفِیَّتَہٗ اَبْتَدَاَ الْاَشْیَاۃَ۔
اللہ نے فکر میں تدبیر عقل روشن کی۔ آنکھوں سے اس کی رویت ناممکن ہے۔ زبانیں اس کی تعریف سے قاصر ہیں۔ وہم اس کی کیفیت سے عاجز ہے۔

لَا شَیْءَ کَانَ قَبْلَہَا وَ اَنْشَاَہَا بِلَا
اَجْتِنَاۃٍ اَمْثَلُہَا اَمْثَلُہَا کَوْزًا یَقْدَرُ تَہٗ
وَزَّرَہَا بِمَشِیَّتَہٗ۔
لاشی سے اس نے آغاز کائنات کیا ہے۔ کسی پہلے سے موجود مثال کے بغیر اس نے ایجاد و عالم کیا۔ اپنی قدرت سے کوئیں کی اور اپنی مشیت سے ایجاد کی۔

من غير حاجة الى توكيدها لان تدالة في
تصويرها الابتشيتنا الحكيمته -

وتنبهها على طاعته واطها مرا
لقدرته و تعبد البريته -
واعزاز آلد عوته ثم جعل الثواب
على طاعته ووضع العقاب على
معصيته -

زيادة لعبادة عن نعمته و
حياسة لهم الى جنته -
واشهد ان ابى محمداً عبده ورسوله
اختره والتجبه قبل ان ارسله -
وسماه قبل ان اجتبااه -
واصطفاه قبل ان ابتعثه - اذ الخلاق
بالغيب مكنونه

وبسرا لا هاديل مصوته
وبنهاية الغدم مقروته -
علماً من الله با و اتل الامور -
واحاطة بموايد الالهو ر -
ومعرفة بمواقع الامور - ابتعثه
الله اتماماً لامره - وعزيمة على
امضاء حكمه

وانفاذ المقادير هتمه - فرائ الام
فرقاني ادبا نزلها - عكفا على
نيرانها -

عابده لا وثانها مكررة لله مع عرفانها

وه اس ايجاد میں ضرور ضرور نہیں تھا - نہ ہی اسے عالم کی اس
تصویر کشی میں کوئی فائدہ تھا - ہاں اس سب کچھ سے
اس کی حکمت کاملہ کا ثبوت ہے -

اس کی اطاعت کی یاد دہانی ہے - اس کی قدرت کاملہ
کا اظہار ہے - اس کی مخلوق کے لیے دعوت عبادت ہے -
اس کی دعوت توحید کی غلط ہے - پھر اس نے اپنی
اطاعت پر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور اپنی نافرمانی
پر سزا کا حکم سنایا ہے -

تاکہ بندگان خدا معصیت خدا سے بچے رہیں - تاکہ
اس کی جنت میں رغبت زیادہ بڑھے -

میں گواہی دیتی ہوں کہ میرا باپ محمد عبد اور رسول خدا ہے
اسے اللہ نے بھیجے سے پہلے مختار و مصطفیٰ بنایا تھا
مجتمعی بنانے سے قبل اللہ نے اس کا نام تجویز کیا تھا -
بعثت سے قبل اللہ نے اسے مصطفیٰ بنایا - یہ اس
وقت کی بات ہے -

جب کائنات عالم غیب میں پوشیدہ تھی - خیالوں کے
رازوں میں محفوظ تھی اور پردہ عدم میں مخفی تھی -

اللہ کو تمام ہو چکنے والے حالات کا علم تھا زمانوں
میں رونما ہونے والے تمام حادثات پر وہ محیط تھا -
تمام امور کی حقیقت سے وہ آشنا ہے - اللہ نے
انہیں اپنے احکام کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا اپنے
احکام کو نافذ کرنے کی خاطر بھیجا -

اپنی قضاء و قدر کو جاری کرنے کی خاطر بھیجا - آپ نے
دیکھا کہ ہر قبیہ نے ایک علیحدہ دین بنا رکھا ہے - کچھ
آتش پرستی میں مصروف ہیں -

کچھ بت پرستی میں گہرے ہوئے ہیں - اللہ کی معرفت

فانا ر الله تعالى بابي محمد ظمها

وكشف عن القلوب برمها .

وجلى عن الابصار عميها .

نقام في الناس بالهداية .

فانقذهم من الغواية

هداهم الى الدين القويم

ودعاهم الى الصراط المستقيم

ثم قبضه الله اليه قبض

رأفة واختيار ورغبة

وايثار .

فحمد عن تعب هذه الدار

في راحة قد حفت بالملائكة الابرار

ورضوان الرب الغفار ومجاورة الملك الجبار

صلى الله على ابي نبويه وحبيبه وامينه

على وحيه والسلام عليه ورحمة

الله وبركاته .

انتم يا عباد الله نصب امره

ونهييه .

وحمله دينه ووحيه .

وامناء الله على انفسكم و

يلغاؤه الى الامم وزعيم

حق له فيكم .

وعهد قدمه اليكم . وبقية

استخلفها عليكم .

كتاب الله الناطق . والقرآن الصادق .

رکھنے کے باوجود منکرین خدا ہیں۔ اللہ نے میرے باپ

محمدؐ کے ذریعہ جہالت کی تاریکیوں کو روشن کیا۔

میرے باپ کے ذریعہ اللہ نے دلوں کی گرہ کشائی کی

اللہ نے آنکھوں سے نابینائی کی ہٹی اتاری۔ چنانچہ

وہ لوگوں میں علم ہدایت لے کر اٹھے۔

اللہ نے انہیں گمراہی سے نجات دی۔ میرے باپ

نے انہیں راہ حق کی ہدایت دی۔ میرے باپ نے

انہیں صراط مستقیم کی طرف بلایا۔

پھر انہیں انتہائی نرمی سے۔ ان کے اپنے ایشا ر جان سے

ان کی اپنی پسند اور مرضی سے اللہ نے واپس اپنے

پاس بلایا۔

چنانچہ اس وقت محمدؐ اس دار دنیا کی نکالیف سے آزاد

ہو کر دلب غفار کی رضا۔ ملک جنبار کے پڑوس میں ملائکہ

ابرار کے حلقہ میں آرام سے ہیں۔

اللہ میرے باپ۔ نبی۔ اپنے حبیبؐ اور امین وحی پر

درود و سلام بھیجے۔ ان پر اللہ کا سلام اللہ کی رحمتیں اور

برکتیں ہوں۔

اےندگان خدا ان کے بعد اب معاملہ تمہارے ہاتھ

میں ہے۔ امر نہی تمہارے پاس ہے۔ تم اس کے

دین اور وحی سے واقف ہو۔

اب تم اپنے اللہ کے امین اور دوسروں تک دین

پہنچانے کے مبلغ ہو۔ اس حق کا ستون اعظم تمہارے

درمیان موجود ہے۔

اس نے تم سے پہلے عہد لے رکھا ہے۔ ان کا کچھ بقیہ

ہے۔ جو وہ تمہارے درمیان بطور خلیفہ چھوڑ گئے ہیں

اللہ کی تاطن کتاب ہے۔ اللہ کا سچا قرآن ہے۔

جو بلند پرواز نور ہے۔ اور درخشندہ روشنی ہے۔
اس کی بصیرت غیر مبہم ہے۔ اس کے راز طشت ایزام
ہیں۔ اس کے ظواہر واضح ہیں۔ اس کے شیعہ اس پر
رشتہ کرتے ہیں۔

اپنے پیچھے چلنے والوں کے لیے اٹھائے رب کا قائد
ہے۔ اس کا سن لینا بھی تجاہت ہے۔ اسی کے ذریعہ
اللہ کی روشن جنتیں حاصل کی جاسکتی ہیں۔

اس کی ہر عزیمت تفسیر شدہ ہے۔ اس کے حرام سے
ڈنایا گیا ہے۔ اس کے دلائل ہر دور پر محیط ہیں اس کی
ہر دین کافی ہے۔

اس کے فضائل کبھر ہوئے ہیں۔ اس کی رخصت بخشی گئی ہے۔ اس کے احکام کبھے ہوئے ہیں۔
اللہ نے ایمان کو شرک سے تفسیر کی خاطر فرض کیا ہے۔
نماز کو تکبر سے بچانے کی خاطر واجب کیا ہے۔
زکوٰۃ تذکیہ نفس اور وسعت رزق کے لیے فرض ہوئی
ہے۔

اللہ نے روزہ خلوص پر ثابت قدمی کے لیے فرض کیا ہے
حج کو دین کی مضبوطی کے لیے فرض کیا ہے۔
عدل کو دلوں کے میل دور کرنے کی خاطر واجب کیا ہے
اللہ نے ہماری اطاعت تعظیم امت کے لیے فرض کی ہے
اللہ نے ہماری امامت فرقہ پرستی سے تحفظ کی خاطر فرض
کی ہے۔

اللہ نے جہاد کو عزت اسلام اور ملت کو کفر کیلئے واجب کیا ہے
اللہ نے صبر ازمیں اٹھانے کی خاطر واجب فرمایا ہے۔
اللہ نے امر و نہی کو عوامی مصالح کی خاطر واجب بتایا
ہے۔

والدین سے حسن سلوک ناراضگی خالق کی ڈھال ہے

والنور الساطع۔ والضياء اللامع۔
بینة بصائرہ۔ منكشفة سرائره
منجلیة ظواهرہ۔ مغتبط به اشیاء

قائد الى الرضوان اتباعه۔ مؤدالى
النجاة استماعه۔ به تنال حجب الله
المتورة۔

وعزائمہ المفسرة۔ ومحارمه المحذرة
وبيناته الحامية وبراہینہ
الحاقية۔

اس کے فضائل کبھر ہوئے ہیں۔ اس کی رخصت بخشی گئی ہے۔ اس کے احکام کبھے ہوئے ہیں۔

۱۔ فجعل الله الايمان تطهيراً لكم عن الشرك۔
۲۔ والصلوة تنزيهاً لكم عن الكبر۔
۳۔ والزكاة تزكيتاً للنفس ونماءً فى
الرزق۔

۴۔ والصيام تثبيتاً للاخلاص۔
۵۔ والحج تشبيداً للدين۔

۶۔ والعدل تنصيفاً للمقوب۔
۷۔ وطاعتنا نظاماً للملة۔
۸۔ واما امتنا اماناً للفرقة۔

۹۔ والجهاد عزاً للاسلام وذللاً لاهل الكفر
۱۰۔ والصبر معونة على استجاب الاجر۔
۱۱۔ والاصر بالمعروف والنهي عن المنكر
مصلحة للعامة۔

۱۲۔ وبراؤ الدين وقاية من السخط۔

اَخَاهُ فِي لَهْوَاتِهَا -

قَلَّا يَتَكْفَى حَتَّى يَطَافُ مَا مَهَا
بِالْخَصْمَةِ وَيَخْمَدُ لَهَا سَيْفَهُ -

مَلَدًا فِي ذَاتِ اللَّهِ -

مُجْتَهِدًا فِي أَمْرِ اللَّهِ - قَرِيبًا مِّنْ
رَّسُولِ اللَّهِ -

سَيِّدًا فِي أَوْلِيَاءِ اللَّهِ - مَشْمُورًا
نَاصِحًا - مُجِدِّدًا - كَادِحًا -
وَانْتَهَفِ رِفَاقِيَّةَ فِي
الْعَيْشِ - وَادْعُونَ -

فَاكْهُون - آمَنُونَ -

سَتَرِ بَصُونِ بِنَا الدَّوَائِرِ -
وَتَتَوَكَّفُونَ الْاَخْبَارَ - تَتَكَبَّرُونَ
عِنْدَ الْقِتَالِ وَتَقْرُونَ عَنْ
الْقِتَالِ -

فَلَمَّا اخْتَارَ اللَّهُ لِنَبِيِّهِ دَارَ انْبِيَاءِهِ
وَمَا وَاسِي اَصْفِيَاءِهِ -

ظَهَرَتْ فِيكَو حَسَكَةُ النِّفَاقِ - وَ
اشْمَلُ جَلِيَابِ الدِّينِ - وَنَطَقَ كَاطِمُ الْفَادِيْنَ
وَبَنَعَ حَامِلُ الْاَقْلِيْنَ - وَهَدَرَ فَتِيْقُ
الْمِيطَلِيْنَ - فَخَضَرَ فِي عَرَصَاتِكُمْ -

وَاطْلَعَ الشَّيْطَانُ رَاسَهُ مِّنْ

فَغَرَّرَهُ - هَا تَفَاً بَكْرًا - فَالْفَاكُو

باپ نے اپنے بھائی کو ان شعلوں میں جھونک دیا -
اس نے کبھی منہ نہ موڑا حتیٰ کہ اس نے اپنی شجاعت
سے فتنہ کو ختم کر دیا اور اپنی تلوار سے جنگ کے شعلے
بجھا دیئے -

اس کا نصب العین فقط ذاتِ توحید ہوتی تھی - اس کی
کوشش فقط امرِ خدا کی کامرانی ہوتی تھی - ہر جگہ رسولؐ پر
سایہ کی طرح قریب رہا -

ہمیشہ اولیائے خدا میں سردار رہا - ہمیشہ آمادہ جنگ
رہا - ہمیشہ اسلام کی تبلیغ کرتا رہا - ہمیشہ کوشش کرتا رہا
ہمیشہ مصائبِ بھیتنا رہا - اور تم اس وقت اپنے خیام
میں بیٹھ کر آرام سے مزے اڑاتے رہے - تم کنارہ
کش رہے -

غنیمت حاصل کرتے رہے - امن سے بیٹھے رہے -
ہم پر مصائبِ ٹوٹنے کا انتظار کرتے رہے -
آنے والے جانے والوں سے حالاتِ جنگ پر پختہ رہے
ہر جنگ میں ایک سو رہے اور ہر شدتِ جنگ میں پیٹھ
دکھاتے رہے

جب اللہ نے اپنے نبیؐ کے لیے دارِ الانبیاء کو منتخب
کیا - اس جگہ کو پسند کیا جو اس کے مصطفیٰ افراد کے لیے ہے
تمہارا پوشیدہ نفاق ظاہر ہو گیا - شک کی چادر تم پر چھا
گئی - گمراہ کنندوں کا سر براہ بولنے لگا -

بھاگنے والوں کا سرچشمہ پھوٹ نکلا - باطل توازنوں
کے منہ سے جھاگ بہنے لگی - وہ تمہارے درمیان گھس
گیا -

شیطان نے اس کے سر سے اپنے سینگ نکال دیے
اس نے تمہیں بلالیا - اس نے دیکھا تم اس کی دعوت پر لپک

لِدَعْوَتِهِمْ صَنِيعِيْنَ -

کہو گے۔

وَلِلْعَثْرَةِ فَيْكُم مَّلا حَظِيْنَ -

تَم لَفْزِشْ كُو دِیْکھنے لگے۔ اِس نے تھیں اٹھنے کو کہا اِس

تَم اسْتَقْرَضْکُم فَوْجِدْ کُم حَقْفًا

نَے دِکھا کہ تَم تو بڑے ہلکے تھے۔ اِس نے تھیں آمادہ کیا

وَاحْتِکُوْا لِفَاکُم غَضِیَا نَا -

اُور تھیں اپنی ہاں میں ہاں ملائے والا دیکھا۔

تَو سَمَحْتَ غَیْر اِبْکُم -

تَم نے اپنے اوٹ کو چھوڑ کر دوسرے پر علامت

وَوَرَدَتْ غَیْر شَرْبِکُم -

لگا دی۔ تَم نے اپنے گھاٹ کو چھوڑ دیا اور دوسرے

سے پانی پینے لگے۔

هَذَا وَ الْعَهْدِ قَرِیْب - وَالْکَلَمِ رَحِیْب -

مگر یاد رکھو وعدہ گاہ قریب ہے زخم بہت گہرا ہے۔ یہ

وَالْجَرَحِ لَمَیْتَدَمَل - وَالرَّسُوْل

زخم مندمل ہونے والا نہیں ہے۔ ابھی تک تو رسولؐ

اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا -

کا جنازہ رکھا تھا۔

اِیْتَدَرْتُمْ وَ زَعَمْتُمْ خَوْفَ الْفِتْنَةِ

تَم نے جلد بازی کی۔ اور تمہارا یہ خیال تھا کہ فتنہ بھڑک

سَقَطُوْا -

اٹھے گا۔ حالانکہ تم خود فتنہ میں کود چکے ہو۔

وَ اِنْ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌ بِالْکَافِرِیْنَ - فِیْہِیْمَات

جہنم کفار پر غالب ہے۔ افسوس ہے تم پر۔ کیا کو گے

مَنْکُمْ - وَ کَیْفَ بِکُمْ - وَ اِنِیْ تَوْتُ نَکُوْن -

اور کہاں ڈگبگائے پھرو گے۔

وَ کِتَابُ اللّٰہِ بَیْنَ اَظْہَرْکُمْ - اَمُوْرَ ظَاہِرَۃ

کتاب خدا تمہارے سامنے ہے۔ اِس کے معاملات

وَ اَحْکَامُہِ زَاہِرَۃ - اَعْلَامُہِ بَاہِرَۃ -

واضح اور احکام روشن ہیں۔ اِس کے دلائل لاجواب ہیں

وَ زَوَاجِرُہِ لَا تُحْجَۃ - وَ اَمُوْرَہِ وَ اَفْہَۃ

قرآن کی بھڑکیاں واضح ہیں۔ قرآن کے معاملات غیر مبہم

قَدْ خَلَفْتُمُوْا وَ رَآءُ ظَہُوْرْکُمْ -

ہیں۔ تَم نے قرآن کو بہت پیچھے پھینک دیا ہے۔

اِرْغَبَۃ عَنْہُ تَدْبُرُوْنَ اَمَّ بَغِیْرَہ

کیا یہ سب کچھ قرآن سے نفرت کا نتیجہ ہے۔ میں میں تھیں

تَحْکُمُوْنَ -

غور کرنا تھا۔ اب کیا قرآن کے علاوہ کسی چیز سے فیصلہ کرو گے

بَیْسٌ لِّلظَّالِمِیْنَ یَدُلَا - وَ مَنْ یَبْتَغِ

ظالمین کا انجام بہت بُرا ہوگا۔ جو بھی قرآن کے علاوہ کوئی

غَیْرِ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَیْ یَقْبَلْ مِنْہُ وَ هُوَ فِی

اور دین چاہے گا اِس سے قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت

اَلْآخِرَۃ مِنْ الْخَاسِرِیْنَ -

میں وہ خاسرین سے ہوگا۔

ثُمَّ لَمْ تَبْلُثُوْا لِاَدِیْت - اَتَسْکُنْ نَفَرْتَهَا

تم بہت کم دن ہی زندہ رہو گے۔ کیا یہ نفرت ختم ہو جائے

وِیْسَلَسْ قِیَادَهَا - ثُمَّ اَخَذَ تَم تَوْرُوْنَ

گی؟ کیا اِس نفرت کے قائد رہ جائیں گے پھر تَم اِس

وَ قَدْ تَمَّ -

کی چنگاریوں کو پھونکنے لگے ہو۔

وَتَهَيَّجُونَ حِمْرَتَهَا - وَتَسْتَجِيبُونَ
لَهَاتَاتِ الشَّيْطَانِ الْعَوِيِّ - وَاطْعَاءُ
أَنْوَارِ الدِّينِ الْجَلِيِّ -

وَأَهْمَادِ السَّنَنِ النَّبِيِّ الصَّفِيِّ - تَشْرِبُونَ
حَسَوَاتِي ارْتِغَاءً - وَتَمْشُونَ بَاهِلَهُ
وَلَدًا فِي الْحَمْرَاءِ وَالْضَمْرَاءِ -

وَنَصْبِ مَنَّا عَلَى مَثَلِ جَزَائِمِ
وَزَخْرِ السَّنَانِ فِي الْحَشَا -

وَأَنْتُمْ الْآنَ تَرْعَمُونَ لَا ارْثَ لَنَا -

أَتَحْكُمُ الْجَاهِلِيَّةَ بَتَغْوُونِ ؟
وَمِنْ أَحْسَنِ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمِ
يُؤْمِنُونَ - أَفَلَا تَعْلَمُونَ -

بَلَى قَدْ تَجَلَّى لَكُمْ كَالشَّمْسِ
الضَّاحِيَّةِ - أَيْ ابْنَتِهِ إِيَّهَا
الْمُسْلِمُونَ -

وَأَغْلِبَ عَلَى ارْتِثَتِهِ -

يَا بَنِي قَحَافَةٍ أَفِي كِتَابِ اللَّهِ -

إِنْ تَرِثُوا آبَاءَكُمْ وَلَا ارْثَ لَكُمْ
لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا فَرِيًّا عَلَى اللَّهِ
وَرَسُولِهِ -

أَفْعَلَى عَمْدٍ تَرَكْتُمْ كِتَابَ اللَّهِ وَبَيْتَهُ
وَرَأَوْهُمُورًا كَمَا إِذْ يَقُولُ -

وَقَالَ فِيمَا امْتَضَى مِنْ خَبَرِ يَحْيَى ابْنِ
زَكَرِيَّا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ إِذْ يَقُولُ -

رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرْتِثُنِي

تَمَّ اسْأَلُكُمْ بِرَبِّهِ دَالٍ رَسْمٌ - تَمَّ مَكْرَاهُ كُنْ شَيْطَانُ كِي
بَكَارٍ بِرَبِّكَ كَبَرٌ رَسْمٌ - تَمَّ دِينُ عَلِيٍّ كَعَالٍ كَوَيْلُ كِي
كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي -

بَنِي مُصْطَفَى كِي سَتَرْتُمْ كَوَيْلُ كِي كَعَالٍ كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي -

لَكِنْ هَمَّ اسْأَلُكُمْ كِي مَانَدُ صَبْرٍ كِي كَعَالٍ كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي -

أَنْ تَمَّ يَهْمُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي -

بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي -

بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي -

بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي -

بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي -

بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي
بَنِي كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي كَوَيْلُ كِي -

ویرث من آل یعقوب -

وقال ایضا -

۳- ادلو الارحام بعضهم اولى ببعض في كتاب الله -

۴- يوصيكم الله في اولادكم للذکر مثل

حظ الانثیین -

۵- ان تترك خیراً الوصیة للموالدین و

الاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین -

وزعمتم ان لاحظوة لی -

ولا رث من ابی - ولا رحم

بیتمنا -

افحصکم الله یا یة من القرآن

واخرج ابی محمد امرها

ام هل تقومون ان اهل اللتین

لا یتوارثون ؟

✽

اولست انادابی من اهل ملة

واحدة ؟ ام انتم اعلم بخصوص

القرآن من ابی و ابن عی -

قد و نکھا بخطومه موحولة

تلقاک یوم حشرک -

✽

فقم الحکم الله و انزعیم محمد و الموعد

القیامه - و عند الساعة یحشر المیطون -

ولا یتفعکم اذ تشد مون - و لكل

بناء مستقر و سوف

جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو - پھر قرآن کہتا ہے

کتاب خدا میں اقرباء بعض کی نسبت بعض زیادہ حقدار

وارث ہیں - یہ بھی قرآن ہی فرماتا ہے -

اللہ تمہیں اولاد کے سلسلہ میں وصیت کرتا ہے کہ

بیٹے کو دو بہنوں کے برابر حصہ دو - یہ بھی اللہ نے فرمایا

اگر متوفی ترکہ چھوڑ جائے تو والدین اور اقربین کے ساتھ

نیک وصیت پر عمل کرنا بھی متقین کا فریضہ ہے -

تم نے یہ فرم کر لیا ہے کہ میرا کوئی حصہ نہیں ہے

میں اپنے باپ کی وارث ہی نہیں - میرا باپ سے

کوئی رشتہ نہیں -

کیا قرآن میں تمہارے لیے کوئی مخصوص آیت موجود ہے

جس میں میرے باپ کو اس حکم سے باز رکھا گیا ہو؟

یا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ دو مختلف مذہب رکھنے والے

ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے؟

کیا تمہارے خیال میں میں اور میرا باپ ایک مذہب

پر نہ تھے؟ یا کیا تم میرے باپ اور چچا زاد کی نسبت

احکام قرآن کے زیادہ عالم ہو -

آج دیکھ لے تیرے سامنے اپنے باپ کی میراث سے

محروم عنقریب ہو کر جانے والی سنت نبی جو کل یوم حشر تیرا

دامن پکڑے گی -

میرا بہترین ثالث اللہ ہے - وکیل محمد ہے اور باطل پرست

دربار قیامت کے دن گھائے میں رہیں گے

اس دن تم پشیمان ہو گے لیکن یہ پشیمانی تمہیں کوئی فائدہ

نہ دے گی - ہر آغاز کا انجام ہوتا ہے اور عنقریب تمہیں

تعلّمون -

من یاتیه عذاب یجزیه و یحل
علیه عذاب مقیم۔

يا معشر النقيبة - واعضاء الملة -
وحضرة الاسلام - ما هذه
العنيزة في حقى -

والسنة عن ظلامتي ؟ اما كان
رسول الله ابى يقول المرء يحفظ
في ولده ؟

سرعان ماحد شتم ؛ و عجلای
ذاهالة ؛ و لکھ طاقتہ بہا حال۔
وقوۃ علی ما اطلب ۔ وان اول
تقولون مات محمد فخطب
جلیل استوسع ۔

واظمت الارض لغيبته
وكسفت الشمس والقمر
واتتشرت الغيوم بمصيبته -
وخشعت الجبال - واضيع الكريم
وازعيت الحرمه عندماته - فملك
والله النازل لسة الكبيرى -

اعصيبة العظمى - لاملها فاقلة -
ولا بائقة عاجلة - اعلن بها
كتاب الله في افيثكم -

فی مساکو و مصیحوکم - بہتف
فی افینتکو ہتافاً و تلاوۃ
والحانائے

معلوم ہو جائے گا۔

کہ کس پر رسوا کن اور ستم ختم ہونے والا دائمی عذاب آتا ہے؟ اس کے بعد دخترِ نبیؐ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا اے نقیبوں کا گروہ! اے ملت کے ارکان! اے اسلام کے محافظو! میرے حق میں یہ کیسی دھاندلی ہے؟

میری جائیداد کے سلسلہ میں یہ کیسی ایجاد ہے؟ کیا میرا نیا باب نہیں ختم ہوتا تھا کہ انسان کا تحفظ اس کی اولاد میں ہے؟

کتنا جلدی تم نے دین بدل دیا ہے؟ کتنا جلدی تم بدل گئے ہو؟ جو کچھ میراثی ہے تم میں لینے کی طاقت ہے جو میرا مطالبہ ہے اسے وصول کرنے کی تم میں قوت ہے۔۔۔ وفاتِ رسولؐ پر تو تم کہنے لگے تھے۔ وفاتِ محمدؐ بہت بڑا دشمن ہے۔

اس کی غیبت سے زمین تار یک ہو گئی ہے۔ آفتاب
وماہتاب گہن زدہ ہو گئے ہیں۔ اس کی مصیبت میں
ستارے ٹوٹ رہے ہیں۔

پہاڑ گریہ کنتاں ہیں۔ ناموس پا مال ہو گئی ہے۔ آپ کی وفات سے عزت کا جنازہ نکل گیا ہے۔ لیکن بخدا ایہ اس سے بہت بڑی مصیبت ہے

بہت بڑا حادثہ ہے۔ اس جیسی مصیبت کبھی نہیں آئے گی۔ اتنی جلد کوئی جان لیوا حادثہ نہیں ہو گا۔ کتاب خدا تمہارے گھروں میں اعلان کر رہی ہے۔

تمہاری صبح و شام اعلان ہو رہا ہے۔ منادی مذاکرہ رہا ہے۔ تلامذہ قرآن کرتے والے باق رہا ہے۔ (کہ حق بنت رسول کا ہے)

وَلَقَبْلَهُ مَا حَلَّ بِأَنْبِيَاءِ اللَّهِ
وَرَسَلَهُ حَكْمَ فَضْلٍ وَقَضَاءِ
حَقِّهِ - مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ -
أَفَأَنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ لَا تَقْلِبُتُمْ
عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى
عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا
وَيُجْزَى اللَّهُ الشَّاكِرِينَ -
إِيهَابِي قَبْلَهُ -

أَهْظُمُ تَرَاثِيبِي وَأَنْتُمْ بِرَأْيِي مَنِي
وَمُسْمَعُ وَبِجَمْعِي - تِلْكَ سَكْمُ
الدَّعْوَةِ -

وَتَشْمَلُكُمْ الْخَيْرَةُ - وَأَنْتُمْ
ذَوَا الْعَدَدِ وَالْعَدَّةِ - وَالْأَدَاةِ
وَالْقُوَّةِ - عِنْدَكُمْ السَّلَاحُ وَالْمِجَنَّةُ -
أَتَوَاتِيكُمْ الدَّعْوَةَ فَلَا تَجِدِيونَ - وَ
تَأْتِيكُمْ الصَّرْحَةُ فَلَا تَغِيثُونَ -

وَأَنْتُمْ مَوْصُوفُونَ بِالْكَفَّاحِ -
وَمَعْرُوقُونَ بِالْخَيْرِ وَالصَّلَاحِ
وَالنَّجْبَةِ الَّتِي أَنْتَجِبْتَ وَالْخَيْرَةِ
الَّتِي أَخْيَرْتَ لَنَا أَهْلِيَّةً قَاتِلَتُمُ الْعَرَبَ
وَقَتَلْتُمُ الْكُذَّ وَالْمُتْعِبَ وَنَاطَلْتُمُ الْإِثْمَ -
وَكَا فَنَحْنُ إِلَيْهِ حَتَّى إِذَا دَارَتْ بِنَارِجِي
الْإِسْلَامِ وَدَرَحَلَبِ الْإِيَّامِ - وَخَفَعَتْ
ثَغْرَةَ الشَّرْكِ -
وَسَكَنْتْ قُورَةَ الْإِفْكِ - وَخَدَمَتْ

ہاں اس سے قبل بھی انبیاء و رسل الہیہ کے سلسلہ میں
واضح فیصلے اور حتمی قضا و موجود ہے - محمد رسول خدا ہی
تو ہے -

اگر محمد وفات پا گیا - یا شہید کر دیا گیا تو تم اپنے سابقہ
قدموں پر پھر جاؤ گے - لیکن یاد رکھو جو اپنے سابقہ قدموں
پر پھر اودہ اللہ کو ذرہ بھر بھی نقصان نہیں دے سکے
گا اور اللہ شکر گزاروں کو جزائے خیر ہی دے گا -
قبلہ والو! آنکھیں کھولو!

میرے بابا کی میراث لٹ رہی ہے تم دیکھ رہے ہو -
سن رہے ہو - اور تم سب جمع ہو - تمہیں دعوت دی جا
رہی ہے -

لیکن تم ہجرت میں ہو - تم خاندان والے ہو - تم مالدار ہو
تم بات کر سکتے ہو اور طاقت رکھتے ہو - تمہارے پاس
ہتھیار بھی ہیں اور ڈھال بھی ہے -

تمہیں دعوت دی جا رہی ہے اور تم کوئی جواب نہیں
دیتے - تمہیں فریاد کی جا رہی ہے اور تم فریاد ہی نہیں
کرتے -

حالانکہ تمہاری فریاد ہی معروف ہے - تم خیر و صلاح میں
مشہور ہو - ہم اہلیت کی وہ نجات اور وہ جتنی ہونا جو
اللہ نے ہمیں عطا کیا ہے - اس کے لیے تم پورے
عرب سے لڑے - تم نے مصائب اور مشکلات برداشت
کیں - تم نے قبیلوں کو شکست دی -

تم نے اس کا دفاع کیا ہے - جب اسلام کی چکی ہمارے
حق میں چلی - زمانہ کا دودھ تمہارے سامنے بہا شرک کی
بنیادیں ڈھے گئیں -

اتہامات کے طوفان تم گئے لکڑی آگ بجھ گئی مصائب

محمد ابوبکر

نيران الكفر. وهدئت دعوة الهرج والمرج. و
استوثق نظام الدين. فاني خرتم بعد
البيان؛ واسرتم بعد الاعلان؛ و
نكضتم بعد الاقدام.

واشركتم بعد الايمان ؟ بؤسا
لقوم نكثوا ايمانهم - وهو اخراج
الرسول وهم يدركهم اول مرة -
اتخشونهم فابالله احق ان تخشوه
ان كنتم مومنين - وقد اري بان
اخلاكم الى الخفض -

و ابعثتم من هو احق باليسرط .
فان تكفروا انتم و من في الارض
جميعا - فان الله عنى حميد -

الأوقد قلت ما قلت هذا على
معرفة مني بالخذلة التي
خامرتكم.

والغدرۃ التي استعرتها
قلوبكم -

فيضة النفس وثبته الصدر
وتقدمة الحجة. فاحتقبوها باقية
العار.

موصولة بقضب من الله و
شمار الايد. موصولة بنار الله الموقدة
التي تطلع على الافئدة. فيعين الله ما
تفعلون. وسيعلم الذين ظلموا اي
منقلب ينقلبون -

اور تنگی کے دن گزر گئے۔ سلسلہ دین مضبوط ہو گیا۔
سامنے آنے کے بعد جم کہاں چلے گئے؟ ظاہر ہونے
کے بعد کہاں چھپ گئے؟ آگے بڑھنے کے بعد کیوں پیچھے
گئے؟

ایمان کے بعد کیوں مبتلائے شرک ہو گئے۔ بدنصیب
ہے وہ قوم جو اپنی قسم توڑ دے اور رسولؐ کی شہر بدری کا
ارادہ کر لیں حالانکہ ابتداء انہی نے کی تھی۔
کیا ان سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ سے ڈرنا چاہیے
بشرطیکہ تم مومن ہو۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم ہمیشہ کی ذلت
پر راضی ہو چکے ہو۔

جو قرب کا زیادہ حقدار تھا اسے تم نے دور کر دیا ہے
اگر تم اور روئے زمین کے تمام باسی بھی کافر ہو جائیں۔
تو بھی اللہ بے نیاز اور محمود ہے۔

جو گچ میں نے کہا ہے یہ جانتے ہوئے کہا ہے کہ تم اس
ذلت کے سامنے جھک چکے ہو جو تم پر مسلط کر دی
گئی ہے۔

تہیں اس دھوکے کا احساس ہو چکا ہے جس سے تمہارے دل بخوبی آشنا ہیں۔

یہ صرف میرے دل کا غبار تھا۔ دل کے پچھوئے غم
اور اتمام حجت تھا۔ اس کی لعنت ہمیشہ تک تمہارے
ساتھ رہے گی۔

غضب خدا سے موصوف رہے گی۔ دائمی رسوائی ہوگی
اللہ کی دلوں پر چھا جانے والی آگ سے متصل رہے گی
جو کچھ تم نے کیا ہے نگاہ قدرت کے سامنے ہے۔
عقربِ ظالم جان لیں گے کہ کس انجام سے دوچار ہوئے
ہیں

وَاَنَا نَبِيٌّ نَزِيْرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَي
عَذَابٍ شَدِيْدٍ - فاعملوا انا
عاملون -
فانتظروا وَاَنَا لانتظرون -
میں تمہارے نذیر کی بیٹی ہوں تمہیں عذاب شدید سے
اب بھی ڈراتی ہوں - تم اپنا کام کرتے رہو ہم اپنا کام
کریں گے -
تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں -

اس کے بعد بنت رسولؐ نے قبر نبیؐ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا -
بابا تیرا لگا پارہ پارہ ہو گیا - بابا مصائب کے وہ پہاڑ ٹوٹے ہیں کہ اگر دنوں پر آتے تو دن راتوں میں بدل جاتے
بی بی واپس گھر آئی - اور صاحب فراش ہو گئی - دن بدن مرنے بڑھتا گیا - اسقاطِ محن کا درد روز بروز فزونیٰ تر ہوتا گیا
ایک دن عمرؓ و ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ سے دفتر زہراؓ کا حال پوچھا - تو آپؓ نے بتایا کہ زندگی کے آخری ایام
میں ہے -

ان دونوں نے کہا - اگر آپؓ ہمیں اجازت لے کر دیں تو جو کچھ ہم سے ہو گیا ہے - ہم اس کی معذرت کر لیں -
حضرت علیؓ نے دفتر رسولؐ سے فرمایا -

ايتعا الحرة فلان وفلان على باباب يريد ان يسلمنا عليك فيما ترين -
اے رسولؐ کی دختر نیک اختر فلان فلان دروازہ پر کھڑے ہیں اور آپؐ کی عیادت کرنا چاہتے ہیں - آپؐ کا کیا

خیال ہے؟

جناب سیدہؓ نے جواب دیا:

البيت بيتك والحرة امتك فافعل ما تشاء -

یہ گھر آپؐ کا گھر ہے اور آزادہ امتِ رسولؐ آپؐ کی کنیز ہے - جیسا مناسب ہو دیکھ لیں -

آپؐ نے فرمایا:

پھر پردہ بنالیں - بنت نبیؐ نے پردہ بنایا - یہ دونوں اندر داخل ہوئے اور کہا -

اے دفتر رسولؐ جو کچھ ہونا تھا ہو گیا - اب ہم سے راضی ہو جائیں -

بی بی نے فرمایا: تمہیں اس بات کی ضرورت کیوں پڑی ہے؟

ان دونوں نے جواب دیا - ہمیں اعتراف ہے کہ ہم نے آپؐ پر ظلم کیا ہے -

بی بی نے فرمایا - اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو پھر جو کچھ میں پوچھوں اس کا وہی جواب دو - جو تمہیں معلوم ہو -

ان دونوں نے کہا - آپؐ جو چاہیں پوچھیں -

بی بی نے فرمایا:

میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتی ہوں کیا تم نے میرے نبیؐ یا با سے سنا تھا کہ - فاطمہؓ میرا حصہ ہے جس

نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی؟

ان دونوں نے کہا۔ بالکل ہم نے آپ کے بابا سے سنا ہے۔

اس کے بعد نبی نے دونوں ہاتھ سوئے آسمان بلند کئے اور عرض کیا۔

اللہم اتمتعنا قداذیانی وانا استکرھا اے اللہ ان دونوں نے مجھے تکلیف دی ہے۔

ایک والی رسولک - میں ان دونوں کا شکوہ تیری بارگاہ میں اور اپنے بابا کو

کرتی ہوں۔

بجدا! میں کبھی تم دونوں سے راضی نہیں ہوں گی۔ حتیٰ کہ

میں اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر اسے بتاؤں کہ تم

دونوں نے مجھے کیا سلوک کیا۔ بس وہی تمہارے

سلسلہ میں میرا ثالث ہوگا۔

[illegible]

کیا ایک عورت کی باتوں سے آنسو بہانے لگے ہو۔

لا والله لا ارضى عنكما ابداً

حتىلقى الله واخبره بما

صنعتاً فيكون هو الحاكم

فیکما۔

بوکر رونے لگے، عمر نے کہا:

تَجَزَعُ مِنْ قَوْلِ امْرَأَةٍ -



وفات دختر نبیؐ

بعد از وفات نبی اکرمؐ دختر نبیؐ کی زندگی میں مورخین کا بہت زیادہ اختلاف ہے۔ لیکن تمام ترا اختلاف کے باوجود کسی مورخ نے چھ ماہ سے زیادہ اور چالیس دن سے کم نہیں لکھا۔ آئمہ اہلبیتؑ سے معتبر روایات کے مطابق ڈھائی ماہ ہے۔

بحار میں مقاتل الرطالین کے مصنف ابو الفرج نے نقل کیا ہے کہ امام باقرؑ سے بی بی کی شہادت بعد از شہادت نبیؐ تین ماہ مروی ہے۔

سلیم ابن قیس ہلالی کے مطابق بعد از شہادت نبیؐ بی بی کی شہادت چالیس دن بعد ہوئی۔ علامہ طبرسی کی دلائل الامتہ میں بعد از شہادت رسول اکرمؐ بی بی کی شہادت ڈھائی ماہ بعد مذکور ہے۔ اور سبب وفات عترت کے چچا زاد قنفذ کا وہ وار ہے جو اس نے نوک تلوار سے عترت کے حکم سے بی بی کے پہلو پر کیا تھا۔ جس سے جناب محسنؑ کی صدف عصمت میں شہادت ہوئی۔

مناقب شہر آشوب میں جو لکھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ جب نبی اکرمؐ کی شہادت ہوئی اس وقت بنت رسولؐ کی کل عمر اٹھارہ برس اور سات ماہ تھی۔ بعد از شہادت نبیؐ بنت رسولؐ بہتر دن اور بعض کے بقول پچھتر دن زندہ رہیں۔ ہلالی کے مطابق بی بی چالیس دن زندہ رہیں اور یہی اصح قول ہے۔ ۱۳ ربیع الثانی شب ہفتہ بی بی نے اس دار فانی کو الوداع کہی۔ آپ کا مزار جنت البقیع میں ہے۔ بعض مورخین کے بقول آپ کو اپنے گھر میں دفن کیا گیا۔ اور بعض مورخین نے بتایا ہے کہ بی بی کا مزار مزار رسولؐ اور منبر کے مابین ہے۔

● بحار میں بیون المعجزات کے حوالہ سے علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ دختر رسولؐ کی عمر بوقت شہادت اٹھارہ برس اور دو ماہ تھی۔ بعد از نبیؐ دختر نبیؐ پچھتر دن دنیا میں رہیں۔

تاہوت :

کشف الغمہ میں اسانیت عیسٰی سے مروی ہے کہ مجھے دختر رسولؐ نے فرمایا۔

اسماع میں نے آج تک کسی عورت کے میرٹ کو قبرستان میں بے جاتے ہوئے باحجاب نہیں دیکھا۔
مرد کی طرح میرٹ پر کھڑا ڈال دیا جاتا ہے۔ جب کہ عورت کا پردہ محفوظ نہیں رہتا۔

میں نے عرض کیا۔ بی بی میں نے جیشہ میں عورت کی میت کو دیکھا ہے مجھے وہ بہت پسند آیا ہے میں آپ کو عرض کرتی ہوں۔ اس میں عورت کی میت بالکل چھپ جاتی ہے۔ نہ جہانت کا پتہ چلتا ہے۔ اور نہ قد کاٹھ کا۔ میں نے جیسے دیکھا تھا بی بی کو ویسے بنا کے دکھایا۔ جسے دفتر رسولؐ نے بہت پسند فرمایا۔ اور فرمایا میرے میت کو اسی طرح پوشیدہ رکھنا۔

روضۃ الامتین کے مطابق دختر رسولؐ چالیس دن تک صاحب فراش رہیں جب بی بی کو پتہ چلا کہ آج انہی دن ہے۔ بی بی نے اپنے دونوں بیٹوں کو نہلایا اور صاف کپڑے پہنا کر فرمایا :
جاؤ میرے بچو ! اپنے نانا کے مزار پر میری صحت کے لیے دعا مانگو۔

اسما و بنت عیسیٰ کہتی ہے کہ بی بی نے مجھے فرمایا۔ اسماعیل میں اپنے حجرہ عبادت میں جا رہی ہوں جب تک میری صدامے تسبیح آتی رہے سمجھنا میں زندہ ہوں۔ جب صدامے تسبیح بند ہو جائے سمجھ لینا میں اپنے بابا کے پاس پہنچ گئی ہوں۔

پھر فرمایا۔ اسماء ایسا کہ ایک مرتبہ میرے ابن عم کو بلا لا۔

میں حضرت علیؓ کو بلا کے لائے۔ بنی نے عرض کیا۔ یا علیؓ! میری کچھ وصیتیں ہیں کچھ میرے بعد آپ کو لکھی ہوئی ملیں گی اور کچھ میں آپ سے زبانی عرض کرنا چاہتی ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا :

اے دختر رسول تیری ہر وصیت پر انشاء اللہ عمل ہوگا۔

بابی نے عرض کیا۔ یا علیؑ۔ میری خبر وفات کسی نہ کرنا۔

مجھے وقت شب دفن کرنا۔

جن لوگوں نے مجھ پر مظالم کئے ہیں انہیں میرا جنازہ پڑھنے کی اجازت نہ دینا۔

یا علیؑ تا قیامت آنے والی اولاد کو میرا سلام پہنچا دینا۔

یا علیؑ! بچے ماں کے بعد بے سہارا ہو جاتے ہیں ان کا خیال رکھنا۔

یا علیؑ! فاطمہ کلابیہ سے شادی کرنا وہ میرے بچوں سے میری طرح پیش آئے گی۔

اسماء کہتی ہے کہ اس کے بعد بنت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو مسجد میں جانے کے لیے عرض کیا۔ اور مجھے فرمایا۔

وفات سے پہلے کھانا کھلا دینا۔ اور فلاں جگہ حنوط رکھا ہے۔ جو بایا تے مجھے دیا

رے قریب لا کر رکھ دے۔ اس کے بعد منت نبیؐ جو عبادت میں تشریف لے گئیں۔ کچھ دیر بعد آواز تسبیح رک

گئی۔ میں دور کر اندر آئی۔ دیکھا تو بی بی نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ میں نے چہرہ سے چادر ہٹائی تو دیکھا دائیں پہلو پر قبیلہ رخ سو رہی تھی دائیاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے تھا۔ میں نے بین کرنا شروع کیے۔

میں نے بچوں کی آواز سنی۔ جلدی سے باہر آئی۔ دونوں شہزادے پریشان ہو کر اماں اماں کہہ رہے تھے۔ میں نے دونوں سے عرض کیا۔ میرے آقا زادے آؤ۔ کھانا کھاؤ۔

دونوں نے بیک زبان پوچھا۔ اسماء ہماری ماں کہاں ہیں؟

میں نے عرض کیا۔ حجرہ عبادت میں آرام کر رہی ہیں۔

دونوں نے ایک ساتھ سروں سے چھوٹے چھوٹے علمے اتارے اور کہنے لگے اسماء تجھے ہمارے حق کا واسطہ ہیں ماں کے پاس جاتے دے ہماری ماں نانا کے پاس چلی گئی ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ بچو آپ کو کیسے پتہ چل گیا ہے؟

دونوں نے جواب دیا۔ اسماء ابھی ابھی ہم قبر نبیؐ پر بیٹھے دعا مانگ رہے تھے کہ نبیؐ کو نبیؐ کے دونوں ہاتھ اپنے حزار سے باہر آئے ہمارے سروں پر دستِ شفقت پھر کفرمایا۔ جاؤ میری زہرا کے بیٹھو تمہاری ماں دینا چھوڑ چکی ہے۔ دونوں اندر داخل ہوئے۔

امام حسنؑ سر ہانے بیٹھ گئے۔ اور امام حسینؑ قدموں کے پاس بیٹھ گئے۔ حسنؑ نے پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور حسینؑ نے قدموں کا بوسہ لیا۔ حسنؑ نے کہا۔ ماں نانا کو میرے سلام کہنا۔ امام حسینؑ نے عرض کیا۔ ماں میں تیرا حسینؑ ہوں۔ میرے بھی نانا کو سلام عرض کر کے بتا دیتا۔ نانا تیرے دونوں بیٹے یتیم ہو گئے ہیں۔ اور آپ کی امت ہمیں آرام سے سونے بھی نہیں دیتی۔

میں نے دونوں شہزادوں کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ کے بابا مسجد میں ہیں انہیں اطلاع تو کر دو۔

دونوں شہزادے جو نبیؐ مسجد میں آئے اور بابا کو دیکھا۔ بے ساختہ دونوں کی چیخیں نکل گئیں اور عرض کیا۔ بابا جان! ہم ماں سے محروم ہو گئے۔ مسجد میں کہرام مٹا رہا ہو گیا۔

یہ سنتے ہی حضرت علیؑ اٹھے۔ گھر تشریف لائے۔ دختر رسولؐ کے سر ہانے بیٹھ گئے اور فرمایا،

اے نبیؐ رسولؐ بعد از رسولؐ تو ہی علیؑ کا تنہا سہارا تھی۔ اب تو بھی علیؑ کو اکیلا چھوڑ کر چلی گئی۔ اب میں کے تسلی دوں گا اور مجھے کون تسلی دے گا۔

بحار میں عبد اللہ ازوی سے مروی ہے کہ ہم نے جنابِ فسطہ سے سنا ہے کہ اسماءؑ اور حضرت علیؑ نے دختر نبیؐ کو غسل دیا۔ جب غسل رکھن سے فارغ ہوئے تو حضرت علیؑ نے فرمایا:

یا ام کلثومؑ زینبؑ یا فسطہ۔ یا حسنؑ یا حسینؑ۔ اے ام کلثومؑ زینبؑ! اے فسطہ! اے حسنؑ! اے حسینؑ! آؤ اپنی

ہلہواؤ تزودوا من امکھ فہذا الفراق ماں کا آخری دیدار کر لو اس فراق کے بعد ملاقات جنت

وَاللِّقَاءُ فِي الْجَنَّةِ -

میں ہوگی۔

دونوں شہزادے آگے بڑھے ماں کے سینہ سے لپٹ گئے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔

اِنِّیْ اَشْهَدُ اللّٰهَ اَنْهَا قَدْ حَنَّتْ و

میں اللہ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ میں نے سنا

اَنْتَ وَصَدَاتُ یَدِیْہَا وَضَمَّتْہِمَا

بنت نبیؐ کی گھٹیت کاٹیا۔ رویا۔ اور دونوں ہاتھ بڑھا کر دونوں

الی صدر رہا۔

بچوں کو سینہ سے لگا لیا۔

کچھ دیر بچے ماں کے سینہ پر پڑے رہے کہ ہائٹ غیبی نے آواز دی۔

یا علیؑ! ملائکہ سے تسبیح چھوٹ گئی ہے۔ عرش لرز رہا ہے۔ بچوں کو ماں سے علیحدہ کرے۔ چنانچہ میں نے

دونوں بچوں کو ماں سے علیحدہ کیا۔ (میں نہیں سمجھتا مورخین نے مریم صغریٰؑ کا ماں سے الوداع کیوں نہیں لکھا۔ ممکن

ہے جیسا کہ دختر رسولؐ نے وصیت میں عرض کیا تھا۔ یا علیؑ! امیریٰ زینبؑ آپ سے شرماتی ہے۔ یہی وجہ

ہو کہ بابا موجود تھے اور بی بی شرم کی وجہ سے اند آسکی ہوں۔ ممکن ہے اسماعیلؑ سفارش پر حضرت علیؑ ایک طرف

ہو گئے ہوں۔ اور بنت زہراؑ نے ماں سے آخری الوداع کی ہو۔ مترجم)

پھر حضرت علیؑ اتے یہ مرثیہ پڑھا۔

تَرَاکَ اَعْظَمَ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ

اے بنت نبیؐ تیرا فراق میرے مصائب میں ایک عظیم

وَقَدْ تَرَکَ فَاطَمَ اَوْھِیَ التَّکْوَلِ

مصیبت ہے اور تیری جدائی زن پسمرودہ کے غم

یَسَابِیْکِ حَسْرَۃٌ وَاَنُوْحٌ شَجُوْا

سے میرے لیے زیادہ بڑی مصیبت ہے۔ میں ستر

عَلٰی خَلٍّ مَّضٰی اَسْنَا سَبِیْلَیْ

سے آئندہ بھاؤں گا۔ اور غم میں نوحہ خوانی کروں گا اس

اَلَا یَا عِیْنَ جَوْرِیْ وَاسْتَعْدِیْنِیْ

دوست کے لیے جو روشن ترین راہ پر چلا گیا ہے۔

فَخَزَنٰی دَاثِمًا بِکِیْ خَلِیْلِیْ -

اے آنکھ! اب سخاوت بھی کر اور مجھ سے تعاون بھی

کر میرا غم دائمی ہے اور میں ہمیشہ اپنے دوست کے

فراق میں روتارہوں گا۔

امالی طوسی ہیں امام حسینؑ سے منقول ہے کہ میرے بابا نے حسب وصیت دختر رسولؐ کو رات میں دفن کر

کے نشان قبر مٹا دیا۔ جب ہاتھ سے مٹی بھاڑ کر اٹھے تو حذر رسولؐ کی طرف منہ کر کے عرض کیا۔

اے رسولؐ خدا میرا سلام ہو۔

السلام علیک یا رسول اللہ منی۔

اے رسولؐ خدا! آپ پر آپ کی بیٹی۔ آپ کی عزیزہ۔

السلام علیک من ابنتک وحبیبتک

آپ کی نور چشم۔ آپ کے پاس آنے والی آپ کے

وَقَرۃُ عَیْنِکَ وَزَاوِجُکَ وَالْبَاسِئَۃُ

بقین میں مٹی میں سونے والی۔ اللہ کی طرف سے آپ

فِی الثَّرَیِّ بِیَقِیْعِکَ الْخِتَارَۃُ مِنَ اللّٰہِ

لَهَا سُرْعَةُ السَّحَابِ يَكُ قُلُوبُ يَارَسُولَ اللَّهِ
عَنْ صَفِيَّتِكَ صَبْرِي وَضَعْفُ عَيْنِ
سَيِّدَةِ النِّسَاءِ تَجِدُنِي (إِلَّا) فِي النَّاسِ
لِي بِسِتِّكَ وَالْحُزْنَ الَّذِي جَلَّ بِي
لِفِرَاقِكَ مَوْضِعُ التَّعْزِي -

فَلَقَدْ وَدِدْتُ أَنْ أَكُونَ فِي مَحْجَرِ قَبْرِكَ
يَعْدَانِ قَاضِيَتِ تَفْسِلِ عَلَى صَدْرِي
وَتَوَلَّيْتُ أَمْرَكَ بِنَفْسِي فَأَنَا
لِللَّهِ وَأَنَا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ -

قَدْ اسْتَرْجَعْتُ الْوَدْعَةَ وَاخَذْتُ
الرَّهْيْنَةَ وَاخْتَلَسْتُ الزَّهْرَاءَ
فَمَا أَقْبَحَ الْخَضِرَاءَ وَالْقُبْرَاءَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ أَمَا حَزَنِي فَسَرْمَدُ
وَأَمَّا لَيْلِي فَسَهْمٌ لَا يَبْرَحُ الْحُزْنَ
مَنْ قَلْبِي أَوْ يَخْتَارُ اللَّهُ لِي
دَارَكَ الْبَقِيَّةَ فِيهَا أَنْتَ مَقْسِيمُ
سَرْعَانَ مَا فَرَّقَ اللَّهُ بَيْنَنَا -

وَالِي اللَّهُ أَشْكُو سِتِّتِكَ
أَنْتَ تَنْظَاهِرُ أَمْتَكَ عَلَى
وَعَلَى هُضْمِهَا حَقْمَهَا فَاسْتَجِزْهَا
الْحَالُ وَاحْسِنِ السَّوَالُ
وَيَحْكُمُ اللَّهُ وَهُوَ خَيْرُ
الْحَاكِمِينَ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ سَلَامٌ مَوْدَعٍ لَا سَامُ
وَلَا قَالُ فَاتُ أَنْصَرَفُ
فَلَا عَنْ مَلَالَةٍ فَضَلَّوَاتُ اللَّهِ

سے جلد ملاقات کو ترجیح والی بیٹی کا بھی سلام ہو۔ رسول
خدا! آپ کی دختر کی جدائی میں میری ہی ہو گا۔ اور جو حملہ
بعض اوقات ساتھ چھوڑ دے گا۔ لیکن آپ کی سنت
ہمارے لیے راہ عمل ہے۔ اور جو غم آپ کے فراق
سے ہوا ہے۔ وہ ہی مقام صبر ہے۔

میں نے آپ کو حوالہ لکھ دیا تھا اور آپ کی سانس اس
وقت آپ کے جسم سے جدا ہوئی تھی۔ جب آپ کا سر
میرے سینہ پر تھا۔ آپ کے غسل و کفن کے تمام امور
کامیں ہی متولی تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے اپنی امانت واپس لے لی ہے۔ آپ نے
اپنی متاعِ حیات سنبھال لی ہے۔ آپ نے زہر اپنے
ہاتھوں سے وصول کر لی ہے۔ اے رسول! خدا اب تو
صحرا اور بزمہ زار بے لطف نظر آنے لگے ہیں۔ اے
رسول! خدا! میرا یہ غم دائمی ہے اور راتیں جاگتے گزریں
گی۔ یہ غم اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک اللہ
وہی مقام میرے لیے منتخب نہ کرے۔ جس میں آپ
ہیں۔ اللہ نے کتنا جلدی ہمیں ایک دوسرے سے
جدا کر دیا ہے۔ شکوہ بھی بارگاہِ خالق میں ہے آپ
کی بیٹی آپ کو آپ کی امت کے وہ عام حالات بتائی
گی جن سے دوچار ہو کر وہ خود آ رہی ہے اور جن سے
میں دوچار ہوں۔ آپ اپنی بیٹی سے تمام حالات پوچھ
لیں۔ اور تفصیل سے پوچھیں۔ اللہ ہی فیصلہ فرمائے
گا۔ وہی بہترین حاکم ہے۔ اے رسول! خدا! آپ پر میرا
سلام ہو۔ لیکن یہ سلام الوداع کرنے والے کا سلام
ہے۔ نہ گو گھبرائے ہوئے اور نہ ہی نہ آنے والے
کا سلام ہے۔ اگر میں یہاں سے واپس چلا جاؤں تو کھک

علیک ورحمة اللہ وبرکاتہ ۔ کہ نہیں جاؤں گا۔ آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

سحار میں محمد ابن سہام سے مروی ہے کہ جب امت مسلمہ کے ارباب اقتدار کو پتہ چلا کہ حضرت علیؑ نے بنت رسولؐ کو رات کے وقت دفن کر دیا ہے۔ اور ہمیں اطلاع نہیں دی تو غصہ سے لبریز ہو کر بنت البقیع میں آئے۔ دیکھا تو چالیس نئی قبریں بنی ہوئی تھیں۔ ان کے لیے قبر و نثر رسولؐ کی تیسری مشکلی ہو گئی۔ یہ چیز دیکھ کر ان لوگوں نے ایک دوسرے کو ملامت کرنا شروع کی۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

ہم کہتے نمکدان نصیب ثبات ہوئے ہیں۔ کہ پہلے تو جنازہ رسولؐ میں شرکت نہ کی۔ اور اب دنیا میں رسولؐ ایک ہی بیٹی چھوڑ کے گئے تھے۔ یہ اس کے جنازہ میں شریک ہوئے ہیں اور نہ ہی کفن و دفن میں اور آج ہمیں اس کی قبر تک معلوم نہیں ہو سکتی۔ ہم ایسا ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔

ایک شخص نے حکم دیا کہ جاؤ مسلمان عورتوں کو بالالاؤ۔ جو ان تمام قبروں کو کھولیں۔ جس قبر میں بھی دختر رسول کا جنازہ ہوگا اسے عورتیں باہر نکالیں گی۔ ہم جنازہ پڑھ کر خود دفن کر دیں گے۔

جب حضرت علیؑ کو اس بات کا پتہ چلا۔ تو آپؑ نے لباس جنگ پہنا جس میں زرد رنگ قمیض تھی۔ ذرہ بھٹی۔ ہاتھ میں ذوالفقار عرصہ سے چہرہ سرخ ہو گیا۔ جنت البقیع میں آئے۔ ان قبروں کے درمیان کھڑے ہو گئے۔

جب لوگوں نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو آپس میں کھسکھس کرنے لگے۔

عمر نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے ابوالحسنؑ تو نے ہمیں دختر رسولؐ کے جنازہ میں شریک نہیں کیا اس کی وجہ تھی؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

مجھے دفتر رسول کی دعوت تھی کہ جو لوگ میرے بابا کا جنازہ چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے تھے۔ اور جنہوں نے اسے ازیت پہنچائی ہے۔ میں انہیں شریک جنازہ نہ کروں۔

حضرت علیؓ نے گزیر بیان عمرؓ پر باغذ رکھا اور فرمایا :
اب دیکھو مجھنا ہم قبر و دختر رسولؐ کو ملنے گئے ہیں۔ ہم جنازہ پڑھ کے پھرا سے دفن کر دیں گے

باب السوءاء وما حقى فقد تركته فحاجة ان يردد الناس عن ديتهم اما قبر فاطمة قوالدى نفس على بيد الله

اے حبشہ زادے! جہاں تک میرے حق کا تعلق ہے تو میں نے اسے صرف اس خطرہ کے پیش نظر چھوڑا ہے کہ
امت واصحابك شيئا من ذلك لا مسقين الارض من دماءكم فان شقت فاعرض يا عمر۔

میرے تلوار اٹھانے سے کہیں لوگ دین نہ چھوڑ دیں۔ جہاں تک قبر زہرا کا تعلق ہے۔ اگر تو نے یا تیرے کسی

ساقی نے ایک لنگر بھی اٹھایا۔ تو میں اس زمین کو تمہارے خون سے رنگیں کر دوں گا۔ ریر فرمایا کہ ایک جھنکا دیا۔ جس سے غم گرائے پھر فرمایا جا اگر ہمت ہے تو جو کہہ رہے تھے وہ کرو۔

حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے اور اس نے کہا۔ اے ابوالحسنؑ! آپ کو اس صاحبِ قبر کا واسطہ! اسے کچھ نہ کہیں۔ ہم آپ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کریں گے۔ یہ کہہ کر عمرؓ کو ساتھ لیا اور واپس چلے گئے۔ پھر ایسی بات کسی نے نہ کی۔

● امالی شیخ صدوقؒ میں دفن دختر رسولؐ کا واقعہ ابن عباسؓ کی زبانی یوں لکھا ہے کہ

جب دختر رسولؐ کی وفات ہوئی تو جناب اسماءؓ نے اپنے سر میں خاک ڈالی اور روتی ہوئی دروازہ پر آئیں۔ اتنے میں جناب حسینؓ مزار رسولؐ سے واپس آئے۔

انہوں نے اسماءؓ سے سوال کیا۔ این امنا؟ ہماری ماں کہاں ہے؟

اسماءؓ جواب میں کچھ نہ بتا سکی۔ دونوں جلدی سے حجرہ عبادت میں آئے۔ دیکھا تو دختر رسولؐ پر چادر تھی۔ امام حسینؓ نے جلدی سے کپڑا ہٹایا اور کہا۔ یا اماہ! لیکن جب کوئی جواب نہ ملا۔ تو دونوں شہزادوں نے سر میں خاک ڈالی۔ اور مزار رسولؐ کی طرف متہرکے کہنے لگے۔

یا محمد! الیوم جدد لنا موتاً اذ ماتت أمنا
نا! ماں کی موت نے آپ کا غم ایک مرتبہ پھر تازہ کر دیا ہے۔

پھر دونوں شہزادے مسجد میں حضرت علیؓ کے پاس گئے آپ نے دونوں کو گلے لگایا۔ اور غش کر گئے۔ جب غش سے آفاقہ ہوا دونوں کو اٹھا کر گھر آئے۔ جناب اسماءؓ دختر رسولؐ کے سر پر ہاتھ میٹھ کر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی اے یتیمہ تمہارا آنحضرتؐ کے بعد میں آپ کو دیکھ کر تسلی ہو جاتی تھی۔ اب میں کیسے تسلی ہوگی۔

حضرت علیؓ نے چہرہ نہرا کر اٹھا کر ہٹایا۔ دیکھا تو بی بی کے سر کے دائیں جانب ایک رقمہ رکھا تھا۔ آپ نے اسے اٹھایا۔ تو اس میں وصیت لکھی تھی۔ جس کے الفاظ یہ تھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ هذا ما وصت به فاطمة بنت رسول الله وصت وهي اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله وان الجنة حق والنار حق وان الساعة آتية لا ريب فيها وان الله يبعث من في القبور رحمن الرحيم الله کے نام سے ہے۔ فاطمہ بنت رسولؐ یہ وصیت کرتی ہے کہ۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمدؐ رسول خدا ہیں۔ جنت و جہنم حق ہیں۔ قیامت ضرور ہوگی۔ اللہ قبروں میں سے ہر مردہ کو زندہ کرے گا۔

یا علیؓ! انا فاطمہ بنت محمد زوجتی الله منك لا يكون لك في الدنيا والاخرة انت اولی بی من غیري حنطتی وعلنتی وکفنتی باللیل۔

اے علیؓ! میں فاطمہ بنت محمدؐ ہوں۔ اللہ نے میرا عقد آپ سے کیا تھا۔ تاکہ میں دنیا اور آخرت میں آپ کی رہوں۔ ہر ایک سے آپ ہی مجھے ہر دوسرے کی نسبت میرے زیادہ قریب ہیں مجھے خود غسل اور کفن خود دینا اور مجھے رات کی تاریکی میں دفن کرنا۔ وصل علی و اوفنی باللیل ولا تعلم احداً واستودعک الله و علی ولدی اسلام الی یوم القیامہ

میرے قریب تر ہیں۔ مجھے غسل وکفن اور حنوط اپنے ہاتھ سے رات میں کرنا۔ مجھے رات ہی میں دفن کرنا کسی اور کو نہ بتانا۔ میں آپ کو اللہ کے والہ کرتی ہوں۔ اور تاقیامت میری آنے والی ذریت کو میرے سلام پہنچا دینا۔ جب رات ہوئی حضرت علیؑ نے حسب وصیت غسل وکفن دیا۔ اور امام حسنؑ کو بھیجا تا کہ ابوذرؓ کو بلا لائے جناب ابوذرؓ کے تعاون سے تابوت اٹھایا۔ جاننا نہ پر لائے۔ جنازہ پڑھا۔ اور دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

اللهم هذه بنت نبينا، فاطمه۔ اے اللہ! یہ تیرے نبی کی بیٹی فاطمہ ہے۔ جب آپ نے ارادہ دفن کیا۔ تو جنت البقیع کے ایک گوشہ سے آواز آئی۔ یہ جنازہ یہاں لاؤ۔ میں نے قریب رکھی ہے۔ جب جنازہ اس جگہ لے کر گئے۔ تو قبر پہلے سے تیار تھی۔ اس میں دفن کیا اور نشان قبر مٹا دیا۔

● مناقب کے مطابق جب آپ نے جنازہ نہرا کو اٹھا کر قبر میں رکھنا چاہا تو قبر سے دو ہاتھ نمودار ہوئے اور ایک آواز آئی۔

یا علیؑ میری بیٹی کا جنازہ مجھے دے دے۔

حضرت علیؑ نے آنسو سے جنازہ دیا۔ پھر زمین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

يا ارض استودعتك وديعتي هذه بنت رسول الله۔ اے زمین دختر رسولؐ تھے بطور امانت سپرد کر رہا ہوں سلیم ابن قیس ہلالی کے مطابق عبد اللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ عمرؓ و ابو بکرؓ کچھ دوسرے افراد کے ساتھ جمع کو شرکت جنازہ کی خاطر آئے۔ جناب مقدادؓ نے انہیں بتایا کہ۔ بنت رسولؐ کو رات کے وقت دفن کر دیا گیا ہے حضرت عمرؓ نے کہا!

آپ لوگوں نے ہمیں دختر رسولؐ کے جنازہ میں شریک نہیں کیا۔ بخدا میں ابھی ان کا مزار کھولتا ہوں اور ہم جنازہ پڑھنے کے بعد پھر دفن کر دیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اے عمرؓ وہ قسم تم کھا جسے پورا نہ کر سکے۔ جہاں تک فک اور منبر کا تعلق تھا۔ وہ میری چند مجبوریاں تھیں۔ میں انہیں چاہتا تھا۔ کہ غیر مسلم یہ کہیں کہ بعد از رسولؐ مسلمان کسی کی خاطر دست و گریباں ہیں۔ یا دولت کی خاطر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ لیکن جہاں تک قبر نہرا کا تعلق ہے۔ تو اگر ایک لکڑی بھی اس سے ہٹایا گیا تو میں اس وقت تک تلوار میدان میں نہیں رکھوں گا۔ جب تک تمہارا پیٹ چاک نہ ہو جائے گا۔

ابو بکرؓ نے عمرؓ کا ہاتھ تھاما اور واپس پلٹنے کو کہا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ تجھے معلوم ہے کہ علیؑ نے قسم کھا لی ہے اور تجھے یہ بھی یقین ہے کہ جب علیؑ قسم کھا لیتے ہیں۔ تو پھر پوری کئے بغیر رہتے نہیں ہیں۔

جناب عباسؓ نے عمرؓ سے کہا۔ مجھے معلوم ہے علیؑ نے ویسے دفن نہیں کیا۔ بلکہ خود دختر رسولؐ کی وصیت تھی کہ بالخصوص ان افراد کو شریک جنازہ نہ کیا جائے جو بلا اجازت گھر میں گھسے تھے۔ محسن ابن نہرا کو شہید کیا اور جن کی دہشت

گردی کے نتیجہ میں دختر نبیؐ بہت جلد اپنے بابا سے جا ملیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

عمر کیا تم وہی نہیں ہو۔ جس کے لیے انھوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ اسے جا کر قتل کر دے۔ لیکن پھر کسی مصلحت کی وجہ سے منع کر دیا تھا۔

واپس آکر ان لوگوں نے حضرت علیؑ کو راستہ سے ہٹانے کا مشورہ کیا۔

حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ کون ہے جو انہیں قتل کر دے؟

حضرت عمرؓ نے کہا:

خالد ابن ولید کو کہتے ہیں وہ قتل پر آمادہ ہو جائے گا۔

خالد کو بلا یا گیا:

جب اسے بتایا گیا تو اس نے کہا۔ میں تیار ہوں۔ یہ بتاؤ کہ کہاں قتل کرنا ہے؟

حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔

صبح جب نماز کے لیے مسجد میں آئے تو تو اس کے پہلو میں کھڑے ہو جانا۔ یونہی میں سلام کہوں تو فوراً قتل کر دینا کہنے کو تو ابو بکرؓ نے کہہ دیا۔ لیکن جب اس قتل کے انجام کو سوچا تو رات کی نیند اڑ گئی۔ ساری رات جاگ کر

گزاری۔ اسی فکر میں صبح داخل مسجد ہوئے۔ نماز شروع ہو گئی۔ تشہد میں بیٹھ گئے۔ اور تشہد اتنا طویل ہو گیا کہ لوگ یہ سمجھے کہ شاید غلیفہ کو تشہد بھول گیا۔ نمازیوں نے کھانسا اور اشارے دیتا شروع کر دیا۔ بالآخر ابو بکرؓ نے کہا۔

لَا تَفْعَلْ يَا خَالِدُ مَا امْرَأَتُكَ السَّلَامُ عَلَيْكَ

ایہا النبی ورحمة الله وبرکاته۔

چونکہ حضرت علیؑ کو یہ سب کچھ پہلے معلوم ہو چکا تھا۔ اس لیے سلام کے بعد آپؑ نے خالد کے ہاتھ سے

تلواریں کرچنیک دی۔ گریبان سے پلو کو ایک جھٹکے سے زمین پر گر آیا۔ اور سینہ پر پڑھ کر بیٹھ گئے۔ پھر اپنی تلوار ہاتھ میں لی تاکہ اسے اپنے انجام کو پہنچائیں ہر طرف سے رگ متیں کرنے لگے۔

جناب عباسؓ نے آگے بڑھ کر فرمایا۔ اسے صاحب قبر کا واسطہ دو۔

حضرت ابو بکرؓ نے فوراً کہا۔ یا علیؑ مجھے اس قبر والے کا واسطہ سے چھوڑ دے۔ آپؑ نے چھوڑ دیا۔

جب دوسرے اشیوں کو پتہ چلا۔ تو تلواریں لے کر آگئے۔ ادھر مستورات مدینہ اپنے گھروں سے باہر آئیں اور ان لوگوں سے کہنے لگیں۔

دختر نبیؐ سچ فراقی تھیں کہ یہ جنگ بدر کے کیئے ہیں۔ اور وہی انتقام ہیں۔ پہلے تم نے دختر نبیؐ کو شہید کیا۔

اب برادر رسولؐ کا خون بہانا چاہتے ہو۔ تم کیسے مسلمان ہو۔

بی بی کی عمر وقت وفات :

- بعض مورخین نے بی بی کی عمر ۱۸ برس بتائی ہے ۔
 - بعض مورخین نے ۲۹ برس بتائی ہے ۔
 - بعض مورخین نے ۳۰ برس لکھی ہے ۔
 - بعض مورخین نے ۲۰ برس بتائی ہے اور
 - بعض مورخین نے ۲۵ برس روایت کی ہے ۔
- لیکن ائمہ اہلبیت کے مطابق دختر رسول کی عمر بوقت شہادت ۸ برس تھی ۔





یوم محشر نبی کا مقدمہ

● اہل صدوق۔ عیون اخبار الرضاؑ۔ ثواب الاعمال۔ تفسیر خازن۔ اور بحار سے مرویات کا خلاصہ یوں ہے۔ ایک دن آنحضرتؐ جناب زہراؑ کے گھر تشریف لے آئے۔ دیکھا تو جناب فاطمہؑ کچھ غموم سی تھیں۔

آپ نے فرمایا!

بہن! کیا بات ہے؟ آج غزوہ نظر آرہی ہو؟

بی بی نے عرض کیا۔ آج صبح سے میدان محشر اور اس میں لوگوں کے مشور ہونے کی کیفیت کچھ اس طرح ذہن میں آتی ہے کہ سوچتی ہوں وہ کیسا عالم ہوگا۔ جس میں ہر شخص اپنے عرقِ ندامت میں غرق ہوگا۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹی تجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ سب سے پہلے میں میرے بعد ہمارے جد امجد جناب ابراہیمؑ ان کے بعد نیرے شوہر علیؑ مشور ہوں گے۔ پھر تمام انبیاءؑ و اوصیاءؑ۔ ملائکہ اور شہداء و مشور ہوں گے۔ حکمِ خدا سے جبریلؑ ستر ہزار ملائکہ لے کر تیرے مزار پر آئے گا۔ اس پر سات پردے لگا دیئے جائیں گے۔ جبریلؑ کے پاس جنت کے دروازے ہوں گے۔ پھر رواق میں فرشتہ جنت کی ناقہ لائے گا تو اس ناقہ پر سوار ہوگی۔ تیرے دائیں ہاتھ پر حیران شہید محمدؐ ہوگا۔ بائیں ہاتھ پر شہید باب علیؑ مشور ہوگا۔ دائیں کندھے پر حسنؑ کی زہراؑ و بنو قیسؑ ہوگی۔ اور بائیں کندھے پر حسینؑ کی تیروں سے پارہ پارہ قیسؑ ہوگی۔ ستر ہزار ملائکہ تیرے سامنے ہوگا۔ ستر ہزار دائیں ستر ہزار بائیں اور ستر ہزار پیچھے ہوگا۔

جب تو میدان محشر میں آئے گی تو اللہ کی لڑت سے ایک منادی ندا کر دیے گا۔

یا اہل محشر خضعوا البصار کم و نکسوا اے اہل محشر آنکھیں بند کر لو۔ سر جھکا لو۔

رؤسکم تجوز فاطمہ بنت محمد۔ فاطمہ بنت محمد آ رہی ہے۔

راستہ میں سب سے پہلے جناب مریمؑ ستر ہزار حوروں کے ساتھ تیرے استقبال کو آئیں گی۔ کچھ دور جانے کے بعد جناب حواؑ ستر ہزار حوروں کی مصیبت میں تیرا استقبال کرے گی۔ جب قریب محشر آئیں گی تو تیری ماں خدیجہؑ ستر ہزار حوروں کے ساتھ تیرے استقبال کو آئیں گی۔

میدان محشر میں تیرے لیے نور کا ایک منبر نصب ہو گا۔ تجھے کہا جائے گا کہ منبر نور پر بیٹھ۔ لیکن تو رکن عرش پر ہاتھ رکھ کر فرار کرے گی۔

یا عدل یا حکم احکم بیتی و بین من
ظلمنی یا عدل احکم بیتی و بین قاتلی
ذریعتی۔

اے عادل میرے اور میرے ظالموں کے مابین فیصلہ فرما
اے عادل میرے بچوں کے قاتلوں اور میرے بچوں کے
مابین فیصلہ فرما۔

بار اللہ! مجھے (بلکہ تمام اہل محشر کو) میرے مظہم بیٹے اور اس کی
ذریعت کی تصویر مظہم و میت دکھا۔

اس وقت اللہ کی طرف سے جواب ملے گا۔
یا فاطمہ! نظری الی قلب المحشر۔

جب جناب سیدہ میدان محشر میں نظر کریں گی تو۔
الحسین قائم بلا رأس۔ رأسہ علی
یدہ والدم تقطر من اوداجہ و

ذریعہ و اصحابہ مقتولین مشردین
فی الصحرا۔

یہ دیکھ کر جناب زہرا کو غش آجائے گا۔ غضب ذوالجلال سے میدان محشر لرز جائے گا۔
خواریں اب کوثر سے جناب زہرا کے چہرہ پر پھینٹے ماریں گی جب غش سے افاقہ ہو گا۔ تو عرض کریں گے۔

بار اللہ! میرے میری ذریعت کے ظالموں سے انتقام لے۔
حکم خدا سے تمام ظالم سامنے لائے جائیں گے سلسلہ انتقام شروع ہو گا۔ جہنم کی ایک آگ کا نام بہہب ہے

اسے حکم ہو گا۔ ذریعت زہرا کے تمام ظالموں کو چن لے۔ اس آگ کے شعلے لپک کر تمام ظالموں کو اپنی لپیٹ میں لے
لیں گے۔

پھر حکم ملے گا۔ اے دختر زہرا جنت آپ کی مشتاق ہے۔
بنی بصرہ کریں گی۔ بار اللہ! جنت تک میرے موالی۔ میری ذریعت کے وہ محب جو صرف میری اور میری ذریعت سے

محبت کے جرم کی پاداش میں زندگی بھر کا نون پر لوستے رہے ہیں۔ جب تک وہ پہلے داخل جنت نہیں ہوں
گے اس وقت تک میں جنت میں نہیں جاؤں گی۔

ذاتِ احدیت کی طرف سے حکم ملے گا۔ شیعہ زہرا شیعہ بن علی۔ اور شیعہ بن ذریعت زہرا اور حبیان
شیعہ بن علی و زہرا تمام کے لیے درجے جنت کھل دو۔

آپؐ کے آخر میں یہ دعا مانگ لیں۔

اللہم بحقہا وبحق ابیہا وبعلمہا
وبینہا صل علی محمد و آلہ
واخشرنا معہا وادخلنا فی
شفاعتہا وامتنا علی حبہا
وحب ابیہا وبعلمہا وبنیہا
واصلح مقاسد اعمالنا
بمصالح اعمالہم۔

✽

اے اللہ! تجھے زہراؑ کا واسطہ! بابائے زہراؑ! شوہر زہراؑ
اور ذریت زہراؑ کا واسطہ محمدؐ وال محمدؐ پر بارانِ رحمت نازل
فرمائے رکھ۔ ہمیں بی بی کے ساتھ محضو فرما ہمیں بی بی کے
حلقہ شفاعت میں داخل فرما۔ ہمیں بی بی کی محبت پر موت
دے۔ ہمیں بی بی کے بابا۔ بی بی کے شوہر۔ اور بی بی
کی اولاد کی محبت نصیب فرما۔ ہمارے اعمال بد کو نہ دیکھ
جن کا دامن ہمارے ہاتھ میں ہے ان کے اعمال ضالحہ
کو پیش نظر رکھ۔



خوارزمی نے کتاب المناقب میں لکھا ہے کہ

حضرت علیؑ خانہ کعبہ کے اندر جمعہ کے دن تیرہ ربیع ۳۳ عام الفیل ہجرت سے ۲۲ برس قبل بعثت سے دس برس پہلے اور جناب ام المؤمنین فدیجہؓ سے آنحضرتؐ کی شادی سے تین برس قبل پیدا ہوئے۔
خانہ کعبہ میں حضرت علیؑ سے قبل کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ یہ وہ شرف ہے جس سے فاطمہؑ حدیث نے تنہا حضرت علیؑ ہی کو نوازا ہے۔

کافی باب مولد النبیؐ میں مفصل ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے۔

جس دن نبی کو عین کی ولادت ہوئی۔ اور جناب اُمّہ نے آپ کے نور کی روشنی میں فارس اور شام کے محلات دیکھنے کا ذکر کیا۔ تو جناب فاطمہ بنت اسدؑ نے جناب ابوطالبؑ کو بتایا۔ تو جناب ابوطالبؑ نے جناب فاطمہ کو فرمایا

لا تعجبین من هذا ذالک مستلذین اس پر حیرت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو جی بوسیہ و ذیرہ۔
کچھ عرصہ بعد محمدؐ کے وحی اور وزیر کی ماں بننے لگی

کافی ہی میں دوسری روایت محمد بن عبد اللہ ابن مسکان سے مروی ہے جو امام صادقؑ ہی سے ہے۔ اس کے الفاظ قدرے مختلف ہیں۔ مبارک ولادت سرور انبیاءؑ اور واقعہ قصور شام و خراسان دیکھنے کے تذکرہ کے بعد جناب ابوطالبؑ نے فرمایا۔

اِصْبَرِی ثَلَاثِیْنَ سَنَةً اَبْشُرْ لِّمِثْلِهِ الْاَنْبِیَآءَ۔ تیس برس صبر کریں نبوت کے سوائے تجھے مثیل محمدؐ کی مبارک باد دوں گا۔

بحار میں مروی ہے کہ تمام درندے جناب ابوطالبؑ کو دیکھ کر دوڑ جاتے تھے۔ ایک دن آپ طائف سے واپس آرہے تھے کہ ایک شیر آپ کے پاؤں چاٹنے لگا۔
جناب ابوطالبؑ نے فرمایا۔

بِحَقِّ خَالِقِکَ اَنْ تَبِیْنَ لِیْ مَالِکَ۔ تجھے اپنے خالق کا واسطہ ہے اگر کوئی ضرورت ہے تو بتا
شیر نے جواب میں عرض کیا؛

لیس لی حاجة بل انت ابواسد اللہ تاصری تبی اللہ ومرتبه۔
مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے صرف اظہار عقیدت کر رہا ہوں۔
کیونکہ آپ شیر خدا کے باپ ہیں جو نامرئی خدا ہو گا اور آپ اس کے بغیل ہیں۔

روضۃ الوعظین میں جناب جابر انصاریؓ سے مروی ہے کہ۔

ایک دن میں نے آنحضرتؐ سے ولادت حضرت علیؑ کے سلسلہ میں سوال کیا۔

آپ نے مسکرا کر فرمایا؛

جابر تو نے میرے بعد پیدا ہونے والے بہترین مولود کا ذکر کیا ہے۔

اللہ نے تخلیق آدمؑ سے پانچ لاکھ برس پہلے مجھے اور علیؑ کو ایک نور سے پیدا کیا ہے۔ ہم اس وقت تسبیح و تقدیس باری کرتے تھے جب کوئی اور نہ تھا۔ تخلیق آدمؑ کے بعد ذاتِ احدیت نے ہمارے نور کو جبینِ آدمؑ میں رکھا۔ اس طرح ہمارا نور پاک اہلاب میں منتقل ہوتا ہوا جناب ابوطالبؑ اور جناب عبد اللہؑ تک پہنچا۔ ذاتِ احدیت نے میرے نور کو میری والدہ جناب آمنہؑ کے سپرد کیا اور نور علیؑ کی امینہ جناب فاطمہ بنت اسد کو قرار دیا۔

جناب فاطمہ بنت اسد کے صدفِ عفت میں منتقل ہونے سے پہلے ایک عابد تھا جس کا نام مشرم ابن وحیبؑ تھا۔ عبادت میں وہ بہت معروف تھا۔ ایک سو نوے برس عبادت کی لیکن کبھی اللہ سے کوئی سوال نہ کیا تھا۔ ایک دن تنہائی سے اکتا کر اس نے دعا مانگی۔ بار الہا اپنے اولیاء میں سے کسی ولی کی نیابت نصیب فرما۔

جناب ابوطالبؑ اپنے کسی کام کی خاطر بیرون مکہ تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک غار کے سامنے آپ کو ایک بہت بڑا اثر دہا نظر آیا۔ آپ اسے مارنے کی خاطر اسی طرف تشریف لے گئے۔ اثر دہا نے جب آپ کو دیکھا تو آہستہ آہستہ غار کے اندر سرکنے لگا۔ جناب ابوطالبؑ بھی اس کے تعاقب میں غار کے اندر چلے گئے۔ جب آپ غار کے اندر گئے تو اثر دہا غائب ہو گیا۔ سامنے مشرم ایک چٹان پر بیٹھا مصروف عبادت تھا۔ جو نہی مشرم نے آپ کو دیکھا۔ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ آگے بڑھا۔ جناب ابوطالبؑ سے معاف کر لیا۔ آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور اپنے سامنے بٹھا لیا۔

مشرم نے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟
آپ نے فرمایا۔ وادی مکہ کا ایک باشندہ ہوں۔
مشرم نے کہا۔ مکہ کے کس قبیلہ سے ہیں؟
آپ نے فرمایا۔ بنی عبد مناف سے۔
مشرم نے کہا۔ بنی عبد مناف کی کس شاخ سے ہیں؟
جناب ابوطالبؑ نے فرمایا۔
بنی ہاشم سے۔

مشرم یہ سنتے ہی اچھل کر اٹھا۔ اور دوسری مرتبہ جناب ابوطالبؑ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور کہا

الحمد لله الذي اعطاني مسئلتی
والحمد لله الذي اعطاني وليه۔
اللہ کی حمد ہے کہ اس نے میری دعا قبول فرمائی ہے
اور مجھے اپنے ولی کی زیارت کے شرف سے مشرف

فرمانے سے پہلے موت نہیں دی

❖

پھر شرم نے کہا:

ابشر يا هذا فان العلي الا علي
قد الهمني الهاماً فيه بشارتك.

❖

جناب ابوطالب نے پوچھا۔
ماہو؟ کیسی بشارت ہے۔

يولد لك ولد يكون ولي الله
تبارك اسمه وتعالى ذكره
وهو امام المتقين ووصي رسول
رب العالمين فان ادركته فاقراه
صني السلام وقل له ان المحترم
يقرا عليك السلام وهو يشهد
ان لا اله الا الله وحده لا شريك
له ويشهد ان محمداً عبده ورسوله
وانك وصيه حقاً بمحمد يتم النبوة وبك يتم الوصية -

جناب ابوطالب نے فرمایا:

ما اسم هذا المولود۔

شرم نے کہا۔ علیؑ

جناب ابوطالب نے فرمایا:

مجھے کیسے پتہ چلے کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ حق اور سچ ہے۔

شرم نے عرض کیا:

آپ کو کیسی علامت چاہیئے جو میں اللہ سے مانگوں اور اللہ اس وقت میرا فرما دے۔

جناب ابوطالب نے فرمایا:

اس وقت میں اور کیا علامت مانگوں کھانے کا وقت ہے۔ جنت سے کھانا مانگو ایسے آپ بھی کھالیں
میں بھی کھالوں گا۔ اور آپ کی بات پر بھی الطینان حاصل ہو جائے گا۔

شرم نے دست دعا بلند کئے۔ ابھی تک دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ جنت کے میوہ جات سے پر طبق جناب

آپ کے ایک بچہ ہو گا جو ولی خدا ہو گا۔ اس کا نام مبارک
اور اس کا ذکر عالی ہو گا۔ وہ امام المتقین اور رسول
رب العالمین کا وصی ہو گا۔ اگر آپ کو اس کا زمانہ
نصیب ہو تو اسے میرے سلام کہہ دینا اور اسے یہ بھی
بتا دینا کہ مشرم سلام کے بعد کہہ رہا تھا میں گواہی دیتا
ہوں اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں
گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اور رسول خدا ہیں۔ اور میں
گواہی دیتا ہوں کہ آپ محمدؐ کے وصی برحق ہیں محمدؐ خاتم الانبیاء
اور آپ خاتم الاولیاء ہوں گے۔

اس مولود کا نام کیا ہو گا؟

ابو طالبؑ کے درمیان آگیا۔ جناب ابوطالب نے ایک انار اٹھالیا۔ اور گھرا گئے۔ انار کھایا۔ اسی رات (جو غالباً ۱۹/۲۱/۶۳ ماہ رمضان تھی) نور ولایت جبین جناب ابوطالب سے منتقل ہو کر جناب فاطمہ بنت اسد کے صدف عصف میں منتقل ہو گیا۔ جو نبی یہ نور اپنی آخری قرار گاہ میں آیا۔ وادی مکہ میں زلزلہ کی کیفیت پیدا ہو گئی تمام اہل مکہ اپنے گھروں سے باہر نکل آئے۔ پہلے تو گلیوں میں بتوں کو پکارتے رہے۔ پھر خانہ کعبہ میں آئے وہاں بتوں سے استمداد کرتے رہے۔ جب زلزلہ نہ رکا تو باہمی مشورہ سے بتوں کو اٹھا کر کوہ ابوقیس پر آئے۔ لیکن بت اپنے قدموں پر کھڑے نہ رہ سکتے تھے۔ اور نہ منہ کر جاتے تھے۔

جناب ابوطالب کوہ ابوقیس پر گئے۔ اور ان سے فرمایا:

آج بت شکن اپنے طویل سفر کی آخری منزل پر پہنچ گیا ہے۔ اور اس وقت ظہور قریب سے قریب تر ہو رہا ہے بت آج ہی سے خائف ہیں۔ یہ بیچارے کچھ نہیں کر سکیں گے۔ اگر زلزلہ کو روکنا ہے تو میری بات مانو جس طرح میں کہوں ویسے کہتے جاؤ زلزلہ رک جائے گا۔ تمام لوگ کہنے لگے۔ ابوطالب آپ دیر نہ کریں ہمیں جلدی وہ بات بتائیں ہمارا برا حال ہو رہا ہے۔ جناب ابوطالب نے فرمایا یوں کہو۔

اللہی وسیدی اسئلك بالمحمدية المحموده العلوية لے ائند میں تجھ سے محبت محمود علویت عالیہ اور روشن علیا وبالفاطمیۃ البیضاء الاتفضلت علی اہل تھاقد بالرائۃ۔ جبین فاطمہ کے نام پر سوال کرتا ہوں کہ اہل تہامہ پر رحم فرما۔ جو نبی ابوطالب کی اقتدا میں ان لوگوں نے یہ دعا مانگی۔ زلزلہ ختم گیا۔ بعد میں جب بھی کفار مکہ کو اتہامی مسخت مصیبت کا سامنا ہوتا تھا۔ تو وہ انہی اسماء کو لکھ کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے ان کی مصیبت دور ہو جاتی تھی۔

تیرہ وجب کی رات جب حضرت علیؑ کا خانہ کعبہ میں ظہور ہو گیا۔ قریش مکہ تے آسمان پر ستاروں کی گردش کو دیکھا آسمان سے زمیں تک نور کی چھوٹی کرنیں دیکھیں اپنے اپنے گھروں سے باہر کر کہنے لگے۔ آج کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ جناب ابوطالب اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا۔ جاؤ اپنے گھروں میں آرام کرو۔ وہ کہنے لگے۔ ابوطالب آپ عجیب آدمی ہیں۔ آپ نہیں دیکھ رہے کہ آسمان کا رنگ بدل گیا ہے۔ نہ ختم ہونے والی روشنی کا سلسلہ آسمان سے زمیں تک ہے۔ بھلا یہ پریشانی کی بات نہیں ہے؟ کیا اس وقت کسی کو آرام آئے گا۔

جناب ابوطالب نے فرمایا:

اگر تمہیں معلوم ہوتا تو ایسی باتیں نہ کرتے۔

وہ کہتے گئے۔ تو گویا آپ کو یہ سب کچھ معلوم ہے؟

جناب ابوطالب نے فرمایا:

اگر معلوم نہ ہوتا تو میں بھی تمہاری طرح پریشان ہوتا جب کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میں کتنا مطمئن ہوں۔

وہ کہنے لگے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر میں بھی بتا دیں تاکہ ہم بھی آپ کی طرح مطمئن ہو جائیں۔
آپ نے فرمایا:

قَدْ تَمَّتْ حُجَّةُ اللَّهِ. وَظَهَرَ لِي اللَّهُ فِي هَذِهِ
اللَّيْلَةِ يَكْمُلُ اللَّهُ فِيهِ خِصَالُ الْخَيْرِ
وَيُخْتَمُ بِهِ الْوَصِيَّةُ بِوَهْوِ الْأَمَامِ الْمُتَّقِينَ
وَنَاصِرِ الدِّينِ وَقَامِعِ الْمُشْرِكِينَ وَغِيْظِ
الْمُنَافِقِينَ وَزِينِ الْعَابِدِينَ وَوَصِيِّ رَسُولِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ أَمَامِ هَدْيٍ وَمُصْبِحِ
دُجَى مَبِيدِ الشُّرْكِ وَالشُّبُهَاتِ وَهُوَ
نَفْسُ الْيَقِينِ وَرَأْسُ الدِّينِ -
صبح تک آپ بھی کلمات دہراتے رہے۔

حجت خدا مکمل ہو گئی ہے۔ آج رات ولی خدا کا ظہور ہو گیا
ہے۔ اللہ نے اس میں تمام فضائل تیسرے جمع کر دی ہیں۔ یہ
خاتم الانبیاء ہے۔ امام المتقین ہے۔ ناصر دین ہے۔
مشرکین کو جڑ سے اکھاڑنے والا ہے۔ منافقین کا بیخ کن ہے۔ عابدین کی زینت ہے۔ رسول رب
العالمین کا وحی ہے۔ امام ہدایت اور چراغ ظلمت ہے۔
شُرک کو ختم کرنے والا ہے۔ شبہات فنا کرنے والا ہے۔
یہ نفس یقین اور دین کی بنیاد ہے۔

گیارہ وجہ کو جناب فاطمہ خانہ کعبہ میں آنے کے لیے گھر سے روانہ ہوئیں۔ صحن کعبہ میں آ کے دیکھا تو در کعبہ مقفل تھا
طواف کعبہ کیا۔ اور دعا مانگی۔

اللَّهُمَّ إِنِّي صَوْنَةٌ بَكَ وَبِمَا جَاءَ خِدَى
أَبْرَاهِيمَ خَلِيلَ اللَّهِ وَبِمَوْلَا دِي هَذَا
أَنْ تَسْمَلَ عَلَيَّ مَا نَافِيَهُ -
اے اللہ! میں تیری توحید اپنے جد امجد ابراہیم خلیل کی ملت
اور اس مولود کی ولادت پر ایمان رکھتی ہوں میرے معاملہ
کو آسان فرما۔

اس دعا مانگنے سے دیوار کعبہ شریعت ہو گئی۔ جناب فاطمہ اندر تشریف لے گئیں۔ تیسرے وجہ تک کعبہ کے اندر
رہیں جناب فاطمہ کا بیان ہے کہ جب وقت ولادت قریب ہوا۔ میں سخت پریشان ہوئی۔ در کعبہ باہر سے مقفل تھا
دیوار میں ہونے والا شکاف میرے اندر آنے کے بعد فوراً باہم مل گیا تھا۔ باہر نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ جب کہ
ایسے وقت میں عورتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں ذاتِ احیاء سے مصروف مناجات ہوئی۔
اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ چار مستورات میرے سامنے آ گئیں میں نہیں سمجھی کہ کس طرف سے آئیں۔ انہوں نے
اگر مجھے سلام کیا۔ اور کہا۔

اے ولی الاولیاء کی خوش نصیب مادر گرامی آپ گھبرائیں نہیں ہم آپ کی خدمت کے لیے آئی ہیں۔ انہوں نے سفید
ریشم کے لباس پہن رکھے تھے۔ ان کے جسموں سے مشک و جہر سے بڑھ کر خوشبو تک رہی تھی۔
مجھے ایسے معلوم ہوا کہ کچھ دیر کے بعد جیسے میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ یہ چند لمحات ہی تھے۔ جب مجھے اس نیند
جیسی کیفیت سے افاقہ ہوا تو میرا لال سجدہ ریز ہو کر کھڑا ہوا تھا۔

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان

محمد رسول و شهیدانی علی ولی

اللہ ودھی محمد رسول اللہ بمحمد

يُخْتَمُ النُّبُوَّةُ وَبِى يُخْتَمُ الوَصِيَّةُ وَأَنَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ

ان عورتوں میں سے ایک نے میرے لال کو اٹھایا۔ اپنی گون

السلام عليك يا احمده - فالمير السلام ہو۔

اس نے جواب سلام دیا۔ وعلیک السلام یا بُنّی۔ بیٹے میرا بھی سلام ہو

میرے بیٹے کہا۔ ماخبر والدی۔؟ بابا جان کا کیا حال ہے؟

اس نے جواب دیا۔ فی نعم اللہ۔ نعمت خدا میں ہیں۔

میں نے کہا۔ **يَا بَنِي اَبِيكَ اَلَيْسَ اِبُو طَالِبٍ** کیا تیرا باپ ابو طالب نہیں ہے؟

علی نے کہا۔ نعم ہوا بی و لکنتی اسئل عن ابی و ائیکہا۔

ابو طالب میرا باپ ہے لیکن میں اپنے اور آپ دونوں کا باپ آدم کا مال پوچھ رہا ہوں۔ ہذا ۸ اُمّی و اُمّکمّا حواء۔
یہ میری اور آپ دونوں کی ماں حوا ہے۔

یہ سن کر میں شرم کے مارے پیچھے ہٹ کر خانہ کعبہ کے ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئی۔

پھر دوسری عورت آگے بڑھنی اسے دیکھ کر علیؑ نے کہا۔

السلام عليك يا اختي بهن میرا سلام ہو۔

اس نے جواب دیا، وعلیک السلام یا اخی۔ بھیا میرا بھی سلام

علیؑ نے کہا۔ کیف حال عمی۔ چچا کا کیا حال ہے؟

اس نے کہا۔ بحمد اللہ فی نعم اللہ۔ بحمد اللہ نعمات خدا میں ہے۔

میں نے کہا: ما بیتی ای اخت هده وعن ای عم تشکله۔ یہ کون سی بہن ہے اور تو کس محاکمہ کا پوچھ رہا ہے؟

علیؑ نے کہا: یا اے خدا مریم! عیسیٰ واسئلہ عن عیسیٰ بہ ماورعہ علیٰ مریم ہے اور میں جناب علیؑ کا حال

یوچہ راہوں -

جہاں سے علی گڑھ شہر شروع ہو گا گاؤں

۱۰۰

[illegible]

کے لئے یہاں سے لے کر ان کے لئے یہاں سے

بعد وہ عورتیں غائب ہو گئیں۔

پھر حکم خدا سے میں کعبہ میں آیا۔ دیکھا تو ایک شخص لگا تھا۔ تمام لوگ فضل کعبہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن فضل نہیں ٹوٹ رہا تھا۔ میں نے اشارہ انگشت کیا۔ فضل کل کر گر گیا۔ میں نے تمام لوگوں کو اندر آنے سے منع کر دیا خود اندر گیا۔ علیؑ آنحضرتؐ فاطمہؑ میں آنکھیں بند کر کے سو رہا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ علیؑ نے مجھے جواب سلام دیا۔ میں نے ہاتھوں پر اٹھایا۔ دنیا میں آنے کے بعد پہلی غذا میں نے علیؑ کو لعاب رسالت سے دی۔ کچھ سنانے کو کہا۔ علیؑ نے صف آدم سے لے کر انجیل عیسیٰ تک تمام صحف انبیاء کی تلاوت کی۔ پھر عرض کیا اگر قرآن نازل ہو چکا ہوتا۔ تو آج وہ بھی سنا دیتا میں ہاتھوں پر اٹھا کر علیؑ کو گھر لایا۔

جناب ابوطالب نے دیکھا۔ نام پوچھا۔ میں نے عرض کیا۔ جس کے گھر آیا ہے وہی نام رکھے گا۔ جناب ابوطالب خانہ کعبہ میں اسے خلافت کعبہ پکڑ کے دعا مانگی۔ ذاتِ احدیت نے جواب میں علیؑ نام بتایا۔ جب جناب فاطمہ نے جناب ابوطالب کو ان چار عورتوں کے متعلق بتایا۔ تو جناب ابوطالب نے فرمایا۔ دو کو ہم نے پہچان لیا ہے۔ دوسری دو کون تھیں۔

علیؑ نے جواب دیا۔

پہلی عورت جس نے مجھے سجدہ سے اٹھا کر گود میں لیا تھا۔ جناب خواجہ!

دوسری عورت جس نے مجھے خوشبو لگائی تھی۔ جناب مریم تھی۔

تیسری عورت جس نے مجھے کپڑوں میں لپیٹا تھا۔ اسی دن فرعون تھی۔ اور

پروٹھی عورت جس نے خوشبو اور کیڑے اٹھا رکھے تھے وہ مادرِ مری می تھی۔

بایا جان! آپ ایسا کریں۔ مشرم اس وقت کوہ نکام کے ایک غار میں ہے۔ آپ وہاں جا کر مشرم کو میری ولادت کی بشارت دے دیں۔ جناب ابوطالب فرمانے ہیں کہ میں علیؑ کے بتائے ہوئے پتہ پر کوہ نکام میں آیا۔ دیکھا تو مشرم ایک چٹان پر چادر تلے سوتا ہے۔ اور دوا شدہ اس کی ٹخانی کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو ایک طرف ہٹ گئے اور کہا۔

السلام علیک یا اَبّٰا ونبیاء اللہ۔
 اے اولیائے خدا کے یا پ ہمارا سلام ہو۔

میں نے انہیں جواب سلام دیا۔ اتنے میں مشرم اٹھ کے بیٹھ گیا۔ میں نے مشرم کو ولادت علی کی بشارت دی اور تمام

واقعہ ولادت سنایا۔ اس نے کہا۔ حمد خدا ہے۔ پھر وہ سو گیا اور مجھے کہا میری چادر مجھ پر ڈال دینا۔

میں نے اژدہوں سے پوچھا۔ تم کون ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہم اس کے اعمال صالحہ ہیں۔ تاقیامت اس کے اس وجود کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔

جابر کہتا ہے میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں تو انصاری ہوں اور مدینہ کا باسی ہوں۔ آپ کے ساتھ مکہ سے آنے والے

مہاجرین تو نہیں بتاتے ہیں کہ ابو طالب اسلام کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہوا ہے۔ جب کہ آپ نے جو واقعہ سنایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو طالب مومن اول تھا :

آنحضورؐ نے فرمایا:

جابر جب میں شب معراج آسمان پر گیا۔ تو میں نے عرش کے درمیں پہلو میں چار انوار درخشاں دیکھے ذاتِ احدیت سے ان کے متعلق سوال کیا تو مجھے قدرت کی طرف سے جواب ملا۔

ایک نور عبد المطلب ہے۔

دوسرا نور ابو طالب ہے۔

تیسرا روز عید اللہ ہے اور

چوتھا نور طالب ابن ابی طالب ہے۔

غایت الحرم میں شیخ طوسی کی مصابیح الانوار کے حوالہ سے انس ابن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن نماز صبح کے بعد میں نے آنحضرتؐ کی خدمت عرض کیا: قبلہ

اولئك الذين انعم الله عليهم من النبيين
والصدّيقين والشهداء والصالحين -

انبیاء و صدیق - شہداء اور صالحین ہی میں سے وہ لوگ
ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔

کی تفسیر تو فرمادیجئے۔ آپ نے فرمایا:

بنیادیں کا حصاد میں ہوں ۔

صدیقین کا مصداق علیؑ ہے۔

تشیہ اے کا مصداق میراج چاکرہ ہے۔ اور

صالحین کے مرصداق میرے حسنین اور فاطمہ ہیں۔

جناب عباس سامنے آئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا ہم اور آپ ایک قبیلہ کے افراد نہیں ہیں؟

آنحضورؐ نے فرمایا:

آپ کس لیے پوچھ رہے ہیں؟

جناب عباس نے فرمایا:

آپ نے اپنے ساتھ علیؓ، فاطمہؓ اور حسینؓ کو شمار کیا ہے اور کسی کا نام نہیں لیا۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

جہاں تک دنیاوی قبیلہ کا تعلق ہے تو بلا شک ہم اور آپ ایک قبیلہ سے ہیں لیکن جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے

اور ہم میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہمیں اللہ نے تخلیق آدم سے سہارا ملا جس پہلے پیدا فرمایا ہے۔ (اس کے

بعد آپ نے وہی حاشیہ بیان فرمائی جو سابق حالات سرور کو بیچ میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

• بحار میں ہے کہ ابن مہران نے جناب عبداللہ ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔

اَنَا لَعْنُ الصَّافُونَ وَاَنَا لَعْنُ الْمُسْبِحُونَ۔ ہم ہی مصطفیٰ اور ہم ہی تسبیح گزار ہیں۔

جناب ابن عباس نے وہی حدیث دہرائی جس کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے۔ اور یہ حدیث حدیث نوز کے نام سے معروف ہے۔

منافق بن قاضی ابو عمرو عثمان ابن احمد سے ایک طویل روایت میں منقول ہے کہ۔

حضرت علیؑ جناب فاطمہ کے صدف عفت میں کلام کرتے تھے۔ ایک دن کعبہ میں اپنے جانی جعفر سے بات کی تو وہ غش کر گئے۔ اور تمام ہت اوپر سے منہ کر گئے۔ جناب فاطمہ نے اپنے صدف عفت پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

بیٹھے ابھی تو دنیا میں نہیں آیا تیری آواز سن کر بت کر رہے ہیں۔ جب تو دنیا میں آگیا تو ان کا کیا حال ہوگا

پھر جناب فاطمہ نے اس واقعہ کا تذکرہ جناب ابوطالب سے فرمایا:

آپ نے فرمایا:

مجھے طائف کی راہ میں ایک شیر نے بتایا تھا۔

• علامہ مجلسیؒ نے بحار میں سید نے غایۃ المرام میں شیخ طوسی نے ابالی میں روایت کی جس کا ایک سلسلہ تمام المومنین عالم شہیک

ہے۔ دوسرا سلسلہ سند انس ابن مالک تک ہے۔ تیسرا سلسلہ سند عباس ابن عبدالمطلب تک ہے اور چوتھا

سلسلہ سند آئمہ اہلبیتؑ کے ذریعہ جناب سرور انبیاءؑ تک ہے۔ ان مختلف سلسلہ ہائے سند کے ذریعہ واقعات و روایات

یوں مذکور ہے عباس ابن عبدالمطلب اور یزید ابن تغلب کا بیان ہے کہ

ہم بیت اللہ کے صحن میں بیٹھے تھے۔ فاطمہ بنت اسد خانہ کعبہ میں آئیں۔ نور و ولادت علیؑ کا وقت مکمل ہو چکا تھا۔

فاطمہ نے طرف کعبہ کیا۔ پھر پشت کعبہ کی طرف اگر کھڑی ہوگی رخ سوئے آسمان کیا اور کہا:

ای رب الی موصنة بك وبما جاء من عندك

الرسول وبكل نبی من انبیاءك وبكل کتاب

انزلت وانی مصدقة بکلام جدی ابراہیم

الخلیل وانه نبی بیتك العتیق فاستلک

بحق هذا البیت ومن بناه وبحق هذا

المولد الذی فی احتشائی الذی بکلمتی

ویؤنسنی بحدیثه وانا موقنة

انه احد ای ایا تلک ودلا تلک لما یسرت

لے اللہ! میں تجھ پر ایمان رکھتی ہوں۔ جو کچھ میری طرف سے

رسول اکرمؐ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان رکھتی ہوں۔ تیرے ہر

مرسل نبیؑ اور ہر منزل کتاب پر ایمان رکھتی ہوں۔ میں اپنے جدا

امجد ابراہیم خلیلؑ کے کلام کی تصدیق کرتی ہوں۔ انہی نے تیرا گھر

بنایا تھا۔ میں تجھ سے اس گھر۔ اس کے بانی اور اس مولود کے

واسطے سے سوال کرتی ہوں۔ وہ مولود جو میرے صدف عفت

میں سے مجھ سے باتیں بھی کرتا ہے اور تنہائی میں میرا مونس

بھی ہوتا ہے مجھے یقین ہے کہ یہ مولود تیری آیات میں سے

علی ما انا فیہ -

ایک آیت اور تیرے دلائل میں سے ایک دلیل ہے میرے معاملہ کو آسان فرما۔

جناب فاطمہ کی اس دعا کے بعد ہم نے دیکھا بیت اللہ کی دیوار میں شکاف ہو گیا۔ جناب فاطمہ غانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئیں دیوار کا شکاف فوراً مل گیا۔ ہم حیران ہو کر اٹھے۔ قتل بیت اللہ کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن قتل نہ کھلا۔ جب ہم اپنی کوشش کر کے تھک گئے۔ اور قتل نہ کھلا تو ہم نے یہی فیصلہ کیا کہ یہ کوئی راز ہے۔ جناب فاطمہ تین دن بیت اللہ میں رہیں پورے مکہ کے ہر گھر میں یہ واقعہ اس قدر معروف ہوا۔ کہ ہر زبان پر جناب فاطمہ کا گھر میں جانے کی دیوار کے شکاف کا تذکرہ تھا۔

تیسرے دن سردارانِ نبیائے محمد کعبہ میں فریش مکہ کا اڑواہام تھا۔ آنحضرت کو دیکھ کر سب لوگ ایک طرف ہٹے آپ قریب آئے۔ قتل کو نشانہ کیا قتل کھل کر نیچے گر گیا آپ اندر گئے کچھ دیر کے بعد آنحضرت باہر آئے۔ ان کے ہاتھوں پر حضرت علی تھے۔ جناب فاطمہ نے لوگوں کو دیکھ کر فرمایا:

ایہا الناس ان اللہ اختارنی علی خلقہ و فضلنی علی المحدثات من کن قبلی قد اختار

اے لوگو! اللہ نے مجھے اپنی تمام مستورات پر ان فیضیت دے دی ہے۔ مجھے پہلے جتنی بھی عورتیں گذری ہیں سب سے مجھے بلند مرتبہ سے نوازا ہے۔

اللہ آسیہ بنت مزاحم فائزہا عبدت اللہ سرّاً فی موضع لا یحب ان یعبد اللہ فیہ الا

اللہ نے آسیہ بنت مزاحم کو اس بات سے نوازا تھا کہ اس نے ایسے مقام پر اللہ کی عبادت کی جہاں اللہ کا نام لینا بھی گوارہ نہ کیا جاتا تھا۔

اضطراً و اختار اللہ مریم ابنت عمران حیث یسر عیمہا ولادة عیسیٰ خارج بیت المقدس

اللہ نے جناب مریم کو یہ شرف بخشا کہ انہیں بیت المقدس سے ایک صحرا میں بآسانی مراض ولادت سے گزارا۔ اور اللہ نے مجھے ان دونوں سے بیزتر مقام دیا ہے۔

تحت المخلبة فی فلاة من الارض ان اللہ اختار فی علیہم اعداء علی کل من مضی

بلکہ آج تک کی آنے والی تمام مستورات سے افضل و اشرف مقام عنایت فرمایا ہے کہ میرے لیے اپنے گھر کی دیوار سے نیا در بنا کر مجھے اپنے گھر میں جگہ دی۔ تین دن تک اللہ کی

قبلی من نساء العالمین لانی ولدت فی بیتہ العتیق و بقیت فیہ ثلاثہ ایام اکل من ثمار الجنة فلما ردت ان اخرج و ولدی علی

وہاں رہ کر جنت میں کے میوہ جات کھاتی رہی۔ اب جب کہ میں اپنے بیٹے کو ہاتھوں پر لے کر اللہ کے گھر سے باہر لا رہی تھی تو مجھے ایک ہاتھ غیبی لے کر کہا۔ اے فاطمہ اس بچے کا نام علی رکھنا۔ میں علی اعلیٰ ہوں اسے میں نے اپنی

یدی ہتھ لی ہائفت دقال یا فاطمة قدرت سے پیدا کیا ہے۔ اس کا نام میں نے اپنے نام

اب جب کہ میں اپنے بیٹے کو ہاتھوں پر لے کر اللہ کے گھر سے باہر لا رہی تھی تو مجھے ایک ہاتھ غیبی لے کر کہا۔ اے فاطمہ اس بچے کا نام علی رکھنا۔ میں علی اعلیٰ ہوں اسے میں نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ اس کا نام میں نے اپنے نام

سمیہ علیا فانما العلی الاعلیٰ الی خلقته من قدرتی واشتقت اسمہ من اسمی صلت الیہ اواموی واد قفته علی غامض علمی ولانی بیتی و ہواول من یوذن فی بیتی ویکسر الاصل و ہوالامام بعد جمیبی ووصیہ خطوبی لمن احبہ ونصرہ والویل لمن عصاہ و خذلہ ومجد حقه ۔

سے مشتق کیا ہے۔ اسے اپنے تمام معاملات کا انچارج بنایا ہے۔ اسے میں نے اپنے علم خصوص کے معنی رازوں سے آگاہ کیا ہے۔ اپنے گھر میں ولادت کی جگہ دی ہے۔ یہی وہ پہلا شخص ہوگا جو میرے گھر میں کھڑے ہو کر میری توجید کا اعلان کرے گا۔ بتوں کو توڑے گا۔ میرے حبیب کے بعد امام امت ہوگا جو نبی ہوگا۔ اسکے والیوں کو جنت کی بشارت ہو۔ اور اس کے منکرین کو جہنم کی دادی دیل ہے۔

جناب فاطمہ علیؑ کو گھر لائیں۔ جناب ابوطالب جب سامنے آئے تو علیؑ نے کہا۔

السلام علیک یا ابتاہ ۔

بابا میرا سلام ہو۔

پھر حضور تشریف لائے علیؑ نے آپ کو بھی سلام کیا۔ یا رسول اللہ کہہ کر سلام کیا۔ اور سکر اگر ان آیات کی تلاوت کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم قد افلح المؤمنون وہ مؤمن نجات پا گئے جو۔

الدین ہم فی صلواتہم خاشعون ۔ اپنی نماز میں خاشع رہتے ہیں۔

سرور انبیاءؐ نے فرمایا:

صدقت یا علیؑ قد افلحوا بک انت علیؑ تو سچ کہہ رہا ہے۔ تیری بدولت ہی نجات پائیں گے۔

واللہ امیرہم ودلیلہم ۔

جو خدا تو ہی ان کا امیر اور راہنما ہوگا۔

پھر آپ نے جناب فاطمہ سے کہا۔ انا

اذہبی الی عی حمزۃ ویشریہ ۔

چچا حمزہ کے پاس جا کر انہیں مبارک مبا دو دیجئے۔

جناب فاطمہ نے کہا۔ اگر میں چلی گئی تو علیؑ کو دودھ کون دے گا؟

آپ نے فرمایا:

انا ردیہ ۔ اب علیؑ کا میرا کرنا میرے ذمہ ہے۔

جناب فاطمہ نے حیرت سے پوچھا۔ انت زودیر؟ کیا آپ اسے سیراب کریں گے۔

آپ نے فرمایا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ میں ہی اسے سیراب کروں گا۔ آپ اطمینان کے لیے دیکھ لیں۔

فوضع لسانہ فی قیمہ قاتنجرت آپ نے اپنی زبان مبارک دین علیؑ میں دی اس سے بارہ

اثنتا عشرۃ عینا ۔

چھتر پھوٹ نکلے۔

جناب فاطمہ جناب حمزہ کو مبارک باد دے کر واپس آئیں۔ تو حضرت علیؑ سیر ہو کر آرام کر رہے تھے۔ بی بی نے عورتوں

سبیل سکینہ

محمد ابا لطیف آباد، پونٹ نمبر ۸-۷۱

کی عادت کے مطابق کپڑے میں باندھا۔ حضرت علیؑ نے ہاتھ اٹھائے کپڑا دو ٹکڑے ہو گیا۔ بی بی نے دو کپڑے اکٹھے کر باندھا۔ آپ نے انگڑائی کی دو بھی ٹوٹ گئے آپ ایک کپڑے کا اضافہ کرتی گئیں اور علیؑ کی انگڑائی سے وہ کپڑے ٹوٹتے گئے۔ جب بی بی سات کپڑوں کو باندھنے لگی۔ تو اس وقت علیؑ نے عرض کیا۔

یا اماہ لا تشدی یدای فانی احتاج
ان ابصیص دینی با صبعی

اس کے بعد بی بی نے باندھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اس کے بعد روزانہ آنکھوں کی خدمت میں عرض کرتے تھے۔ قبلہ مجھے جھوک گئی ہے۔ آنکھوں پر اپنی زبان مبارک حضرت علیؑ کے دہن مبارک میں دیتے اور آپ لعاب رات سے سیراب ہو جاتے تھے۔ جناب فاطمہ کا بیان ہے کہ علیؑ کو کبھی میرے دودھ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔

ساتویں دن جناب ابوطالب نے عقیقہ کیا۔ عقیقہ میں آپ نے تین سو ادبٹ خرچ کیے اور ایک ہزار گائے اور بھیڑیں ذبح کیں۔ تمام ان مکہ کو کھلے عام کھانے پر لایا۔ اور فرمایا:

فانہ کفیر کا طواف کرتے جاؤ۔ اور میرے بیٹے کا عقیقہ کھاتے جاؤ۔

علامہ علیؑ نے کشف الحق میں لکھا ہے کہ جب جناب فاطمہ گھر لوگوں میں مصروف ہوئیں تو آنکھوں پر علیؑ کو بہتر سے اٹھا کر اپنے سینہ پر سلاتے۔ اور پہلا کفراتے۔

هذا اخي وولي وناصري۔ میرا بھائی۔ میرا دوست اور میرا مددگار ہے۔

هذا اخي وولي وناصري۔ میرا بھائی۔ میرا دوست اور میرا مددگار ہے۔

هذا اخي وولي وناصري۔ میرا بھائی۔ میرا دوست اور میرا مددگار ہے۔

هذا اخي وولي وناصري۔ میرا بھائی۔ میرا دوست اور میرا مددگار ہے۔

بشارة المصطفىؑ کے مطابق آنکھوں پر علیؑ کو ہاتھوں میں اٹھا کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ یہ دن کبھی بھی میلان عرفات میں کبھی صفا و مروہ پر اور کبھی نئی میں لاتے تھے۔

روحۃ الاطین میں مجاہد ابو عمرو اور ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ۔

ہم آنکھوں کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری۔ مقداد کندی۔ عمار یا سر۔ عدیہ میانی۔ ابوہشیم ابن تہمان خزیمہ ابن ثابت انصاری و الشہادتین۔ اور ابوطیفیل عامر ابن واثلہ انصاری حاضر ہوئے اور عرض کی۔

قبلہ چند ہاجرین سے ہم آپ کے بھائی علیؑ کے متعلق ایسی باتیں سنتے ہیں جن سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا:

اللہ انہیں ہدایت دے۔ وہ صرف علیؑ ہی کے متعلق کیوں باتیں کرتے ہیں؟ وہ کیا کہتے ہیں؟

علیؑ حافظ و قاری ہے حضرت علیؑ ہی اس شرف کا مالک نہیں ہے اولاد علیؑ سے آنے والے گیا رہ امام بھی اس عزت و عظمت کے مالک ہیں۔ اگر لوگ فضائل و کمالات علیؑ سے انکار کرتے ہیں تو انہیں کرنے دو تم اپنا دل تھوڑا نہ کرو اور پروا نہ کرو۔

یہ سن کر یہ تمام مذکورہ صحابہ یہ کہتے ہوئے اٹھے۔

نحن الفاضلون - چلو ہم ہی کامیاب ہیں

آنحضورؐ نے فرمایا: انتم الفاضلون لکم خلقت الجنة۔

ہاں ہاں! تم ہی دستگارِ ادب و جنت تمہارے ہی لیے پیدا کی گئی ہے۔

ولا تعد اثماً و اعد اثمکم النار۔ اور جہنم ہمارے اور تمہارے دشمنوں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔



اسمائے علیٰ اور وجوہ تسمیہ

شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں اپنے سلسلہ سند سے امام باقر سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک دن مسجد کوفہ میں خطبہ دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آپ جنگ نہروان سے واپس آچکے تھے اور آپ کو اطلاع ملی کہ معاویہؓ نے سرزمین آپ کو سب کرنے کا حکم دے رکھا ہے۔

آپ نے فرمایا:

جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ صرف اس لیے قرآن کریم میں ایک آیت ہے کہ

تعمات رب کا تذکرہ کیا کرو۔

اس آیت کے پیش نظر میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ بنم میرے اس مقام سے جاہل ہو جو اللہ نے مجھے دیا ہے۔ میرا وقت رحلت قریب تر ہو چکا ہے۔ جس طرح نبی کریمؐ نے فرمایا تھا۔ میں بھی اس طرح تمہیں بتا رہا ہوں۔

افى تارك فىكم التقلید كتاب الله
وعترقى وهى الرها دى الى النجاة -
میں تم میں دو گراںہا چیریں چھوڑ کر رہا ہوں، ایک کتاب
خدا اور دوسری اپنی شہرت اور یہی ہاوی راہ خجاست ہے۔
اے لوگو! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں میرے علاوہ جو بھی کہے گا وہ مفتری اور کذاب ہوگا۔

انا اخو رسول الله وابن عمه۔ میں سرور انبیاء و کلبھائی اور چچا زاد ہوں۔

وسیف نقتہ و عباد نصر تہ

ویاسہ وشدتہ ۔
 کانسہارا اور آپ کی شجاعت رہا ۔

انا صوتم البنين والبنات - میں ہی لڑکوں اور لڑکیوں کا مارنے والا ہوں۔

انا قابض الارواح - میں قابض ارواح ہوں۔

انامعدالایطال۔ میں بہادروں کو پکھاڑتے والا ہوں۔

وَقَاتِلِ الْفَرَّاسَانَ وَجَمِدَ مِنْ كَفَرٍ بِالرَّحْمَنِ
میں شمسواروں کا قاتل اور شکرین خدا کی موت ہوں ۔

وصبر خيرا لانام اناسيد الاولياء -
ووصى خيرا الانبياء وانا باب مدينة العلم -
وخازن علم رسول الله - ووارثه -
اتازوجر اليتول سيدة نساء العالمين
فاطمة النقية الزكية البرة المهدية
جسيبة جيب الله وريحانة رسول الله
سبطاى خيرا الاسباط وولد اى
خير الاولاد

میں سرور انبیاء کا دادا اور سید الاولیاء ہوں -
میں وحی خیر الانبیاء ہوں - میں باب مدینہ العلم
خازن علم رسولؐ اور وارث علم رسالت ہوں -
میں اس بتوں کا شوہر ہوں جو نساء عالمین کی سردار تھی -
جو نیک ہدایت یافتہ - پاکباز اور طاہرہ فاطمہ تھی
جو حبیب خدا کی محبوبہ اور رسول خدا کے دل کا پیر تھی
میرے دونوں بیٹے تمام بیٹوں سے افضل اور میری اولاد
ہر اولاد سے افضل ہے -

هل احد ينكر ما اقول -
ابن مسلموا اهل الكتاب -
انا اسمى في الانجيل ليا و ايليا
وفي التوراة برى وفي الزبور ادى
وعند المهند كيكو وعند الروم
بطريسا -
وعند الفارس جبر وعند اهل ترك
شمير -

کوئی ہے جو میری ان باتوں کی تردید کر سکے -
اہل کتاب سے اسلام قبول کرنے والے کہاں ہیں -
انجیل میں میرا نام ایلیا اور ایلیا ہے -
تورات میں میرا نام بری اور زبور میں ادى ہے -
ہندو کتب میں مجھے کیکو اور رومی زبان میں مجھے بطریسا
کہا گیا ہے -
اہل فارس مجھے جبر اور اہل ترک مجھے شمیر کے نام سے پکارتے
ہیں -

وعند الزنج حبترو عند الكهنة بوى
وعند المجنة تبريك وعند امي حيدرة
وعند طثري ميمون وعند العرب على
وعند الارض فريق وعند ابى ظهير
الاواني مخصوص في القرآن باسماء
احدروا ان تغلبوا عليهم فاقضوا
افى ديتكهم يقول الله ان الله مع
الصادقين انا ذلك الصادق -
انا المودن في الدنيا والآخرة قال الله
عز وجل فاذن مؤذن بينهم لعنة الله

زنجی مجھے حبترا اور کامن مجھے بوی کہتے ہیں -
جشی مجھے تبریک اور میری ماں مجھے حیدر کہتی تھی -
لغت طثری میں میرا نام میمون اور عربوں میں میرا نام علی ہے -
اہل زمین ارضی مجھے فریق اور میرا باپ مجھے ظہیر کہتا تھا -
یقیناً جو تو قرآن میں اللہ نے مجھے مخصوص اکام سے ذکر
کیا ہے خیال رکھنا کہیں ان کے غلط معانی نہ گھڑ لینا دین
برباد نہ کر بیٹھو گے - اللہ فرماتا ہے - یقیناً اللہ صادقین
کے ساتھ ہے - میں وہی صادق ہوں -
میں دنیا اور آخرت میں مؤذن ہوں - ارشاد قدرت ہے -
ان کے مابین ایک مؤذن اذان کہے گا ظالمین پر اللہ کی

على الظالمين أنا ذاك المودن وقال
إذن من الله فأناذلك إلاذان و
أنا المحسن يقول الله أنا الله مع المحسنين

وَاِنَّا لِلّٰهِ عَاظِمُونَ
 اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرًا لِّمَن كَانَ لَهُ
 قَلْبٌ - وَاِنَّا لَنَّا كَرِهُوْا
 الَّذِيْنَ يَنْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّعَوْدًا عَلٰى حُجُوْ

و نحن صاحب الاعراف انا و عمي
 واخي و ابن عمي و الله خالق الحب و النوى
 لا يدخل النار لنا محب و لا يبذل الجنة لنا بلعوض
 يقول الله عز و جل و على الاعراف
 رجال يعرفون كلا بسيماهم -

وَأَنَا الصَّيْرُ وَأَنَا الْأَذُنُ الْوَاعِيَةُ
يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ وَتَعِيَهَا أَذُنُ
وَاعِيَةٍ -

وَأَنَا الْمُسْلِمُ - يَقُولُ اللَّهُ وَرِجَالُ مَسْلَمٍ
لِلرَّجُلِ وَمَنْ وَلَدَى مَهْدَى -

هذه الأمة الا قد جعلت محبتكم
ببغضى يعرف المتافقون وبمحبتي
يمتحن الله المؤمنين هذا عهد
النبي الا ملى الى انه لا يحبك
الامومن ولا يبغضك الا
منافق

والله لا عطش محبي ولا خاف ولي

لحقت ہو۔ میں وہی مودن ہوں گا۔ دوسرے مقام پر ارشاد
 قدرت ہے اللہ کی طرف سے اعلان ہے۔ میں ہی وہ
 اعلان ہوں۔ میں محسن ہوں ارشاد قدرت ہے اللہ محسن
 کے ساتھ ہے۔

میں ذوالقلب ہوں۔ ارشاد قدرت ہے اس میں ہر صاحبِ دل کے لیے ایک تذکرہ ہے۔ میں ذاکر ہوں ارشاد رب العزت ہے۔ جو لوگ کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور پہلو کے بل اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

ہم صاحب اعراف ہیں۔ میں میرا بچا۔ میرا بھائی اور میرا چچا جانا
 دانے میں شکاف ڈالنے والی ذات کی قسم ہمارا عوامی جہنم
 میں داخل نہیں ہوگا اور ہمارا دشمن جنت میں نہیں جا سکے گا
 ارشاد قدرت ہے۔ مقام اعراف پر کچھ ایسے افراد
 ہوں گے۔ جو ہر شخص کو ان کی علامات کی بدولت پہچان
 لیں گے۔

میں واما در رسول تمہوں۔ میں محفوظ رکھنے والا مان رہوں۔
 ارشاد رب ہے تعلیم رسول کو محفوظ رکھنے والا مان ہی محفوظ
 رکھ سکتا ہے۔

میں مسلم ہوں۔ ارشادِ خالق ہے۔ ایک شخص دوسرے کے سامنے جھکا ہوا ہے

اس آیت کا مہدی میری اولاد سے ہو گا۔ مجھے تمہاری محبت بتایا گیا ہے۔ میرے نبض سے متفق پہچانے جاؤ گے۔ اور میری محبت کی بدولت مومنین کا امتحان ہو گا۔ میرے نبی و آقا کا بچہ سے یہ نہد ہے۔ کہ یا علیؑ صرف مومنِ تجھ سے محبت رکھے گا اور صرف متفقِ تجھ سے نبض رکھے گا

بجدا میرا محب کبھی پیاسا نہ ہوگا اور میرا موالی کبھی خوفزدہ

آپ کا ایک نام۔ وصی۔ ایک تہی۔ ایک ولی۔ ایک نام قاتل النکشین۔ ایک نام قاتل القاسطین۔ ایک نام شبیہ
بارون ایک نام صاحب اللواء۔ ایک نام قاصف النعل اور ایک نام کاشف الکرب بھی ہے۔
آپ کی کنیتیں بھی اسماء کی طرح کثرت ہیں۔ ابو تراب۔ ابوالسبغین۔ ابوالریحان تین۔ ابوالحسن۔ ابوالحسنین۔
ابوالحسنین۔ ابو قضم۔ ابو محمد۔



آباء حضرت علی علیہ السلام

تاریخ ائمہ میں ابن جوزی نے آپ کا جو شجرہ نسب لکھا ہے وہ یوں ہے۔

علی ابن ابی طالب ابن عبد المطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف۔ ابن قحطی۔ ابن کلاب ابن مرہ ابن کعب ابن غالب ابن فہر ابن مالک ابن نظر ابن کنانہ ابن خزیمہ ابن مدرکہ ابن ابی اس ابن نزار ابن معد ابن عدنان۔

جناب ابوطالب کا اسم گرامی عمران تھا۔ آپ جناب عبد اللہ کے مادری پردی بھائی تھے۔ جناب عبد اللہ اور جناب ابوطالب کی والدہ گرامی کا نام جناب فاطمہ بنت عمرو ابن مایہ تھا۔

عبد المطلب کا لقب شعیبۃ الجمہ تھا۔ آپ کی کنیت ابو البطحاء تھی۔ عبد المطلب کی وہ تسمیہ یہ ہے کہ مطلب کے بھائی جناب ہاشم نے یثرب میں سلمیٰ بنت عمرو سے شادی کی تھی۔ جناب ہاشم کا شادی کے بعد انتقال ہو گیا جناب سلمیٰ یثرب ہی میں اپنے والدین کے ہاں رہتی تھیں۔ یثرب ہی میں جناب شعیب کی ولادت ہوئی۔ ایک دن مکہ سے ایک آدمی مدینہ آیا۔ ایک جگہ چنہ بکے کھیل رہے تھے۔ جناب شعیب بھی انہی میں تھے اور فرما رہے تھے انا سید ابن سید قریش انا ابن ابی البطحاء میں سید القریش اور ابو البطحاء کا فرزند ہوں۔ اس کی نے پوچھا یہ کون ہے؟

اسے بتایا گیا کہ یہ ہاشم کا بیٹا ہے اور اس کا نام شعیب ہے۔ اس شخص نے مکہ میں اگر مطلب کو بتایا کہ آپ کا بھتیجا عالم یتیمی میں مدینہ میں ہے۔ مطلب اسی وقت سوار ہو کر مدینہ آئے جناب شعیب کو ساتھ لیا اور مکہ واپس آگئے جو نہی مکہ والوں نے جناب شعیب کو سواری پر جناب مطلب کے پیچھے بیٹھے دیکھا تو وہ سمجھے کہ شاید مطلب کہیں سے غلام لائے ہیں وہ کہنے لگے۔ عبد المطلب ہے۔ مطلب نے بتایا بھی کہ میرا غلام نہیں میرا بھتیجا اور ہاشم کا بیٹا ہے۔ لیکن عبد المطلب اتنا معروف ہوا کہ نام پر غالب آگیا۔

ہاشم کا نام عمرو تھا اور ہاشم لقب تھا۔

عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔

قصی کا نام زید تھا۔ جناب قسی کا والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔
 کلاب کی والدہ کا نام ہند بنت سدید ابن ثعلبہ تھا۔
 جناب مرہ کی والدہ کا نام وحشیہ بنت شعیبان تھا۔
 کعبہ کی والدہ کا نام جاریہ بنت کعب تھا۔
 لوی کی والدہ کا نام غانکہ بنت خالد ابن نظر ابن کنانہ تھا۔ لوی ہی کا لقب قریش تھا قریش میں یہ مشہور تھا
 کہ من لم یکن من المنظر لم یکن من قریش۔ جو اولاد نظر سے نہیں وہ قریشی نہیں کہا جاسکتا۔
 غالب کی والدہ کا نام سللی بنت عازث تھا۔
 جناب قمر کی والدہ کا نام جندلہ بنت عامر جرہمہ تھا۔
 مالک کی والدہ کا نام عرایہ بنت ساعد ابن قیس غیلان تھا۔
 جناب خزیمہ کی والدہ کا نام سلمہ بنت اسلم قضاعیہ تھا۔
 جناب مدکر کی والدہ کا نام سللی بنت علوان قضاعیہ تھا۔
 جناب الیاس کی والدہ کا نام رباب بنت جیدہ ابن مہد تھا۔
 جناب مضر کی والدہ کا نام سودہ بنت غلیک تھا۔
 جناب نزار کی والدہ کا نام معانہ بنت حوشم تھا۔
 جناب معد کی والدہ کا نام سودہ سلمیہ تھا۔

جناب فاطمہ بنت اسد کی والدہ کا نام فاطمہ بنت الحرم ابن رواحہ ابن عبد ابن معیض ابن وہب ابن ثعلبہ ابن دائل
 ابن عمرو ابن شعیبان ابن ہمار ابن مہر

جناب فاطمہ بنت اسد و صری وہ خاتون ہے جس نے جناب خدیجہ کے بعد اعلان اسلام کیا۔ اور آنحضورؐ کے
 دست مبارک پر بیعت کی۔

بحار میں علامہ مجلسیؒ نے حضرت علیؑ سے روایت نقل کی ہے کہ

آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ کہ جبریلؑ نے مجھے بتایا ہے کہ ذات احدیت نے اس صدف عفت پر آتش جہنم حرام
 کی ہے جس نے آپؐ کو اٹھایا ہے۔

اور وہ آمنہ بنت وہب ہے۔

اللہ نے اس صلب پر آتش جہنم حرام کی ہے جو آپؐ کی امین بنتی اور وہ عبد اللہ ہے۔

اللہ نے اس آغوش کے لیے آتش جہنم حرام قرار دی ہے جس نے آپؐ کو سہارا عنایت کیا ہے

اللہ نے اس گھر کو بیت جنت ہونے کا اعزاز بخشا ہے جس نے آپؐ کو پناہ دی ہے اور وہ ابو طالب کا گھر

ہے۔

کراچی نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مسجد کو قرمیں منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک خارجی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ یا علیؑ! آپ یہاں بیٹھے خطبہ دے رہے ہیں اور اللہ نے جو مقام آپ کو دیا ہے وہ سب کے سامنے ہے جب کہ آپ کا باپ جہنم میں ہے۔

آپ نے فرمایا:

اللہ تجھے رسوا کرے خاموش رہ۔ مجھے اس فزات کی قسم ہے جس نے محمدؐ کو مبعوث برحق کیا ہے اگر میرا باپ روئے ارض کے تمام لنگاروں کی شفاعت کرے تو بھی اللہ مسترد نہ کرے گا۔ بھلا کیا کفالت رسولؐ کرنے والا بھی جہنم میں جاسکتا ہے۔ کیا تیری امت ماری گئی ہے۔ جس باپ کا بیٹا بقول رسولؐ قییم جنت نامہ ہوا اس کا باپ بھی جہنم میں جاسکتا ہے۔ قیامت کے دن دیکھ لے گا کہ پورے میدان حشر میں صرف پانچ انوار ایسے ہوں گے جو میرے باپ کے نور سے زیادہ ہوں گے اور وہ انوار نور محمدؐ مصطفیٰؐ، نور فاطمہؑ زہراؑ، نور حسنؑ مجتبیٰؑ، نور حسینؑ سید الشہداءؑ اور اس کی ذریت سے آئمہ ہدیٰ کے ہوں گے۔

علیؑ ابن حسان نے اپنے چچا سے روایت کی ہے کہ میں نے ایک امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جناب ابوطالب جہنم میں ہیں؟

آپ نے فرمایا:

جو کچھ جبریلؑ ان حضورؐ کے پاس لایا تھا اس کے تو قطعاً خلاف کہتے ہیں۔ کسی کو کچھ کہنے سے کیسے روکا جاسکتا ہے بھلا جس شخص کی وفات کے بعد مکہ میں کوئی ناصربنی نہ رہا ہو اس پر کفر کی تہمت کیسے لگائی جاسکتی ہے۔ اسی رات جس رات جناب ابوطالب کا انتقال ہوا جبریلؑ نے آنحضورؐ سے آکر کہا کہ ارشاد قدرت ہے کہ ابوطالب کے بعد مکہ میں آپ کا کوئی ناصر حاضری نہیں رہا اس لیے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔

یہٹ مرادی سے مروی ہے کہ میں نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ قبلہ لوگ کہتے ہیں کہ جناب ابوطالب جہنم میں ہیں۔

آپ نے فرمایا:

کسی کی زبان کوڑی جاسکتی۔ جو کسی کا دل کہے وہ کہنے سے باز نہیں آتا۔ ویسے میں قسم بخدا کہ اگر کہتا ہوں کہ اگر بیان ابوطالب کو تر ازو کے ایک پڑا میں رکھا جائے اور تمام دنیا کے ایمان کو دوسرے پڑا میں رکھا جائے تو ایمان ابوطالب کا پڑا پھر بھی بھاری رہے گا۔ حضرت علیؑ جب تک زندہ رہے اپنے والدین اور آنحضورؐ کے والدین کی طرف سے ہر سال حج نیابت کرتے تھے اور شہادت کے بعد آپ نے سب سے پہلے ہی وصیت فرمائی کہ آنحضورؐ اور میرے والدین کی طرف سے ہر سال حج کرایا جاتا رہے۔

اکمال الدین صدوق میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ،

واللہ ما عبد ابی ولا جدی ولا ہاشم
ولا عبد مناف صمنا قط -
بخرا میرے بابا۔ میرے دادا۔ ہاشم اور عبد مناف نے
کبھی کسی بت کے سامنے سجدہ نہیں کیا تھا۔

آپ سے پوچھا گیا وہ کس کی عبادت کرتے تھے؟

آپ نے فرمایا:

حضرت ابراہیمؑ کے مطابق عبادت خالق الکر کرتے تھے۔

امامی میں شیخ صدوق نے سعید ابن جبیر سے روایت کی ہے ایک شخص جناب عبد اللہ ابن عباس سے سوال کیا -
کہ لے ابن عمر رسولؐ نہیں جناب ابوطالب کے متعلق بتائیں کہ کیا وہ مسلمان تھے؟
انہوں نے کہا۔ جلا وہ شخص کیسے غیر مسلم ہو سکتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہو۔

وقد علموا ان ابننا لا مکذوب۔
یہ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا بیٹا جھوٹا نہیں ہے اور نہ ہی

لدينا ولا يعيبا بقول الاباطل۔
جھوٹی باتوں کی پروا کرتا ہے۔

بخاری میں ابوسعید داؤد کی کتاب شرف المصطفیٰ سے مروی ہے کہ۔

جب جناب عبد المطلب کا وقت غریب آیا تو آپ نے جناب ابوطالب کو بلا کر فرمایا:

بیٹے تجھے معلوم ہے کہ مجھے محمدؐ سے کتنی محبت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے وعدہ کر محمدؐ سے وہی سلوک کرے
گوار میں کیا کرتا تھا۔

جناب ابوطالب نے عرض کیا۔ اباجان! آپ کو بھی معلوم ہے کہ میں محمدؐ سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ محمدؐ میرا بھتیجا
ہونے کے واسطے بیٹا ہے۔ اگرچہ آپ کو محمدؐ کی وصیت کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن پھر بھی آپ کے اطمینان کی خاطر آپ
جس طرح عہد لینا چاہیں آپ کے اطمینان کی خاطر میں ہر عہد دیتے کو تیار ہوں۔

سوموار کے دن آپ نے اعلان رسالت کیا۔ مگلی کو خانہ کعبہ میں نماز پڑھی۔ اس نماز میں آپ کے ساتھ جناب
علیؑ زید ابن حارثہ اور ام المومنین خدیجہ بھی شامل تھے۔ جناب ابوطالب وہاں سے گزرتے جناب جعفرؑ آپ کے ساتھ تھے جب
آپ نے آنحضرتؐ کو نماز پڑھنے دیکھا تو جناب جعفرؑ کے ہاتھ سے پکڑا آنحضرتؐ کے بائیں گھڑا کر دیا اور فرمایا۔

بنی صمل حناح اخیات۔
جعفر اصرار اپنے بھائی کا دوسرا زادین چا۔

بخاری میں طبری اور بلاذری سے مروی ہے کہ۔

جب آنحضرتؐ نے کھلے عام دعوت اسلام کا آغاز کیا تو عجب تہ۔ ولید۔ ابو جہل اور عاص جناب ابوطالب کے پاس
گئے اور کہا۔ دیکھ ابوطالب آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا پھرتا ہے اور کسی نئے دین کی طرف دعوت دے رہا
ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اسے صرف آپ کی پشت پناہی حاصل ہے۔ آپ سردار قریش ہیں۔ ہمیں بھی شکوہ کرنے کا حق

ہے۔ آپ اسے منع کر دیں۔ ورنہ ہم زیادہ صبر نہیں کر سکیں گے۔
جناب ابوطالب نے انتہائی نرم مزاجی سے انہیں ٹھنڈا کر کے واپس کر دیا۔
کچھ دنوں بعد جب چند لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تو پھر بھی افراد جناب ابوطالب کے پاس آئے اور
آنحضورؐ کو منع کرنے کو کہا۔

جناب ابوطالب نے ان کی موجودگی میں آنحضورؐ کو اپنے قریب بلایا اور کہا
بیٹے یہ آپ کی قوم کے افراد ہیں انہیں آپ سے شکوہ ہے۔
آنحضورؐ نے فرمایا: چچا جان! انہیں کیسا شکوہ ہے؟
ان لوگوں نے کہا: تو جس دین کی تبلیغ کر رہا ہے اس کا مفہم تو یہ ہے کہ ہمارے آباء و اجداد جہنمی ثابت ہو گئے ہیں۔
ہمارے دین خطرے میں ہے ہمارے خدا خطرے میں ہیں۔

آپ نے فرمایا:
میں تو تمہیں صرف ایک مختصرے حکم کی دعوت دیتا ہوں جس میں تمہارا اتحاد ہے تمہاری عزت ہے۔ تمہارا اقرار ہے
جناب ابوطالب نے فرمایا:
بیٹے وہ کیا حکم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ لا الہ الا اللہ
یہ سن کر جناب ابوطالب نے ان مشرکین کو سنانے کی خاطر کہا۔
بیٹے مجھے اتنا ہی بوجھ دینا جتنا میں اٹھا سکوں۔
یہ سب خوش ہو گئے۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ چچا جان! اگر آپ بھی میرا ساتھ چھوڑ دیں اور یہ لوگ سورج میرے
دائیں ہاتھ پر اور چاند بائیں ہاتھ پر کھڑیں تو بھی اللہ کے جس دین کا پیغام میں نے شروع کیا ہے اسے ہرگز
نہ چھوڑوں گا۔ یہ کہہ کر آپ وہاں سے چلے گئے۔
یہ وفد بھی اٹھ کر چلا گیا۔ جناب ابوطالب نے سمجھا کہ کہیں محمدؐ ناراض نہ ہو گیا ہو۔ آپ وہاں سے اٹھے گھر آئے
دیکھا تو آنحضورؐ کچھ پریشان نظر آئے آپ نے قریب آکر آنحضورؐ کو گلے لگایا اور عرض کیا۔

واللہ لن یصلوا الیک بجمعہم
حتی اوسد فی التراب دقینا
فاصدع باہرک ما علیک
غضاختہ۔
وایشریدناک وقومناک عیونا
نجد! یہ لوگ تیرا بال بھی بیچکا نہیں کر سکتے۔
جنگ میں مٹی میں دفن نہیں ہو جاتا۔
اپنا تبلیغ اسلام کا معاملہ کھلے بندوں ظاہر کر۔ آہ تجھے کوئی
خطرہ نہیں۔
تجھے میری طرف بشارت ہو اور میری طرف سے مکمل اطمینان رکھ

وَدَعَوْتَنِي وَزَعَمْتَ أَنَّكَ نَاصِحٌ
فَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكَانَتْ قِيْلَ امِيْنَا
وَعَرَضْتَ دِيْنَا قَدْ عَرَفْتَ يَا نَهْ
مَنْ خَيْرَ اَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنَا -
تو نے مجھے دعوت اسلام دی ہے اللہ تو میرا ناصح ہے۔
تو پہلے مجھی صادق اور امین معروف ہے۔
تو نے جو دین پیش کیا ہے مجھے یقین ہے کہ
تیرا الایا ہوا دین تمام ادیان عالم سے بہتر ہے۔

ایمان جناب ابوطالب کے سلسلہ میں مزید تحقیق مطلوب ہو تو آپ میری کتاب مطلوب الطالب دوایا ان
ابوطالب کا مطالعہ فرمائیں جس میں میں نے جناب ابوطالب کی ربانی ایمان ابوطالب ایک سوسلہ دلائل سے ثابت کیا
ہے۔

طبقات ابن سعد میں منقول ہے کہ ایک دن ابوطالب ذو الحجاز میں جا رہے تھے۔ آنحضرتؐ آپ کے ساتھ تھے آپ کو
پہچاس لگی۔ آپ نے جناب ابوطالب سے پانی مانگا۔ جناب ابوطالب نے فرمایا۔ بیٹے دیکھ رہے ہو کتنا بڑا صحرا ہے۔
یہاں پانی کہاں ملے گا۔

آنحضرتؐ نے اپنے پاؤں کی ایڑی زمین پر زور سے ماری پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا عرض کیا۔
چچا آپ کو پانی نہ ملے مجھے تو ملتا ہے۔ آئیے پی لیجئے۔

جناب ابوطالب نے آنحضرتؐ کا دفاع بیا لیس برس کیا ہے۔ کیونکہ آپ آٹھ برس کے تھے جب جناب کی کفالت
میں آئے اور نبوت کے دسویں سال جناب ابوطالب کی وفات ہوئی۔
جب قریش کہنے لگے جناب ابوطالب سے کہا کہ۔

آپ عمارہ ابن ولید کو بیٹا بنا لیں پورے عرب میں اس جیسا حسین کوئی نہیں ہے۔ محمدؐ میں دے دیں تاکہ ہم اسے
قتل کر دیں۔

جناب ابوطالب نے فرمایا۔

اللہ تمہیں رسوا کرے۔ کتنا برا فیصلہ کر کے آئے ہو اپنا بیٹا مجھے دیتے ہو تاکہ میں تمہاری خاطر سے کھلاؤں اور پلاؤں
اور میرا بیٹا لیتے ہو تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ اچھا ایسا کرو چند ناکاؤں کے بچے ایک طرف باندھ دو۔ ان کی مائیں سامنے
باندھ دو۔ پھر ایک بچے پر تشدد کرو۔ اور دیکھو اس بچے کی ماں کے علاوہ کوئی اور ناکہ بھی چلاتی ہے۔ کیا تم مجھے ایک حیوان
سے بھی کمتر سمجھتے ہو کہ میں تمہارے بیٹے کو لے کر مٹاؤں۔

طبقات ابن سعد میں ابن سعد نے واقندی سے روایت کی ہے کہ جناب ابوطالب نے وقت وفات تمام
قریش کو جمع کیا اور فرمایا۔

لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَا سَمِعْتُمْ مِنْ مُحَمَّدٍ ابْنِ
اَخِي وَابْتِعْتُمَا صِرَةً فَاتَّبِعُوهُ وَ
جب تک میرے بھتیجے محمدؐ کی بات سن کر عمل کرتے
ہو گے سلامتی سے رہو گے اس کی اتباع کرو۔ اس کی

اعینوہ ترشد وا۔ اس کی مدد کرو ہدایت با نذر رہو گے

روضۃ الواعظین میں جناب ابوطالب کی وصیت کو قدرے تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

اے قریشو! تم مخلوق خدا میں معزز ہو۔۔۔۔۔ تم عرب کا دل ہو۔۔۔۔۔ روئے زمین پر تم اللہ کے خزانچی ہو۔۔۔۔۔ تم اللہ کے حرم کے پاس ہو۔۔۔۔۔ اہل عرب کا سردار تم سے ہوتا ہے۔۔۔۔۔ سختی تم میں ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ بہادر تم میں ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ وسیع القلب تم میں ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ عرب کے پاس کوئی ایسا مقام فضیلت نہیں ہے جسے تم نے سب سے پہلے حاصل نہ کر لیا ہو۔۔۔۔۔ ہر فضیلت کا مرجع تم ہو۔۔۔۔۔ تم ہی پورے عرب کا وسیلہ ہو۔۔۔۔۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔۔۔۔۔ میری وصیت کو غور سے سنو اور یاد کرو۔۔۔۔۔ اس غار خدا کا تحفظ کرنا۔۔۔۔۔ اس میں رٹنا لے الہی ہے۔۔۔۔۔ تمہاری میوشت کا استحکام ہے۔۔۔۔۔ تمہارے اتحاد کا منظر ہے۔۔۔۔۔ صلہ رحمی رکھنا۔۔۔۔۔ صلہ رحمی درازی عمر کا سبب ہوتی ہے۔۔۔۔۔ بازوؤں میں اضافہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ ایک دوسرے کی مخالفت چھوڑ دو۔۔۔۔۔ اس سے نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔۔۔۔۔ فریاد کرنے والوں کی داد دے کر دو۔۔۔۔۔ مانگنے والے کو غالی نہ لو ٹاؤ۔۔۔۔۔ مسائل کو دینا زندگی کی عزت سے۔۔۔۔۔ بات میں سچ اور امانت کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہ کرنا۔۔۔۔۔ کیونکہ اس سے انسان الزامات سے بچا رہتا ہے۔ اور لوگوں کی نظروں میں معزز رہتا ہے۔۔۔۔۔ لوگوں کی مخالفت سے پرہیز کرنا۔۔۔۔۔ عوام الناس پر غیث ہر بانی کرتے رہنا کیونکہ اس سے مخصوص لوگوں میں محبت بڑھتی ہے عوام الناس میں احترام رہتا ہے اور اہلیت کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ میں تمہیں محمدؐ کے سلسلہ میں حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔۔۔۔۔ کیونکہ جتنے اوصاف کا میں نے تذکرہ کیا ہے یہ سب محمدؐ میں پہلے سے موجود ہیں۔۔۔۔۔ محمدؐ تمہارے پاس جو پیغام لے کر آیا ہے اسے دل سے قبول کر لیا ہے۔۔۔۔۔ بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے بیچ افراد اور سراپہ داروں کے رونڈے ہوئے لوگ اس کے پیغام کو قبول کر رہے ہیں۔ اس کی ہر بات کی تصدیق کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اس کے ہر معاملہ کو عظیم الشان سمجھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ محمدؐ کے قدموں میں اپنی جان رکھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ میں دیکھ رہا ہوں محمدؐ انہیں ساتھ لے کر موت کی سنگین ترین واژیوں میں جا رہا ہے۔۔۔۔۔ اور سرداران قریش کی حیثیت ثانوی ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ قریش کے گھرتا ہوا گئے ہیں۔۔۔۔۔ بیچ اور پست لوگ محمدؐ کی صف اول میں شامل ہو چکے ہیں۔۔۔۔۔ قریش کے عظیم افراد محمدؐ کے نیا زمند ہو جائیں گے۔۔۔۔۔ جو محمدؐ سے زیادہ دور جانے گا وہی زیادہ خطا کار ہو گا۔۔۔۔۔ احوال الناس اپنی محبت اور خلوص محمدؐ کے قدموں میں ڈال رہے ہیں۔۔۔۔۔ محمدؐ کو اپنا قاعدہ سمجھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ سرداران قریش آگے بڑھو اور اپنے باپ کے بیٹے کے قدم چوم لو۔۔۔۔۔ محمدؐ کے غلام بن جاؤ۔۔۔۔۔ ہر جنگ میں محمدؐ کے حامی بن جاؤ۔۔۔۔۔ بخدا محمدؐ تمہیں جہاں بھی لے جائے گا وہاں ہدایت ہی ہدایت ہوگی۔۔۔۔۔ جو بھی محمدؐ کے ذریعہ ہدایت حاصل کرے گا سعادت مند ہوگا۔۔۔۔۔ اگر موت مجھے مہلت دیتی میری ہدایت ہوگی۔۔۔۔۔ جو بھی محمدؐ کے ذریعہ ہدایت

حلب سالین ہر آڑے وقت میں محمدؐ کے لیے تنہا کافی رہتا اور محمدؐ پر آنے والی ہر آفت کو خود روکتا۔ گواہ رہنا میں وہی شہادت دیتا ہوں جس کی محمدؐ نے دعوت دی ہے۔

بحار میں محمدؐ ابن نمان سے مروی ہے کہ جب حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کو جناب ابوطالب کی خبر وفات دی تو آپ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہنے لگے اور فرمایا:

یا علی! تم جاؤ چاکو غسل و کفن دو جب جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے بتانا۔

جب جنازہ تیار ہو گیا آپ کو اطلاع دے گئی آپ تشریف لائے تشریف جنازہ کی جب جناب ابوطالب کو قبر میں اتارا جانے لگا تو آپ نے تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

واللہ یشفعن عی شفاعۃ یعجب
بہا اهل الثقلین :-
بخدا! میرا چاقا قیامت کے دن ایسی شفاعت کا مالک ہوگا کہ ثقلین انگشت بدندان رہ جائیں گے۔

پھر آپ نے جناب ابوطالب کے جنازہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

وصلت رحماً و جزیت خیراً
یا عم تلقی ربیت و کفالت
صغیراً و نصرت و ازددت
کبیراً :-
اے چچا! آپ نے حق صلہ رحمی ادا کیا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے بچپن میں آپ نے مجھے آنکھوں سے ہمایا کی اور کفالت کی۔ پھر بڑا ہونے کے بعد آپ نے ہر قدم پر میری نصرت میں مصائب اٹھائے۔

علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ جناب ابوطالب آغاز بعثت سے زندگی کے آخری لمحہ تک نصرت رسولؐ پر کمر بستہ رہے حتیٰ کہ وفات ابوطالب کے بعد نبی اکرمؐ نے ایک ایک قبیلہ کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن کسی نے وہ پناہ جہان نہ کی جو جناب ابوطالب کی طرف سے حاصل تھی بالآخر آپ کے اس عدم تحفظ کا نتیجہ ہجرت سونے مدینہ ہوا۔

جناب عباس کا بیان ہے کہ دم آخر جب میں نے جناب ابوطالب سے کلمہ شہادت سنا تو میں حیران رہ گیا اور مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے ابوطالب بعثت کے اولین لمحہ سے کلمہ شہادت پڑھتے چلے آ رہے تھے۔

بحار میں ہے کہ حمید کہتا ہے کہ میں نے ابوالجہم ابن حذیفہ سے سوال کیا کہ کیا آنحضرتؐ نے جناب ابوطالب کی نماز جنازہ پڑھی تھی؟

ابوالجہم نے جواب دیا۔ نماز جنازہ تو واجب ہی بعد از ہجرت مدینہ میں ہوئی ہے کہ میں ہجرت سے قبل جب نماز جنازہ واجب ہی نہ تھی آپ کیسے پڑھتے۔ ام المومنین جناب خدیجہؓ کا جنازہ بھی تو نہیں پڑھا گیا تھا۔

وفات جناب فاطمہ بنت اسد:

امالی صدوق اور روضۃ العظیمین کے مطابق عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن ہم آنحضورؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ جناب امیر آئے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور ان اللہ وانا الیہ راجعون پڑھ رہے تھے۔

آنحضورؐ نے پوچھا۔ یا علیؑ کیا ہوا خیریت تو ہے ؟
جناب امیرؑ نے عرض کیا۔ قیلہ آج میری ماں اللہ کو پیار سی ہو گئی ہے۔

آپ نے آہ سرد کھینچی اور فرمایا۔ یا علیؑ وہ صرف تیزی ماں نہ تھی بلکہ میری بھی ماں تھی۔ لویہ میرا عمامہ اور میری مٹی کا غسل دینے والی عورت سے کہنا اچھی طرح غسل دے۔ میرے عمامہ اور عبا کا کفن بنا کر اسے انہی کپڑوں میں کفن دیا جائے جتنا وہ اس وقت تک نہ اٹھاتا جب تک میں نہ آ جاؤں۔

تقریباً ایک گھنٹہ بعد آنحضورؐ ہمیں سامنے کرفاء حضرت علیؑ میں تشریف لائے جنازہ اٹھا آپؐ ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ جب جنت البقیع میں پہنچے۔ قبر تیار تھی۔ آپؐ نے نماز جنازہ پڑھی۔ چالیس تکبیریں کہیں اور ایسا جنازہ پڑھا کہ اس سے پہلے آپؐ نے کسی کا نہ پڑھا تھا۔ پھر جب قبر میں اتارا گیا تو آپؐ بھی ساتھ اترے کچھ دیر بعد حضرت علیؑ کو بھی قبر میں بلایا اور کفن امام حسنؑ کو بھی قبر میں بلایا۔ کافی دیر تک آپؐ قبر میں رہے۔ پھر پہلے حضرت علیؑ کو پھر امام حسنؑ کو قبر سے باہر جانے کا حکم دیا تو کچھ دیر بعد قبر سے باہر نکلے۔ اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالی ہاتھوں کو جھاڑا۔ اور فرمایا:

بجدا! میری ماں نے میرے ہاتھوں کے جھاڑنے کی آواز کو سن لیا ہے۔ جب تعویذ قبر بن گیا تو دایاں ہاتھ
قبر پر رکھا اور فرمایا۔

اے فاطمہ بنت اسد! جب یحییٰ بن اکرم سوال کریں تو انہیں بتا دیتا۔ اللہ میرا رب ہے۔ محمد میرا رسول ہے۔ اور میرا علی بیٹا میرا امام ہے۔ پھر فرمایا۔ بیشک اللہ بالقول الثابت اللہ آپ کو اپنے عقیدہ پر ثبات قدم رکھے۔ جناب عمار نے عرض کیا۔ جناب فاطمہ کے ساتھ آپ نے وہ کام کیے ہیں جو کسی بھی میت کے ساتھ نہیں کیے۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ عار میری ماں اس قابل تھی کہ اس سے ایسا کیا جائے۔ تمہیں کیا معلوم کہ جب میں آٹھ برس کی عمر میں بحالت تنہی ان کے گھر آیا تو اس نے میرے ساتھ اسنے لگے بیٹوں سے بڑھ کر سلوک کیا تھا۔ کھانا پہلے مجھے دیتی تھیں بعد میں بیٹوں کو کھلاتی تھیں پہلے میرے کپڑے دھوئی تھیں بعد میں بیٹوں کے کپڑے دھوئی تھیں پہلے میرے سر میں تیل ڈالتی تھیں بعد میں بیٹوں کے سروں میں تیل ڈالتی تھیں۔ پوری زندگی میں اس نے اپنی اولاد کے مقابلہ میں مجھ سے امتیازی سلوک کیا۔

میں نے ایک دن فشار قبر کا ذکر کیا۔ تو مجھ سے پوچھا۔

محمد بیٹے کیا ہر میت کو فشار قبر ہوتا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ ہاں ہر میت کو ہوتا ہے۔ لیکن آپ فشار قبر سے محفوظ رہیں گی کیونکہ آپ کی قبر میں خود سوئیں

گا اور جہاں میں سو جاؤں وہاں فشار قبر نہیں ہوتا۔

ایک دن میں نے یوم حشر کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ قیامت کے دن ہر شخص برہنہ ممتور ہوگا۔

تو ماں نے پوچھا۔ بیٹے میں کیا کروں گی؟

میں نے عرض کیا۔ ماں تو محمدؐ کی ماں ہے۔ میں تجھے اپنے لباس سے کفن دوں گا جو میدان حشر میں آپ کے جسم

پر ہوگا۔ آپ مطمئن رہیں۔

عار نے عرض کیا۔ قبلہ آپ نے چالیس تکبیر پڑھی ہے؟

آنحضورؐ نے فرمایا۔ ہاں جب صفین سیدھی ہوئیں تو میں نے دیکھا کہ ملائکہ کی چالیس صفیں تھیں صفوف ملائکہ کو

دیکھ کر میں نے ہر صف کے لیے ایک تکبیر پڑھی ہے۔

اور میں اس وقت تک قبر فاطمہؑ سے باہر نہیں آیا جب تک اللہ نے عظمت قبر میں روشنی کا انتظام نہیں

کر دیا۔ دو چراغ سر ہاتھ دو چراغ پہلو میں روشن ہوئے۔

روضۃ العظیمین میں اس قدر اضافہ ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا۔ عار! میں اس وقت قبر سے باہر آیا جب قبر فاطمہؑ

سے باغ جنت کی طرف دروازے کھل گئے۔ جنت کا فرش بچھا دیا گیا۔ جنت کی خوشبوئیں مہک گئیں۔ عار! فاطمہ بنت

اسد کی قبر جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔

فضائل و مناقب حضرت علیؑ

صدق نے امانی میں اکثر اہلبیت کے ذریعہ آنحضرتؐ سے روایت کیا ہے کہ ذات احدیت نے میرے بھائی کو اتنے فضائل کا مالک بنایا ہے کہ ان کی حقیقت سے اللہ کے علاوہ کوئی بھی آشتا نہیں ہے۔ جو شخص فضائل علیؑ میں سے ایک فضیلت بھی اس طرح پڑھے کہ اس فضیلت پر عقیدہ بھی رکھتا ہو اللہ اس کے سابقہ اور لاحقہ گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ جو فضائل علیؑ میں سے ایک فضیلت بھی لکھے جب تک اس تحریر کی سیاہی موجود رہے گی اس وقت تک لمحہ اس شخص کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔ جو شخص فضائل علیؑ میں سے ایک فضیلت بھی سنے اللہ اس کے وہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے جو اس نے کائنات سے کیے ہوتے ہیں۔ جو شخص فضائل علیؑ میں سے ایک لکھی ہوئی فضیلت دیکھے اللہ اس کے وہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کئے ہوتے ہیں۔ بچہ علیؑ کی زیارت عبادت ہے۔ ذکر علیؑ عبادت ہے۔ کسی شخص کا ایمان اس وقت تک قبول نہ ہی نہ کیا جائے گا جب تک وہ علیؑ سے محبت اور دشمنان علیؑ سے اعلان برات نہ کرتا ہو گا۔۔۔۔۔ اللہ اور علیؑ امانی ہی میں امثالہ البیت کے ذریعہ سرور انبیاءؑ سے مروی ہے کہ ارشاد قدرت ہے۔ میں واحد لاشریک معبود ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اپنی قدرت کاملہ سے مخلوق کو پیدا کیا ہے میں نے اپنی مرضی سے انبیاء کو مصطفیٰ کیا ہے۔ میں نے تمام انبیاءؑ سے محمدؐ کو اپنا جریب بنایا ہے۔ میں نے محمدؐ کو اپنا خلیل اور صفی بنا کر مبعوث کیا ہے۔

میں نے محمدؐ کے لیے اس کے بھائی علیؑ کو منتخب کیا ہے۔

میں نے علیؑ کو محمدؐ کا بھائی۔ وصی۔ اور وزیر بنایا ہے۔

میں نے علیؑ کو بعد از محمدؐ پیغام محمدؐ پہنچانے پر مامور کیا ہے۔

میں نے علیؑ کو بعد از محمدؐ اپنی مخلوق پر خلیفہ بنایا ہے۔

میں نے علیؑ کو بعد از محمدؐ اپنی کتاب کا مفسر بنایا ہے۔

میں نے علیؑ کو بعد از محمدؐ اپنے احکام چلانے والا بنایا ہے۔

میں نے علیؑ کو گمراہی سے نکالنے والا ہادی بنایا ہے۔

میں نے علیؑ کو اپنا وہ دروازہ قرار دیا ہے جس سے گزر کر جنت تک آیا جاسکتا ہے۔

میں نے علیؑ کو اپنا وہ راستہ بنایا ہے جو اس پر پلے میں کبھی اس سے روگردانی نہ کروں گا۔

میں نے علیؑ کو اپنی تمام روئے زمین کی مخلوق پر حجت قرار دیا ہے۔

میں کسی بھی عامل کا کوئی عمل اس وقت تک قبول نہ کروں گا جب تک ولایت علیؑ نہ ہوگی۔

علیؑ ہی میری مخلوق میں میرا دست کشادہ ہے۔

علیؑ ہی میری وہ نعمت ہے کہ جسے میں چاہتا ہوں اسے ولایت علیؑ سے نواز دیتا ہوں۔

اپنی مخلوق میں سے جس پر میرا غضب ہوتا ہے اسے میں ولایت علیؑ کی معرفت سے لیے بہرہ کر دیتا ہوں۔

میں اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں میری مخلوق میں سے جو بھی علیؑ کا موالی ہوگا اس کو جہنم سے نکال کر

داخل جنت کروں گا اور جو بھی بغض علیؑ رکھتا ہوگا اسے جنت سے نکال کر جہنم میں بھیج دوں گا۔

امالی ہی میں مسلم ابن قیس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ اوصاف انبیاء اور حضرت علیؑ۔

علیؑ میں جناب لوط کی نرم مزاجی

جناب یحییٰ کا حسن اخلاق

جناب ایوبؑ کا زہد

جناب ابراہیمؑ کی سخاوت

جناب سلیمانؑ کا دہرہ اور

جناب داؤدؑ کی عظمت ہے۔

نام علیؑ جنت کے ہر دروازے پر مکتوب ہے۔

اللہ نے مجھے بشارت علیؑ سے نوازا تھا۔

علیؑ اللہ کے ہاں محمود ہے۔

ملائکہ کے ہاں مزی و پاکیزہ ہے۔

میری خلوت و جلوت کا ہمیشہ ہے۔

علیؑ میرا چراغ ہے۔ علیؑ میرا منس ہے۔

علیؑ میرا رفیق سفر ہے۔

علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔

جس نے علیؑ سے تولی کیا اس نے مجھ سے تولی کیا۔

محبت علیؑ نعمت ہے اور اطاعت علیؑ فضیلت ہے۔

ملائکہ قرب علیؑ کے خواہش مند رہتے ہیں۔

جن علیؑ کے گرد طواف کرتے ہیں۔

میرے بعد روئے ارض پر ہر طبقہ والے کی نسبت علیؑ عزت۔ فخر اور داہمائی کے اعتبار سے افضل اور برتر ہوگا۔

علیؑ جلد بابت ہے اور نہ کاہل و غافل۔

میرے بعد روئے ارض پر علیؑ سے افضل کوئی مخلوق نہیں ہوگا

جس گھر میں علیؑ ہوگا وہاں برکتوں کا نزول ہوگا۔

اللہ نے علیؑ پر حکمت و علم باری کی طرح نازل فرمائے ہیں۔

ملائکہ علیؑ کے ہمیشہ ہوتے ہیں

علیؑ زینت محض ہے۔

علیؑ زیب شکر ہے۔

علیؑ کی بدولت روئے ارض پر شادابی ہے۔

علیؑ کی وجہ سے فوج کا وقار ہوتا ہے۔

علیؑ کعبہ کی مانند ہے جس کی زیارت کو لوگ آتے ہیں لیکن وہ کسی کی زیارت کو نہیں جاتا۔

علیؑ ماہ دو ہفتہ سے ہوتا رکبی ضلالت کو منور کرتا ہے۔

علیؑ دو پہر کا آفتاب جواں ہے جس کی روشنی سے کرہ ارض منور ہے۔

علیؑ کی تعریف قرآن میں ہے۔

آیات قرآن علیؑ کی قصیدہ خوانی ہیں۔

علیؑ زندگی میں کریم اور موت میں شہید ہے۔

امالی صدوق ہی میں عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جبریلؑ نے مجھے اکبر بتایا

ہے کہ ارشاد قدرت ہے۔

علی میری محبت کو قائم کرتے والا ہے۔

علیؑ کے موالی کو کبھی عذاب نہ کروں گا۔

علیؑ کے دشمن کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔

آپ نے پھر فرمایا:

قیامت کے دن جبریل میرے پاس آواۃ الحمد لائے گا جس میں مغتر ٹکڑے ہوں گے ہر ٹکڑا سورج سے بڑا

میں جبریل سے لے کر اعرار الحمد علی کے سپرد کر دوں گا

اتنا بڑا ہوگا تو علیؑ اسے اٹھائے گا کیسے؟

منصور نے ناراض ہو کر فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ اس دن علی کی طاقت کیا ہوگی۔

اس دن علیؑ میں جبریل کی طاقت۔

یوسفؑ کا جمال

رضوان بہت کا علم اور

جناب داؤد کا حق ہوگا۔

ملا پہلا وہ شخص ہوگا جو آپ سب سے سیراب ہوگا۔ علی اور شیعان علی کے مراتب اتنے ہوں گے

جن پر اولین و آخرین کے صالح افراد رشک کریں گے۔

امالی ہی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ

اگر تمام لوگ محبت علیٰ پر جمع ہو جائے تو میں آتش جہنم پیدا ہی نہ کرتا۔

مالی حدود ق میں سید ابن حیر سے مروی ہے کہ میں جناب عبداللہ ابن عباس کے پاس آیا اور اس سے حضرت

علیٰ اور ان میں لوگوں کے اختلاف کے سلسلہ میں پوچھا۔

جناپ ابن عباس نے فرمایا:

اے ابن جبیر تو مجھ سے اس ہمتی کے بارے میں یوچھ رہا ہے جو بعد از رسول افضل کائنات ہے۔

اے ابن جبریر تو مجھ سے اس تہمتی کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ جس کی ایک دلت میں تین ہزار فضائل تھیں۔

اے ابن جبیر تو مجھ سے اس ہستی کے بارے میں سوال کرنا ہے جو مومنوں کا رسول تھا۔ جو وزیر نبی تھا۔ جو خلیفہ رسول تھا۔

خوش کوثر کا ساقی ہو گا۔ بولوا عوالمحمد کا حامل ہو گا۔ جو شفاعت کا مالک ہو گا۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ

قدرت میں ابن عباس کی جان ہے۔ اگر روئے ارض کے تمام سمندر سیاہی بن جائیں۔ کرہ ارض کے تمام درخت

قلم بن جائیں کرہ ارض اور تمام آسمان کا عذبن جائیں تمام جن واس کاتب ہو جائیں اور تخلیق ارض و سما کے روز ازل سے قیامت تک لکھتے جائیں تو جو فضائل اللہ نے علیؑ کو دیئے ہیں ان میں سے عشر عشر بھی نہ لکھ پائیں گے۔

اسی سلسلہ سند سے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

صداورہ عالم بغض علیؑ کی بدولت ہی مخلوق کو مغرب کرے گا۔ وہ علماء جو فضائل علیؑ اور عزت علیؑ کو لوگوں سے چھپا لیں گے یقین رکھو! کہہ ارض پر انبیاء و مرسلین کے بعد شیعیان علیؑ سے افضل چلنے والا کوئی نہیں ہے۔ وہ شیعیان علیؑ جو فضائل علیؑ نشر کرتے ہیں۔ ان پر رحمت خدا کا سایہ رہتا ہے ملائکہ ان کے لیے استغفار کرتے ہیں فضائل علیؑ چھپانے والوں کے لیے دیل ہے بیرت ہے وہ لوگ آتش جہنم پر کیے صبر کر رہے ہیں۔

امالی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آسمان و دنیا کے ملائکہ جب روئے ارض پر نظر کرتے ہیں اور انہیں کسی مقام پر ایک دو یا تین ایسے افراد نظر آجاتے ہیں جو فضائل آل محمدؐ بیان کر رہے ہوتے ہیں تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔ ذرا ان کی طرف بھی دیکھو۔ جو اپنی عددی قلت اور دشمن کی کثرت کے باوجود فضائل علیؑ اور آل علیؑ بیان کر رہے ہیں۔

دوسرے ملائکہ انہیں جواب دیتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ یہ اللہ کی عنایت ہے جسے چاہے عطا کر دے وہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

امالی ہی میں ام المؤمنین ام سلمہؓ سے منقول ہے کہ میں آنحضرتؐ سے سنا۔ فرما رہے تھے کہ۔

جب فضائل محمدؐ وال محمدؐ کا تذکرہ کریں۔ تو ملائکہ آسمان سے اتر کر اس محفل میں شریک ہوتے ہیں جہاں کہیں بھی چند افراد جمع ہو کر فضائل علیؑ و آل علیؑ ختم ہو جاتا ہے تو ملائکہ آسمان پر جاتے ہیں۔ دوسرے ملائکہ ان سے کہتے ہیں کہ تم سے ایسی خوشبو بہک رہی ہے جس کی مثل ہم نے جنت میں نہیں دیکھی۔

وہ جواب دیتے ہیں کہ زمین پر فلاں جگہ ذکر فضائل علیؑ اور آل علیؑ ہو رہا تھا۔ ہم اس میں شامل ہوئے ہیں یہ خوشبو وہیں سے ہے۔ وہ ملائکہ انہیں کہتے ہیں۔ بہت پیاری خوشبو ہے ہمیں بھی وہاں لے چلو تاکہ ہم بھی اس شرف سے مشرف ہو۔ ایں تو وہ ملائکہ انہیں جواب دیتے ہیں کہ اب تو وہ مجلس و محفل بھی ختم ہو چکی ہے وہ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں۔

امالی ہی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپؐ نے اپنے ایک شاگرد میسرہ سے سوال کیا۔

میسرہ تیرا ان لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے جو ہر عمل صالح کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں وہ مقام نہیں دیتے جو اللہ نے دیا ہے؟

میسرہ نے عرض کیا۔ قبہ آپؐ کی موجودگی میں میں کیا عرف کر سکتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: وہ جنت میں نہیں جائیں گے۔

پھر فرمایا: تیرا ان لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے۔ جو دیگر افراد کی طرح از کتاب گناہ کرتے ہیں۔ لیکن ہمارا مقام پہنچاتے ہیں۔

۲ اور جو مقام ہمیں اللہ نے دیا ہے اس پر کسی اور کو تسلیم نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کے سامنے میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

وہ جنت میں جاؤ گے۔

اور اس کی دلیل قرآن میں موجود ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔

ان تجتنبوا کبائر ما تمہون عنہ
انکم ان گناہان کبیرہ سے دور رہو جن سے تمہیں روکا گیا
تکفر عنکم سبائ تکفہ وندخلکم
ہے تو ہم تمہارے دیگر گناہوں کو معاف کر کے
مدخلہ کریمہ۔ تمہیں جنت میں مقام کریم دیں گے۔

آیت میں گناہان کبیرہ سے مراد ہمارے اعداء سے تو لی ہے۔ اور مدخل کریم سے مراد ولایت علی ابن ابی طالب ہے۔

ہمارے ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک دن ہم مسجد میں آنحضرتؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک عرب جو دراز قد تھا۔ پرانی جبا اس نے کندھے پر ڈال رکھی تھی۔ اور بغل میں ترکش دبا رکھا تھا۔ داخل مسجد ہوا۔ آنحضرتؐ پر سلام کیا اور عرض کیا۔

اے محمد! آپ کے دل میں علیؑ کا کیا مقام ہے؟

یہ سن کر آپؐ کے آنسو بہنے لگے۔ کافی دیر تک روتے رہے۔ پھر منبر پر گئے اور فرمایا:

اے عرب مجھے اس ذات کی قسم ہے! جس نے دائرہ میں تنگاف ڈالا۔ اور جس نے کراہی کو پانی پر بچھایا۔ تو

نے مجھ جیسے شخص کے متعلق سوال کیا ہے۔ جو ہر کانے اور گورے کا سردار ہے۔

بوسب سے پہلا روزہ دار ہے۔

جس نے سب سے پہلے زکوٰۃ دی ہے۔

جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی ہے۔

جس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔

جس نے دو بیعتوں کا شرف حاصل کیا ہے۔

جس نے دو ہجرتیں کی ہیں۔

جس نے دو علم اٹھا گئے ہیں۔

جس نے بدر و حنین فتح کیا ہے۔

جس نے فلک چھکنے کے وقت تک کیلئے بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔

اس کے بعد وہ عرب ہماری تنگاہوں کے سامنے سے ادھیل ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا

اے ابو جحیفہ کیا جانتا ہے کہ یہ عرب کون تھا؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا:

یہ جبریل تھا۔ جو تم سے ولایت علیؑ کا عہد لینے آیا تھا۔ اور تمہیں بتانے آیا تھا کہ علیؑ کون ہے؟

بحاریں شیخ طوسی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے حضرت علیؑ کو ایک انگوٹھی دی اور فرمایا کہ۔ جا کر اس

پر محمد ابن عبد اللہ کندہ کر لاؤ۔

حضرت علیؑ نقاش کے پاس گئے۔ اور اسے انگوٹھی دے کر فرمایا کہ اس پر محمد ابن عبد اللہ کندہ کر دو۔ آپ

واپس تشریف لائے۔ کچھ دیر بعد نقاش کے پاس گئے۔ اور انگوٹھی مانگی اس نے انگوٹھی پیش کی اور معذرت کے

ساتھ عرض کیا۔ کہ قبلہ میں تے کندہ تو کر دیا ہے۔ لیکن غلطی ہو گئی ابن عبد اللہ کی جگہ رسولؐ اللہ کندہ ہو گیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا:

میں آنحضرتؐ کے پاس لے جاتا ہوں۔ اگر انہوں نے قبول فرمایا تو خیر ورنہ تجھے اسی اجرت میں محمد ابن عبد اللہ کندہ

کرنا ہو گا۔

نقاش نے عرض کیا۔ قبلہ ٹھیک ہے۔ جیسا حکم ہو گا۔ ویسا کروں گا۔

آپؐ وہ انگوٹھی لائے اور نقاش کی معذرت عرض کر دی۔

آپؐ نے فرمایا:

کوئی بات نہیں۔ میں محمد ابن عبد اللہ بھی ہوں اور محمد رسول اللہ بھی ہوں۔ آپؐ نے وہ انگوٹھی پہن لی۔ دوسری

صبح کو جب اٹھے اور انگوٹھی کو دیکھا تو اس پر محمد رسول اللہ کے نیچے لکھا ہوا تھا۔ علیؑ ولی اللہ۔

آپؐ حیران ہوئے۔ اتنے میں جبریلؑ آیا آپؐ نے جبریلؑ کو واقعہ سنایا۔

جبریلؑ نے مسکرتے عرض کیا۔ جو آپؐ چاہتے تھے وہ آپؐ نے لکھوایا اور جو ہم چاہتے تھے ہم نے لکھ لیا اس میں

حیرت کی کیا بات ہے۔

بحار ہی میں عبد اللہ ابن سنان کے ذریعہ امام صادقؑ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جب میں

شب معراج معراج پر گیا۔ تو مقام قاب تو سین پر اللہ نے مجھ سے جو باتیں کہیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اللہ

نے فرمایا۔

اے محمدؐ علیؑ اول ہے۔ علیؑ آخر ہے۔ علیؑ ظاہر ہے۔ علیؑ باطن ہے۔ اور علیؑ ماکان و مایکون کا عالم ہے
میں نے عرض کیا۔ بارالہ! یہ صفات تو تیری ذات کے نہیں ہیں؟
اللہ نے فرمایا:

ہاں میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں مالک ہوں قدوس ہوں۔ سلام ہوں۔ مومن ہوں مہمیں ہوں
عزیز ہوں۔ جبار ہوں۔ متکبر ہوں۔ لوگوں کے شرک سے منزہ ہوں۔

میں لاشریک معبود ہوں۔ میں خالق ہوں۔ میں باری ہوں۔ میں مقوم ہوں۔ میرے اسمائے حسنیٰ ہیں آسمان و
زمین کی ہر شئی میری تسبیح کرتی ہے۔ میں عزیز و حکیم ہوں۔

اے محمدؐ! میں لاشریک معبود ہوں۔ میں اول ہوں مجھے سے پہلے کچھ نہیں تھا۔ میں آخر ہوں میرے بعد کچھ
نہیں ہوگا۔ ظاہر ہوں۔ میرے اوپر کچھ نہیں۔ میں باطن ہوں میرے تحت کچھ نہیں۔ میں لاشریک معبود ہوں۔ اور
بکل شئی علیم ہوں۔

اے محمدؐ! علیؑ اول ہے۔ اس نے تمام مخلوق سے قبل میرے ساتھ شقائق کیا ہے۔
اے محمدؐ! علیؑ آخر ہے تمام ائمہ کے بعد میں علیؑ کی روح قبض کر دوں گا۔

اے محمدؐ! علیؑ ظاہر ہے جو کچھ میں نے تجھ پر وحی کی ہے وہ سب علیؑ کو بھی بتا دیا ہے۔ لہذا تو بھی علیؑ سے کچھ
نہ چھپا۔

اے محمدؐ! علیؑ باطن ہے۔ میں نے اپنے ہر راز سے علیؑ کو آگاہ کر دیا ہے۔

اے محمدؐ! علیؑ بکل شئی علیم ہے حلال و حرام کا جو علم بھی میں نے دیگر انبیاء کو دیا تھا۔ علیؑ اس سب کا عالم ہے۔

بحار میں اصبح سے سردی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ نے مجھے بتایا کہ میں ایک دن انتہائی عجیب اور پریشان

تھا۔ آنحضرتؐ نے مجھے دیکھا تو فرمایا۔ یا علیؑ! آج مجھے پریشان نظر آرہا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبل امت مسلمہ کے بعض افراد کے حالات نے پریشان کر رکھا ہے۔

آپ نے فرمایا:

اؤ میں تمہیں ایک ایسی بات سناؤں جو جبریلؑ مجھے ابھی سنا کر گیا ہے۔ وہ بات سن کر تم خوش ہو جاؤ گے۔

میں نے عرض کیا فرمائیے قبلہ۔

آنحضرتؐ نے فرمایا:

یا علیؑ! جبریلؑ نے مجھے بتایا ہے کہ قیامت کے دن جب تمام انبیاءؑ اور اوصیائے انبیاءؑ کے منبر نصب

ہو جائیں گے۔ ہر نبی و وصی اپنے اپنے منبر پر تشریف فرما ہو جائے گا تو

حازن جنت ایک مقام بلند پر کھڑا ہو کر اعلان کرے گا۔

اتنے میں ایک ایک بصورت چرواہا ہمارے سامنے آیا۔ اور ہم سے پوچھا۔ کیا بات ہے آپ دونوں پڑے حیران دکھائی دیتے ہیں؟
ہم نے کہا:

ہم اس پرندے کے اس غل سے حیران ہیں کہ یہ کیا کر رہا ہے؟
اس چرواہے نے کہا۔ یہ تو اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ پرندہ آپ کو تباہ رہا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک نبی مبعوث ہوگا جو خاتم الانبیاء ہوگا۔ اس کی رسالت کا دائرہ کا مشرق و مغرب شمال و جنوب غرض پورے کہ ارض پر ہوگا۔ اس کا ایک وصی ہوگا تم دونوں انبیاء کا علم اس وصی کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے اس آب دریا کے مقابلہ میں میری چوچ میں آنے والا پانی کا قطرہ۔

بحار میں عاریا سرے مروی ہے کہ میں حضرت علیؑ کے ساتھ ایک جنگ میں جا رہا تھا۔ اتفاقاً ہم داری النمل سے گزرے میں نے چیونٹیوں کی کثرت کو دیکھ کر عرض کیا۔
قید وہ ذات کتنی بابرکت ہے جو ان کی تعداد بھی جانتی ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

نہیں عار اسی طرح نہ کہ۔ بلکہ یوں کہہ۔ پاک و بابرکت ہے وہ ذات جس نے ان چیونٹیوں کو پیدا کیا ہے۔
میں نے عرض کیا۔ قید کیا کوئی ایسی ہستی ہے جو ان کی تعداد کو جانتی ہو؟
آپ نے فرمایا:

کیا تو نے قرآن میں کلمہ شیتی احصیٰ فی امام مبین۔ نہیں پڑھا؟
میں نے عرض کیا۔ حضور پڑھا تو ہے۔

آپ نے فرمایا:

پھر کیا ان چیونٹیوں کی تعداد کل شیتی سے باہر ہے؟
میں نے عرض کیا۔ نہیں تو

آپ نے فرمایا:

پھر ان کی تعداد کا عالم تو موجود ہے اور وہ امام مبین ہے۔
میں نے عرض کیا۔ قید کیا آپ ان کی تعداد جانتے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

نہ صرف ان کی تعداد جانتا ہوں۔ بلکہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ان میں سے کتنے ہیں اور مادہ کتنے ہیں۔ اب تک کتنی چیونٹیاں پیدا ہو کر مر چکی ہیں۔ اور کتنی چیونٹیاں قیامت تک اس داری میں پیدا ہونگی۔

بجاریں علامہ مجلسیؒ نے سرکارِ رجب علیؑ برسی کی مشارق الانوار سے ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک رات میں نے عرض کیا قبلہ کچھ تفسیر قرآن تو فرما دیجئے۔

آپؑ نے بسم اللہ کی باء کی تفسیر شروع کی رات ختم ہو گئی۔ لیکن آپؑ با سے سین کی طرف نہ گئے۔ آخر میں فرمایا اے ابن عباسؓ اگر میں چاہوں تو صرف ہائے بسم اللہ کی تفسیر اتنی کروں کہ اونٹ کا بھار بن جائے۔ علامہ مجلسیؒ نے کتاب سلیم ابن قیس ہلالی سے روایت کی ہے کہ۔

ابان نے بتایا ہے کہ ایک دن مسجد کوفہ میں ہم حضرت علیؑ کے پاس بیٹھے تھے۔ اور بھی بہت سے لوگ بیٹھے تھے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ سلونی قبل ان تفقدونی۔ میری وفات سے قبل جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ سلونی عن کتاب اللہ فاللہ ما نزلت کتاب خدا سے جو چاہو پوچھ لو۔ بخدا! قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے جو آنحضورؐ نے مجھے نہ بتائی۔ و علمنی تاویلہا۔ ہو۔ اور اس کی تفسیر و تاویل سے آگاہ نہ کیا ہو۔

ابن کوانے کہا:

یا علیؑ ایسی آیات بھی تو ہوں گی جو آپؑ کی غیبت میں نازل ہوئی ہوں گی؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ایسی آیات ہیں۔ لیکن جب بھی میں آتا تھا۔ آنحضورؐ سے پوچھتا تھا۔ آپؐ میری غیبت میں نازل ہونے والی آیت مع تفسیر و تاویل کے مجھے تعلیم فرمادیتے تھے۔

ابان کہتا ہے کہ سلیمؓ نے جناب ابن عباسؓ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپؓ کوئی ایسی عظیم بات ہمیں سنائیں جو آپؑ نے حضرت علیؑ سے سنی ہو۔

ابن عباسؓ نے بتایا کہ حضرت علیؑ نے ہمیں بتایا ہے کہ ایک دن میں آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھے ایک کتاب دی۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! یہ کتاب کیسی ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

یا علیؑ اس میں تاقیامت میری امت کے خوش نصیب افراد اور بد بخت افراد کی فہرست ہے جبریلؑ نے مجھے لا کر دی ہے تاکہ میں اسے تیرے حوالہ کر دوں۔

بصائریؒ میں اصنع ابن نباتہ سے مروی ہے کہ ایک دن مسجد کوفہ میں حضرت علیؑ لوگوں میں عطیات تقسیم کر رہے تھے کہ ایک عورت نے آگے بڑھ کر کہا۔ یا علیؑ! آپؑ نے ہر قبیلے کو تو دیا ہے لیکن نبی مراد کو آپؑ نے کچھ بھی نہیں دیا۔ اس کا مقصد صرف اعتراض کرنا تھا اور حضرت علیؑ کی عدالت پر شک کرنا تھا۔

حضرت علیؑ نے اسے دیکھے بغیر فرمایا:

اسکتی یا من لا تحیفص کما تحیفص
خاموش رہ لے وہ عورت جسے دیگر عورتوں کی طرح
النساء۔
ماہواری نہیں آتی۔

یہ سنتے ہی وہ عورت یوں پیچھے دوڑی جیسے اسے بچھونے دس لیا ہو۔ عمر و ابن حریث کہتا ہے کہ میں نے جب
اس عورت کو یوں بھاگتے دیکھا تو میں بھی اس کے پیچھے ہو گیا عورت اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچی اور میں بھی پہنچ گیا۔
میں نے اسے کہا۔ تو کیوں بھاگ کر آگئی ہے۔ بات کیا تھی۔

اس نے کہا۔ بخدا! علیؑ نے جھوٹ نہیں بولا۔ لیکن یہ وہ بات ہے جسے ایک میرا خاقی اللہ جانتا ہے۔
ایک مجھے جہنم دینے والی ماں جانتی ہے اور تیسری میں خود جانتی ہوں۔ میں گواہی دیتی ہوں علیؑ علم الہی کا وارث
اور مخزن ہے۔

یہ سن کر میں واپس آیا۔ حضرت علیؑ کو تمام واقعہ سننا کر مزین کیا۔ قبہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟
آپ نے فرمایا:

لے ابن حریث! نبی عالمین نے مجھے ایک ہزار باب علم تعلیم کیا تھا۔ اللہ نے میرے لیے ایک ایک باب علم
سے دس دس ہزار باب علم کا انکشاف کیا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کتنے پہلے ہو چکے ہیں یہ بھی جانتا ہوں کہ کتنے تا قیامت
پیدا ہوں گے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ قیامت تک کتنے فرقے نہیں گے اور ہر فرقہ کا بانی کون ہو گا۔ میں یہ بھی
جانتا ہوں کہ کتنی عورتیں مرد ہیں اور کتنے مرد عورتیں ہیں۔

کشف الغمہ میں جابر انصاری سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔
مجھے جبریلؑ نے ایک سبز ریشم کا ٹکڑا لاکر دیا جس میں لکھا تھا۔

میں نے ولایت علیؑ اپنی تمام مخلوق پر فرض کر دی ہے۔ اے محمدؐ! میری مخلوق کو اس سے آگاہ کر دے۔
کشف الغمہ میں ہی جناب ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

من مات علی حب آل محمد مات شہیداً
جو آل محمدؑ کی محبت پر مرنا شہید مرا۔

من مات علی حب آل محمد مات مغفوراً
جو آل محمدؑ کی محبت پر مرنا مغفور مرا۔

من مات علی حب آل محمد مات تائباً
جو آل محمدؑ کی محبت پر مرنا تائب مرا۔

من مات علی حب آل محمد یزت
الی الجنة کما تزف العروس۔
جو آل محمدؑ کی محبت پر مرنا جنت میں یوں سجا کر لے جایا جائے
گا۔ جس طرح دلہن

من مات علی حب آل محمد فتبع
لہ باب فی القبر الی الجنة۔
جو آل محمدؑ کی محبت پر مرنا اس کی قبر میں جنت کی طرف دروازہ
کھول دیا جائے گا۔

من مات على حب آل محمد جعل الله
قبره مزاراً للملائكة الرحمة -

جو آل محمد کی محبت پر مبرا اس کی قبر ملائکہ رحمت کی زیارت
گاہ ہوگی۔

من مات على حب آل محمد مات على
السنة والجماعة - من مات على بغض
آل محمد جاء يوم القيامة مكتوب -

جو آل محمد کی محبت پر مرادہ اہل سنت والجماعت ہو کر مرا
جو بغض آل محمد پر مرا قیامت کے دن اس کی پیشانی پر
لکھا ہوگا۔

يدين عينيه ليس من روح الله
من مات على بغض آل محمد مات كافرا
من مات على بغض آل محمد لم
يشم رائحة الجنة -

یہ وہ شخص ہے جو رحمت خدا سے مایوس ہے۔
جو بغضِ آلِ محمد پر مرادہ کا فرما
جو بغضِ آلِ محمد پر مرادہ جہنم کی خوشبو تک نہ سونجھ
یا مے گا۔

امالی طوسی میں عمر این اودی سے مروی ہے کہ ایک دن اس کے سامنے حضرت علیؑ کا تذکرہ ہوا تو اس نے کہا کچھ لوگ حضرت علیؑ کی توہین کرتے ہیں۔ یہ لوگ جہنم کا ایندھن ہیں۔ میں مقتدواصحاب رسولؐ سے سنا ہے جن میں خلیفہ بیان اود کعب ابن عجرہ بھی ہیں کہ

علیؑ کو اللہ نے ان فضائل سے نوازا ہے جن سے کسی فرد بشر کو نوازا نہیں گیا۔

علیؑ زوجِ بتولؑ ہے۔ علیؑ کے سوا اولین و آخرین میں کون ہے جس نے دامادِ رسولؐ ہونے کا شرف حاصل کیا ہو۔
علیؑ جو انسانِ جنت کے سرداروں کا باپ ہے اولین و آخرین میں سے کون ہے جسے جو انسانِ جنت کے
سرداروں کا باپ ہونے کا شرف حاصل ہو۔

علیٰ اہل رسولؐ اور ازواجِ رسولؐ میں وصی رسولؐ ہے۔

علیؑ وہ ہے کہ جس کا مسجد میں کھلنے والا دروازہ بند نہیں کیا گیا بلکہ کی تمام صحابہ کے دروازے بند ہو گئے۔
علیؑ درخیز اکھیڑنے والا ہے۔

علیٰ یوم خیر صاحب علم ہے۔

علیؑ وہ ہے جسے غدیر خم کے مقام پر سرور انبیاءؑ نے من کنت مولا ؑ فہذا علی مولا ؑ۔ کہہ کر متعارف کرایا۔

علیٰ صاحب تطہیر ہے۔

علیٰ صاحب طبر ہے جب آنحضرتؐ نے دعا مانگی تھی کہ بار اہلما! اپنی مخلوق میں سے اپنے محبوب ترین فرد کو میرے پاس بھیج جو میرے ساتھ بیٹھے کہ اس پرندہ کا گوشت کھائے علیؑ کے سوا کوئی آنحضرتؐ کے پاس نہ آیا اور نہ کسی نے علیؑ کے سوا وہ گوشت کھایا،

علیؑ سورہ برأت کا مبلغ ہے جب کہ آنحضورؐ نے ابوبکرؓ کو بھیجا تھا لیکن حکم خدا سے ابوبکرؓ کو واپس کیا اور علیؑ کو بھیجا علیؑ علم محمد کا ظرف ہے۔

علیؑ وہ ہے جس کے متعلق آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ انا مدینۃ العلم و علیؑ بابہا۔ علیؑ مشکل کشائے رسول ہے۔

علیؑ اول المؤمنین ہے۔ علیؑ اول الصدیقین ہے۔ علیؑ اول التائبین ہے۔ علیؑ پہلا غازی ہے۔ علیؑ کے ساتھ کسی اور کو فیکس کرنا اللہ اور رسولؐ پر سب سے بڑا اتہام ہے۔

بحار میں انس ابن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن میں آنحضورؐ کے ساتھ آ رہا تھا۔ ہم بقیع غرقہ میں آئے وہاں بیرہ کا ایک خشک درخت کھڑا ہوا تھا۔ آنحضورؐ اس کے نیچے بیٹھ گئے۔ جونہی آپ بیٹھے بیرہ کے درخت کے پتے اُگ آئے اور آپ پر سایہ ہو گیا۔

آپؐ نے فرمایا:

انس جاکر علیؑ کو بلا لا۔

میں جلدی جلدی آیا۔ دق الباب کیا۔ حضرت علیؑ باہر آئے۔ میں نے عرض کیا آنحضورؐ نے آپ کو یاد کیا ہے حضرت علیؑ نے پوچھا خیریت تو ہے؟

میں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ مجھے جو حکم ملا تھا۔ تعمیل کر دی ہے۔ حضرت علیؑ دوڑنے لگے۔ جب تک آنحضورؐ کے سامنے نہ آ گئے اس وقت تک دوڑتے رہے جب آنحضورؐ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ سلام کے بعد عرض کیا۔ لیلیک یا رسول اللہ۔

آپؐ نے فرمایا:

یہاں بیٹھ جاؤ۔ حضرت علیؑ بیٹھ گئے۔ دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ باتیں بھی کرتے جاتے تھے۔ اور مسکراتے بھی جاتے تھے۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ سونے سے بنا ہوا ایک جام جس پر پیہرے اور جواہرات بڑے تھے ان کے درمیان آ گیا۔ چو کوہ جام تھا۔ اس کے ایک کونے پر رکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دوسرے کونے پر رکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابی طالب ولی اللہ۔

تیسرے کونے پر رکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی ابن ابیطالب۔ چوتھے کونے پر رکھا ہوا تھا۔ نجی المعتقدون لدین اللہ والمواہون لاہد بیت رسول اللہ۔ اس جام میں تازہ کھجوریں اور تازہ انگور تھے۔ آنحضورؐ خود بھی تناول فرماتے رہے اور علیؑ کو بھی کھلاتے رہے جب دونوں سیر ہو گئے تو جام از خود سوسے آسمان بلند ہو گیا۔

آپؐ نے مجھے فرمایا: انس یہ بیرہ کا درخت اکیلا رہا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قید آپ کے تشریف فرما ہونے سے پہلے بھی دیکھا تھا اور اب بھی دیکھ رہا ہوں۔
آپ نے فرمایا:

انس اس بیرونی کے درخت کے سایہ میں تین سو تیرہ نبی اور تین سو تیرہ وصی بیٹھے ہیں۔ انبیاء میں سے کوئی نبی مجھ سے افضل نہیں تھا اور اوصیاء میں سے کوئی وصی علی سے افضل نہ تھا۔ انس جو شخص آدم کا علم۔۔۔ ابراہیم کا وقار۔۔۔ سلیمان کا فیصلہ۔ یحییٰ کا نہد۔ یوسف کا صبر اور اسماعیل کی صداقت دیکھنا چاہے وہ چہرہ علی کی زیارت کرے تمام انبیاء کے کمالات اسے نظر آجائیں گے۔

انس! اللہ نے ہر نبی کو صرف ایک وزیر کی خصوصیت سے نوازا ہے۔ لیکن اللہ نے مجھے چار خصوصیات سے نوازا ہے۔ ان میں سے دو ارضی میں اور دو سماوی۔ علیٰ اور حمزہ ارضی میں اور جبریل و میکائیل سماوی ہیں۔ بحار میں فضل ابن شاذان سے مروی ہے کہ ایک دن آپ بصرہ میں منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ دوران خطبہ فرمایا:

ایہا الناس سلونی فیل ان تفقدونی
سلونی عن طرق السماوات فانی
اعرف بہا۔

لوگو جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ قیل اس کے کہ میں
تمہارے درمیان نہ رہوں مجھ سے آسمانوں کے راستوں
میں پوچھو میں ان کا بہت بڑا شناسا ہوں۔

سامعین کے درمیان سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی۔

۱۔ امیر المومنین بتائیے اس وقت جبریل کہاں ہے؟

آپ نے ایک مرتبہ مشرق ایک مرتبہ مغرب۔ ایک مرتبہ شمال ایک مرتبہ جنوب۔ ایک مرتبہ سوئے زمین اور ایک مرتبہ سوئے عرش دیکھ کر فرمایا: جو پوچھ رہا ہے۔ یہی جبریل ہے۔

لوگوں نے دیکھا کہ ان کے سامنے وہی سال پرندہ کی صورت میں پھر پھٹا کر اڑ گیا لوگ سمجھ گئے کہ واقعہ پرچھے والا ہی جبریل تھا۔ پوری مسجد سے نعرے گونجنے لگے۔ نشہد انک خلیفۃ رسول اللہ حقا۔

مناقب میں انس ابن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن ہم انھوں کی افتداع میں غار پر پڑھ رہے تھے کہ پہلی رکعت کے رکوع میں آپ نے اتنی زیادہ دیر کر دی کہ ہم سمجھے شاید وحی ہو رہی ہے۔ جب غار ختم ہوئی تو آپ محراب میں صفوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے اور پوچھا علی کہاں ہے؟

جب ہم نے دیکھا تو علیؑ آخری صف میں تھے۔ ہم نے انہیں آگے آنے کا اشارہ کیا۔ جب حضرت علیؑ آپ کے سامنے آئے تو آنحضرتؐ نے پوچھا۔ یا علیؑ جماعت میں شامل ہو گئے تھے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبہ شامل ہو گیا تھا۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ آج دیر کیوں ہوئی؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ نماز عصر کی تعقیبات میں ذرا تاخیر ہوئی۔ میں نے یہی سوچا کہ تجدید وضو کر لوں۔ میں نے حسن کو پانی لانے کے لیے آواز دی۔ لیکن حسن نہ تھا۔ اتنے میں کسی نے آواز دی۔ یا علی آپ کے دائیں طرف پانی ہے۔ میں نے دائیں طرف دیکھا تو ایک جام میں پانی تھا۔ میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ پانی برف سے سے زیادہ ٹھنڈا تھا۔ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ اور مکھن سے زیادہ ملائم تھا۔ میں نے وضو کیا۔ اور کچھ پیا۔ جب وضو سے فارغ ہوا تو میرے کندھے پر ایک رومال گرا میں نے اس سے پانی کے وہ قطرات خشک کیے وضو سے فراغت کے بعد سر پر پانی ڈالنے سے رہ گئے تھے اس کے بعد جماعت میں شامل ہو گیا۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

یا علیؑ پانی لانے والا جبریل تھا۔ اور روال دیتے والا میکائیل تھا۔ تجھے پانی دینے کے بعد جبریل نے اگر میرے گھٹنے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور جب بھی میں رکوع سے اٹھنے کا ارادہ کرتا تھا۔ جبریل کہتا تھا۔ ذرا سنا اور صبر فرمائیں۔ تاکہ علیؑ بھی شامل جماعت ہو جائے۔

امالی صدوق عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن ہم آنحضور کے گرد مسجد میں بیٹھے تھے کہ ہم نے آنحضور کو دیکھا انہوں نے سوئے آسمان اشارہ کیا۔ اشارہ کے بعد ہم نے ایک بادل کو زمین کی طرف آتے دیکھا آپ نے فرمایا ذرا نیچے آجا۔ بادل اور نیچے آیا۔ پھر فرمایا۔ اور نیچے آجا۔ بادل پھر نیچے آیا۔ حتیٰ کہ ہمارے سروں پر آگیا۔ آنحضور اٹھے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے دونوں ہاتھ بلند فرمائے۔ بادل سے آپ نے ایک جام اٹھایا جو نازہ چھوڑوں سے پُر تھا۔ آپ نے اس جام سے کھجوریں کھائیں بادل سے آواز آئی۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کو دیا۔ حضرت علیؑ نے بھی اس جام سے کھجوریں کھائیں۔ پھر بادل سے آواز تسبیح آئی۔ صحابہ میں سے ایک؛ جلد بانر صحابی ذرا بے حوصلہ ہو گیا اور عرض کی۔

قید آپ خود بھی کھا رہے ہیں۔ اور علی کو بھی دے رہے ہیں۔ ہم بھی تو آپ کے جانشین ہیں۔ کم از کم ایک ایک

اس وقت سے بادل سے آواز آئی۔

لا اله الا الله خالق الظلمات والنور
اعلموا معاشر الناس اني مصدق
المصدق الي نبينه التاطق ولا يا كل
مفي الانبي ادر وصي نبى -

خالق ظلمت و نور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
لوگو! یقین رکھو میں ذات صادق کی طرف سے اس
کے نبی تاطق کے لیے ہدیہ ہوں۔ اور مجھ سے نبی
یاد می نبی کے علاوہ کوئی بھی کچھ نہیں کھا سکتا۔

غایۃ المرام میں جناب قنبر سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ دریائے فرات پر غسل کرنے کے لیے گئے آپنے غسل کی خاطر مقبض کو اتار کر کنارہ دریا پر رکھا اور داخل دریا ہو گئے۔ پانی کا ایک ریلیا آیا۔ جس سے حضرت علیؑ

کا قیص دریا میں بہ گیا۔ جب آپ غسل سے فارغ ہوئے دیکھا تو قیص نہ تھا۔ مجھ سے پوچھا میں نے عرض کیا قبلہ وہ تو دریا میں بہ گیا ہے۔ آپ پریشان تھے کہ ہاتھ نے آواز دی۔
یا علی! اپنے دائیں طرف دیکھ۔

حضرت علیؑ نے دائیں طرف دیکھا تو ایک رومال رکھا تھا۔ آپ نے وہ رومال اٹھایا۔ اس میں ایک قیص چھپا ہوا تھا۔ آپ نے وہ قیص زیب تن کیا۔ قیص کی جیب سے ایک رقعہ برآمد ہوا۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم مقدمة من
الله العزيز الحكيم الى علي ابن ابي طالب
بسم الله الرحمن الرحيم - الله عزيز حكيم کی طرف سے علی ابن
ابوطالب کو دیر ہے۔ یہ ہارون کا قیص تھا۔ اب ہم نے
ہذا قیص ہارون اور تناکہ - تجھے اس کا وارث بنادیا ہے۔

خراج میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ پیردن مدینہ جا رہا تھا۔ ایک سواری تھی جس پر آپ سوار تھے۔ آپ نے فرمایا: یا علی! میرے پیچھے سوار ہو جا۔

میں نے عرض کیا قبلہ یہ سوئے ادب ہے۔ اگر حکم نہ ہو تو میں آپ کے ساتھ چلتا ہوا خوشی محسوس کر رہا ہوں۔
کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا۔ یا علی! تو میرا بھائی ہے۔ چچا زاد ہے۔ میرا داماد ہے۔ میرے بیٹوں کا باپ ہے۔
سوار ہو جا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ حکم نہ دیں۔ آپ کی نوازش ہے میں آپ کا غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں۔ اور آپ کے ساتھ پیدل چلنے کو عزت سمجھتا ہوں۔ اگر دوسری سواری ہوتی تو میں بھی سوار ہو جاتا۔ ہم ایک میدان میں آئے وہاں پانی موجود تھا۔ آپ اترے وضو کیا۔ میں نے بھی وضو کیا۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی میں نے بھی دو رکعت نماز ادا کی۔ جب میں سجدہ شکر میں تھا تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ یا علی! سجدہ سے سر اٹھا اور دیکھ۔

جب میں نے سجدہ سے سر اٹھا کر دیکھا تو میرے قریب ایک گھوڑا آراستہ کھڑا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ یا علی! اللہ کی طرف سے یہ ہدیہ تیرے لیے بھیجا گیا ہے۔

جناب عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ شب بدر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص پانی لے آئے تمام صحابہ خاموش ہو گئے۔ کیونکہ ایک طرف دشمن کا خطرہ تھا اور دوسری طرف رات انتہائی تاریک تھی۔ حضرت علیؑ نے مشکیزہ لیا اور چاہ قلیب کی طرف روانہ ہو گئے۔ کافی دیر کے بعد واپس آئے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا۔ یا علی! بہت دیر کر دی ہے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا قبلہ! میں مرتبہ سخت اندھی کے ایسے جھونکے آئے کہ مجھے پیچھے جانا پڑا۔ اور ہر جھونکا سے میں نے اپنے نام سلام بھی سنا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا۔

یا علی!۔ پہلی مرتبہ جبریل ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ تیرے قریب سے گزرا۔ دوسری مرتبہ میکائیل ایک ہزار ملائکہ

کو لے کر گزرا اور تیسری مرتبہ اسرافیل ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ گزرا اور انہی تینوں نے تجھے سلام بھی کیا ہے۔
بحار میں علامہ مجلسیؒ نے روایت کی ہے کہ ایک دن نماز عصر کے بعد آنحضورؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

یا علیؑ آج میں تمہارا ہمان ہوں

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ! اپنے گھر میں بھی کوئی ہمان ہوتا ہے آپ جس وقت چاہیں تشریف لے آئیں۔
حضرت علیؑ تعقیبات نماز عصر سے فارغ ہو کر گھر آئے تو سورج غروب ہو رہا تھا آپ نے دختر رسولؐ کو بتایا کہ آج رحمت
عالمین ہمارے ہاں ہمان ہوں گے
بی بی نے عرض کیا۔ یا علیؑ! آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آج ہمارے گھر بھی کچھ نہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

زہرا! بھلا اس میں ہمیں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم سب اللہ کے ہمان ہیں۔ اگر اس نے آج رات کا رزق
مقرر کیا ہے۔ تو مل جائے گا اگر نہیں کیا تو پھر ہمارا کیا چارہ ہے۔ یہ کہہ کر حضرت علیؑ نماز کی خاطر مسجد میں آگئے اور جناب
زہراؑ نے محلے کے عبادت بچا کر فریضہ شروع کر دیا۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور حضرت علیؑ کے گھر آگئے۔ آپ
نے حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ اور حسینؑ کے چہرے دیکھ کر جان لیا کہ جن گمے گھر میں کھانے کو آیا ہوں وہ شاید پہلے سے
بھوکے ہیں۔ آپ اپنی بیٹی کے بچائے ہوئے فرش پر بیٹھ گئے اور آسمان کی طرف دیکھا۔

جبریل نازل ہوا اور عرض کیا۔ اے حبیب خدا! اللہ سلام کے بعد پوچھتا ہے آج بتاؤ کیا کھاؤ گے؟
آنحضورؐ نے اپنے اہلبیتؑ سے پوچھا۔ اللہ کی طرف سے جبریل پوچھ رہا ہے کہ کیا کھاؤ گے؟
تمام اہلبیتؑ آنحضورؐ کی وجہ سے خاموش ہو گئے کئی لمحات گزر گئے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ بالاخر
شہزادہ کر بلا نے عرض کیا۔ ناٹا۔ بابا۔ اماں جان اور بیٹائی حسینؑ اگر آپ سب اجازت دیں
وہ تو آپ کی طرف سے میں بتا دوں۔

سب نے فرمایا۔ حسینؑ تمہیں بھیار ہے تو تم کہہ دو گے ہمیں منظور ہوگا۔

امام حسینؑ نے عرض کیا۔ ناٹا جان! جبریل سے فرادہ کہ آج کل کھجور کا موسم نہیں ہے اس لیے دل چاہتا ہے
کہ کھجوریں کھالیں۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ بیٹے اللہ کو تمہارا ارادہ پہلے سے معلوم تھا۔ زہرا! کیا وہ اندر سے کھجوروں کا طبق لے کر
آؤ جناب زہراؑ اندر گئیں۔ شیشے کا ایک طشت اٹھا کر لائیں جس پر ریشمی ڈال پڑا ہوا تھا۔ اور طشت کھجوروں سے
پُر تھا۔ آنحضورؐ نے ایک دانہ اٹھا کر پہلے امام حسینؑ کے منہ میں رکھا اور فرمایا۔ حسینؑ تجھے کھانا مبارک ہو۔

دوسرا دانہ اٹھا کر حضرت علیؑ کے منہ میں رکھا۔ اور فرمایا۔ یا علیؑ مبارک ہو۔ پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے پھر بیٹھ

پھر عبدالرحمن ابن عوف سے کہا۔ اس نے سلام کیا کوئی جواب نہ ملا۔

آخر میں حضرت علیؑ سے کہا۔ حضرت علیؑ نے سلام کیا تو وہ سب اٹھ بیٹھے انہیں اٹھا ہوا دیکھ کر یہ سب ساقی ڈر کے غائب ہو گئے۔ میں باہر جا کر انہیں اندر بلا لایا۔

ان لوگوں نے مجھ سے پوچھا یہ کیسی غار ہے اور یہ کون ہیں؟

میں نے انہیں بتایا۔ کربھی اصحاب کہف کا غار ہے۔ اور یہی اصحاب کہف ہیں جن کا ذکر چار قرآن میں ہے۔
آؤ سنو تو یہی حضرت علیؑ سے باتیں ہو رہی ہیں۔ جب ہم اندر آئے تو اس وقت اصحاب کہف کبہ رہے تھے۔

قل محمد لقد شهدناك بالنبوة

النبي امرنا الله قبل بعثتك باعوام جو آپ کی بعثت سے کئی سو سال پہلے ہمیں ملا تھا آپ

کثیرہ ولک یا علی بالوصیۃ - کی نیرت اور تیری ولایت پر ایمان رکھتے ہیں۔

تین مرتبہ احباب کھٹ نے بھی کہا۔ یہ سن کر سب ساتھی حضرت علیؑ کے ہاتھ جو منے لگے۔ اور کہنے لگے۔ ہمیں

پتہ چل گیا ہے کہ ان حضوروں نے ہمیں کیوں بھجایا ہے۔ یا علیؑ کو ہاتھ بڑھائے تاکہ ہم آپؐ کی بیعت کر لیں۔ سب نے

حضرت علیؑ کے ہاتھ زبردستی کی۔ پھر سب بساط پر بیٹھ گئے۔ حضرت علیؑ کے حکم سے بساط اٹھانے لگی۔ ہر نماز

فلہ بڑھ کے مدینہ سے ملے تھے۔ جب واپس آئے تو نماز عصر کی جامع کھڑی ہو رہی تھی۔ ہر جامعہ میں شامل

میں گشتِ حرمِ انوارِ ختم ہوئی۔ تو آنحضرتؐ نے صف کی طرف رخ کر لیا اور ہمیں دیکھ کر فرمایا:

تمہارا شکریہ ہو،

۱۲۷
ع۔ نزع من کا اقبال گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا :-

تمہارا گھر ہمارا ہے۔

مساوے یا سب سے زیادہ

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ آپ ہی سہاں۔

آپ نے تمام واقعات کو سن کر کیا فرمایا؟

کیف را یستم یا ایا بکرمال شتهد

یا رسول اللہؐ کما شہد اہل
 کے رسول خداؐ وہی شہادت دیئے ہیں جو اصحاب

الکھف و یومن کما امنوا۔

جیسا کہ ان کا ہے۔

آنحضورؐ نے تکبیر کہہ کر فرمایا :

یوں نہ کہنا کہ ہماری آنکھوں کو دھوکا دیا گیا تھا یا ہم جادو

٢٢٥ وَالْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرِ ثَرْثُثٌ وَالْعَصْرِ ثَرْثُثٌ

زردہ لوگ تھے۔

100

ہم تو اس سے غافل تھے نجد اگر تم نے اس پر عمل کیا تو ہدایت یافتہ رہو گے۔ رسول کا کام واضح طور پر سب کچھ سادینا اور دکھا دینا ہے اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو بٹ جاؤ گے۔ جو اللہ سے وفا کرے گا اللہ بھی اسی سے وفا کرے گا۔

جس نے وہ کچھ چھپایا جو وہاں سے سن کے آیا ہے۔ وہ اپنے پچھلے قدموں پر بھر جائے گا۔ لیکن اللہ کو رائی بھر بھی نقصان نہ دے سکو گے کیا ناقابل تردید دلیل معرفت امداس واضح شہادت کے بعد بھی مخالفت ہوگی مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے برحق نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں حکم دوں کہ علی کی بیعت کرو اور اطاعت کرو میرے بعد اس کی اطاعت کرنا۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی :

اے ایمان والو! اللہ کے رسول اور اہل الامر کی اطاعت کیجئے۔

یا رسول اللہ! ہم نے علی کی بیعت کی ہے کہ خود علیؑ اور اصحاب کہف اس کے شاہد ہیں۔

آپ نے فرمایا:

جس نے بھی ولایتِ علیؑ سے تمسک کیا اور قیامت میں
مجھ سے ملاقات کی تو میں اس سے راضی ہوں گا۔

لگے۔ اس دن ذاتِ احدیت نے یہ آیت نازل فرمائی۔
 کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ ان کے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے

و تجولہوا ان الله علام الغیوب -

اللہ علام الغیوب ہے۔

یہ آیت سن کر ان کے چہرے زرد ہو گئے۔ اس دن ذاتِ احدیث کی طرف سے پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

یعلم خائئۃ الاعین وما تخفی

الصدور والله یقضی بالحق -

سب سے واقف ہے۔ اللہ حق کے حق میں فیصلہ کرے گا۔

انس کی روایت میں یہ ہے کہ جب ہم نے سلام کیا اور کوئی جواب نہ ملا۔ اور علیؑ کے سلام کا جواب انہوں نے دیا تو ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگ ہمیں جواب نہیں دیتے اور حضرت علیؑ کو جواب دیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ اصحاب کہف نے جواب دیا کہ اس دنیا سے جانے کے بعد ہمیں اللہ کی طرف سے حکم ہے کہ ہم نبی یا خلیفہ نبی کو جواب دے سکتے ہیں۔

ایک مرتبہ مقامِ احتجاج پر مسجد کوفہ میں حضرت علیؑ نے انس سے اس حدیثِ بساط کی شہادت طلب کی تو اس نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ انس اگر واقعا بڑھا پلے کی وجہ سے تو بھول گیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر تو میرا وہ حق چھپا رہا ہے جسے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ۔ اللہ تجھے آنکھوں سے نابینا کرے اور تیرے چہرے کو اس طرح مبرص کرے کہ تو برص کو چھپا نہ سکے۔ انس اس وقت تابینا ہو گیا۔ اور اس کی پیشانی پر آنکھوں کے درمیان برص کا داغ بھی ظاہر ہو گیا۔ اس کے بعد انس نے قسم کھالی کہ فضائلِ علیؑ میں سے کوئی ایسی فضیلت جو اس سے معلوم ہوگی۔ کسی مقام پر نہ چھپائے گا۔

تفسیر فرات میں جناب جابر انصاری سے مروی ہے کہ آنحضورؐ کے بعد ایک مرتبہ تین دن مسلسل حضرت علیؑ مجھے نظر نہ آئے۔ میں ام المومنین ام سلمہؓ کے دروازہ پر آیا۔ دن البلب کیا۔ کئی بار آئی۔ میں نے کہا کہ مجھے ام المومنین سے کچھ پوچھنا ہے۔

جناب ام سلمہؓ دروازہ پر تشریف لائیں۔

میں نے عرض کیا۔

بی بی کئی دن ہو گئے ہیں حضرت علیؑ نظر نہیں آ رہے؟

بی بی نے فرمایا:

وہ برہات کی طرف گئے ہیں۔

میں نے عرض کیا:

بی بی یہ برہات کون سا علاقہ ہے؟

بی بی نے فرمایا:

جابر میں تو سمجھتی تھی کہ تو کافی صاحب معرفت ہوگا۔ جہا مسجد نبوی میں علیؑ تھے مل جائے گا۔

میں حیران و پریشان مسجد نبوی میں آیا۔ رات کافی گزر چکی تھی۔ مسجد میں کوئی نہ تھا۔ البتہ مسجد میں ایک نور چمک رہا تھا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی سجدہ کر رہا ہو۔ لیکن وہ حضرت علیؑ نہ تھے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ مجھے جناب ام سلمہ سے یہ توقع نہ تھی۔ انہوں نے مجھے یوں ہی ٹال دیا ہے۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ نور کا ہول مسجد میں آیا۔ اس سے حضرت علیؑ برآمد ہوئے آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی جس سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ میں نے قدموں ہر کوئی عرض کیا۔ قبلہ تیسرا دن ہے۔ میں آپ کی زیارت کے شوق میں آپ کو تلاش کر رہا ہوں لیکن آپ نظر نہیں آ رہے۔ کہاں گئے تھے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جابر یہ تو مجھے معلوم ہے کہ جس طرح آنحضورؐ بنی دالتس کے بنی تھے اسی طرح میں ان کی طرف سے جن دالتس کا خلیفہ بنی ہوں۔ قوم جن میں کچھ افراد بگڑ گئے تھے۔ اور کافر ہو گئے تھے۔ میں انہیں راہ راست پر لانے کی خاطر گیا تھا۔ سجدہ ربڑ شخص اٹھا۔ اور اس نے کہا۔ یا علیؑ فتح مبارک ہو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اے سماء کو میرے سلام دے دینا۔

وہ شخص میری آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گیا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ کون تھا؟

آپ نے فرمایا:

یہ ایک ملک ہے جسے اللہ نے موکل کر رکھا ہے یہ مجھے زمین و آسمان کی اطلاعات پہنچاتا رہتا ہے۔ شیخ صدوق نے امالی میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک مہاجر میں حضرت علیؑ بکرم رسولؐ خدا مدینہ میں رہ گئے۔ جب ہم واپس آئے اور آنحضورؐ نے مال غنیمت تقسیم کرنا شروع کیا تو حضرت علیؑ کے دو حصے رکھے۔

تمام ہاجرین و انصار نے احتجاج کیا۔ کہ قبلہ اس جنگ میں علیؑ تو نہ تھا لیکن آپ اس کا حصہ رکھ رہے ہیں؟ آپ نے تمام فوجیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم نے فلاں فلاں جلیہ کے ایک شخص کو دیکھا تھا۔ جس نے کفار کے میمنہ پر حملہ کیا تھا؟

سب نے عرض کیا قبلہ دیکھا تھا۔

آپ نے فرمایا:

حملہ کے بعد جو کچھ اس نے مجھ سے کہا تھا۔ وہ بھی تم نے سنا تھا؟

ان لوگوں نے کہا:

تو گویا تو علیؑ کے موالیوں اور شیعوں سے ہے؟

ابلیس نے کہا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے نہ میں علیؑ کا شیعہ ہوں اور نہ موالی ہوں۔ البتہ جو دشمنان علیؑ ہیں میں ان کے

مال اور ان کی اولاد میں حصہ دار ہوتا ہوں۔ اور علیؑ سے مجھے محبت ہے۔

ان لوگوں نے کہا کیا تو بھی علیؑ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہے؟

ابلیس نے کہا۔ اے گروہ ناکشیں و مارقین و فاسقین۔ مجھے تو صرف ایک بات معلوم ہے۔ جب میں نے قوم

جن میں رہ کر بارہ ہزار برس اللہ کی عبادت کی۔ اور اللہ نے قوم جن کو ختم کر دیا تو میں نے اللہ سے اپنی تنہائی کا

عشوہ کیا۔ اللہ نے مجھے اجازت دی اور میں آسمان اول پر ملائکہ کے ساتھ عبادت کرنے لگا۔ میں نے آسمان

اول پر بھی بارہ ہزار برس عبادت خدا کی ایک دن ہم مصروف عبادت تھے کہ ہمارے قریب سے ایک ایسا نور گزرا

جس کے رعب سے تمام ملائکہ اور میں بے ساختہ سجدہ میں گر گئے اور عرض کیا۔ بارالہا! یہ کسی نبی مرسل کا نور تھا۔

یا ملک مقرب کا؟

ذات احدیث کی طرف سے ہمیں جواب ملا کہ یہ نور نہ کسی نبی مرسل کا ہے اور نہ ملک مقرب کا۔ یہ فقط طہیث

علیؑ ابن ابی طالبؑ کا نور ہے۔

کافی میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں خطبہ دے رہے تھے کہ ایک بہت بڑا

اژدہ داخل مسجد ہو گیا۔ کچھ لوگ تو ڈر کر بھاگ گئے اور کچھ لوگ مارنے پر آمادہ ہو گئے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: نہ ڈرو اور نہ اسے مارو۔

وہ اژدہ آپ کے قریب آیا۔ اور سلام کیا۔

آپ نے سلام کا جواب دیا۔ اور اسے فرمایا۔ ذرا میرے مجھے خطبہ مکمل کر لیتے دے۔

جب آپ نے خطبہ مکمل کر لیا۔ تو فرمایا۔ ہاں بتا تو کون ہے؟ اور کس لیے ہے آیا۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ میں قوم جن کے سردار کا بیٹا عمرو بن عثمان ہوں۔ میرا آپ فوت ہو گیا ہے۔ میں آپ کو

اطلاع دیتے آیا ہوں کہ اس کی جگہ آپ کے مقرر فرماتے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

اے عمرو! میں تجھے تقوائے الہیہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اپنی طرف سے تجھے تیری قوم پر حکمران نامزد کرتا ہوں

جا اور اپنے باپ کا منصب سنبھال لے۔

وہ اژدہ واپس چلا گیا۔

یہاں ادرجیات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک بڑا

طویل اور انتہائی بوڑھا شخص داخل مسجد ہوا۔

آنحضورؐ نے پوچھا۔ تو کون ہے۔

اس نے عرض کیا۔ میں ہام ابن ہیم ابن لاقیس ابن ابلیس ہوں۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

گوباتی رے اور انکیس کے مابین صرف دو ہفتوں کا فاصلہ ہے ؟

اس نے عرض کیا۔ ہاں قید۔

آپ نے فرمایا :

تیری کتنی عمر ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ جب فائیل نے اہل کو شبہ کیا اس وقت میں صرف اتنا سا بچہ تھا کہ باتیں کر لیتا تھا لوگوں

گوراء حق سے معمولی سا بھٹکا لیتا تھا۔ پانی کے بھرے ہوئے مگے لٹا دیتا تھا۔ اور قطع رحمی کرا سکتا تھا۔

آنحضرت نے فرمایا:

بڑا بڑا کردار تھا۔

ہام نے عرض کیا۔ قبیلہ میں توبہ کر چکا ہوں۔

آپ نے فرمایا :

کس نبی کے سامنے توبہ کی تھی؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ جناب نوحؑ کے سامنے توہر کی تھی۔ جب آپ نے اپنی قوم کے لیے یہ دعا کی تھی اور

پ کی قوم غرق ہوئی تھی۔ میں نے اسی وقت توبہ کی تھی اور حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار تھا۔ پھر جب

بہاؤ الدین کو غرور نے آگ میں ڈالا میں اس وقت حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ تھا۔ جب بہاؤ الدین یوسفؑ سے

بہوں نے حسد کیا اور اسے کنوئیں میں ڈالا اس وقت حضرت یوسفؑ کے ساتھ تھا اور میں نے انہیں اٹھا کر

۴۔ کنوئیں کی تہ میں پہنچایا تھا۔ میں زندان میں بھی حضرت یوسفؑ کا مولس رہا ہوں۔ پھر میں حضرت موسیٰؑ کی

ت میں کیا۔ انہوں نے مجھے نورات کا ایک سفر بھی حفظ کرایا۔ اور فرمایا کہ حضرت عیسیٰ کو میرے سلام پہنچا دینا۔ پھر

ت عیسیٰ کے پاس آیا۔ ہمیں حضرت موسیٰ کے سلام پہنچائے۔ حضرت عیسیٰ نے مجھے انیل کا پھل حصہ یاد دلایا۔

۱۰۰

آپ نے فرمایا :

عبدیسیؑ پر اور تجھ پر میرا سلام ہو۔

آنحضورؐ نے فرمایا: اب کس لئے کیا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ سلام بھی پہنچانا تھے۔ اور یہ عرض بھی کرنا تھی کہ مجھے قرآن کی کچھ سورتیں یاد کرادیں۔

آنحضور نے حضرت علیؑ سے فرمایا: یا علیؑ اسے کچھ سورتیں یاد کرادے۔

ہام نے عرض کیا۔ قید یہ کون ہے؟

آپ جس کے سپرد مجھے فرما رہے ہیں مجھے اللہ کی طرف سے صرف نبی یا دھی نبی سے بولنے کی اجازت ہے

آپ نے فرمایا:

سابقہ انبیاء کے وحی کون تھی؟

ہام نے عرض کیا۔ قبیلہ آدم کا وحی شفیث تھا۔ نوح کا وحی سام بن نوح تھا۔ ہود کا وحی ہود کا چچا زاد یوحنا تھا۔

ابراہیم کا دمی اسحاق تھا۔ موسیٰ کا دمی یوشع تھا۔ اور عیسیٰ کا دمی شمعون جو جناب مریم کا چچا زاد تھا۔

آنحضرتؐ فرمایا:

یہ میرا دھی ہے جسے تورات میں ایلیا لکھا گیا ہے۔

ہام نے عرض کیا: قبہ کوئی اور نام بھی ہے؟

آنحضورؐ نے فرمایا :

ہاں انجیل میں حیدر ہے۔

ہام نے عرض کیا۔ قبیلہ آپ نے مجھے مطمئن کر دیا ہے۔

کشف الیقین میں ابوسعید ندوی سے مروی ہے کہ ایک دن ہم آنحضورؐ کے ساتھ بیرون مدینہ وادی میں بیٹھے

تھے کہ ہمارے سامنے ایک بہت بڑا غبارِ اچانک نمودار ہو گیا۔ وہ غبار اتنا بڑھا کہ ہمارے لیے ادھر ادھر دیکھنا ناممکن

ہو گیا۔ پھر وہ غبار آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھنے لگا۔ ہم ڈر کے مارے غصہ غم کا پینے کے البتہ آنکھوں پر نہایت اطمینان

سے تشریف فرما ہے۔ وہ عباداً محض کے سامنے آکر رک گیا۔ اس غبار سے آواز آئی۔

السلام علیک یا رسول اللہ۔ اے نبی خدا! میں اپنی قوم کی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، ہم آپ

کے ہاتھ لگنے آئے ہیں آپ نہیں پتہ دیں۔ اور میرے ساتھ کوئی ایسا فرد بھیجیں جو وہاں جا کر ہمارے اور ہماری قوم کے اختلاف کو اسی طرح حل کر دے جتنا کہ اس وقت فرقہ وارانہ سیاست کا یہ حال ہے۔ لیکن

جس سے آپ کو ہوا دیتا ہے اور جس سے چارے لیے آسٹنڈا کے دروازے بند ہو گئے ہیں اور آواز نہ آتا ہے۔

نبوت کماے ہم نے آپ کی نبوت کا کچھ ٹھہ لیا ہے۔ لیکن ہم سے کچھ افراد نے آپ کا کلمہ نہیں پڑھا۔ وہ تیرا

میں ہم سے زیادہ ہیں۔ اب ہماری مخالفت عداوت کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ انہوں نے ہمارا مانی روک دیا ہے۔ اور

جگہ جگہ ہمارے سامنے رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں۔

آنحضورؐ نے فرمایا تو کون ہے؟

و دھلا سامنے آ۔

منے آیا۔ ہم نے جوں ہی اس کی شکل دیکھی ہمارا تو ڈر کے مارے بڑا حال ہو گیا۔ اس کے تمام جسم پر لمبے لمبے بال تھے۔ بڑا لمبا سر تھا۔ بڑی ڈراونی لمبی آنکھیں تھیں جو اوپر نیچے تھیں۔ اس کے منہ میں درندوں جیسے دانت تھے۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ تو خود تو بتا رہا ہے کہ ہمارے باغیوں کی تعداد زیادہ ہے اور ہم ان کے مقابلہ میں کمزور ہیں۔ پھر میں جسے بھیجوں کیا ضمانت ہے کہ تو اسے صحیح و سالم واپس لائے گا؟ اس نے عرض کیا قبلہ! جہاں تک کسی الہی گرفت کا تعلق ہے تو اس کی میں ضمانت نہیں دے سکتا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں خود اس آفت کی نذر ہو جاؤں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا بھیجا ہوا اس آفت کی نذر ہو جائے۔ لیکن جہاں تک ہماری برادری کا تعلق ہے۔ تو میں ہر وہ ہمد کرنے کو تیار ہوں جس پر آپ مطمئن ہوں۔ میں انشاء اللہ صحیح و سالم آپ تک پہنچا دوں گا۔

آنحضورؐ نے ابوبکرؓ سے فرمایا:

ابوبکرؓ جو غطفہ بھائی کے ساتھ اس کی قوم کو میرا پیغام دے اور ان کے مابین کتاب خدا کے مطابق فیصلہ کر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ قبلہ جانا کہاں ہے؟

غطفہ نے کہا۔ بیرون مدینہ وادی تک تو زمین کے اوپر جائیں گے اس کے بعد وہیں زیر زمین جانا ہو گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ زیر زمین کیسے جائیں گے؟

غطفہ نے کہا۔ یہ میرا کام ہے میں آپ کو لے جاؤں گا۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ قبلہ میں جس قوم کی زبان نہ سمجھتا ہوں اور نہ میری زبان سمجھتے ہیں میں کیسے انہیں تبلیغ کروں گا۔ آپ کسی اور کو بھیجیں۔

آپؐ نے عرض فرمایا: عمرؓ نے بھی مدی غدر پیش کیا۔

پھر آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم جاؤ۔

حضرت علیؓ نے قبول کیا۔ اور غطفہ کے ساتھ جانے پر آمادہ ہوں ہو گئے۔ آپؐ نے تلوار اٹھائی اور غطفہ سے فرمایا۔ چل۔

آنحضورؐ نے مجھے اور سلمان کو بھی کچھ فاصلہ تک ساتھ جانے کو کہا۔

ہم بھی ان کے ساتھ چلتے گئے۔ جب ہم وادی کے کنارے تک آئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ تمہاری کوشش قبول فرمائے اب تم یہاں سے واپس پلٹ جاؤ۔ ہم وہیں رک گئے۔ حضرت علیؓ اور غطفہ وادی کے درمیان

ہیں آئے ہیں ایسے معلوم ہوا جیسے زمین شکاف ہو گئی ہو۔ دونوں اس شکاف میں چلے گئے۔ پھر زمین اوپر سے ہموار ہو گئی۔ ہمیں انتہائی افسوس ہوا کہ حضرت علیؑ کہاں جا کے چھس گئے ہیں۔

صبح کو آنحضرتؐ مسجد نبویؐ میں آئے نماز پڑھائی اور بیرون مدینہ آکر ایک اونچی جگہ بیٹھ گئے۔ تمام صحابہ آپ کے گرد تھے۔ دن کافی بڑھ گیا۔ لیکن حضرت علیؑ نہ لوٹے صحابہ آپس میں اسی بات پر تبصرہ کرتے رہے۔ منافقین بار بار کہتے ہیں اب علیؑ گیا۔ اب واپس نہیں آتا۔ کچھ کہتے تھے۔ چلو اچھا ہوا۔ اس سے تو جان چھوٹی ہے۔ بھلا ہو عرفطہ کا۔ ہر جگہ آنحضرتؐ علیؑ پر فخر کرتے تھے۔

حتیٰ کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا آپ مسجد میں آئے نماز پڑھائی اور پھر واپس جا کر اسی جگہ بیٹھ گئے۔ دوست و دشمن کا موضوع کلام حضرت علیؑ ہی تھا۔ حتیٰ کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ آپ پھر مسجد میں تشریف لائے اور نماز عصر پڑھا کر واپس اسی جگہ جا کر بیٹھ گئے۔ منافقین کی شتمات اب بڑھ گئی! آنحضرتؐ بھی ان کے تبصرے سن کر پریشان ہو گئے جب سورج غروب کے قریب ہوا ایک ایک جہاں ہم بیٹھے تھے وہی زمین چھٹی اور حضرت علیؑ باہر آئے آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی جس سے خون ٹپک رہا تھا۔

آنحضرتؐ اٹھے۔ علیؑ کو گلے لگایا۔ پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور پوچھا۔

یا علیؑ بہت انتظار کرایا؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ آپ نے سنا تو تھا کہ ان کی تعداد زیادہ ہے۔ میں نے ان کے سامنے تین باتیں پیش کیں کہ ان میں سے کوئی ایک چن لو اور امن سے رہو۔

۱۔ میں نے کہا۔ اسلام قبول کر لو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔

۲۔ میں نے کہا۔ جزیہ قبول کر لو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔

۳۔ میں نے کہا عرفطہ سے صلح کر لو۔ پانی وغیرہ سے کچھ حصہ اسے بھی دے دو۔ انہوں نے اس بھی انکار کر دیا اب میرے پاس جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ میں نے تلوار کو بے نیام کیا۔ اور جنگ کرنے لگا۔ بالآخر ان کا اسی ہزار فرد قتل ہوا تو کہیں جا کر انہوں نے شکست تسلیم کی۔ ابھی ابھی ان سے فارغ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اب ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سب نے عرفطہ کو اپنا سردار تسلیم کر لیا ہے۔ عرفطہ نے عرض کیا۔ قبلہ اللہ ہماری طرف سے آپ کو اور علیؑ کو جزائے خیر دے۔

شراخ میں ابن عباس سے منقول ہے کہ جب آنحضرتؐ مغزوہ نبی مصطلق پر بیمار تھے تو راستہ میں ایک ویران وادی میں رات آگئی۔ آپ نے وہیں ڈیرہ ڈال دیا۔ جبریلؑ نے آپ کو عرض کیا کہ قبلہ اس وادی میں قوم جن آباد ہے۔ اور ان میں سے جو غیر مسلم ہیں وہ تعداد میں زیادہ ہیں۔ اور آج رات ان کا خیال ہے کہ دھوکے سے آپ کے ساتھ قتل کو ڈرائیں بھی اور قتل بھی کریں۔

وہیں محراب مسجد میں مضافوں کی طرف رخ کر کے دیوار مسجد کا سہارا لے کر بیٹھ گئے۔ ان اصحاب میں جناب سلمان ابوذر۔ مقداد اور خلیفہ بھی موجود تھے۔ یکایک شہر میں شور مچا رہا۔

آنحضورؐ نے مزید فرمایا۔ ذرا باہر جا کر دیکھو کیا ہے؟

مذلیفہ نے جا کر دیکھا تو مدینہ کی ایک گلی میں چالیس آدمی جو اپنی سواروں پر سوار تھے۔ ان کے ہاتھوں میں خطی نیزے تھے۔ نیزوں کی انتہاں سرخ حقیق سے تھیں۔ ہر ایک نے رزق برق لباس کے علاوہ اپنے اپنے سر پر ایک عمدہ مہیرے اور جواہرات سے جڑا ہوا تاج پہن رکھا تھا۔ ان کے آگے آگے ایک نوجوان بے ریش لڑکا سا تھا۔ اتنا حسین تھا جیسے چاند کا لکڑا ہو۔ اور وہ سب کے سب باوازی بند کہہ رہے تھے۔

المحنة أو المحنة أو البدار

پچو پچو۔ جلدی کرو جلدی کرو۔

الى محمد المختار المبعوث في الارض - روئے زمين پر مبعوث محمد مختار کی طرف راہ دور۔

خزیفہ نے اکرا خضروہ کو مطلع کیا۔

آپ نے فرمایا۔ حذیفہ۔

مشکل کشا۔ علام الغیوب کے بندہ خاص

انطلق الى حجرة كاشف الكروب و

شیر بیشہ شجاعت شکر کرنے والی مجسم زبان

عبد علام الغيوب والليث الهصور

حملہ کرنے والے شیراز۔ بیباک سپاہی

واللسان الشكور والهزبر الغيور

صبا پر عالم جس کا نام قرۃ العجیل اور زیور میں ہے۔

البطل المجسور والعالم الصبور الذي

یعنی علی ابن ابی طالب کے دروازہ پر جا اور اسے بلانے آئے۔

اسمہ فی النورۃ والاجیل والزبور
نطلق الی علی ابن ابیطالب وائتسنی بہ

1. 100

ما خذلقنا من شيء الا بمقدور

خدیقہ گیا۔ خدیقہ کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ مجھے راستہ میں آتے ہوئے ملے اور مسکرائے فرمایا۔

حذیقہ بنی لوگوں کی خاطر تو آ رہا ہے میں انہیں جانتا ہوں کروہ تعداد میں کتنے ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟

کب پیدا ہوئے ہیں؟ اور کیوں آئے ہیں؟

حدیث نے عرض کیا۔ اللہ آپ کے علم میں برکت دے۔

حضرت علیؓ میں آگئے۔ وہ لوگ آپؐ سے پہلے پہنچ چکے تھے۔ جب انہوں نے حضرت علیؓ کو دیکھا تو

سب نعمتیں اعلیٰ حضرت کے ہوتے۔

بی اکرم نے فرمایا اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاؤ۔ سب بیٹھ گئے۔ ان میں سے اسی لڑکے نے عرض کیا۔

نہم میں سے تاریکی شب میں عاید شب زندہ دار کون

ايكم الم اهب اذا انسدى الليل و

ہے؟ آپ میں سے بت سگن کون ہے؟ آپ میں

نظام ایکم مکسر الاصنام - ایکم ساتر

عورت النسوان. ایکم الشاکر لآ لاد
المنان ایکم الضراب یوم الضرب
والطعان ایکم مکسر رؤس الفرس
ایکم معدن الایمان ایکم وحید
الذی ینصر یدینہ
علی سائر الادیان ایکم علی
ابیطالب۔

سے عورتوں کی ناموس کا رکھوالا کون ہے؟ آپ میں
سے نعمات خدا کا شاکر کون ہے؟ آپ میں سے
میدان جنگ میں تلوار کا دھنی اور نیزہ باز کون ہے؟
شہسواروں کی گردنیں موڑنے والا کون ہے؟ ایمان کی
کان کون ہے؟ وہ کون ہے جس کے ذریعہ تمہارا
دین ہر دین پر غالب آئے گا؟ علی ابن ابی طالب کون
ہے؟

نبی کریمؐ نے فرمایا:

یا علیؑ! یہ تو آپ کا پوچھ رہے ہیں۔ لہذا آپ ہی جواب دیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

مے بچے میرے قریب آئیں تیری شکل کشائی کروں گا۔ میں تیری ہر بیماری دور کر دوں گا۔ اپنی ضرورت بیان کر
میں تیری حاجت روائی کروں گا تا کہ امت مسلمہ کو معلوم ہو جائے۔

انی سفینۃ النجاة وعصی موسیٰ
والکلمۃ الکبریٰ والنباء العظیم
والصراط المستقیم۔

کہیں کشتی نجات ہوں میں عصائے موسیٰ ہوں۔
میں اللہ کا کلمہ اکبر ہوں۔ میں بنائے عظیم ہوں اور میں
صراط مستقیم ہوں۔

اس لڑکے نے کہا۔ میرے ساتھ میرا بڑا بھائی ہے۔ اسے شکار کا شوق تھا۔ ایک دن شکار کو گیا ہے۔ اس
کاٹیں نظر آئیں۔ اس نے ایک گائے کا نشانہ لیا۔ اور اسے گرا دیا اسی وقت سے وہ مفلوج ہو گیا ہے
اب نہ تو وہ بول سکتا ہے اور نہ ہی سکتا ہے۔

ابھی کسی نے بتایا ہے کہ آپ کا سردار اس کی بیماری کو دور کر سکتا ہے۔ اگر ہمیں شفا مل جائے تو ہم آپ کا
دین قبول کر لیں گے۔ ہم قوم عائد کے وارث ہیں ہمارے پاس دولت اور افراد کی کمی نہیں۔
یہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا:

لے جو ان تیرا بھائی جس کا نام حجاج ابن علاطل ابن عصب۔ ابن سعد ابن قلع ابن علق ابن صعب عادی
کہاں ہے؟

جب لڑکے نے یہ نسب سنا تو کہا وہ باہر کچادہ میں ہے۔ وہ تنہا نہیں آسکتا ہم میں سے چند افراد جا کر
ہم اسے لائیں گے۔ اگر اس کی بیماری دور ہو جائے۔ ہم تمہاری پرستش سے توبہ کر لیں گے۔ آپ کے چچا زاد
جو صاحب ردا و تلوار ہے اور جس پر بادل کا سایہ رہتا ہے کادین قبول کر لیں گے۔

کچھ لوگ ایک بڑھی سی ناقہ کو لائے جس پر کجاوہ رکھا تھا۔ اسے در مسجد پر بیٹھایا۔ حضرت علیؑ اس کے قریب گئے اور فرمایا۔ گھیر امت تیری مصیبت ختم ہو چکی ہے۔

اس نے انتہائی لاغر سی آنکھیں کھولیں اور تشکر آمیز نظروں سے آپ کی طرف دیکھا اور رو دیا حضرت علیؑ نے باوازن بلند فرمایا۔ لوگو! جس نے علیؑ کا اعجاز دیکھنا ہو آج رات یقین میں آجائے۔ خلیفہ کہتا ہے کہ وقت مقررہ پر لوگ یقین میں جمع ہو گئے۔ حضرت علیؑ گھر سے باہر تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں ذوالفقار تھی۔ لوگوں سے فرمایا میرے پیچھے آؤ آج تمہیں عجائبات قدرت دکھاؤں۔

ہم نے دیکھا تو یقین میں ہمارے سامنے دو جگہ پر آگ جل رہی تھی۔ ایک چھوٹی تھی اور دوسری بڑی۔ آپ نے چھوٹی آگ کو اٹھا کر بڑی میں پھینک دیا۔ ہم نے دیکھا کہ دونوں آگوں کے ملنے سے شعلوں کی ایسی دشتناک آواز آئی کہ ہم سب دہشت زدہ ہو گئے۔ پھر حضرت علیؑ خود آگ میں کود گئے۔ ہم دووے دیکھ رہے تھے۔ آگ کے شعلے لپک رہے تھے۔ ہم اس انتظار میں تھے کہ آپ آگ سے کیا کرتے ہیں۔ یہی سلسلہ صبح تک رہا۔ پھر آگ بجھ گئی اور حضرت علیؑ اس سے باہر نکل آئے۔ جب کہ ہم اس وقت یاکوس ہو کر واپس لوٹتے ولے تھے۔ اور ہمارا خیال تھا کہ حضرت علیؑ آگ کی نذر ہو گئے ہیں۔

جب آپ ہمارے قریب آئے اور ہم نے غور سے دیکھا تو آپ کے ہاتھ میں ایک سر تھا۔ اس سر میں گیارہ انگلیاں تھیں اور پیشانی پر درمیان میں ایک آنکھ تھی۔ حضرت علیؑ نے اس کے سر کے بالوں سے پکڑ رکھا تھا۔ بال اس طرح نظر آرہے تھے جیسے ریچھ کے ہوں۔

ہم نے عرض کیا۔ قید مبارک ہو! اللہ نے آپ کی مدد فرمائی ہے۔

آپ وہ سر اس مریض کے کھمچل کے پاس لائے اور فرمایا۔ قسم یا ذن اللہ۔ اب تجھے کوئی بیماری نہیں۔ یہ سن کر وہ جوان اٹھا اس کا پورا جسم صبح و سالم تھا۔ حضرت علیؑ کے قدموں میں گرا۔ پاؤں کا بوسہ لیا اور کہنے لگا

اشھد ان لا اله الا الله والله محمد رسول الله وانك علی ولی الله۔ اس کے بعد وہ سب لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ سب لوگ حیران تھے۔ حضرت علیؑ نے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

لوگو یہ عروان خیل ابن لاقیس ابن ابلیس کا سر ہے۔ جس کے ساتھ اس وقت بارہ ہزار کاٹ کر تھا۔ یہی وہ مردود ہے جس نے اس بیچارے کو مفلوج کر دیا تھا۔ اب میں نے اسی سے جنگ کر کے اسے قتل کر دیا ہے جس میں میری تلوار اور میری قوت قلبی کا دخل ہے۔ میرے پاس وہی اسم ہے جو اسم عصائے موسیٰؑ پر لکھا ہوا تھا اور اور جس سے آپ جو کام لینا چاہتے تھے وہ دیتا تھا یہ سب اس اسم کی برکت تھی۔ موسیٰؑ کے عصا پر لکھا ہوا تھا وہ محتاج عصا تھا لیکن ابن ابی طالب کے دل پر لکھا ہوا ہے میں کسی عصا کا محتاج نہیں ہوں۔

عیون اخبار الرضا میں ابو صلت مروی ہے کہ ایک دن امام رضاؑ مومن کے پاس بیٹھے تھے مومن نے عرض کیا۔

رضائیں نے بہت فکر کی ہے لیکن مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ آپ کا دادا علیؑ قسیم جنت و نار کیسے ہے؟
آزودہ کیسے تقسیم کرے گا؟
امام رضاؑ نے فرمایا:

اے مامون! آپ نے اپنے ابا و دادا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔
یا علی حبك ایمان و بغضك کفر یا علی تیری محبت ایمان اور تیرا بغض کفر ہے۔
مامون نے کہا۔ یہ حدیث تو متواترات سے ہے۔ میں نے نہ صرف روایت کی ہے بلکہ متعدد سلسلہ ہائے
سند سے سنی بھی ہے۔

امام رضاؑ نے فرمایا: اس حدیث کے بعد بھی آپ سوچتے ہیں کہ حضرت علیؑ کیسے قسیم جنت و نار ہیں۔ یہ سب
کام تو دنیا میں ہو گیا۔ آخرت میں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ جب علیؑ جنت میں اور دشمن علیؑ جہنم میں چلا گیا
تو کیا اب بھی آپ کو شک ہے کہ علیؑ کیسے قسیم جنت و نار ہیں؟
مامون نے کہا۔ واقعاً آپ وارث علم خاتم الانبیاءؑ ہیں۔ کتنی معمولی بات تھی اور میں کتنا پریشان رہا۔
ابوصلت کا بیان ہے کہ جب امام رضاؑ واپس آپسے دولت کدہ پر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ
نے بڑا جواب دیا۔

آپ نے فرمایا:
ابوصلت چونکہ اس کا ذہن الٹ ہے اس لیے اسے اسی کے ذہن کے مطابق سمجھنا تھا۔ در نتیجہ معلوم ہے
کہ یہ سب کچھ قیامت میں ہو گا۔ حضرت علیؑ پل صراط پر کھڑے ہوں گے۔ یہ پل صراط جہنم پر ہو گا۔ پل کے پار جنت ہو
گی۔ اس پر گرنے والے کے متعلق آتش جہنم سے فرمائیں گے۔
یہ تیرا ہے اسے اپنے پاس رکھ لے۔ اور یہ میرا ہے اسے پار جانے دے۔

علیؑ الشرائع میں مفصل ابن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے امام صادقؑ کے خدمت میں عرض کیا۔ قبلہ
حضرت علیؑ قسیم جنت و نار ہیں؟
آپ نے فرمایا ہاں

چونکہ محبت علیؑ ایمان اور بغض علیؑ کفر ہے۔ اور جنت اہل ایمان کے لیے اور جہنم اہل کفر کے لیے پیدا کی گئی
ہے اس لیے علیؑ قسیم جنت و نار ہے۔ جنت میں وہی داخل ہوں گے جو محب علیؑ ہوں گے اور جہنم میں وہی
جائیں گے جو دشمنان علیؑ ہوں گے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ تو اس کا معنی یہ ہوا کہ جتنے بھی انبیاءؑ وہ سب کے سب بھان علیؑ تھے۔ اور جتنے
دشمنان انبیاءؑ وہ سب کے سب دشمنان علیؑ تھے؟

آپ نے فرمایا:

یقیناً ایسا ہی تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! میں سمجھنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

جنگ یمین میں نبی کو نبیؐ نے یہ فرمایا تھا کہ۔ کل میں علم ایسے شخص کو دوں گا جو محبوب خدا اور رسولؐ اور محبوب خدا اور رسولؐ ہوگا؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ نے فرمایا تھا۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

نبی عالمینؐ نے وہ علم حضرت علیؑ کو دیا تھا۔ اور آنحضرتؐ کی پیشگوئی کے مطابق خیر حضرت علیؑ کے ہاتھوں فتح ہوا

تھا؟

میں نے عرض کیا۔ ہاں قبلہ

امام صادقؑ نے فرمایا:

تو نے خیر شیعہ محدثین سے حدیث طبرستانی ہے کہ جب آنحضرتؐ کو ایک بھٹا ہوا پرندہ ہدیہ دیا گیا اور آپؐ نے یہ دعا مانگی۔ اللہم آتنی باحب خلقک الیک والی لیا کل معی من هذا الطیر اے اللہ آج اپنی مخلوق میں سے ایسا آدمی بھیج جو میرا بھی محبوب ہو اور تیرا بھی محبوب ہو تو کہ وہ میرے ساتھ بیٹھ کر اس پرندہ کا گوشت کھائے اور میں نے عرض کیا۔ قبلہ! متعدد افراد سے متعدد سلسلہ ہائے سند سے سنی ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

اب خود ہی بتا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ گذشتہ انبیاءؑ ان کے اوصیاء اور ان کے ماننے والے ایسے شخص سے محبت نہ کریں۔ جس سے اللہ اور خاتم الانبیاءؑ محبت کرتے ہوں؟

میں نے عرض کیا۔ حضور! ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یقیناً محبوب خاتم الانبیاءؑ اور محبوب ذات کبریا تمام انبیاءؑ اور اوصیاءؑ کا محبوب ہوگا۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

کیا یہ ممکن ہے کہ جو ائمہ گذشتہ میں ایسے افراد جو ان انبیاءؑ ان کے اوصیاء اور ان کے ماننے والوں کے دشمن تھے محبوب خاتم الانبیاءؑ اور محبوب خدا کے محب ہوں؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ نہیں ہو سکتا یقیناً محبوب خاتم النبیینؑ اور محبوب رب العالمینؑ اور اوصیاءؑ سابقہ کے دشمنوں کی نظر میں مغضوب ہی ہوگا۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

مفضل تو نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ تمام انبیاء اور اوصیاء عجمان علیؑ تھے۔ اور ان کے تمام دشمن دشمنان علیؑ تھے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میرے دل میں ایک موصہ سے بہت بڑی گرہ پڑی تھی جو آپؑ نے کھول دی ہے۔ اب دل چاہتا ہے کچھ اور بھی بیان فرما دیجئے۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

اور بھی جو پوچھنا ہے پوچھ لے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ بات تو سمجھ آگئی ہے کہ حب علیؑ داخل جنت ہوگا۔ اور دشمن علیؑ داخل جہنم ہوگا۔ لیکن ایک بات سمجھنے والی ہے اور وہ یہ کہ جنت با جہنم میں داخل حضرت علیؑ کرے گا یا رضوان جنت داخل جنت کرے گا اور مالک جہنم داخل جہنم کرے گا؟

امام صادقؑ نے فرمایا:

مفضل تو نے یہ حدیث اہلبیتؑ کے علاوہ دیگر محدثین سے بھی سنی ہے کہ نبی الانبیاءؑ نے فرمایا ہے۔

سكنت بنیسا و آدم بین الماء والطین میں اس وقت بھی نبیؑ تھا جب آدمؑ مٹی اور پانی میں تھا؟ میں نے عرض کیا۔ قبلہ آدمؑ اہلبیتؑ کے تمام مخالف محدثین بھی اس حدیث کو متواترات سے سمجھتے ہیں۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

تو نے یہ بھی سنا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ نے میری روح کو ارواح انبیاء کے لیے تخلیق آدمؑ سے دو ہزار برس قبل مبعوث فرمایا تھا؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ سنا ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

تو نے یہ بھی سنا ہے کہ نبی اکرمؐ نے بتایا ہے کہ میں نے اپنی اس بعثت میں تمام ارواح انبیاء کو توحید باری۔ اطاعت خالق اور اپنی اتباع کی دعوت دی تھی۔ ساتھ ہی نابین سے جنت کا وعدہ بھی کیا تھا؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے سنا ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

تو نے یہ بھی سنا ہے کہ آگ نے آنحضرتؐ کی نبوت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ سنا ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

سبیل حکیم سرستان
حیدر آباد سندھ

وَالْعَصْرِ
إِذَا أَمْسَرَ
وَإِذَا تَوَسَّى
وَالْجَارِ
إِذَا دَعَى
وَإِذَا رُفِيَ

حب علی براءۃ من النار۔

ام المؤمنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ خاتم النبیینؐ نے فرمایا ہے

شیعة علی ہم الفائزون یوم القيامة قیامت کے دن شیعینان علی ہی کا مران ہوں گے۔

انس ابن مالک سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے ۔

عنوان صحیفہ

المومن حب علی بن ابیطالب۔ مومن کے نامہ اعمال کا عنوان محبت علیؑ ہو گا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے بتایا ہے کہ جب میں شب معراج ساتویں آسمان پر گیا تو میں نے پایہ

عرش پر رکھا ہوا دیکھا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ
 میں نے محمد کی تائید و نصرت اس کے بھائی علی سے کی

و نصرته باخيه على ابن ابى طالب - ۷۰

معاویہ ابن جندہ نے سرور انبیاء سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

من مات وفي قلبه يقض على ابن ابي طالب
جو شخص اپنے دل میں بغض علی ابی طالب کے کرے

قیمت یہود یا او نصرانیا۔ اس کی مرضی ہے خواہ وہ یہودی مرے یا نصرانی ہو کر مرے

حضرت علیؑ نے آنحضورؐ سے نقل کیا ہے کہ ایک دن آپؐ نے تمام صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

یا معاشرہ المہاجرین والانصار اس گروہ مہاجرین والانصار! علی سے ویسے محبت رکھو

اجوا علیا بجی واکرمو مکر امتی جیسے بچے رکھتے ہو۔ علی کا ویسے احترام کرو جیسے میرا

واللہ ما قلنا لكم هذا من قبلی کرتے ہو۔ بخدا ابر میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا اللہ نے

ولكن الله امرني بذلك -

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک دن آپ نے: **القیافۃ فی جہنم کل کفار عنید۔ تم دونوں ہر دمس**

کافر کو جہنم میں ڈالو۔ کی تفسیر میں فرمایا:

يقول الله يوم القيامة ولعلی
 اللہ مجھے اور علی کو قیامت کے دن فرمائے گا اپنے

ادخلوا الجنة من احيكم وادخلوا
 محب کو جنت میں اور اپنے دشمن کو جہنم میں دالتے

النار من ايفضكميا۔ جاؤ۔

اس ابن مالک نے انحصار سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

اذا كان يوم القيامة نصب الصراط

علی جہنم لم یحیز من کان معہ جواز اس سے صرف وہی گزرے گا جس کے پاس

فِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى ٣ -

وَلَايَتِ عَلِيٍّ ٢ کا پروانہ ہوگا۔

بجاری میں آغوش سے مروی ہے کہ مجھے حضورؐ نے بتایا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص کا غلام اس کے سر سے لگایا۔ میں نے دیکھا اس کا سر خنزیر کی مانند تھا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہوا ہے؟

اس نے بتایا کہ میں تیس برس مؤذن رہا ہوں۔ میں روزانہ اذان و اقامت کے مابین حضرت علیؑ پر ایک سو مرتبہ اور ہر شب جمعہ ایک ہزار مرتبہ لعنت کیا کرتا تھا۔ ایک شب جمعہ میں نے عالم خواب میں ایک میدان دیکھا۔ مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ ایک طرف سے میں نے دیکھا کہ نبی کریمؐ حضرت علیؑ اور جناب حسینؑ چاروں اُردھ ہیں حسینؑ کے ہاتھ میں جام ہیں۔ حضرت علیؑ جام بھر کے دیتے ہیں اور نبی کو نبیؐ اشارہ سے فرماتے ہیں کہ فلاں کو پلاؤ میں چونکہ بہت پیاسا تھا اس لیے میں قریب گیا اور حسینؑ سے کہا۔ مجھے بھی پانی پلاؤ۔ ان دونوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ پھر میں حضرت علیؑ کے قریب گیا۔ اور کہا اے ابوالحسنؑ مجھے بھی ایک گھونٹ پانی دے دو۔ انہوں نے نہ تو بات کی اور نہ ہی پانی دیا۔ میں نے آگے بڑھ کر رسول کو نبیؐ کی خدمت عرض کیا۔ حضورؐ! مجھے بھی پانی پلا دی آپ نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا:

کیا تو وہی نہیں ہے جو روزانہ علیؑ پر پانچ صد مرتبہ اور شب جمعہ ایک ہزار مرتبہ لعنت کرتا ہے؟ میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ میں خاموش ہو گیا۔

رسول کو نبیؐ نے میرے منہ پر تھوکا اور فرمایا۔ اختیار یا خنزیر۔ اے خنزیر دفع ہو جا۔

اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ مجھے اپنے چہرہ میں تبدیلی سی محسوس ہوئی۔ جب آئینہ دیکھا تو میرا سرا سہی طرح تھا جس طرح اب دیکھ رہے ہو۔

بجاری میں محمد بن یزید سے مروی ہے کہ میرے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا۔ جو حضرت علیؑ پر لعنت کیا کرتا تھا۔ ایک رات عالم خواب میں نبی کریمؐ کو ایک حوض کے کنارے دیکھا۔ جناب حسینؑ پانی دے رہے تھے۔ میں قریب گیا اور پانی مانگا۔ دونوں نے مجھے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ میں رسولؐ تعظیمن کی خدمت آیا اور پانی مانگا۔ آپ نے جناب حسینؑ کو منع فرمایا کہ اسے پانی نہ دینا۔ اس کے پڑوس میں ابک نا بھی علیؑ پر لعنت کرتا ہے اور یہ اسے منع نہیں کرتا۔

پھر آپ نے مجھے ایک چھری دی اور فرمایا۔ جا اس خارجی کو قتل کر دے۔

میں چھری لے کر آیا۔ اسے قتل کیا۔ واپس جا کر آپ کو بتایا۔ آپ نے جناب حسینؑ سے فرمایا۔ اب اے پانی پلا دو۔ انہوں نے مجھے پانی دیا۔ میں نے پی لیا۔ چھر گھر میں کچھ شور ہوا۔ میں بیدار ہو گیا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ہمارے پڑوسی کو کسی نے اپنے بستر پر ذبح کر دیا ہے۔

میں اپنے خواب پر حیران ہوا۔ کسی کو بتایا نہیں خاموش رہا۔

تفتیش کے سلسلہ میں تمام اہل محلہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ میں بھی انہی میں تھا۔ جب ہم والی کے پیش ہوئے تو میں نے کہا اسے میں نے قتل کیا ہے۔ آپ ان تمام لوگوں کو چھوڑ دیں یہ سب بے گناہ ہیں۔ جب دوسرے تمام لوگ چلے گئے۔ اور والی نے مجھ سے واقعہ پوچھا۔ تو میں نے اسے اپنے خواب کا تمام واقعہ بتا دیا۔ والی نے مجھے کہا۔ اللہ بخیر جسے خبر دے۔ جا تو آزاد ہے۔

سبط ابن جوزی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ واقعہ غدیر آنحضرتؐ کے حجۃ الوداع کے بعد ہوا تھا ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ موجود تھے۔ سب کی موجودگی میں آنحضرتؐ نے دو ٹوک الفاظ میں فرمایا تھا۔ من کنت مولاه فعلی مولاه تفسیر ثعلبی میں ہے کہ واقعہ غدیر جب معروف و مشہور ہوا تو عمارت ابن نعمان فہری کو بھی اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ اپنی ناقہ پر سوار ہوا۔ مدینہ میں آیا۔ مہینہ نبوی کے دروازہ پر ناقہ کو بٹھایا۔ آنحضرتؐ کے مبعر کے سامنے آیا اور کہا۔

آپ نے ہمیں ایک خدا کو ماننے کا حکم دیا ہم نے اپنے متعبد و خدا چھوڑ کر آپ کی بات مان لی۔

آپ نے کہا۔ پانچ نمازیں پڑھو ہم نے پانچ نمازیں پڑھیں۔

آپ نے کہا۔ حج کرو۔ ہم نے حج کیا۔

آپ نے کہا۔ زکوٰۃ دوہم نے زکوٰۃ دی۔

آپ نے کہا۔ خمس دوہم نے خمس دیا۔

آپ نے کہا۔ جہاد کرو ہم نے جہاد کیا۔

اس پر آپ نے کتنا فائدہ کیا اور ہماری گردنوں پر اپنے بھائی کو بھی سوار کر دیا اور کہہ دیا جس کا میں آقا ہوں اس

کا علی آقا ہے۔ یہ آپ نے اپنی طرف سے کہا ہے یا اللہ کی طرف سے کہا
آنحضرت کی آنکھیں ہنگامہ کی طرح سرخ ہو گئیں اور فرمایا:-

والله الذي لا اله الا هو فانه منه

جس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی قسم! یہ بھی اسی کی طرف سے ہے میری طرف سے نہیں۔

لیسی مانی۔

حارثہ اٹھا اور کہنے لگا۔

اللهم ان كان محمد حقاً ما يقول فائزل

علينا حجارة من السماء وفتنا بعد اب اليم -

اے اللہ! جو کچھ محمدؐ نے کہا ہے اگر سچ ہے تو ہم پر پتھر نازل کر یا ہمیں عذاب الیم دے۔

ابھی تک عارت اپنی ناقہ تک نہیں پہنچا تھا کہ آسمان سے پتھر کیا جو اس کے سر پر لگا اور نیچے سے نکل گیا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

سئل سائل بعد اب واقر للكافرين

ایک سائل نے کفار کے لیے عذاب الگا جس کو کوئی بھی روکنے والا نہ تھا۔

لیس لہ دافہر۔

یہی روکنے والا نہ تھا۔

شیخ صدوق نے امالی میں اصبح سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ نے منبر کو فرمایا :

انا سید الوصیین ووصی سید النبیین - میں سید الوصیین اور سید النبیین کا وصی ہوں۔

انا امام المسلمین وقائد المتقین - میں امت مسلمہ کا امام اور متقین کا قائد ہوں۔

انا ولی المؤمنین وزوج سیدۃ النساء - میں مومنین کا ولی اور سیدۃ النساء کے عالمین کا شوہر ہوں۔

العالمین - انا المتختم بالیمین و - میں دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے والا اور خسارہ مٹی پر رکھنے

المعقر للجبین - والا ہوں۔

انا الذی ہاجرۃ البجرتین - میں وہ ہوں جس نے دو ہجرتیں کی ہیں۔

انا الذی بایعت البیعتین - میں وہ ہوں جس نے دو مرتبہ بیعت کی ہے۔

انا صاحب بدوحنین - بدوحنین کا فاتح میں ہوں۔

انا الضارب بالسیفین والطاعن - میں دو تلواروں اور دو نیزوں سے جنگ کرنے والا ہوں

بازحمین - میں علوم اولین کا دار رش ہوں۔

انا حجة الله علی العالمین - میں عالمین پر اللہ کی حجت ہوں۔

اهل موالاتی مرحومون واهل عداوتی - میرے موالی مرحوم اور میرے دشمن ملعون ہوں گے۔

لقد کان حبیبی رسول الله کثیرا ما یقول - میرا حبیب رسول خدا کو اکثر اوقات فرمایا کرتا تھا۔

یا علی جبک تقویٰ وایمان و - یا علی! تیری محبت ہی تقویٰ اور ایمان ہے اور

بغضک کفر و نفاق ہے۔

انا بیت الحکمة وانت مفتاحہ - میں حکمت کا گھر اور نواس کی کبیدہ ہے۔

کذاب من زعم انه یحیی ویبغضک - وہ جھوٹا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ تجھ سے بغض رکھ کے مجھ

سے محبت رکھتا ہے۔

میں غلیفہ خدا اور صراط خدا ہوں۔

میں در خدا اور میں علم الہی کا خزانہ ہوں۔

میں اسرار خدا کا امین اور نوع انسان کا امام ہوں۔

لوگو! میری بات سن لو اور مجھ سے سمجھ لو۔

فراق کا وقت قریب آچکا ہے میں خیر خلائق کا وصی ہوں

میں عزت طاہرہ اور ائمہ النجباء کا باپ ہوں۔

میں رسول خدا کا بھائی اس کا وزیر اور اس کا ساتھی ہوں

انا امير المؤمنين وقائد الغر المحجلين
حربي حرب الله ورسلي سلم الله -

میں امیر المؤمنین اور سقیہ حبیبین افراد کا قائد ہوں -
مجھ سے جنگ اللہ سے جنگ ہے اور مجھ سے صلح
اللہ سے صلح ہے -

اطاعتی طاعة الله وولايتي ولاية الله

میری اطاعت اطاعت خدا اور میری ولایت ولایت الہیہ
ہے -

وشيعتي اولياء الله وانصاري انصار الله
والذي خلقتني لقد علم المستحقون
من اصحاب محمد ان التاكثين. وانفاطين
والمارقين ملعونون على لسان النبي الالى
لقد اعطاني الله تبارك وتعالى
لم يعط احدا قبلي ما خلا النبي -

میرے شیعہ اولیاء اللہ خدا اور میرے ناصر انصار خدا ہیں
جس ذات نے مجھے پیدا کیا ہے اس کی قسم! اصحاب
نبیؐ سے حفظ کرنے والے آج بھی جانتے ہیں کہ میری
بیعت کر کے توڑنے والے میرے خلاف بغاوت
کرنے والے اور میرے خلاف خروج کرنے والے
نبیؐ کی زبان سے ملعون ہیں - اللہ نے مجھے ایسی
نوازشات سے نوازا ہے کہ مجھ سے پہلے سرور کائنات
کے سوا ان سے کسی کو مشرف نہیں فرمایا -

ولقد فتحت لي السبيل -

میرے سامنے علم و دنیا کی تمام راہیں کھول دی گئی ہیں -
مجھے تاقیامت ہونے والے تمام اسباب کا علم دیا گیا
یا دل میرے لیے سخریہ کیے گئے ہیں -

وعلمت الاسباب -

اجري لي السحاب -
علمت المنايا والبلايا وقصص الخطاب
لقد نظرت في الملكوت باذن ربي ما غاب
عن ما كان قبلي وما ياتي بعدي -

مجھے موت و مصائب اور فصل خطاب کا علم دیا گیا ہے
اذن خدا سے میں نے عالم ملکوت کا مشاہدہ کیا ہے -
جو مجھ سے پہلے ہو چکا تھا - اور جو میرے بعد ہونے والا
ہے - مجھ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہا -

وبولايتي اكمل الله لهذه الامة
دينهم -

میری ولایت سے اللہ نے اس امت کا دین مکمل کیا
ہے - یعنی -

واتم عليهم النعم ورضي لهم اسلامهم

نعمت کو پورا کیا ہے اور دین پر راضی ہوا ہے -

انا الهادي انا المهتدي -

میں ہدایت دینے والا ہوں - میں ہدایت یافتہ ہوں -

انا ابواليتامى والمساكين -

میں یتیموں اور مسکینوں کا باپ ہوں -

انا ملجاء كل ضعيف وما من كل

میں ہر ضعیف کی جائے پناہ اور ہر خوف زدہ کے لیے

کو زندہ کیا ہے۔

انا اصیت البیدعات۔ میں مارنے والا ہوں کیونکہ میں بدعات کو مارنے والا ہوں

انا سحی لاصوت لانی شہید۔ میں وہ زندہ ہوں جو کبھی نہ مرے گا۔ کیونکہ میں شہید ہوں

اور شہید مردہ نہیں ہوتے۔

غایۃ الحرام میں ابوسعید بختری سے مروی ہے کہ میں نے مبرک کوفہ پر حضرت علیؑ کو دیکھا۔ انہوں نے۔ ذرہ رسولؐ قریب تن فرمائی ہوئی تھی۔ عمامہ نبویؐ سر پہ سجایا ہوا تھا۔ ہاتھ میں ذوالفقار تھی اور فرما رہے تھے۔

ایہا الناس علمنی رسول اللہ زقا۔ اے لوگو! تجا کریمؐ نے مجھے اسی طرح علم دیا ہے۔

زقا سلونی قبل ان تفقدونی ان جیسا کہ میں نے تم کو علم دیا ہے۔

بین جوانحی لعلماً جماد اللہ سو میں جوانحی لعلماً جماد اللہ سو

ثنیت الوسادۃ وجلسنت علیہا ثنیت الوسادۃ وجلسنت علیہا

لافیت اهل التوراة تبور اتمہم لافیت اهل التوراة تبور اتمہم

واهل الانجیل یبخیلہم حتی واہل الانجیل یبخیلہم حتی

ینطق التوراة والانجیل ینطق التوراة والانجیل

فیقول صدق علی۔ فیقول صدق علی۔

بصائر الدرجات میں زید ابن علیؑ سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے۔

میں کسی رات کو اس وقت تک نہیں سوتا تھا جب تک نبیؐ کو نین سے اس دن نازل ہونے والے احکام کا علم حاصل نہ کر لیتا تھا۔

میں ہر حلال و حرام۔ ہر واجب و مستحب اور ہر مکروہ کا عالم ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ کون سی آیت کہاں اتری ہے

کب اتری ہے۔ کس کے حق میں اتری ہے اور کس کے خلاف اتری ہے۔

میں نے معتزلہ کے علماء کو جب بات بتائی تو انہوں نے کہا۔

بجھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت ہر رات تازہ بہ تازہ علوم نبوت کے عالم بن جاتے ہوں جب کہ نبیؐ کو نین اور

علیؑ بعض اوقات ایک دوسرے سے غائب بھی رہتے تھے۔ اور یہ غیرت کی کئی دنوں تک بھی چلی جاتی تھی؟

میں نے انہیں بتایا۔ کہ ایسی بات نہیں ہے آپؑ نے حضرت علیؑ کی پوری بات نہیں سنی اس اعتراض کا جواب

بھی خود انہی نے دیا ہے۔

وہ فرمایا کرتے تھے کہ۔ ایسی صورت میں جب میری سر در انبیاء سے ملاقات ہوتی تھی تو وہ مجھے زمانہ غیرت

کے تمام احکام از خود فرما دیا کرتے تھے۔ اور تمام وہ آیات قرآن بھی مجھے بتا دیتے تھے۔ جو اس زمانہ میں نازل ہوتی

تھیں۔

● بصائر الدرجات ہی میں اصبح ابن نباتہ سے مروی ہے کہ ایک دن منبر کو نہر پر حضرت علیؑ دوران خطبہ فرمایا۔
جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ قیامت تک کے حالات سے میں واقف ہوں۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ کون سی زمین
کب آباد ہوگی۔ اور کب غیر آباد ہوگی۔ آباد کرنے والا کون ہوگا۔ اور اجاڑنے والے کون ہوں گے۔ میں ان کے آبا و اجداد
سے بھی واقف ہوں میں بھی جانتا ہوں کہ قیامت تک کتنے فرقے جنم لیں گے۔ کتنے گروہ بنیں گے۔ ہر فرقہ میں کتنے
افراد ہوں گے۔ بانی فرقہ کون ہوگا۔ قیامت تک پیدا ہونے والے ہر چھوٹے بڑے اور ہر گروے والے کو میں جانتا
ہوں۔ اور ان تمام حالات سے میں نے اپنے الطبیعت کے ہر فرد کو مطلع کر بھی دیا ہے۔

علل الشرائع میں شیخ صدوق نے امیر مدینہ محمد ابن حرب ہلالی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو تو پوچھ لوں؟

امام صادقؑ نے فرمایا:

اگر تو کہے تو میں تجھے تیرا ملہ بھی بتا دوں اور اس کا جواب بھی بتا دوں۔

میں نے عرض کیا۔ قہہ آپ کو لوگوں کے دل میں پرشیدہ باتوں کا پتہ کیسے چل جاتا ہے؟

امام صادقؑ نے فرمایا:

اللہ نے ہمیں امام امت بنا کر بھیجا ہے۔ اور جو امام امت اللہ کی طرف سے بن کر آتا ہے۔ وہ ان تمام مسائل کا عالم ہوتا ہے جو امت کے ضروریات سے متعلق ہوتے ہیں۔ اور جن مسائل سے امام کو واسطہ پڑتا ہے۔ اگر امام مسائل امت سے ناواقف ہو تو امام اور امت میں کیا فرق رہ جائے گا۔

میں نے عرض کیا قہر آپ ہی بتائیے کہ میں کیا پوچھنا چاہتا ہوں اور جو پوچھنا چاہتا ہوں اس کا جواب بھی فرماد دیجئے۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

تو پوچھنا یہ چاہتا ہے کہ۔

حضرت علیؑ جب اتنے طاقتور تھے کہ انہوں نے یوم خیبر اس دروازہ کو ایک انگلی سے اکھڑ لیا تھا۔ جسے چالیس مرد مشکل بند کر سکتے تھے۔ اور پھر اکھڑ کر اسے سر کے اوپر سے تنکے کی طرح اچھال دیا تھا۔

جب آنحضرتؐ گھر سے گھوڑے - خچر - اور اونٹ وغیرہ پر سوار ہو جاتے تھے تو

کون سی وجہ تھی کہ بت شکنی کے دن حضرت علیؑ سرور انبیاءؑ کا پوچھنا اٹھا سکے؟

میں نے عرض کیا۔ اے فرزندِ رسول! واقعی یہی بات پوچھنا چاہتا تھا۔ اب جواب فرمائیں۔

امام صادقؑ نے فرمایا :

کیا تو نے یہ سنا ہوا ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے۔ النبوة اصل والامامة فرعها۔ نبوت تناسل اور امامت اس کی فرع ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے سنا ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

کیا تو نے یہ بھی سنا ہوا ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ النبوة مصباح والامامة ضوءها نبوت چراغ ہے اور امامت اس کی روشنی ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ بھی سنا ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

اپنے سوال کا جواب تو نے خود نہیں دے دیا۔ جب نبوت اصل ہے اور امامت اس کی فرع ہے۔ تو کیا کبھی فرع نے اصل کا بوجھ اٹھایا ہے۔ کیا کبھی کوئی شاخ خواہ جتنی بھی مضبوط ہو اصل کا بوجھ اٹھا سکتی ہے؟ میں نے عرض کیا۔ کوئی شاخ اپنی اصل کو نہیں اٹھا سکتی۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

جب علیؑ فرع ہے اور محمدؐ اصل ہے تو بھلا علیؑ شاخ ہونے کی حیثیت سے کیسے اپنی اصل کا بوجھ اٹھا سکتا۔ یا علیؑ روشنی ہونے کی وجہ سے کیسے چراغ کو اٹھا لیتا۔ کیا یہ خلاف عقل نہیں ہے؟ اگر بت شکنی کے دن یا کسی اور مقام پر حضرت علیؑ آنحضورؐ کو اپنے کندھے پر اٹھا لیتے تو کہنے والوں کو یہ موقع نہ مل جاتا کہ دونوں برابر ہیں۔ اور یہ سب باتیں صرف ذیبدستان کے لیے ہیں۔

میں اٹھا اور امام صادقؑ کے سر کا بوسہ دے کر عرض کیا۔ اللہ یعلم حیث يجعل رسالته اللہ ہی اپنے مقام رسالت کا عالم ہے۔

علیؑ اللہ میں عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن سرور انبیاءؑ نے برسر منبر فرمایا:

معاشر الناس من اصدق من
اللہ قیلا واحسن من اللہ حدیثا
معاشر الناس ان الرب امرنی
ان اقيم علیہما واما ما و خلیفۃ و وصیاء
وان اتخذنا اخا ووزیرا معاشر الناس
ان علیا باب الہدیٰ بعدی والداعی
الی ربی وھو صالح المومنین ومن احسن
اے لوگو! کون ہے جو قول میں اللہ سے زیادہ سچا ہو
اور بات میں اللہ سے زیادہ حسین ہو؟ اے لوگو! اللہ
نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں علیؑ کو علامت حق و باطل۔ امام
خلیفہ اور اپنا وصی بناؤں۔

میں علیؑ کو اپنا بھائی اور اپنا وزیر بناؤں۔ لوگو! میرے بعد علیؑ ہی باب الہدیٰ ہے۔ اور علیؑ اللہ کی طرف بلانے والا ہے۔ علیؑ ہی صالح المومنین ہے۔ اس

عرب نے عرض کیا۔ قید جہاں تک آپ کے جوان ہونے کا تعلق ہے۔ یہ تو سمجھ میں آنے والی بات ہے لیکن آپ جوان باپ کے بیٹے اور جوان بھائی کے بھائی کیسے ہیں؟
آپ نے فرمایا!

اللہ جناب ابراہیمؑ کے متعلق قرآن میں فرماتا ہے: **يَذْكُرْهُم**۔ رعیت مزدود نے مزدود سے کہا کہ ایک فوجوان ہمارے ان بتوں کی برائی کرتا پھرتا ہے۔ اللہ نے جناب ابراہیمؑ کو فوجوان فرمایا ہے۔ اور میں ابراہیمؑ کا بیٹا ہوں۔ لہذا میں ابن النعمان ہوں۔

اور میدانِ احد میں علیؑ کی تلوار زنی دیکھ کر ایک ہائٹ غیبی نے کہا تھا۔ **لَا فِتْحِي إِلَّا عَلَى لَاسِيْفِ الْأَذْوَاقِ**۔ جبریلؑ نے علیؑ کو جہان کہا ہے اور میں علیؑ کا بھائی ہوں تو میں انخالفی بھی ہوں۔

• تفسیر فرائض میں منقول ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علیؑ دور سے آتے ہوئے نظر آئے۔ آنحضرتؐ نے علیؑ کو آتا ہوا دیکھ کر صحابہ سے فرمایا:

هَذَا عَلِيٌّ قَدِ اتَاكُمْ تَقَى الْقُلُوبِ وَتَقَى الْكُفَّينِ۔
دیکھ لو علیؑ تمہارے پاس آ رہا ہے جو دل کا بھی پاک ہے اور اس کے ہاتھ بھی پاک ہیں۔

هَذَا عَلِيٌّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ لَا يَقُولُ إِلَّا صَوَابًا تَزُولُ الْجِبَالُ وَلَا يَزُولُ عَنْ دِينِهِ۔
یہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں غلط بات نہیں کہے گا۔ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں۔ لیکن علیؑ کبھی اپنے دین سے ایک انچ بھی نہیں ہٹے گا۔

جب حضرت علیؑ پہنچ گئے۔ تو سرکارِ رسالتؐ نے علیؑ کو اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا:

يَا عَلِيُّ أَنَا مَدِينَةُ الْحِكْمَةِ دَائِمَةٌ بَابُهَا فَنٌّ اتَّقِ الْمَدِينَةَ مِنْ الْبَابِ وَصَلْ يَا عَلِيُّ أَنْتَ بَابِي الَّذِي إِذَا قِيَ مِنْهُ دَانَا بَابُ اللَّهِ فَمَنْ أَتَانِي مِنْ سِوَاكَ لَمْ يَصِلْ وَمَنْ أَتَانِي اللَّهُ سِوَايَ لَمْ يَصِلْ۔
اے علیؑ! میں حکمت کا شہر اور تو اس کا دروازہ ہے۔ جو شہر میں دروازہ سے آئے گا منزل پر پہنچ جائے گا۔ اے علیؑ! تو میرا وہ دروازہ جس سے جو کر کے مجھ تک آئے گا منزل پر نہ پہنچے گا اور جو میرے بغیر اللہ تک جائے گا منزل تک نہ پہنچے گا۔

صحابہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہتے گئے۔ اپنی طرف سے ہی کہہ رہا ہے۔ اللہ نے تو ایسا نہیں فرمایا۔ ابھی صحابہ انہی تبصروں میں تھے کہ جبریلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوا۔

لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تَأْتُوا الْبَيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مِنَ اتَّقَى الْبَيُوتَ مِنْ أِبْوَابِهَا۔
گھر میں پچھلی طرف سے داخل ہونا نیکی نہیں ہے۔ نیکی یہ ہے کہ متقی بنو اور گھر میں دروازہ سے آؤ۔

شیخ صدوقؒ نے امالی میں عید اللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن نبی کریمؐ نے حضرت علیؑ سے

ضمیمہ:

يا عليّ انت صاحب حوضي وصاحب
يا عليّ انت متجّر وعداى وزوج
حبیمة قلبی -

یا علیؑ انت وارث علی و مستودع
مواریت الانبیاء ۔

یا علیؑ انت امین الله فی ارضه وانت
حجة الله علی بریته۔

يا على انت ركن الايمان ومصباح الدين
 باعلم انت منار الهدى ونور

الفريق
بأعلى من تبعك نجي ومن تخلف عنك

هلك -
يا على انت الطريق الواضح والصراط المستقيم

يا على انت قائد الفر المحجدين وانت يعسوب الدين
يا على انت مولى من انا مولده وانا مولى كل مؤمن و

صومنة -
نا على لا يمك الا طاهم الولادة ولا يعقل

الأخيهات الولادة -
 با علم لماع جري الى اسماء قطرو لا

وكلمني ربي الامثال لي اقرء عليا
منه السلام وعرفه الله امام اولناي

و نور اہل طاعتی ۔
 ریح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید نے لکھا ہے ۔

اسلامی مذاہب کے یانینوں کا تجزیہ کرتے ہیں

||: 1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 104

اے علی! تو میرے عوض کا مالک اور نواہر الحمد کا حامل ہے
اے علی! تو میرے وعدے نبھانے والا اور میری پیاری بیٹی
کا شوہر ہے۔

اسے علیؑ اتومیرے علم کا وارث ہے اور تمام انبیاء کی میراث کا امین ہے۔

اے علیؑ! تو ارض خدا میں ایمن خدا اور تو مخلوق خدا میں
حجّت خدا ہے۔

اے علی! تو رکن ایمان اور چراغ ظلمت ہے۔
اے علی! تو ہدایت کا مینار اور اہل دنیا کے لیے چراغ

راہ ہے۔
اے علیؑ! جس نے تیری اتباع کی نجات پائے گا جس نے

اے علی! تو واضح راستہ اور صراط مستقیم ہے۔

اے علی! تو سفید جبینوں کا قاعد اور تولیعوب الدین ہے
اے علی! جس کا میں مولی ہوں اس کا تو مولی ہے اور میں

اے علی! ہر محال زادہ تجھ سے محبت اور ہر حرام زدہ تجھ

اے علی! میں جب بھی معراج پر گیا ہوں اور جب بھی اللہ سے دشمنی رکھے گا۔

نے مجھ سے کلام فرمایا ہے۔ اس نے مجھے فرمایا ہے
 علیٰ کو میرے سلام کہہ دینا اور اسے بتا دینا کہ تو میرے

اولیاء کا امام اور میرے اہل اطاعت کی روشنی ہے۔
فضائل علیؑ بیان کرنا ناممکنات سے ہے۔ حدیث ہے کہ

ہر مذہب کا بانی بالواسطہ حضرت علیؑ کا شاگرد ہی نظر آتا

وَالْقَصْرِ وَالْقَصْرِ وَالْقَصْرِ وَالْقَصْرِ وَالْقَصْرِ وَالْقَصْرِ

۱۔ معتزلہ کا بانی واصل ابن عطاء ہے۔ واصل ابو ہاشم کا شاگرد ہے۔ اور ابو ہاشم محمد حنیفہ ابن علی کا پوتا ہے۔ محمد نے تمام علوم اپنے باپ حضرت علی سے لئے۔ عبد اللہ ابن محمد حنیفہ نے اپنے باپ سے پڑھا ہے اور ابو ہاشم اپنے باپ عبد اللہ ابن محمد حنیفہ کا شاگرد ہے۔

ب۔ امامیہ فرقہ تو سرے سے مشوب ہی حضرت علی کی طرف ہے۔

ج۔ ابو حنیفہ امام جعفر صادقؑ کا شاگرد ہے۔ اور جعفر صادقؑ کا سلسلہ تلمذ اپنے آباء کے ذریعہ حضرت علیؑ سے مربوط ہے۔

د۔ امام شافعیؒ ابو حنیفہؒ کے شاگرد محمد ابن حسن کا شاگرد ہے۔

۱۔ امام حنیبلؒ امام شافعیؒ کا شاگرد ہے۔ امام شافعیؒ محمد کا شاگرد ہے۔ محمد ابو حنیفہؒ کا شاگرد ہے۔ اور ابو حنیفہؒ امام صادقؒ کا شاگرد ہے۔ امام صادقؒ امام باقرؒ کا شاگرد ہے۔ امام باقرؒ امام سجادؒ کا شاگرد ہے۔ امام سجادؒ امام حسینؒ کا شاگرد ہے۔ اور امام حسینؒ حضرت علیؒ کا شاگرد ہے۔

و امام مالک ربیعہ کا شاگرد ہے۔ ربیعہ عکرمہ کا شاگرد ہے۔ عکرمہ عید اللہ ابن عباس کا شاگرد ہے۔ اور عبد اللہ ابن عباس حضرت علیؑ کا شاگرد ہے۔

معاہدہ میں سے عید اللہ ابن عباس اور عمر ابن خطاب کی فقہ میں بہت تعریف کی جاتی ہے اور یہ دونوں بھی حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں۔ جہاں تک عید اللہ ابن عباس کا تعلق ہے تو وہ اصرح الاصحات ہے۔ جہاں تک عمر ابن خطاب کا تعلق ہے۔ تو تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ تمام فقہی مسائل میں عمر حضرت علیؑ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بڑے معروف اقوال ہیں۔ کبھی عمرؓ نے کہا ہے۔

لو لا علی لہک عمر - اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے - کبھی کہا ہے -

میں کسی ایسے مشکل مسئلہ کے وقت زندہ ہی نہ رہوں جب

ابو الحسن نہ ہو۔ کبھی کہا ہے۔

لا یفتین احد فی المسجد وعلی حاضر غلی کی موجودگی کے وقت مسجد میں کوئی بھی فتویٰ نہ دے۔

تفسیر میں عبد اللہ ابن عباس معروف مفسر ہے۔ اور عبد اللہ ابن عباس حضرت علی کا شاگرد ہے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ جناب عبد اللہ سے پوچھا گیا کہ حضرت علیؑ کے مقابلہ میں آپ کا علم کتنا ہے۔ تو ابن عباس نے کہا۔ جس طرح سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہوتا ہے۔

نحو کے بانی حضرت علیؓ میں ابوالاسود اس سلسلہ کا پہلا شاگرد ہے۔ آپ ہی نے ابوالاسود کو اصول نحو بتائے
علم نصوص کے ہر سلسلہ کی انتہا حضرت علیؓ ہے۔

شجاعت حضرت علیؑ

یوں تو حضرت علیؑ کے تمام اوصاف ایسے ہیں کہ ایک ایک وصف ایک ایک فضیلت کی تالیف کا سبب بن سکتا ہے لیکن ان اوصاف میں شہرہ افاق اوصاف چند ایک ہیں جن کا ذیل میں ہم صرف اشارۃً مختصر سا تذکرہ کرتے ہیں۔ ان اوصاف میں شجاعت حضرت علیؑ کا وہ وصف ہے کہ آپؑ نے اپنی بے پناہ شجاعت کے ماضی کے شجاعوں کا نام مٹا دیا اور بعد میں آنے والوں کے لیے ضرب المثل بن گئے۔

شجاعت علیؑ میں چند خصوصیات نمایاں تھیں۔

ا۔ آپؑ کبھی میدان جنگ سے بھاگے نہیں۔

ب۔ آپؑ نے کبھی کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہیں کیا۔

ج۔ آپؑ نے کبھی جنگ میں پہل نہیں کی۔

د۔ آپؑ نے کبھی دعوت جنگ دینے والے کو زندہ واپس نہیں جانے دیا۔

ر۔ آپؑ نے کبھی مقابل پر دوسرا وار نہیں کیا، ہمیشہ پہلے ہی وار میں مقابل کو پچھاڑ دیا۔

و۔ آپؑ کے مقابل میں جم کر لڑنے والے کی لوگ تعریف کیا کرتے تھے۔

ز۔ آپؑ کے ہاتھوں پر جانے والے کے ورثہ اپنے مقتول پر فخر کرتے تھے کہ علیؑ کے ہاتھوں مارا ہے۔

جب جنگ صفین میں آپؑ نے معاویہ کو دعوت جنگ دی اور فرمایا کہ لوگوں کو نہ مرواؤ اور میں مقابلہ کر لیتے

ہیں۔ جو مارا جائے گا، کرہ ارغن پر امن ہو جائے گا اور زندہ رہ جانے والا بلا شرکت غیرے اسلامی حکومت کا

سہرا ہوگا

عمر و عاصؑ نے معاویہؑ سے کہا: علیؑ نے بات انصاف کی کی ہے۔ آپؑ کو اس کے مقابلہ میں جانا چاہیے۔

حضرت معاویہؑ نے گھور کر عمر و عاصؑ کی طرف دیکھا اور کہا: جب سے تو میرے ساتھ شریک کار ہوا ہے تو نے آج تک

مجھے دھوکا نہیں دیا۔ پھر آج کیوں مجھے دھوکا دے رہا ہے۔ کہیں میرے مرنے کے بعد حکومت تمام کے لیے

تیری رال تو نہیں ٹپک رہی۔

کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ابوالحسنؑ کے مقابلہ میں جا کر میں زندگی گنوا بیٹھوں۔

عمر و ابن عیدود کی بہن جب اپنے بھائی کی لاش پر آئی تھی تو اس نے بھی یہی کہا تھا۔

لو کان قاتل عمرو غیر قاتلہ اگر علیؑ کے علاوہ عمرو کا قاتل کوئی دوسرا شخص ہوتا۔

لیکیتہ ابداً مادمت فی الدھر تو جب تک میں زمانہ میں زندہ رہتی عمرو کی موت پر۔

روٹی رہتی ۔

لیکن عمر و کا قاتل وہ شخص ہے جس کی کوئی نظیر نہیں۔ قاتل
عمر و کا باپ بھی اپنے وقت میں شہرِ پناہ کے لقب سے
معروف تھا۔

لكن قاتله من لا تظيره

وكان يدعى ابو العبيدة

الميلاد

ایک دن معاویہؓ نیند سے بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا عبداللہ ابن زبیر معاویہ کے ہتھکے پتنگ کے نیچے قدموں کے پاس بیٹھا تھا۔

عبداللہ نے کہا۔ معاذیہ اگر آج میں چاہتا تو تمہارا پیٹ چاک کر سکتا تھا۔

حضرت معاویہؓ نے کہا اے ابن زبیر! ہمارے مدینہ سے چلے آنے کے بعد اتنے بہادر ہو گئے ہو؟
عبداللہؓ نے کہا۔ اب تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں بہادر ہوں میں جنگ جمل میں علیؓ جیسے بہادر کے مقابلہ ڈلا ہوں۔

حضور معاویہؓ نے ہنس کر کہا۔ اگر علیؓ کے مقابلہ میں جاتا تو آج یہاں باتیں نہ بنا رہا ہوتا۔ علیؓ تو تم دونوں باپ بیٹے کو دایاں ہاتھ خالی رکھ کر صرف بائیں ہاتھ سے بیک وقت مسل سکھاتا تھا۔ لوگوں کو جنگ جمل میں مردانا رہا ہے تو کب مقابلہ میں گیا تھا۔ تو تو قتل علیؓ کے بعد مدینہ میں خلافت کی گدی پر بیٹھنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔

آج بھی مشرق و مغرب میں۔ مسلم و غیر مسلم ہر شخص میدان مقابلہ میں نام علیؓ ہی لیتا ہے۔ (نثار الجماد ص ۵)

زور علی :

حضرت علی کی طاقت کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

۱۔ جب کبھی کسی سے بدلتلو اور مقابلہ ہو تو ہمیشہ علی ہی فاتح رہا۔

ب۔ درخبر ہے چالیس آدمی بند کرتے تھے۔ تنہا علیؑ نے اکیڑا تھا۔ پھر صحابہ کی ایک پوری جماعت نے اسے الٹا چاہا تو ان سے الٹا نہ گیا۔ اور علیؑ ایک انگلی سے الٹ کر اپنے ایک ہاتھ پر رکھ کر خندق میں اترے و وواڑہ کو بل بنا کر تمام صحابہ کو خندق کے پار گزارا۔

ج۔ ہیل میسا عظیم بت جو کعبہ کی چھت پر کوہ گراں لگتا تھا۔ حضرت علیؑ نے اس طرح نیچے پھینکا جس طرح تنکا کو پھینکا جاتا ہے۔

و۔ اپنے ایام اقتدار میں ایک جنگ سے واپسی پر ایک ایسے پتھر کو اکھڑا جسے اکھڑنے سے پورا لشکر عاجز آچکا تھا۔

علم حضرت علیؑ

علم کا یہ عالم تھا کہ جنگ جمل میں مردان جب آپ کے قبضہ میں آیا تو اسے جھوڑ دیا حالانکہ مروان سے بڑھ کر اس وقت آپ کا کوئی دشمن نہ تھا۔

عبداللہ ابن زبیر کھلے عام حضرت علیؑ کو سب کرتا تھا جنگ جمل میں ہاتھ آنے کے باوجود درگزر کیا کیونکہ شکست کے بعد ابن زبیر گرفتار رہو کے آیا تھا۔ آپ نے صرف اتنا فرمایا۔ یہاں سے چلا جا اور میری نظروں سے دور ہو جا۔

سید ابن عاص جنگ جمل میں آپ کی مخالفت میں پیش پیش تھا۔ لیکن آپ نے چشم پوشی کی۔ ام المومنین عائشہؓ کا معاملہ کس سے پوشیدہ ہے۔ جنگ جمل فتح کرنے کے بعد جو احترام آپ نے کیا وہ بھی اظہر من الشمس ہے۔ بنی عبد القیس کی بیس مستورات کو مردانہ لباس پہنا کر ام المومنین کے ساتھ مدینہ تک بھیجا۔ راستہ میں ایک مقام پر ام المومنین نے حضرت علیؑ کی بدسلوکی کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اس سے بڑھ کر کون سی بدسلوکی ہو سکتی ہے کہ میں حرم رسولؐ تھی اور میری نگرانی کے لیے اپنی فوج کے مردوں کو میرے ساتھ بھیج دیا۔

یہ عورتیں خاموش رہیں۔ جب بی بی مدینہ پہنچ گئی۔ تو ان عورتوں نے ہتھیار اتارے مردانہ لباس اتار کے بی بی کے سامنے آکر سلام کیا اور کہا۔

اے حرم رسولؐ! آپ نے ان لوگوں کا شکوہ تو نہ کیا۔ جو اپنی ماؤں کو گھروں میں بٹھا کر امت کی ماں کو میدا میں لے آئے تھے۔

اس وقت آپ کو اپنے حجاب کا خیال نہ رہا۔ اور جب حضرت علیؑ نے آپ کی نگرانی کی خاطر کچھ سپاہی بھیجے تو آپ حضرت علیؑ پر راستہ میں برس رہی تھیں۔ ملاحظہ فرمائیں ہم ہی بیس سپاہی تھے ہم آپ کی طرح عورتیں ہیں۔ بنی عبد القیس سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہم نے حکم امیر المومنینؑ سے مردانہ لباس پہن کر اور ہتھیار لگا کر بصرہ سے مدینہ تک آپ کی نگرانی کی ہے۔ اگر علیؑ کے ان سپاہیوں سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو ہم معذرت خواہ ہیں۔

یہ حضرت علیؑ ہی تھے کہ جب پہلے بصرہ میں وارد ہوئے تو اہل بصرہ نے پھتوں پر چڑھ کر آپ کو سب کیا آپ کے بچوں کو سب کیا۔ حتیٰ کہ لعنت بھی کی۔ لیکن جب آپ نے بصرہ کو فتح کر لیا۔ تو آپ نے اپنی فوج میں اعلان عام کیا۔

و۔ کسی بجائے دلے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

ب۔ کسی زخمی پر تشدد نہ کیا جائے۔

ج۔ کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔

د۔ جو ہتھیار پھینک دے وہ بری ہے۔

ر۔ جو ہمارے لشکر میں آجائے وہ بری ہے۔

نہ آپ نے بصرہ میں لوٹ ماری۔ نہ اہل بصرہ کے بچوں کو گرفتار کیا نہ ان کے گھروں کو لوٹا۔ حالانکہ فاتح ہونے کے بعد جو چاہتے تھے۔ لیکن آپ نے وہی کردار ادا کیا جو فتح مکہ میں نبی اکرمؐ نے ادا کیا تھا۔

یہ حضرت علیؑ ہی تھے کہ جنگ صفین میں جب معاویہؓ نے دریائے فرات پر قبضہ کیا۔ تو اس نے اعلان عام کر دیا کہ خبردار لشکر علیؑ میں پانی نہ جائے۔ تاکہ تلوار کی بجائے پیاس ہی سے لشکر علیؑ ٹمر جائے۔ جب آپ نے دیکھا کہ جنگ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تو آپ نے پانی کی خاطر جنگ لڑی۔ بڑی قتل و غارت کے بعد فرات پر قبضہ ہوا۔ لشکر معاویہؓ صحرا میں بٹ گیا۔ فوج حضرت علیؑ کا دریا پر قبضہ ہو گیا۔

آپ کے ساتھیوں نے عرض کیا۔ قبلہ اب ہم بھی معاویہؓ اور اس کی فوج کو پانی نہیں دیں گے۔ آپ نے فرمایا:

پھر ان میں اور ہم میں کیا فرق رہ جائے گا۔ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ ان کا کام تھا۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم پانی سے انہیں قتل نہیں کریں گے۔ ہمارے لیے تلوار کافی ہے۔ دریا کا کچھ حصہ خالی چھوڑ دو تاکہ وہ لوگ پانی لے سکیں۔

جہاد حضرت علیؑ

یہ وہ عنوان ہے جس کے لیے مصنفین نے علیؑ کو کئی عہدوں پر مشتمل کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً یقین ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ مختصر ایسی کہا جاسکتا ہے کہ۔

عالم اسلام میں کوئی ایسی جنگ نہیں جس میں حضرت علیؑ کی شرکت نہ ہو۔ کوئی ایسی جنگ نہیں جو صحابہؓ نے حضرت علیؑ کے بغیر فتح کی ہو۔ اور کوئی ایسی جنگ نہیں جس میں فتح کا سہرا حضرت علیؑ کے سر نہ ہو۔

فضاحت حضرت علیؑ

فضاحت اور بلاغت میں حضرت علیؑ امام الفصحاء اور سید البلغاء ہیں۔ آپ کا کلام مخلوق سے اوپر اور کلام خالق کے نیچے ہے۔ لوگوں نے فضاحت و بلاغت کے سبق حضرت علیؑ سے سیکھے ہیں۔ خود میں نے نبیؐ کے بعد بلاغت سے ستر خطبہ یاد کیا ہے۔ جو میری زندگی کا سرمایہ اور میری خطابت کی روح ہے

ابن بنا تہ کا کہنا ہے کہ میں نے کلام علیؑ سے صرف ایک سو مو غطہ یاد کیا ہے اور اسی سے میری شہرت ہے۔ جب محقق ابن ابی محقق نے معاویہ سے کہا کہ میں لوگوں میں عاجز تر شخص کی طرف سے آ رہا ہوں۔ تو معاویہ نے کہا تجھ پر اللہ کی پھٹکار ہو قریش میں آج تک علیؑ جیسا قبیح ماں نے نہیں جنا تو کیسے کہتا ہے کہ علیؑ عاجز تر ہے۔

کلام علیؑ کے شرف اور فضل کے لیے یہ کیا کم ہے کہ آج میں کلام علیؑ کی شرح لکھنے بیٹھا ہوں۔ فضاحت حضرت علیؑ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ کلام امیر کا عشر عشر تک صحابہ میں سے کسی بھی صحابی سے منقول نہیں۔ اس سلسلہ میں اگر مزید تفصیل کی ضرورت ہو تو حافظ کی کتاب البیان والتبیین ملاحظہ فرمائیے۔

اخلاق حضرت علیؑ:

حسن اخلاق کا یہ عالم تھا کہ آپ کا حسن اخلاق ضرب المثل تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے دشمنوں نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔

عمر و ابن عاص نے اہل شام سے کہا تھا۔ علیؑ نرم تھا اور خوش مزاج ہے عمرو نے یہ لفظ عمرؓ سے لیا تھا عمرؓ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب اس نے شوریٰ امینی بنائی تھی۔

اصبغ ابن بنا تہ کا کہنا ہے کہ حضرت علیؑ ہمارے درمیان ایسے رہتے تھے جیسے ہم میں سے ایک ہوں مگر بایں ہم ہر وقت آپ سے مرعوب رہتے تھے۔

معاویہ نے قیس ابن ساعدہ سے ایک مرتبہ حضرت علیؑ پر طنز کرتے ہوئے کہا۔

الذکر ابو الحسنؑ پر رحم فرمائے۔ بہت کھلی طبیعت کا مالک تھا ہر وقت ہشاش بشاش رہتا تھا۔

قیس سمجھ گیا کہ معاویہؓ پر طنز کر رہے ہیں قیس نے جواب دیا ہاں اتنا مزاج کرتے تھے جتنا نبیؐ کو نہیں مزاج فرما

لیا کرتے تھے۔

لیکن معاویہؓ بخدا! اس مزاج کے باوجود بھی علیؑ میں اتنا رعب تھا جتنا ببر شیر میں ہوتا ہے۔ اور یہ رعب

تقویٰ کا تھا۔ اصحاب علیؑ سے مرعوب رہتے تھے۔ لیکن تقویٰ کی وہ سہ سے۔ وہ اس طرح علیؑ سے مرعوب

نہیں ہوتے تھے جس طرح اہل شام تجھ سے مرعوب رہتے ہیں۔ انہیں دہشت گردی کا ڈر ہوتا ہے۔

اور یہ اخلاق علیؑ آج تک وراثۃً عجمان علیؑ میں چلا آ رہا ہے۔ معاویہؓ میں وراثۃً چلی آ رہی ہے۔ جس شخص

میں بھی معمولی سی سوچ بوجھ ہو وہ آج بھی عجمان علیؑ اور عجمان معاویہؓ میں یہ فرق واضح طور پر دیکھ سکتا ہے۔

زہد حضرت علیؑ:

زہد حضرت علیؑ کا یہ عالم تھا کہ آپ سید الزہاد - قطب الاقطاب اور بدل الابدال تھے۔

حضرت علیؑ نے کبھی سیر ہو کر نہیں کھایا تھا۔

حضرت علیؑ نے کبھی نرم کپڑا نہیں پہنا تھا۔

عبداللہ ابن ابی مرثد کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت علیؑ کے پاس بیٹھا تھا۔ کھانے کا وقت ہوا۔ آپ خود اٹھے اور اپنے بستر سے ایک تھیلی اٹھائی جس پر مہر لگی ہوئی تھی۔ آپ نے مہر کو توڑا۔ اس سے ایک خشک روٹی کے چند ٹکڑے نکالے اور پیٹھ کر کھانے لگے۔

میں نے عرض کیا۔ قہد اس میں اور قیمتی شے تو نہیں تھی پھر آپ نے اسے مہر کیوں کر رکھا تھا؟

آپ نے فرمایا:

مجھے ڈر رہتا ہے کہ کہیں حسینؑ اسے گھی یا زیتون سے ترنہ کر دیں۔

آپ کے لباس میں چڑے اور کبھی کھجور کے پتوں سے پیوند لگے ہوتے تھے۔ تعلیم تو ہمیشہ کھجور کے پتوں سے بنے ہوتے تھے۔ گوشت کبھی کھاتے اور وہ بھی نہ کھانے کے برابر۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ اپنے شکم کو جوانوں کی قبر بنانا ڈر ہے۔ پورے عالم اسلام سے دولت آپ کے پاس آتی تھی۔ جتنا بھی آتا تھا آپ اسی وقت تقسیم فرما دیتے اور غلاتے دنیا سے یہ میرا انتخاب ہے۔ اور دولت کی ریل میل معاویہ کا انتخاب ہے۔ ہر مجرم کا ہاتھ اپنے منہ کی طرف جاتا ہے۔

عبادت حضرت علیؑ:

نبی اکرمؐ کے بعد روئے ارض پر علیؑ جیسا عابد نہ آیا ہے اور نہ آئے گا۔ علیؑ ہی سے لوگوں کو طائف پڑھنا اور نماز تہجد سیکھا ہے۔ لیلۃ الہریر جب تیر کبھی سر کے اوپر سے کبھی دائیں کان کو چھو کر اور کبھی بائیں کان کو چھو کر گزرتے تھے نہ حضرت علیؑ کی تو یہ میں فرق آیا اور نہ وظیفہ چھوڑا۔

اگر کوئی منصف قاری صحیفہ علویہ اٹھا کر دیکھے تو اسے معلوم ہو گا کہ یہ دعائیں کس دل سے نکلی ہیں۔ اور کس زبان پر جاری ہوئی ہیں۔

علیؑ ابن حسینؑ جو اپنے وقت کے عابدوں سے تھے۔ ان سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کی عبادت آپ کے جلا جید کی عبادت کے مقابلہ میں کیسی ہے؟

جناب علیؑ ابن حسینؑ نے جواب دیا۔ میری عبادت کو میرے جہل جید کی عبادت سے وہی نسبت ہے۔

میرے دادا کی عبادت کو سرور انبیاء کی عبادت سے نسبت تھی۔

تلاوت قرآن حضرت علیؑ

اس باب میں ہمارا مقصود صرف اسی وصف کا بیان ہے۔ تمام مورخین اور مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ ہر رسالت میں قرآن حفظ کیا کرتے تھے۔ حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی بھی حافظ قرآن نہ تھا آنحضرتؐ کی وفات کے بعد سب سے پہلے حضرت علیؑ نے قرآن جمع کیا۔

الحمدیث اس طرح قائل نہیں ہیں جس طرح شیعہ کہتے ہیں۔ الحمدیث کے نزدیک حضرت علیؑ کا بیعت ابو بکرؓ سے تخلیف کسی مخالفت کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ اس کی وجہ جمع قرآن تھی۔ اگر قرآن حیات رسولؐ میں جمع ہو چکا ہوتا تو حضرت علیؑ کو جمع قرآن کی ضرورت نہ تھی۔ اگر آپ کتب قرائت کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تمام قراء کا آخری مرجع حضرت علیؑ ہی ہے۔

مثلاً۔ ابو عمرو ابن علاء اور عاصم ابن ابی مخزوم وغیرہ ان تمام نے ابو عبد الرحمن سہمی سے قرآن لیا ہے۔ اور ابو عبد الرحمن حضرت علیؑ کا شاگرد تھا۔ دیگر علوم کی طرح قرائت قرآنی کا علم بھی حضرت علیؑ سے شروع ہوتا ہے۔

دانشمندی حضرت علیؑ

حضرت علیؑ تدبیر اور دانشمندی میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

یہ حضرت علیؑ ہی تھے۔ جنہوں نے عمر کو جب وہ رومیوں اور عبرانیوں کے مقابلہ میں بذات خود شریک جنگ ہونا چاہتے تھے۔ اور انہوں نے اس سلسلہ میں حضرت علیؑ سے مشورہ کیا تو آپ نے انہیں یہ مشورہ دیا۔ کہ تم خود نہ جاؤ۔ اگر خدا تمہارا ساتھ دے گا تو تمہاری طرف ریون کریں گے۔ اگر تم مدینہ میں رہے اور کچھ ہو گیا تو مسلمانوں کے پاس ایک جاسٹ پناہ ہوگی۔

حضرت علیؑ بھی تھے جنہوں کو عثمانؓ کو وہ مشورے دیئے کہ اگر عثمانؓ ان پر عمل کرتے تو جو حالات سامنے آئے ہرگز ایسے حالات نہ ہوتے۔ حالانکہ آپ کے مخالفین کہتے ہیں کہ علیؑ میں سیاست نہ تھی کیونکہ وہ صرف شریعت کا پابند تھا۔ یہ درست ہے علیؑ پابند شریعت رہ کر اپنی جو تاریخ بنا گیا۔ دوسرے سیاست کر کے وہ تاریخ نہ بنا سکے۔ خود فرمایا کرتے تھے۔ اگر تقویٰ نہ ہوتا تو میں عالم عرب کا معروف سیاستمدار ہوتا۔

نظم و نسق حضرت علیؑ

جس طرح رحم اور لطف میں حضرت علیؑ اپنی مثال آپ تھے اسی طرح نظم و نسق کے معاملہ میں بھی بے نظیر تھے

اس سلسلہ میں نہ تو آپ نے کبھی قربت کا لحاظ کیا اور نہ خوشامد کا۔

عبداللہ ابن عباس کو اپنی طرف سے گور نہ بنایا تو اس کا اسی طرح محاسبہ کیا جس طرح دوسروں سے کیا۔ جس طرح مدینہ کے معمولی فقراء سے سلوک کیا وہی سلوک اپنے گئے بھائی عقیل سے کیا۔

مصقلہ ابن ہبیرہ کا رشوت سے بنا ہوا مکان گرا دیا۔

پھوروں کے ہاتھ کاٹے۔ زانیوں کو رجم کیا۔ قاتلوں کو تختہ دار پر لٹکایا۔

مخالفین کی سرکوبی کی خاطر۔ جل صغین اور نہروان کی جنگیں کیں۔

دنیا کا کوئی مدبر اتنے تھوڑے وقت میں اتنے کام نہ کر سکا جتنے حضرت علیؑ نے کئے ہیں۔

میں اس شخص کے بارے میں کیا لکھ سکتا ہوں۔ جسے کافر تک دوست سمجھتے تھے حالانکہ وہ ان کے مذہب

کو قبول نہ کرتے تھے۔ فلاسفہ آج تک ان کے گن گاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے تمام نظریات کے قائل نہیں ہیں

رومی اور زرتشتی علمبرداروں نے تو علیؑ کی فرضی تصویریں بھی اپنے گھروں میں لگا رکھی تھیں جن میں حضرت علیؑ کو

تلوار بکت دشمن سے نبرد آزما دکھا گیا ہے۔

ترک اور ولیم کے بادشاہوں نے فتح و نصرت کی علامت کے بطور اپنی تلواروں کے دستوں پر حضرت علیؑ

کی تصویر بنوا رکھی تھی۔

عصف الدولہ کی تلوار پر حضرت علیؑ کی تصویر کندہ تھی۔

عصف الدولہ کے باپ بوبہ کی تلوار پر حضرت علیؑ کی تصویر منقش تھی۔

الپ ارسلان اور اس کے بیٹے ملک شاہ کی تلواروں پر حضرت علیؑ کی تصویر کندہ تھی۔

میں اس شخص کے متعلق کیا لکھ سکتا ہوں۔ کہ ہر حسین اپنے کو حسین تر بنانے کی خاطر اسی سے منسوب کرتا ہے

میں اس شخص کے متعلق کیا عرض کر دے جس کے متعلق میری نے جنگ احد میں یہ قصیدہ خوانی کی ہو۔

میں اس شخص کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں جس کا باپ سید البطحہ شیخ قریش اور ابیہش مکہ ابوطالب ہو۔

عقیف کندہ کے واقعہ میں ہے کہ جب اس نے نبی اکرمؐ اس کے ساتھ ایک لڑکے اور ایک عورت کو

بیت اللہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔ تو اس نے جناب عباس سے پوچھا۔

یہ کیا ہے؟

جناب عباس نے فرمایا:

اگے میرا بھتیجا عبداللہ کا تیم ہے۔ اس کے ساتھ لڑکا ابوطالب کا بیٹا ہے۔ اور عورت اس کی اپنی بیوی

خدیجہ ہے۔ محمدؐ کا خیال ہے کہ وہ روئے زمین کا نبی ہے۔ اور اس سلسلہ میں ابھی تک سوائے اس ایک

لڑکے اور ایک عورت کے اس کا دین کسی نے قبول نہیں کیا؟

عقیف نے پوچھا۔ تم نبی ہائیم کا خیال ہے؟

جناب عباس نے کہا۔ ہم اپنے رئیس قوم کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ وہ کیا کرتا ہے۔ اگر اس نے اسے نبی تسلیم کر لیا۔ تو پھر ہم بھی کر لیں گے۔

ویسے آج تک ہم دیکھ رہے ہیں کہ ابوطالب نہ صرف اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی حمایت کر رہا ہے اسی نے بچپن سے اسے بڑا کیا ہے۔ جب سے اس نے دعوائے نبوت کیا ہے اور اس کی مخالفت بڑھی ہے ابوطالب ہی سے جوہر لحاظ سے اس کی حمایت کرتا چلا آ رہا ہے۔

میں نے روایات میں دیکھا ہے کہ جب ابوطالب کی وفات ہوئی تو ذات احدیت نے آنحضورؐ کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ اب کم میں تیرا کوئی معاون و حامی نہیں رہا۔ یہاں سے ہجرت کر جا۔

میں اس شخص کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں۔ جس کا بھائی طیار اور ذوالجناحین کے لقب سے ملقب ہو۔ اس شخص کی کیا تعریف کی جاسکتی ہے۔ جس کی نزدیکی مصطفیٰ کی پیاری بیٹی اور سیدہ النساء العالمین ہو۔ جس کے بیٹے فرزندان رسول اور جو ان جنت کے سردار ہوں۔

جس کے آباء نبی اور مائیں اہمات نبی ہوں۔ جو آنحضورؐ سے صرف ایک مطلب میں جدا ہوا ہو۔ آدمؑ سے لے کر عبدالمطلبؑ تک جو رسولؐ کے ساتھ رہا ہو۔ پھر اپنی دنیاوی عمر کے لمحہ اول سے لے کر آنحضورؐ کی زندگی کے آخری لمحہ تک آنحضورؐ کے ساتھ رہا ہوں۔

(یہ ہے ابن ابی الحدید معتزلی کا بیان جو اس نے نہج البلاغہ کی شرح میں بطور مقدمہ لکھا ہے)
(فروق کے تجزیہ سے لے کر اتنے تک بیگیا رہ صفحہ ابن ابی الحدید ہی کے نقل کیے گئے ہیں)



معجزات حضرت علیؑ

۱۔ یونانی حکیم؛

تفسیر امام عسکریؑ میں مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک یونانی حکیم آیا جو اپنے خیال میں سنان بھی تھا اور فلاسفر بھی۔ حضرت امیرؑ کے پاس آکر اس نے کہا۔

یا علیؑ! میں آیا تو آپ کے ساتھی کا علاج کرنے تھا کیونکہ میں نے یونان میں سنا تھا کہ وہ دماغی مریض ہیں اب وہ توبہ نہیں اب میں چاہتا ہوں کہ آپ کا علاج کر دوں۔ میں دیکھ رہا ہوں آپ جیسے نوجوان کا چہرہ بھی بے حد زرد ہے جو ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اور آپ کی دونوں پنڈلیاں پتلی اور کمزور ہیں۔ اور میرے خیال میں یہ اتنی کمزور ہیں کہ آپ کے جسم کا بوجھ بھی بشکل اٹھاتی ہوں گی۔

وجہ واضح ہے کہ آپ ان پنڈلیوں سے اتنا کام لیتے ہیں جو نہیں لینا چاہیے۔ میں نے سنا ہے آپ تمام رات اپنی پشت پر کچے لاد کر گھروں میں تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ پھر اپنے مہموم رب کی عبادت کرتے ہیں اور دن میں یہودیوں کے باغوں میں مزدوری کرتے ہیں۔ آپ اپنے جسم پر زبردستی فرماتے ہیں۔

چہرہ کی زردی کی دوا تو یہ ہے۔ اس نے ایک شیشی نکالی اور آپ کو دکھائی۔ یہ دوا آپ کو کوئی تکلیف نہیں دے گی۔ چالیس دن کے اندر اندر آپ کے جسم کو پر گوشت کر کے چہرہ کی رنگت کو سرخ بنا دے گی۔

حضرت امیرؑ نے فرمایا؛

یہ تو نے اپنی دوا کا فائدہ بتایا ہے۔ کیا تیری اس دوا میں کوئی نقصان بھی ہے؟

حکیم نے کہا۔ نقصان بھی ہے۔

آپ نے فرمایا؛ وہ بھی تو بتا دے۔

حکیم نے ایک اور شیشی نکال کر آپ کو دکھائی اور کہا۔ اگر اس دوا کے ساتھ اس شیشی سے ایک رقی بھی کھائی جائے

تو ایک انسان کی موت کے لیے کافی ہے۔ اگر انسان کے چہرہ پر زردی نہ ہو تو بھی اس دوا کے کھاتے ہی چہرہ زرد ہو جائے گا اور اسی دن وہ ملک عدم کی راہ لے گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

یہی جو نقصان دہ دوا ہے ذرا مجھے دکھا۔

حکیم نے وہ شیشی آپ کو تھادی۔

آپ نے پوچھا۔ بھلا اس کا وزن کتنا ہے؟

حکیم نے کہا۔ اس دوا کا ایک مثقال تو بہت بڑی زہرین جاتا ہے۔ اس کی ایک رتی ایک انسان کے لیے کافی ہوتی

ہے۔ آپ نے اس شیشی کو کھولا اور تمام شیشی منہ میں ڈال لی۔

حکیم رزنے اور کانپنے لگا۔ دل میں کہنے لگا۔ اب میں ابن ابی طالبؑ کے قتل میں دھریا جاؤں گا مرنے بھاگ سکتا

ہوں اور نہ بیچھڑ سکتا ہوں۔ میں لاکھ عذر کروں گا کوئی میری بات ہی نہ سنے گا۔ حالانکہ حضرت اپنے قاتل خود ہی ہیں میرا

اس میں ذرہ بھر بھی قصور نہیں۔

حضرت علیؑ اسے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ تجھے کوئی بھی میرے قتل کے الزام میں گرفتار نہیں کرے گا۔ اطمینان

سے بیٹھا رہ اور اپنی دوا کے اثرات دیکھ۔ کم از کم یہ تو تجھے یقین ہو گیا ہے کہ تیری اس دوا نے مجھے کوئی نقصان نہیں

دیا۔ اب ذرا ایک لمحہ کے لیے آنکھیں بند کر۔

حکیم نے آنکھیں بند کیں۔

آپ نے فرمایا:

اب کھول دے۔

حکیم نے آنکھیں کھولیں۔ تو حیرت سے کانپ گیا اور کہنے لگا یا علیؑ! آپ واقعا گڑھی ہیں جو ایک لمحہ پہلے میرے

سامنے بیٹھے تھے۔

حضرت نے فرمایا:

تجھے اس میں شک ہے؟

حکیم نے کہا جب میں اپنی دوا اور آپ کی باتوں کو دیکھتا ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ وہی ہیں لیکن جیب آپ کی

شکل و شبہات اور رنگ و روپ کو دیکھتا ہوں۔ تو مجھے کہنا پڑتا ہے کہ آپ وہ نہیں ہیں۔ آخر وہ زرد چہرہ کہاں گیا

اور سرخ رنگ کہاں سے آیا۔

آپ نے فرمایا:

کیا تیری دوا کا کمال نہیں ہو سکتا؟

حکیم نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ میری ذوالکام آپ کو ختم کرنا تھا۔
حضرت علیؑ نے فرمایا:

تو نے جو دوسرا منیٰ تفخیں کیا ہے وہ ہے میری ٹانگوں کی کمزوری۔ اب ذرا ان کی طاقت دیکھ۔ اور پھر
اپنی تشبیہ پر نظر ثانی کرنا۔ آپ ستون کے قریب بیٹھے تھے۔ آپ نے ایک ہاتھ سے ستون کو پکڑا اور اسے اوپر
اٹھالیا۔ چونکہ چھت ستون پر ہی تھی اس لیے ستون کے ساتھ چھت بھی اوپر کو اٹھ گئی۔ پھر آپ بھی اٹھ کھڑے
ہو گئے۔ اور فرمایا۔ اب سارے اہل مدینہ سے کہہ دے کہ وہ اس چھت پر چڑھ جائیں اور تو میرے پاس کھڑا ہو
کر میری کمزور ٹانگوں کا معائنہ کرتا رہ۔

یہ دیکھتے ہی حکیم بے ہوش ہو گیا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ اس پر پانی چھڑکو۔ جب اسے ہوش آیا
تو دیکھا ابھی تک ستون حضرت علیؑ کے ہاتھ میں ہے اور ایسے معلوم ہو رہا ہے۔ جیسے آپ کے ہاتھ میں کوئی تنکا
ہو۔ جسم کے کسی بھی حصہ پر وزن اٹھانے کا کوئی اثر نہ تھا۔

آپ نے ستون کو اپنی جگہ رکھا اور فرمایا۔ اے حکیم صاحب دیکھ لیا اب ان کمزور ٹانگوں کی معمولی سی طاقت کو؟
حکیم نے پوچھا۔ یا علیؑ! تم بھی آپ جیسے تھے؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا:

اے حکیم صاحب آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ محمدؐ مجھ جیسا نہیں تھا بلکہ میں محمدؐ جیسا ہوں۔ میرا علم علم محمدؐ کا ایک
قطرہ ہے۔ میری عقل عقل محمدؐ کا جڑ ہے اور میری طاقت قوت محمدؐ کا عشر ہے۔ ایک مرتبہ ایک عرب کا حادق
اور ماہر طبیب ثقفی ان حضورؐ کے پاس آیا تھا۔ اور عرض کیا تھا۔

اگر آپ کو کوئی نفسیاتی مرض ہے تو میں اس کا علاج کرنا چاہتا ہوں۔
آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ کیا تو یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ میرے پاس وہ کون سی طاقت ہے جس کی بنا پر مجھے تیرے
علاج کی ضرورت نہیں البتہ تو مجھ سے دماغی علاج کرانے کا ضرور قہر ہے؟

ثقفی نے کہا تھا۔ میں ضرور ایسی چیز دیکھنا چاہوں گا۔
آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ پھر تو خود ہی بتا کہ تو کیسے مطمئن ہوگا؟
ثقفی نے عرض کیا تھا۔ قبلہ ہمارے سامنے کھجور کا ایک درخت ہے آپ اسے حکم دیں کہ وہ اپنی جڑوں سمیت
چل کر آپ کے پاس آجائے۔

آپ نے اشارہ کیا۔ کھجور کا درخت اپنی جڑوں سمیت چل کر آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔
آپ نے پوچھا۔ پس یا کچھ اور؟

ثقفی نے کہا۔ ہمیں قبلہ اسے حکم دیں کہ وہ واپس جا کر اپنی جگہ پر پہلے کی طرح کھڑا ہو جائے۔

آپ نے پھر اشارہ کیا۔ درخت واپس جا کر اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔

یونانی طبیب نے کہا۔ یا علی! یہ تو آپ ایک واقعہ سنا ہے ہیں جو گزر چکا ہے میں نے اسے نہیں دیکھا میں توجیب جانوں جب اپنی آنکھوں سے دیکھوں اور میں اس سے کم بھی کم پر آپ سے راضی ہو جاؤں گا۔ میں آپ سے ذرا دور چلا جاتا ہوں۔ میں فیصلہ کروں گا کہ میں آپ کے پاس نہیں آؤں گا۔ آپ اگر مجھے اسی طرح جبراً اپنے پاس بلا لیتے ہیں تو میں مان جاؤں گا۔

آپ نے فرمایا:

یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ تو جو کچھ دیکھنا چاہتا ہے۔ صرف اور صرف اپنے لیے دیکھنا چاہتا ہے۔ پھر یہ ایسی بات ہے کہ دوسرے سننے والے ہرگز تیری بات تسلیم نہ کریں گے۔ تو کسی ایسی بات کا مطالبہ کر جو دوسرے بھی دیکھیں اور اگر تیری بات نہ مانی جائے تو کم از کم تیرے پاس دو چاند گواہ تو ہوں۔

یونانی نے عرض کیا۔ آپ نے سچ فرمایا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تو جس بات کا بھی مطالبہ کرے گا میں اپنی طرف سے ایک بات بھی نہ کروں گا جو کچھ تو چاہتا ہے۔ تو خود کرے گا یا جس پر تیرا اعتماد ہو گا وہی کرے گا۔ میں تیرے سامنے خاموش بیٹھا رہوں گا۔ یونانی نے عرض کیا۔ قبلہ آپ نے بالکل انصاف کیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

اب پوری کائنات تیرے سامنے ہے۔ میں تجھے اللہ کی قدرت قاہرہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اللہ کتنا عظیم ہے اور اس نے اپنی عظمت کے مینار مقرر کئے ہیں وہ منظر قدرت و عظمت خالق ہے۔ کائنات عالم میں سے جو تو چاہتا ہے اس کا مطالبہ کر۔

یونانی نے عرض کیا۔ قبلہ یہ کھجور کا درخت ہمارے سامنے ہے۔ آپ اس کھجور کے تمام اجزاء کو ایک دوسرے سے جدا کریں۔ تنا علیحدہ ہو جائے۔ شاخیں علیحدہ ہو جائیں۔ پتے علیحدہ ہو جائیں۔ پھر آپ انہیں آپس میں اسی طرح جوڑیں جس طرح اب موجود ہے۔

آپ نے فرمایا:

میں کچھ نہیں کہوں گا۔ میری طرف سے تو ہی وکیل ہے۔ جو چاہتا ہے جا اس کھجور کے پاس جا اور اس سے کہہ دے وہی رسول اللہ یا مبر اجزاءك ان تتفرق وہی رسول تجھے حکم دے رہا ہے کہ تو کھجور کو نابود ہو جا۔

یونانی کھجور کے پاس گیا اور اس نے یہی الفاظ دہرائے۔ یونانی کے دیکھتے دیکھتے کھجور کے اجزاء کھنکھنا

شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ وہ جگہ جہاں کھجور تھی اسی طرح خالی ہو گئی۔ جیسے یہاں کچھ خضار ہی نہیں۔ یونانی کانپ گیا اور کہا۔

اے وصی محمد! آپ نے میرا پہلا مطالبہ پورا کر دیا۔ اب دوسرا بھی پورا کر دیں۔ اسی جگہ وہی کھجور ہونا چاہیے۔ آپ نے فرمایا:

میں نے تجھے کہہ دیا ہے کہ میں کچھ نہیں کہوں گا تو جو چاہتا ہے خود ہی کہیگا۔ اے اب کہہ۔
یا اجزاء الغلہ وصی محمد یا مریک ان تجتمعی کما کنت دان تعودى۔
اے کھجور کے پرانندہ اجزاء! وصی محمد تمہیں حکم دیتا ہے کہ پہلے کی طرح جمع ہو کر پہلے کی طرح درخت بن جاؤ۔

یونانی نے پھر یہ الفاظ دہرائے اب یونانی دیکھ رہا ہے اور اس کے سامنے کھجورے اجزاء جمع ہو رہے ہیں چند لمحے ہی گزرے تھے کہ کھجور کا درخت یونانی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

یونانی نے عرض کیا۔ یا علی! میرے ابتدائی دونوں مطالبات تو پورے ہو گئے ہیں۔ اب ایک مطالبہ اور بھی ہے وہ بھی پورا کر دیجئے۔

یونانی نے کہا۔ آج کل کھجور کا موسم نہیں ہے۔ آپ ہمیں اسی کھجورے کھجوریں کھلا دیں۔ آپ نے فرمایا:

میری طرف سے تو ہی وکیل ہے جو چاہتا ہے اسے میری طرف سے حکم دے۔
یونانی نے کہا۔ وصی محمد یا مریک ان تشمرى۔ وصی محمد حکم دیتا ہے کہ پھل دے۔
یونانی کے دیکھتے دیکھتے خوشے نکلے۔ پھل لگا پھل پکنے لگا۔ پھل پک گیا۔

یونانی نے عرض کیا۔ یا علی! درخت اونچا ہے۔ میرا قد چھوٹا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ میں نیچے کھڑے کھڑے کھجور کھاؤں۔

آپ نے فرمایا:

تو پھر کہہ دے کھجورے۔

یونانی نے کہا۔ وصی محمد یا مریک ان تنزلى۔ وصی محمد کا حکم ہے کہ نیچے کو ہوجا۔

یونانی نے دیکھا کہ خوشے نیچے لٹکنا شروع ہو گئے۔ اور یونانی کے بالکل سامنے آ گئے۔ یونانی نے کھانے کا ارادہ کیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: کھانے سے پہلے ایک بات سن لے۔ اگر تو نے اس کا پھل کھالیا۔ اور پھر توحید خدا رسالت محمدؐ اور میری ولایت کا کلمہ نہ پڑھا تو تجھے اللہ کی طرف سے سزا فوراً ملے گی۔ یہ سوچ لے اب کھاتا ہے تو کھائے یونانی نے عرض کیا۔ یا علی! یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود بھی اگر میں نہ مانوں تو پھر تجھ سے بڑھ کر کوئی۔ احق معاند اور

مبغض بھی ہو سکتا ہے۔ میں تو پہلے ہی ایمان لا چکا ہوں جب میں نے اپنی دوا کا اثر دیکھا۔ یہ سب تو صرف اطمینان قلب اور اہل مدینہ کو دکھانے کی خاطر کر رہا تھا۔

اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله وانك من خاصة اولياء الله وصادق في جميع اقاويله فامرتني بما شاء اطعمك۔

میں گواہی دیتا ہوں اللہ ایک ہے۔ محمد اس کا رسول ہے۔ آپ خاصان خدا سے ہیں جو کچھ کہتے ہیں سچ ہے آپ جو حکم دین میں اطاعت کروں گا۔

۲۔ منافقین اور حضرت علیؑ

تفسیر امام عسکریؑ میں مروی ہے کہ عید النذر ابن ابی جب رسول اکرمؐ کو زہر خورانی میں ناکام ہوا تو اس نے جبرائیل قیس سے کہا۔

علیؑ محمدؐ کی طرح ماہر جادوگر نہیں ہے۔ ہمیں جتنا نقصان پہنچ رہا ہے وہ علیؑ کی وجہ سے پہنچ رہا ہے۔ اگر علیؑ محمدؐ سے جدا کر دیا جائے تو محمدؐ کا زہر ٹوٹ جائے گا۔ چونکہ محمدؐ کو زہر کھلا کر میں بدنام ہو چکا ہوں اس لیے اب تو علیؑ کو کھانے پر بلا لے اور اسے ختم کر دے۔

ابو اسد در اور ابو الدواہی ان دونوں کو جبرائیل قیس نے یہ کام سونپا کہ میں حضرت علیؑ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے باغ میں مدعو کرتا ہوں۔ تم کچھ آدمی لے کر باغ کی دیوار جو تیس ہاتھ لمبی پندرہ ہاتھ اونچی اور دو ہاتھ موٹی ہے۔ اس کی بنیاد کو کھوکھلا کر دو۔ میں دسترخوان اسی دیوار کے سایہ میں لگواؤں گا۔ جب یہ لوگ کھانے پر بیٹھیں تو باہر کچھ آدمیوں کو کھڑا کر دینا جو دیوار کو سہارا لیتے کے انداز میں آہستہ آہستہ دھکا دیں۔ دیوار گر جائے گی اور یہ سب لوگ دیوار کے نیچے دب جائیں گے۔

اس منصوبہ کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد حضرت علیؑ کو دعوت دی گئی۔ آپ اپنے ساتھیوں سمیت کھانے پر تشریف لے آئے جب آپ کے ساتھیوں نے دیوار کی بوسیدگی اور بنیاد کا کھوکھلا پن دیکھا تو عرض کرنے لگے یا علیؑ! کہیں کوئی فریب نہ ہو؟

آپ نے فرمایا ہمارے ساتھ کیا فریب ہوگا۔ ان لوگوں نے اپنے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ چلو بیٹھو اور کھانا کھاؤ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ آپ نے بائیں ہاتھ سے دیوار کو سہارا دے کر گرنے سے روکا اور دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔

ساتھیوں نے عرض کیا۔ قلیلہ آپ دیوار کو روکیں گے یا کھانا کھائیں گے؟

آپ نے فرمایا:

یقین کرو۔ جتنا وزن مجھے دائیں ہاتھ سے لقمہ اٹھانے کا محسوس ہوتا ہے۔ اس کا عشرِ عشر بھی بائیں ہاتھ سے دیکھ کر کوہِ سہارا دینے میں محسوس نہیں ہو رہا۔

جدا بن قیس کھانا بھی پیش کر رہا تھا اور معذرت بھی کر رہا تھا کہ قبلہ دیوار پرانی ہو گئی ہے۔ اسے درست کروانا تھا۔ وقت نہیں مل رہا۔ میں ہر وقت فکر رہتی ہے کہ کہیں گر ہی نہ جائے۔

جب آپ کھانے سے فارغ ہو چکے تو آپ نے بنیاد کا کھوکھلا پن دور کر کے دیوار کو اسی بائیں ہاتھ سے سیدھا کر دیا اور واپس آ گئے۔

آپ کے جانے کے بعد ابو الشمر نے جد ابن قیس سے کہا۔ ہمارا خیال غلط ہی نکلا ہے علیؑ تو مجھ سے بھی زیادہ ماہر جاہل و گمراہ نظر آتا ہے۔ آپ جب نبی اکرمؐ کی خدمت میں آئے تو آپؐ نے فرمایا : یا علیؑ آج تو موسیٰؑ اور خضرؑ کی طرح گرتی ہوئی دیواروں کو سیدھا کرتے رہے ہو۔

۳۔ منافقین اور ولایت حضرت علیؑ

تفسیر امام حسن عسکری میں مردی ہے کہ جب نبی کو نہیں غم غدر پر ولایت علیؑ کا اعلان کیا اور واپس پھرتے ہیں آگئے۔ تو منافقین نے کہا۔ کہ محمدؐ نے اب اپنی حکومت مضبوط کر لی ہے۔ زندگی تک خود حکومت کرتا رہے اور اپنے بعد علیؑ کو سب کچھ سونپ رہا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ محمدؐ نے علیؑ کو تمام امت مسلمہ کے خون۔ ان کے مال اور ان کی ناموس کا مالک بنا دیا ہے۔ چلو محمدؐ خود تو نبی ہے اس نے کچھ ایسے خلاف عادات واقعات بھی دکھائے ہیں لیکن علیؑ کون سا نبی ہے۔

مقتول قسم کے صحابیہ نے کافی کوشش کی کہ منافقین اپنی ان باتوں سے باز آجائیں۔ لیکن وہ باز نہ آئے۔ بالآخر معاملہ سرور کو بین تک پہنچا۔ آپ نے بھی انہیں بتایا کہ علیؑ میں کوئی ایسا نقص پیدا ہو۔ جو تمہیں معلوم ہو۔

لیکن وہ بھند رہے کہ ہم علی کو گوارا نہیں کر سکتے۔ عالم عرب میں وہ کون سا گھر ہے جس میں سے مقتول علی کا جنازہ نہ اٹھا ہو۔

مومن صحابہ نے کہا کہ کیا علیؑ سے کوئی معجزہ دیکھنا چاہتے ہو؟

منافقین نے کہا۔ بلا معجزہ دیکھئے ہم کیسے علی کو مان سکتے ہیں۔

مومن صحابہ نے کہا : کیا وہ اعجاز علی کافی نہیں۔ جب شب تاریک میں علیؑ جا رہے تھے۔ اور اس کی

پیشانی سے نور چمک رہا تھا۔ جس کی وجہ سے علی کو چراغ کی ضرورت نہ رہی تھی ہم اور تم سب حیران ہو کر دیکھ رہے تھے ؟

کیا وہ اعجاز علیؑ کافی نہیں جب ایک مرتبہ علیؑ یار ہاتھا۔ اور سامنے سے دیوار پر از خود ہٹ جاتی تھیں

اور علیؑ کے گزر جانے کے بعد واپس اپنی جگہ آجاتی تھیں ۵

ج۔ غدیر خم کا وہ منظر تمہیں یاد نہیں جب آنحضورؐ نے علیؑ کو بلند کیا اور فرمایا اس وقت آسمان کے دروازے کھل گئے تھے اور ملائکہ میدانِ غدیر میں موجود تمام افراد سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے۔

هَذَا وَلِيَّ اللَّهِ فَاَتَبِعُوهُ وَالْأَحِلُّ
یہ ولی خدا ہے اس کی اطاعت کرو ورنہ عذاب الہی
بیکھو عذاب اللہ۔ میں معذب ہو گئے۔

د۔ کیا تمہیں وہ دن یاد نہیں جب علیؑ جا رہا تھا۔ اسے جلدی تھی اور راستہ میں پہاڑ تھے پہاڑ خود ایک طرف ہٹ کر علیؑ کو راستہ دے رہے تھے اور علیؑ کے گزر جانے کے بعد پھر اپنی جگہ آ جاتے تھے۔

پر سب کچھ سرورِ انبیاءؑ کی موجودگی میں ہو رہا تھا۔ آپؐ نے منافقین سے فرمایا۔ اگر یہ باتیں کافی نہیں ہیں تو میں اللہ سے دعا مانگتا ہوں۔ میرے اللہ ان کو مزید آیات دکھائے۔ تیرے لیے کچھ بھی بعید اور مشکل نہیں ہے۔ جب منافقین اپنے گھروں میں نئے توان کے گھر کے دروازے ان کے سامنے بند ہو گئے اور دروازہ سے آواز آنے لگی۔ جب تک تم ولایت علیؑ کا اقرار نہیں کرو گے تمہارے لیے یہاں سے گزنا حرام ہے۔ ان لوگوں نے اقرار کیا۔ تو دروازوں نے راستہ دیا۔

جب یہ لوگ اپنے مکان کے اندر آکر لباس اتارنے لگے تو لباس نے کہا۔ میں اس وقت تک نہیں اتروں گا۔ جب تک تم ولایت علیؑ کا اقرار نہیں کرو گے۔ ان لوگوں نے اقرار کیا تب لباس اترے۔ جب شبِ خوابی کا لباس پہننے لگے تو اس لباس نے انکار کر دیا اور کہا جب تک ولایت علیؑ کا اقرار نہیں کرو گے مجھے نہ پہن سکو گے۔ ان لوگوں نے اقرار کیا تو لباس پہنا۔

جب کھانے پر بیٹھے تو کھانے نے کہا۔ جب تک ولایت علیؑ کا اقرار نہیں کرو گے اس وقت تک میں تمہارا حلق سے آگے نہ جاؤں گا۔ ان لوگوں نے اقرار کیا تو کھانا حلق سے اتر

دوسرے دن یہ سب لوگ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور عرض کیا۔ یا علیؑ! ہمیں اس مصیبت سے نجات دلاؤ۔ ہم آپ کی ولایت کا اقرار کرتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا:

یہ میں نے تو نہیں کیا۔ یہ نبی اکرمؐ نے اللہ سے دعا کی ہے۔ آپ لوگ انہی سے شکایت کریں۔

یہ لوگ سرورِ انبیاءؑ کے پاس آئے۔ آپؐ کو ادیبئے اور فرمایا۔ اگرچہ ہو تو جب تک تمہاری زندگی ہے

یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے۔

انہوں نے کہا۔ حضور! ہم قدم قدم پر شرمندہ ہوتے رہیں گے۔ آپ اللہ سے دعا فرمائیں ہم سے یہ مصیبت

دور ہو جائے ہم نے ولایت علیؑ کا اقرار کر لیا ہے۔

آپؑ نے مسکرا کر فرمایا:
یاد رکھنا۔ اپنا یہ اقرار کہیں بھول نہ جانا۔

۴۔ جناب عباس اور حضرت علیؑ

بحار میں جابر انصاری سے مروی ہے کہ سرور انبیاءؑ کی وفات کے بعد جناب عباسؓ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا۔

یا علیؑ! مجھے میراث خرم سے اپنا حصہ دے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

چچا جان! آپ کو معلوم ہے کہ جوزین تھی اس پر اباب اقتدار نے قبضہ کر لیا ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک آپ کی یہ سواری ہے۔ ایک ذرہ ہے۔ ایک عمامہ ہے اور ایک تلوار ہے۔ میں آپ کو اس بات سے کہیں الگ سمجھتا ہوں کہ آپ ایسی چیز کا مطالبہ کریں۔ جو آپ کا حق نہیں ہے۔ آپ کی بیٹی موجود ہے اور بیٹی کے ہوتے ہوئے کوئی بھی متوفی کا وارث نہیں ہوتا۔

عباسؓ نے کہا۔ میں تمہارے چچا ہوں اور میں لے کے رہوں گا۔

حضرت علیؑ اٹھے آپ کے ساتھ آپ کے موالی بھی تھے۔ آپ مسجد نبویؐ میں آئے اور آپ نے حکم دیا کہ ذرہ۔ عمامہ۔ تلوار اور سواری رسولؐ لائی جائے۔ جب سب کچھ آگیا۔ تو

آپؑ نے فرمایا:

چچا جان! میں آپ کو بتا دوں۔ یہ چیزیں جو اس وقت آپ کے سامنے موجود ہیں۔ تبرکات انبیاءؑ سے ہیں اور یہ نبی یا وحی نبی کے پاس رہتی ہیں۔ آپ ان چیزوں کو اپنے جسم پر لگا کر اور سواری پر سوار ہو کر چلے گئے تو یہ آپ کا مال ہے۔ اور اگر آپ ایسا نہ کر کے تو پھر آپ کو اور کسی دوسرے کو آج کے بعد کبھی ان چیزوں کے مطالبہ کا حق نہیں ہوگا۔

عباسؓ نے کہا۔ مجھے منظور ہے۔

حضرت علیؑ نے ذرہ رسولؐ عباسؓ کو پہنائی۔ عمامہ رسولؐ عباسؓ کے سر پر رکھا۔ اور تلوار عباسؓ کی کمر میں لٹکا کر فرمایا بسم اللہ اٹھیے اور در مسجد پر آپ کی سواری موجود ہے اس پر سوار ہو کر تشریف لے جائیے۔

عباسؓ نے ہر چند کوشش کی لیکن اٹھ نہ سکے۔ تمام اہل مسجد یہ دیکھ کر انگشت بدندان ہو گئے۔

پھر آپؑ نے تلوار اتار لی اور کہا۔ چلئے اب اٹھ جائیے۔

عباسؓ نہ اٹھ سکے۔

وَلِی الْعَصْرِ تَرَسْتُ وَلِی الْعَصْرِ تَرَسْتُ وَلِی الْعَصْرِ تَرَسْتُ	مِجَازَاتِ حَضْرَتِ عَلِیؑ	وَلِی الْعَصْرِ تَرَسْتُ وَلِی الْعَصْرِ تَرَسْتُ وَلِی الْعَصْرِ تَرَسْتُ
<p>آپؐ نے سر سے عامہ اتار کر ایک طرف رکھا اور فرمایا۔ اب ذرہ لے کر اٹھیے۔ عباسؓ نہ اٹھ سکے۔</p>		

آپ نے پھر ذرہ بھی اتار لی اور فرمایا۔ اب اٹھیے۔ اب عباس اٹھ گئے۔ اور بیرون مسجد جانے لگے۔ عباس کا خیال تھا کہ اب سواری کا خیال دل سے نکال دینا چاہیے۔

لیکن نبی عہدی میں ایک شخص آپ کے ساتھ تھا اس نے کہا۔ ممکن ہے ذرہ۔ تلواریں اور عمامہ میں کچھ ہو سواری تو دروازہ پر تھی۔ اس سے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ سواری رسول تو لے جائیں۔

جیسا اس کے کہنے میں آگئے۔ جب آپ سواری کے قریب پہنچے تو اس نے دو لتیاں جھاڑ کر ایک وحشتناک آواز نکالی کہ جیسا غش کر کے گر گئے۔ جب غش سے آفاقہ ہوا تو کہنے لگے۔ علی بس میں کچھ نہیں لینا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا!

نہیں چچا اب چند منٹ آپ یہیں آئیں آپ کی غلط فہمی میں دور کردوں۔ آپ نے ذرہ رسول پہنچتی محامد سر پر رکھا۔ تلوار کر سے لشکرائی اور سواری پر سوار ہوئے۔ پھر آپ نے وہ تمام اشیاء حسن کو دے کر سواری پر سوار کیا۔ پھر امام حسینؑ کو دے کر سوار کیا اور فرمایا: ! چچا میں نے عرض کیا تھا کہ یہ مخصوص تبرکات انبیاء ہیں۔ جنہیں صرف نبی یا اوصیائے نبی ہی پہن سکتے ہیں اور آپ نہ نبی ہیں نہ وصی نبی۔

۵۔ معاویہؓ اور حضرت علیؓ؛

سکائی میں منانٹ اور مستند جنیل سے مروی ہے کہ معاویہؓ نے جنگ صفین میں جب دریائے فرات پر قبضہ کیا۔ اور حکم دیا کہ شکر علی کو پانی نہ لینے دیا جائے۔ تو۔

حضرت علیؑ نے مالک اشترؓ سے فرمایا۔ یا معاویہؓ کے سالار شکہ سے کہوے۔ ہمیں پانی بھر لینے دو۔ وہ ہٹ گئے حضرت علیؑ کے سپاہیوں نے پانی بھر لیا۔

جب معاویہ کو پتہ چلا تو انہوں نے سالار شکر کو بلا یا اور پوچھا جب میں نے تجھے منع کیا تھا۔ کثرتِ شرعی کو پانی نہ لینے دینا پھر تو نے کس کے حکم سے انہیں پانی لینے کی اجازت دی ہے؟

سالار نے کہا : میرے پاس تو عمرو عاص گیا تھا اور اس نے کہا کہ شکر علیؑ کو پانی لینے دے اگر عمرو نہ جاتا تو میں بھلا کیسے دریا چھوڑتا۔

معاویہ نے مرو عاص کو بلا کر پوچھا۔ کہ یہ کیا ٹیکہ ہے مجھے تو مشورہ دیتا ہے کہ پانی بند کر دو۔ اور خود جا کر سفارش کرتا ہے؟

عمر و عاص نے کہا: مجھے کیا معلوم ہے نہ میں گیا ہوں۔ نہ اپنے خیمہ سے باہر نکلا ہوں۔ نہ میں کسی سے ملا ہوں

نہ میں نے کسی سے کچھ کہا ہے۔

اب معاویہؓ نے جل ابن عتاب کو پانچ ہزار کا شکر دے کر دریائے فرات پر امور کیا۔ دوسرے دن صبح حضرت علیؑ نے مالک اشتر کو فرمایا۔ جا اور جل ابن عتاب سے کہہ ہمیں پانی لینے دے۔

مالک اشتر نے جا کر کہا۔ جل دریا سے ہٹ گیا۔ شکر حضرت علیؑ نے پانی بھر لیا۔

اب جو معاویہؓ کو پتہ چلا تو انہوں نے جل کو بلا کر پوچھا۔ آج کیا ہوا؟ تجھے کس نے اجازت دی تھی کہ شکر علیؑ کو پانی بھرنے

دے۔

جل نے کہا۔ حضور! اور کون کہتا۔ آپ کا بیٹا یزید خود گیا اور اس نے کہا۔ کہ شکر علیؑ کو پانی بھر لینے دو۔

معاویہ نے یزید کو بلایا اس سے پوچھا۔ یزید نے کہا۔ مجھے کیا پڑی تھی کہ میں حضرت علیؑ کی سفارش کرتا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔

حضرت معاویہؓ نے جل سے کہا۔ اب جب تک کوئی میری یہ ہزلے کرنا اسے اس وقت تک دریا سے نہ ہٹنا خواہ میں خود بھی آجاؤں۔

جل بہت اچھا کہہ کر چلا گیا۔

تیسرے دن حضرت علیؑ نے مالک اشتر سے فرمایا۔ جا جل سے کہہ ہمیں پانی لینے دے۔ جل ایک طرف ہٹ گیا حضرت علیؑ کے شکر کرنے پانی بھر لیا۔

حضرت معاویہؓ نے جل کو بلا کر پوچھا۔ اب کیا ہوا تھا؟ جل نے کہا۔ ہوتا کیا تھا۔ آپ خود ہی تو کہہ گئے تھے اور کہا تھا کہ انہیں پانی بھر لینے دو۔

حضرت معاویہؓ نے کہا۔ میری ہر کہاں ہے؟

جل نے وہ ہر دکھائی۔

حضرت معاویہؓ نے کہا میں اب سمجھا یہ علیؑ کا وہی جادو ہے جو پہلے ہوا کرتا تھا۔

۶۔ قرض نبیؐ اور حضرت علیؑ:

بجاری میں مروی کے ابو مصمماؓ ہی سردارانِ نبیؐ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا۔ چند سوالات ہیں اگر ان کا جواب درست مل گیا تو کل پڑھ لوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ بتا۔

۱۔ ابو مصمماؓ نے کہا۔ ۱۱) بارش کب آئے گی ۱۲) میری ناقہ کے پیٹ میں نہر ہے یا مادہ۔

۳۔ کل کیا ہوگا۔ ۴) میں کب اور کہاں مروں گا؟

آپؑ نے مسکرا کر جواب میں فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَ ۛ عَلِمَ السَّاعَةَ۔ الخ
ابو مصصام نے عرض کیا۔ ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں بیعت کروں۔

آپؑ نے ہاتھ بڑھایا۔ ابو مصصام نے بیعت کی۔ اور عرض کیا۔ اگر میں اپنے تمام قبیلے کو دائرہ اسلام میں لے
آؤں تو مجھے کیا انعام ملے گا؟
آپؑ نے فرمایا۔

لے علیؑ تحریر کر دے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں محمد بن عبد اللہ بن قحطانی ہوش و حواس اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ
اسی ناقاعیں جن کا رنگ سرخ۔ آنکھیں سفید اور ڈھیلے سپاہ ہوں گے۔ ان پر مین اور حجاز کے عمدہ مضوعات لدی
ہوں گی ابو مصصام کو دوں گا۔

ابو مصصام نے تحریر حبیب میں رکھی اور واپس چلا گیا۔ اپنی تمام قوم کو تبلیغ اسلام کی۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ واپس
مدینہ آیا۔ تو اسے معلوم ہوا کہ سرور انبیاءؐ شہید ہو چکے ہیں۔

ابو مصصام نے پوچھا آپ کا خلیفہ کون ہے؟
لوگوں نے ابو بکرؓ کی نشاندہی کی۔

ابو مصصام ابو بکرؓ کے پاس آیا اور اسے بتایا کہ محمدؐ میرا مقروض تھا میں قرضہ وصول کرنے آیا ہوں۔ وہ دنیا میں نہیں
ہیں۔ آپ اس کے خلیفہ ہیں۔ میرا قرضہ ادا کر دیجئے۔

حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا۔ کتنا قرض ہے؟

ابو مصصام نے تفصیل بتائی۔

حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ تو خلاف عقل بات کر رہا ہے۔ محمدؐ کا ترکہ ہی کیا تھا۔ ایک فذک تھا جو ہم نے بیت المال کے
حوالہ کر دیا ہے۔ اور ایک سواری کا بچہ تھا۔ ایک ذرہ تھی۔ ایک تلوار تھی اور ایک عامہ تھا۔ یہ سب کچھ علیؑ کے پاس ہے
ابو مصصام مایوس ہو کر واپس جانے لگا۔

جناب سلمان فارسیؓ نے اپنی زبان میں کہا۔ کہ کو دی دنگودی وحی امیر مابردی۔ پھر ابو مصصام سے کہا آپ مایوس
نہ ہوں۔ میرے ساتھ آئیں آپ کا قرض ادا ہو جائے گا۔

ابو مصصام جناب سلمانؓ کے ساتھ چلا آیا۔ جناب سلمانؓ نے در حضرت علیؑ پر پہنچ کر دق الباب کیا۔ حضرت علیؑ نے
فرمایا سلمان ابو مصصام کو لے کر اندر آجا۔

ابو مصصام نے کہا۔ یہ کون ہے جسے اندر سے متہر جل گیا ہے کہ۔ ایک تو ہے اور ایک میں ہوں۔ پھر میرا نام اسے
کس نے بتا دیا ہے۔

جناب سلمانؓ نے فرمایا یہ وہی رسولؐ اور امام امتؑ برادر رسولؐ ہے۔

جب آپ کے سامنے آئے تو ابو مصصام نے اپنا مطالبہ دہرایا۔

آپ نے جناب سلمان سے فرمایا:

جاؤ مدینہ میں منادی کرو۔ جس شخص نے قرضِ رسولؐ کی ادائیگی دیکھنا ہوگی بیرونِ مدینہ آجائے۔ دوسرے دن

آپ نے امام حسنؑ کو فرمایا۔ بیٹے جا اور اپنے نانا کا قرض ادا کر دے۔

امام حسنؑ ابو مصصام اور جناب سلمان کو ساتھ لے کر بیرونِ مدینہ گئے۔ اہل مدینہ کا مجمع پہلے سے لگ چکا تھا۔

آپ ایک ٹیلہ پر آکر کھڑے ہوئے۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ اور عصابی رسولؐ ٹیلہ پر مارا۔ ٹیلہ میں شکاف پڑ گیا ایک

پتھر نمودار ہوا۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ امام حسنؑ نے دوسری بار عصابی پتھر پر مارا۔ اس

پتھر میں شکاف پڑا اور اس سے ایک مہار برآمد ہوئی۔ آپ نے ابو مصصام سے فرمایا۔ آپنا قرض لے لے ابو مصصام

نے آگے بڑھ کر مہار کو ہاتھ میں لیا اور پیچھے ہٹتا گیا۔ اس پتھر سے ناقائیں برآمد ہوتی گئیں۔ اسی ناقہ برآمد ہونے

کے بعد پتھر کا شکاف از خود بھر گیا اور ٹیلہ بھی پہلے کی طرح باہم مل گیا۔

ابو مصصام حضرت علیؑ کے پاس آیا شکریہ ادا کیا۔

آپ نے فرمایا:

ابو مصصام ناقہ صانع کی تخلیق سے دو ہزار برس قبل اللہ نے ان ناقاؤں کو پیدا فرمایا تھا۔ اور سرورِ انبیاءؐ نے

مجھے بتا دیا تھا۔ اب تو نے اپنا قرض وصول کر لیا ہے۔ رسولؐ کو نبی کی وہ تحریر جو تیرے پاس ہے مجھے دیدو۔

۷۔ شیعہ علیؑ اور سزا:

بحار میں عمار یا سر سے مروی ہے کہ ایک کوفہ میں حضرت علیؑ دکنہ القضاء پر تشریف فرما تھے۔ کہ صفوان اکل جو

شیعیان علیؑ سے تھا۔ اٹھا اور عرض کی۔

یا علیؑ! میں آپ کا شیعہ سے ہوں اور بے حد گناہگار ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے میرے گناہوں

سے پاک فرمادیں۔ مجھے دنیا میں میرے گناہوں کی سزا دے دیں۔ تاکہ آخرت میں میں سزا سے بچ جاؤں۔

آپ نے فرمایا:

تو نے سچ کہا ہے۔ کون سے گناہ ہیں؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ امام حق ہیں۔ مجھے شرمندہ نہ فرمائیں۔ گناہانِ کبیرہ کی جتنی سزا ہو سکتی ہے۔ آپ مجھے

دے دیں۔ ایک تو پہلے گناہ کر چکا ہوں۔ اب پھر اپنے گناہوں کو دوبارہ دہراؤں مجھے شرم آئے گی۔

آپ نے فرمایا:

تلوار سے سزا پائے گا یا لگ سے؟

صفوان نے عرض کیا۔ قبلہ! آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ ویسے میرا دل تو کہتا ہے کہ میرے گناہوں کا تقاضا ہے کہ مجھے آگ سے جلا دیا جائے۔

آپ نے مجھے فرمایا:

عمار سرکنڈوں کے ایک ہزار گٹھے کا انتظام کرو اور کوفہ میں اعلان عام کر دے کہ جس کسی نے علیؑ کا قبضہ حفرہ دیکھنا ہو کل بیرون کوفہ آجائے۔

پھر آپ صفوان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اس وقت گھر جا۔ جو وصیت کرنا ہے کرے۔ اور اہل خانہ سے الوداع کرے عمار سرکنڈوں کا انتظام کرنے چلا گیا اور صفوان اپنے گھر گیا۔ اپنی جائیداد تقسیم کی۔ اولاد کو وصیت کی اور مسجد میں آکر بیٹھ گیا۔

دوسری صبح کو بیرون کوفہ بے پناہ ہجوم تھا۔ لوگ تماشا دیکھنے کی خاطر جمع ہو گئے تھے۔

آپ نے مجھے فرمایا:

عمار اعلان کر دے کہ۔ اگر صفوان میرے مخلص شیعوں سے ہوا تو اسے آگ نہ جلائے گی۔ اور اگر منافقین سے ہوا تو راکھ بن جائے گا۔

پھر آپ نے صفوان سے فرمایا۔ جا سرکنڈوں کے بیچ میں بیٹھ کر اسی خلوص دل سے آگ لگا جس خلوص دل سے تو نے توبہ کی ہے اور مجھے پاک کرنے کو کہا ہے۔

صفوان نے حضرت علیؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اور سرکنڈوں پر جا کر بیٹھ گیا۔ آگ جلائی۔

تمام سرکنڈے جل کر راکھ ہو گئے۔ لیکن صفوان کے نہ تو سفید کپڑوں پر ایک چنگاری کا داغ لگا اور نہ ہی دھوئیں کا نشان آیا پھر حضرت علیؑ نے فرمایا:

ہمارے شیعہ ہمارے ہی ہیں اور میں بقول نبی صادق جنت جہنم کا قسیم ہوں۔

۸۔ قرضہ نبیؐ اور حضرت علیؑ:

بحاریں ابن عباس سے مروی ہے کہ جب سردار انبیاؑ شہید ہو گئے اور انہیں دفن کر دیا گیا۔ تو ابو بکرؓ نے ایک مشروط اعلان عام کیا۔

جس کسی کا سردار انبیاؑ پر قرضہ ہو وہ دو گواہ لے آئے اور آنحضرتؐ کا قرضہ وصول کرے۔

ایک اعلان حضرت علیؑ نے بھی کیا۔ لیکن حضرت علیؑ نے غیر مشروط اعلان کیا یعنی اعلان علیؑ میں گو اہوں وغیرہ جیسی کوئی شرط نہ تھی۔ مطلق اعلان تھا کہ۔

آنحضرتؐ جس کسی کے مقرض ہوں وہ اگر مجھ سے قرض وصول کرے۔

ایک دیہاتی عرب آیا۔ اس نے منڈا سہ یا ندھا ہوا تھا گلے میں تلوار عائلتی تھی اور ہاتھ میں توپچا نیزہ تھا۔ گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے ابو بکرؓ سے مطالبہ کیا کہ آنحضرتؐ میرے مفروض تھے۔

حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا۔ کتنا قرض تھا؟

اس نے کہا۔ ایک سو سرخ ناقہ جن پر سونا اور چاندی لدا ہوا اور غلام بھی ساتھ ہوں۔

حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ گواہ کون ہے؟

اس نے کہا۔ اللہ کے سوا میرا کوئی گواہ نہیں ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ گواہوں کے بغیر میں کیسے اتنا بڑا قرض چکا سکتا ہوں۔ اگر گواہ ہوتے تو بھی تیرا مطالبہ ناممکن تھا۔ کسی نے اسے بتایا کہ علیؑ نے بھی قرض نبی چکانے کا اعلان کر رکھا ہے۔ اور اس کے اعلان میں کسی گواہ وغیرہ کی کوئی شرط نہیں ہے۔ جا علیؑ سے مانگ وہاں سے کچھ نہ کچھ وصول ہو جائے گا۔

وہ عرب حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ آپ نے جونہی اسے دیکھا۔ فرمایا۔

میں اس شخص کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ جو اپنے والد کے وعدہ کو نبھانے آیا ہے جو وعدہ اس سے نبی عالمینؐ نے کیا تھا۔ اس نے عرض کیا۔ قبلہ اب مجھے امید ہو چلی ہے کہ میرا مطالبہ پورا ہو جائے گا پہلے یہ تو فرمادیں کہ میرے والد سے نبی کو نبینؐ نے کیا وعدہ کیا تھا؟

آپ نے فرمایا:

تیرا باپ دال کو نبینؐ کے پاس آیا تھا۔ اس نے کہا تھا۔ کہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں جو کہتا ہوں وہ انکار نہیں کرتے۔ اگر میں انہیں دعوت اسلام دوں تو وہ مان جائیں گے۔ لیکن مجھے کیا انعام ملے گا؟ آنحضرتؐ نے پوچھا تھا۔ تو دنیا میں انعام لینا چاہتا ہے یا آخرت میں؟

تیرے باپ نے کہا تھا۔ قبلہ میں دنیا میں مفلوک الحال ہوں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ میرے لیے دنیا اور آخرت ہر دو جگہ انعام مقرر فرمادیں۔ اللہ تو بڑا کریم ہے اور آپ سے بھی بخل کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

آنحضرتؐ نے مسکرا کر فرمایا تھا۔ ٹھیک ہے آخرت میں تو جنتی ہوگا۔ اور دنیا میں تجھے ایک سو سرخ ناقہ جو سونے اور چاندی سے لدی ہوگی۔ انعام دوں گا۔

تیرے والد نے پوچھا تھا۔ قبلہ! اگر میں انعام لینے سے پہلے دنیا چھوڑ جاؤں۔ تو میری اولاد کو ملے گا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔ ہاں تیری اولاد کو ملے گا۔

تیرے باپ نے پوچھا تھا۔ اگر میرے یا میری اولاد کے آنے سے پہلے آپ دنیا چھوڑ جائیں تو وعدہ کون پورا کرے گا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:

میں آج ہی تجھے بتا دوں۔ آج کے بعد نہ تو مجھے دیکھے گا اور نہ میں تجھے دیکھوں گا۔ تیرا بیٹا قرض وصول کرنے آئے گا اور میرا وصی و خلیفہ وہ قرض ادا کرے گا۔

تو اس باپ کا بیٹا ہے اور میں اس نبی کا وصی و خلیفہ ہوں۔

اس نے قدم بوس ہو کر عرض کیا۔ قبذہ آپ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ اب وعدہ پورا ہونا چاہیے۔ آپ نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا۔ امام حسنؑ کو بلایا۔ اور فرمایا۔ بیٹے! وادی عقیق میں چلے جاؤ۔ اہل وادی کو میرے سلام دینا اور ہر رقعہ وسط وادی میں رکھ دینا۔ جو کچھ مل جائے اس عرب کے حوالہ کر دینا۔ عباسؑ کہتا ہے کہ میں امام حسنؑ کے ساتھ گیا۔ جب آپ وادی عقیق میں پہنچے تو امام حسنؑ نے باؤنڈ بلند فرمایا۔

اے منتقی اور نیک بابویا! میں وصی رسولؐ کا فرزند حسنؑ ہوں۔ میں فرزند رسولؐ ہوں۔ وصی رسولؐ کا فرستادہ ہوں۔ یہ کہہ کر وہ رقعہ وادی میں رکھ دیا۔ میں نے وادی سے آواز سنی۔

اے سبط رسولؐ! اے فرزند نبولؐ اور جگر گوشہ سید الاولیاءؑ! ہم حاضر ہیں۔ آپ کا پیغام ہم نے سن لیا ہے۔ ذرا سی دیر انتظار کریں۔ ہم تعمیل حکم کرتے ہیں۔

مجھے نہیں معلوم کہ کہاں سے آواز آئی اور کہاں سے ناقائیں ٹکلتا شروع ہوئیں۔ میں نے یہی دیکھا کہ ایک غلام زمین سے نکلا اس کے ہاتھ میں ناقہ کی ہمار تھی اس کے پیچھے چھ ناقائیں تھیں جو لدی ہوئی تھیں۔ پھر تو ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ غلام نکلنے لگے۔ اور ہر غلام کے ہاتھ میں ہمار تھی۔ اس کے پیچھے چھ ناقاؤں کی قطار ہوتی تھی آخری قطار میں چار ناقائیں تھیں۔ جب پوری سوناقت ہو گئی تو امام حسنؑ نے اس عرب سے فرمایا۔ اے اپنے غلام اور ناقائیں سنبھال لے۔ میرے نانا کا وعدہ پورا ہو گیا ہے۔



معجزانہ فیصلے

۱۔ دس بھائیوں کی ایک بہن!

راوندی نے خراج میں روایت کی ہے کہ ایک عرب قبیلہ میں دس بھائیوں کی ایک بہن تھی۔ انہوں نے بہن سے کہا ہم جو کچھ لاکر لائیں گے تیرے ہاتھ پر رکھ دیں گے۔ بشرطیکہ تو شادی وادی کا خیال نہیں کسے گی۔ اس نے قبول کر لیا۔ اور بلا شادی کئے زندگی گزارنا شروع کر دی۔

ایک مرتبہ جب وہ ایام ماہواری سے فارغ ہوئی اور اپنے گھر کے قریب قبیلہ کے تالاب میں غسل کرنے گئی تو اسے پتہ تک نہ چلا اور چونکہ اس کی رحم میں داخل ہو گئی۔

کچھ دنوں بعد اس کا پیٹ پھول گیا۔ بھائیوں نے سمجھا کہ ہماری بہن نے خیانت کی ہے۔ کچھ نے تو کہا کہ اسے چپکے سے قتل کر دیتے ہیں اور کچھ بھائیوں نے کہا۔ ہمیں اسے حضرت علیؑ کے سپرد کر دینا چاہیے تاکہ اس کو اپنے جرم کی سزا مل جائے گی اور اس جیسی دوسری بدکار بہنوں کو عبرت حاصل ہوگی۔ اسی مشورہ پر سب رضا مند ہو گئے اور اسے حضرت علیؑ کے پاس لے آئے۔

انہوں نے حضرت علیؑ کو تمام واقعہ سنایا۔ حضرت علیؑ نے بچوں کے چوں سے ایک بھرا ہوا طشت منگوایا اور اس لڑکی کو اس میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ جب پیٹ کے اندر چونک نے بچوں کی بوسہ منگھی تو وہ اس کی رحم سے باہر آ گئی۔

یہ دیکھ کر وہ سب بھائی کہتے لگے۔

یا علی! انت ربنا العلی! انک تعلم الغیب۔ اے علی! تو ہی ہمارا عالم الغیب رب ہے۔

حضرت علیؑ نے انہیں ڈانٹا اور فرمایا۔ خبردار ایسی بکواس پھر کبھی نہ کرنا۔ مجھے میرے آقاؐ نے پر بتا دیا تھا۔ کہ

یہ واقعہ فلاں سال کے فلاں ماہ میں فلاں دن اور فلاں وقت پیش آئے گا۔

۲۔ نامعلوم قاتل:

حکام میں جناب میثم تمار سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں اپنے تمام صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ کہ ایک انتہائی دراز قامت شخص داخل مسجد ہوا۔ اس نے سفید ریشم کی قبا پہن رکھی تھی۔ زرد عمامہ سر پہ باندھ رکھا تھا۔ دو تلواریں کمر سے لٹکا رکھی تھیں۔ بلاسلام و دعا آکے بیٹھ گیا۔ تمام لوگ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت علیؑ سر جھکائے بیٹھے رہے آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ جب لوگ آرام سے بیٹھ گئے۔ تو اس نے تلوار زبان کو میان سے نکالا اور کہنے لگا۔ تم میں سے فصاحت کا درجہ ہوا۔ بلاعت کا عمامہ باندھنے والا کون ہے؟

تم میں سے مولود حرم۔ عالی شیم اور معروف بالکرم کون ہے؟

تم میں سے دشمن کے دانت کھٹے کر دیتے والا اور مرد میدان کون ہے؟

تم میں سے ابوطالب کی شاخ۔ نہ خطا کرنے والے نقاش باز اور ہر فریادی کا فریاد ارس کون ہے؟

تم میں سے وہ نائب نبیؐ جس نے ہرگز سے وقت میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر نصرت نبیؐ کی وہ کون ہے؟

حضرت علیؑ نے سر بلند کیا۔ اور فرمایا۔ اے ابوسعبد مالک ابن فضل ابن ربیع ابن مدرکہ ابن نجید ابن صلت

ابن حارث ابن وثران ابن اشعث ابن ابی سمیع رومی بتایا کیا بات ہے؟

مالک نے کہا۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ نبی کو نبی کے بعد ان کے خلیفہ اور حلال مشکلات ہیں۔ میں ساتھ ہزار افراد کا نمائندہ ہوں۔ جنہیں لوگ عقیدہ کہتے ہیں۔ میری قوم نے مجھے ایک مردہ دیا ہے جو کافی عرصہ سے مرا ہوا ہے۔ اگر آپ نے اسے زندہ کر دیا۔ تو ہمیں یقین ہو جائے گا کہ آپ نجیب الاصل۔ اللہ کی طرف سے مخلوق خدا پر حجت اور محمد مصطفیٰ کے خلیفہ برحق ہیں۔ اور اگر آپ نے اسے زندہ نہ کیا تو ہم یہ سمجھتے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کہ آپ بھی دوسروں کی طرح فراڈ ہیں اور صرف اقتدار کی خاطر لہا دہ نیابت نبوت اور ڈھ رکھا ہے۔ آپ نے مجھے فرمایا:

میثم اٹھ اڈنٹ پر بیٹھ جا اور کوفہ کے ہر گلی کوچہ میں اعلان عام کر دے کہ جس نے خلیفہ رسولؐ اور زوج نبولؐ کے اس علم و قوت کا مشاہدہ کرنا ہو جو اللہ نے اسے دی تو وہ کل نجف آجائے۔ میں نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے پورے کوفہ میں متاد دی کر دی۔ دوسرے دن لوگ جوق در جوق نجف کی طرف دوڑنے لگے۔

آپ نے مجھے فرمایا:

میثم اس عرب اور اس کے ساتھیوں کو بھی نجف لے آ۔ جب ہم وہاں پہنچے تو کچھ دیر بعد حضرت علیؑ بھی پہنچ گئے۔ اور ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر فرمایا:

لوگو! جو کچھ ہمارے کمالات دیکھ رہے ہو لوگوں کو بتاتے رہنا اور ان کی روایت کرتے رہنا۔
پھر آپ نے ملک سے فرمایا:

اب جا چند مسلمان بھی اپنے ساتھ لے جا اور میت اٹھا کر میرے پاس لے آؤ۔ انہوں نے ایک تابوت بردار کیا۔ جس میں سبز ریشم کے بستر پر ایک نوخیز نوجوان ذریع شدہ تھا۔ جس کے رخصتے ابھی تک بالوں سے خالی تھے۔ حضرت علیؑ نے پوچھا۔ اسے قتل ہوئے کتنے دن ہو گئے ہیں؟ مالک نے جواب دیا۔ آج اگلا کیسواں دن ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اب بتا بات کیا ہے؟

ہلکے نے کہا۔ یا علیؑ! اگر بات نہیں معلوم ہوتی تو آپ کے پاس کیوں گئے۔ ہمیں یہی کچھ معلوم ہے کہ رات کو تندرست سو یا۔ اور صبح کو اپنے بستر پر ذبح کیا ہوا پایا گیا۔ ہمارے قبیلہ کی خواہش ہے کہ آپ اسے زندہ کریں تاکہ یہ بتائے کہ اسے کس نے قتل کیا ہے؟ ایک بہت بڑا فتنہ ہے جو اہل رہا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کیا اس نے پہلے اپنے چچا کی بیٹی سے شادی کی تھی؟ -

ماک نے کہا۔ ہاں کی ہنسی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کچھ عرصہ بعد اس نے چچا کی بیٹی کو طلاق دے کر دوسری شادی کر لی تھی؟
 مالک نے کہا۔ کر لی تھی۔

آپ نے فرمایا: اے انتقام کے جذبہ سے مغلوب ہو کر اپنے چیلے قتل کیا ہے۔

ملک نے کہا۔ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن جب تک یہ زندہ ہو کر خود نہیں بنائے گا اس وقت تک میری قوم کوئی بات ماننے پر تیار نہیں۔ آپ نے حمد خدا بیان کی۔ نبی اکرم پر درود بھیجا۔ اور فرمایا۔ اے اہل کوفہ! تمہیں معلوم ہے کہ نبی اسرائیل کی ایک لگائے سے حضرت موسیٰؑ نے مردہ کو زندہ کیا تھا؟

تمام اہل کوفہ نے کہا: ہمیں معلوم ہے۔

آپ نے فرمایا :

میری محنت بارگاہِ خالق میں بھی اسرائیل کی گائے سے کہیں زیادہ ہے۔ گائے کا گوشت مردہ کو مارا گیا تھا۔ اور وہ زندہ ہوئی تھی۔ اب میں قدم کی ٹھٹھک سے اسے تمہارے سامنے زندہ کرتا ہوں۔

پھر آپ نے اس مردہ کو قدم کی ٹھوک ماری اور فرمایا: اے مدرک ابن حنظلہ ابن عسنان ابن ہجر ابن فہر ابن سلامہ ابن طیب ابن اشعث اذن خدا سے اٹھ۔ اللہ تجھے علیؑ کے ہاتھوں زندگی دے رہا ہے۔
وہ لڑکا لیک لیک کہتا ہوا اٹھا۔

آپ نے پوچھا۔ تجھے کس نے قتل کیا تھا؟

لڑکے نے جواب دیا میرے چچا حارث ابن عسنان نے۔

آپ نے فرمایا: اٹھ اور واپس گھر جا۔ مالک نے عرض کیا۔

قبلاً! ایک مرتبہ تو آپ نے زندہ کر دیا ہے۔ اگر پھر انہوں نے قتل کر ڈالا تو مجھے زندگی کہاں سے ملے گی۔ آپ مجھے اپنے قدموں سے دور نہ کریں۔ آپ میں کہیں نہیں جاتا۔ آپ کی بوتلیاں سیدھی کرتا رہوں گا۔
آپ نے مالک سے کہا۔ جا اپنی قوم کو بتا کہ قاتل فلاں تھا۔

مالک نے کہا۔ میرے آقا! اب میں آپ کے قدم نہیں چھوڑوں گا۔ مرتے دم تک آپ کے ساتھ ہوں۔
اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس کے سامنے حق داغ ہو جائے۔ اور وہ پھر حق کو چھوڑ کر دوسری جگہ بھٹکتا پھرے
وہ دونوں آپ کے ساتھ رہے اور جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

۳۔ بیٹا یا شوہر؟

کشف الغمہ میں ہے کہ کوفہ میں ایک شخص حضرت علیؑ کے ساتھ بالعموم شریک جنگ رہا کرتا تھا۔ اس نے کوفہ میں ایک عورت سے شادی کی۔ جو سن میں اس سے بڑی تھی۔ شادی کے بعد ایک رات حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے گرد بیٹھنے والوں میں سے ایک کو حکم دیا کہ۔ فلاں محلہ میں فلاں گلی میں۔ فلاں دروازہ کھٹکھٹا وہاں ایک عورت اور ایک مرد آپس میں کٹی دن سے جھگڑ رہے ہیں انہیں بلا کے لے آ۔

وہ شخص چلا گیا۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ جب وہ دونوں آگئے تو آپ نے مرد سے پوچھا کیا بات ہے تم دونوں آپس میں جھگڑا ختم ہی نہیں کرتے۔

مرد نے عرض کیا۔ قبل میں نے اس عورت سے شادی کی ہے جب مجھے غلوت نصیب ہوئی تو مجھے اس سے ایسی نفرت آئی کہ میں اسے بغیر ہاتھ لگائے اٹھ گیا۔ اس وقت سے آج تک ہمارا تنازعہ چل رہا ہے اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اسی وقت اسے اپنے گھر سے نکال دیتا۔

حضرت علیؑ نے اپنے گرد والوں سے فرمایا۔ اللہ تم پر رحم فرمائے کچھ باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو دوسروں کی رسوائی کا باعث بنتی ہیں اس لیے تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔

جب سب چلے گئے تو حضرت علیؑ نے عورت سے فرمایا۔ یہ مسجد خانہ خدا ہے۔ میں جو کچھ پوچھتا جاؤں بالکل سچ سچ بتاتی جانا۔

عورت نے عرض کیا۔ قبہ آپ کے سامنے خانہ خدا میں میں کیسے جھوٹ بول سکوں گی۔
آپ نے پوچھا۔ کیا تو اس جوان کو پہچانتی ہے؟
عورت نے کہا۔ نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تو فلا نہ بتت فلاں ہے؟
اس نے کہا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا: تیرا ایک چچا زاد تھا جس کا نام فلاں تھا تم دونوں کو ایک دوسرے سے محبت تھی؟
عورت نے کہا۔ ہاں

آپ نے فرمایا: تیرے باپ نے تجھے اپنے چچا زاد کے ملنے سے منع کیا تھا؟
عورت نے کہا۔ ہاں

آپ نے فرمایا: تیرا باپ اپنا پہلا گھر چھوڑ کر دوسری جگہ اسی لیے منتقل ہوا تھا۔ کہ تو اس سے نہ ملے؟
عورت نے کہا۔ ہاں

آپ نے فرمایا: ایک رات تو رونے حاجت کے لیے باہر نکلی تھی اور تیرے چچا زاد نے بزور تجھ سے مباشرت کی تھی؟

عورت نے کہا۔ ہاں

آپ نے فرمایا: تجھے حل ہو گیا تھا اور تو نے باپ کو اطلاع نہیں دی تھی اور ماں کو اس حقیقت سے مطلع کر دیا تھا؟

عورت نے کہا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا:

جب وضع حمل کا وقت قریب ہوا تھا۔ تو تیری ماں۔ تجھے گھر سے باہر لے گئی تھی۔ وہاں تو نے ایک لڑکا جنا تھا اور اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دیوار کے اوپر سے کوڑے کرکٹ کی جگہ پر پھینک دیا تھا؟

عورت نے کہا۔ ہاں

آپ نے فرمایا: اسی وقت ایک کتے نے تیرے بیٹے پر حمل کیا تھا۔ اور تو نے ایک ڈھیلا کتے کو مارا تھا جو اس بچے کے سر پر لگا تھا؟

عورت نے کہا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا: پھر تم دونوں ماں بیٹی اس کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر آئیں تھیں۔ اور تم نے اس کے سر پر بیٹی باندھ کر پھر اسے کپڑے میں لپیٹ کر وہیں چھوڑ دیا تھا اور خود واپس گھر آ گئی تھیں؟ عورت خاموش ہو گئی۔

آپ نے فرمایا: دیکھ اگر میں سچ کہہ رہا ہوں تو تصدیق کر دے ورنہ کہہ دے کہ غلط ہے۔ عورت نے کہا: یا علیؑ حیرت ہے۔ یہ وہ معاملہ ہے جو میرے۔ میری ماں۔ اور خدا کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟

آپ نے فرمایا: جو چیز اللہ کے علم میں ہوتی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے بتا دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس سے آگے تجھے کچھ معلوم نہیں اب میں بتاؤں۔ صبح کو فلاں بن فلاں نے اسے اٹھالیا اس وقت تک وہ بچہ زندہ تھا۔ اس بچے نے اسی قبیلہ میں پرورش پائی۔ جب بڑا ہو گیا تو ان کے ساتھ کوہ آیا۔ اس نے تیری خواستگار کی یہ دہی تیرا بیٹا ہے۔

آپ نے مرد سے فرمایا: سر سے کپڑا ہٹا۔ جب اس نے کپڑا ہٹایا تو آپ نے فرمایا: ذرا توجہ سے یاد کر جو ڈھیلہ تو نے کتے کو مارا تھا۔ بچہ کے سر پر اسی جگہ لگا تھا۔ اور یہ آج تک داغ موجود ہے۔ بایہ تیرا بیٹا ہے۔ تمہارا کوئی نکاح نہیں ہے۔ اللہ نے تم دونوں کو از تکاب حرام سے محفوظ رکھا ہے۔

۴۔ بچہ کی میراث؛

مدینہ میں ایک بچے نے عمر سے اپنے باپ کے مال کا مطالعہ کیا۔ اور اس نے بتایا کہ میں مدینہ میں ہوں اور میرا باپ کوہ میں فوت ہوا ہے۔ عمر نے بچے کو جھڑکا اور کہا: تیرا داغ خراب ہے۔ کوہ میں مرنے والا تیرا باپ کیسے ہو سکتا ہے۔ جب کہ وہ اتنا بوڑھا تھا کہ قابل اولاد بھی نہ تھا۔

بچہ مدوتا ہوا واپس آ رہا تھا۔ راستہ میں حضرت علیؑ مل گئے۔ آپ نے دھوپ بھی تو اس بچے نے دہی بات حضرت علیؑ کو بتائی۔

حضرت نے فرمایا: اُسے مسجد میں لاؤ میں اس کا وہ فیصلہ کروں گا کہ دیکھے دلے حیران رہ جائیں گے۔

آپ نے پوچھا: کہ بچے کے والد کی قبر کہاں ہے؟

بتایا گیا۔ مدینہ میں ہے۔

آپ نے فرمایا:

چلو بچے کے باپ کی قبر پر۔

جب قبر پر آئے تو آپ نے فرمایا۔ قبر کھولو اور اس کی پسلی کی ایک ہڈی نکال کر مجھے دو۔

قبر کو کھول کر پسلی کی ہڈی لائی گئی۔ حضرت علیؓ نے بچے کو سونگھنے کے لیے دی۔ بچے نے جوں ہی ہڈی کو سونگھا اس کی ناک سے خون کا فوارہ ابل پڑا

آپ نے فرمایا:

یہی میت اس کا واقعی باپ ہے۔ اس کا ترکہ اسے دے دو۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہڈی سونگھتے سے خون آجائے اور ہم ترکہ اس کے حوالہ کریں۔

آپ نے فرمایا:

اچھا اب یہی ہڈی دوسروں کو سونگھاؤ۔ کئی پرکچھ اثر نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ پھر بچے کو سونگھاؤ جوں ہی بچے نے ناک پر رکھی فوراً خون کا فوارہ ابل پڑا۔

آپ نے فرمایا: اگر یہ صرف اس بچے کا باپ نہ ہوتا تو پھر دوسروں کو ہڈی سونگھ کر خون کیوں نہیں آتا۔

چنانچہ عمرؓ نے اس کا تمام ترکہ اس بچے کے حوالے کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ بخدا میں نے نہ کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ کبھی جھٹلایا گیا ہوں۔

۵۔ بے گناہ قاتل:

مناقب میں ابوالنقاسم کوئی سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ عمرؓ کے پاس ایک حبشی غلام لایا گیا اور بتایا گیا کہ اس نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے غلام سے پوچھا۔

کیا تو نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے؟

غلام نے کہا۔ بالکل قتل کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ تو نے کیوں قتل کیا ہے؟

غلام نے کہا۔ اس نے اپنے مالکانہ حقوق سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھے دبوچ کر خلاف فطرت بدفعی کی تھی۔

حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے بدلہ میں قتل کر دیا جائے۔

حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو آپ فوراً مسجد میں تشریف لائے۔ اور عمرؓ سے فرمایا۔ تین دن تک اسے کوئی

سزا مت دو اسے جیل میں ڈال دو۔ اس کے دعویٰ کی تصدیق ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ جب وہ خود اقرار کر رہا ہے۔ تو پھر تصدیق کا ہے کی؟

حضرت علیؓ نے فرمایا:

اس کے مولیٰ پر الزام کی تصدیق ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا میت سے کیسے الزام کی تصدیق ہوگی۔ جب کہ وہ دفن ہو چکا ہے؟
حضرت علیؓ نے آقا کے وارثوں سے پوچھا۔ تم نے مقتول کو کب دفن کیا ہے؟
انہوں نے جواب دیا۔ ابھی اس کے دفن سے قارغ ہو کر قاتل کو دربار میں لائے ہیں۔
حضرت علیؓ نے فرمایا:

اگر اس کا الزام درست ثابت ہوا تو پھر یہی کیا تم اسے مقتول کے عوض قتل کرو گے۔
حضرت عمرؓ نے کہا۔ اگر الزام درست ثابت ہو جائے تو کیا یہ قاتل نہیں ہے؟
حضرت علیؓ نے فرمایا:

کیا اسلام کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنی عفت کا تحفظ کرے۔
حضرت عمرؓ نے کہا۔ گویا اگر الزام ثابت ہو جائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا؟
حضرت علیؓ نے فرمایا: اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ لیکن اب میت سے الزام کیسے ثابت ہوگا؟
حضرت علیؓ نے فرمایا:

تین دن تک نہ غلام کہیں جائے اور نہ آپ۔ اسے تین دن جیل میں رکھیں۔ تیسرے دن خود بخود الزام
ثابت ہو گا یا اس کا دعویٰ غلط ہوگا۔ اگر الزام ثابت ہو گیا تو غلام بری ہوگا اور اگر دعویٰ غلط ہوا تو اسے قتل کر دینا
تیسرے دن حضرت علیؓ مسجد میں آئے عمرؓ کو ہاتھ سے پکڑا اور مقتول کی قبر پر آکر درشاہ سے پوچھا۔
کیا مقتول کی قبر یہی ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ یہی ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: ذرا قبر کھودو!

وارثوں نے قبر کھودی۔ جب حد تک پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ کو بتایا۔

آپ نے فرمایا:

میت قبر سے باہر نکالو!

انہوں نے قبر میں دیکھا تو انہیں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ پھر ایک آدمی قبر میں اتر گیا۔ قبر خالی تھی۔ حضرت علیؓ کو بتایا کہ
قبر میں کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت علیؓ نے اپنے باواز بلند تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور فرمایا۔ ماکذبت ولا کذبت میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے نہ کبھی جھٹلایا گیا ہوں
میں نے اپنے آقا و مولیٰ نبی حرمین سے سنا ہے۔ وہ فرما رہے تھے۔ میری امت میں سے جو بھی قوم لوط کا

عل کرے گا۔ اور اسی حالت میں مرجائے گا اسے قوم لوط جیسے عذاب سے میری امت ہونے کی بدولت مرنے کے تین دن بعد تک مہلت ہوگی۔ مرنے کے تیسرے دن بدوہ اپنی قبر میں نہیں رہے گا لہذا اسے وہاں سے اٹھا کر قوم لوط کے پاس پہنچا دیں گے۔

۶۔ غاصب کا انجام:

فضائل شاذان ابن جبریل میں عمار ہاسر سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں مسجد کوفہ میں حضرت علیؑ کے پاس بیٹھا تھا کہ بیرون مسجد ایک شور و غل مچا ہوا۔ آپؑ نے فرمایا:

عمار! میری ذوالفقار مجھے دے اور پھر باہر جا کر ظالم مرد کو میری طرف سے کہہ دے اگر تو اپنے جبر سے باز نہ آیا اور عورت پر تشدد سے نہ رکا تو پھر میں اپنی ذوالفقار سے تجھے رد کوں گا۔ جناب عمار کا بیان ہے کہ میں باہر گیا تو دیکھا کہ ایک مرد نے ایک اونٹ کی ہماریں ہاتھ ڈالا ہوا ہے۔ اور کہہ رہا ہے اونٹ میرا ہے۔ اور دوسری طرف عورت نے بھی ہمار کو پکڑا ہوا ہے اور کہتی ہے کہ اونٹ میرا ہے۔ لوگوں کا جھج لگا ہوا ہے۔ کوئی کچھ بھی نہ کہہ رہا تھا سب تماشائی بنے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ میں نے اس مرد سے کہا۔ تجھے امیر المؤمنینؑ فرما رہے ہیں کہ عورت سے اونٹ نہ چھین یہ اونٹ عورت ہی کا ہے۔ جبر سے باز آ جا۔ اور اونٹ عورت کے حوالہ کر دے۔

اس تیرہ بخت نے مجھے کہا۔ جا جا۔ دیکھا ہوا ہے تیرے امیر المؤمنینؑ کو۔ اسے کہہ اپنا کام کرے۔ اور بصرہ میں مقتول مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے سرخ ہاتھ دھوئے۔ میرے معاملہ میں پھٹا نہ ڈالے میرا اونٹ اس بھوٹ کے حوالہ کرنے سے اسے کیا ملے گا۔

میں آپ کو اطلاع دینے کی خاطر واپس پلٹا۔ دیکھا تو حضرت علیؑ کے چہرے سے غصہ شیک رہا تھا آپؑ نے اس مرد سے فرمایا۔ اونٹ کی ہمار پھوڑ دے اور عورت کو دے دیے۔ یہ ای کا ہے۔ اس نے کہا۔ آپ کو کیا معلوم ہے؟ یہ اونٹ میرا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

او ملعون یہ اونٹ عورت کا ہے تو جھوٹ بک رہا ہے۔

اس بد بخت نے کہا۔ کیا عورت کے پاس کوئی گواہ ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

عورت کے پاس وہ گواہ ہے جسے روئے ارض کا کوئی انسان جھٹلا نہیں سکتا۔

اس سیاہ رونے کہا۔ اگر کوئی ایسا گواہ گواہی دے دے گا تو میں اونٹ عورت کے حوالہ کردوں گا حضرت علیؑ اونٹ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ تکلم ایھا الجمل لمن انت۔ اونٹ تو ہی بتا نیرالاک کون ہے؟

اونٹ نے فصیح عربی میں جواب دیا۔

السلام علیک یا امیر المومنینؑ انا لہذہ المرأة منذ تسعة عشرة سنة۔

آقا میرا سلام ہو! میں انیس برس سے اس عورت کی ملکیت ہوں۔

آپ نے اس کے ہاتھ سے ہمارے کز عورت کے حوالہ کی۔ اور ایک ضرب سے اس شقی اذلی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

۷۔ لولا علیؑ لہلک عمرؑ

(اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؑ ہلاک ہو گئے تھے)

کتاب الروضہ میں منقول ہے کہ بیت المقدس سے ایک مسلمان مدینہ میں آیا۔ مزار رسولؐ کی زیارت کی اور مسجد نبویؐ میں ڈیرہ ڈال دیا۔ شب و روز عبادت میں صرف کرتا تھا۔ دن کو روزہ رکھتا رات میں مصروف عبادت رہتا۔ بالکل نوجوان۔ حسین اور خوش رو تھا۔ چھر کا دور حکومت تھا۔ اہل مدینہ میں اس کی عبادت عرب اشل بن گئی تھی۔ وہ شخص مقدسی کے نام سے معروف ہو گیا

حضرت عمرؓ اس شخص سے اس قدر متاثر ہوئے کہ شدید طبیعت کے باوجود اس کے پاس آکر بیٹھے اور اپنی خدمات پیش کرتے اور اسے کہتے تھے کہ اپنی کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتا۔

مقدسی صرف ایک ہی جواب دیتا تھا کہ

عائق کے ہوتے ہوئے مخلوق سے کیسے مانگوں۔ آپ بھی تو میری طرح محتاج ہیں۔

جب حج کا موسم آیا۔ اور لوگ حج پر جانے کی تیاری کرنے لگے۔ تو مقدسی بھی حج پر تیار ہو گیا۔ جس دن قافلہ حج کو چھڑنے لگا۔ عمرؓ مقدسی کے پاس الوداع کو آئے۔

مقدسی نے عمرؓ سے کہا۔ اے ابوصخر! میں حج کو جا رہا ہوں۔ میرے پاس ایک چیز ہے اگر آپ میرے حج سے واپسی تک اپنے پاس امانت رکھنے کی زحمت گوارا فرمائیں تو مہربانی ہوگی۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ یہ بھی کوئی بات ہے۔ امانت میرے پیر کردے واپسی پر سنبھال لینا۔

مقدسی نے ہاتھی دانت کی ایک ڈبیہ دی جو لہرے کے قفل سے مقفل تھی۔ عمرؓ نے اپنے پاس رکھ لی۔ مقدسی حج پر چلا گیا۔

حضرت عمرؓ قافلہ حج کو بیرون مدینہ تک الوداع کہنے گئے۔ اس تمام راستہ میں وہ مقدسی کے ساتھ چلتا رہا۔ الوداع کرتے ہوئے عمرؓ نے امیر کارواں کو مقدسی کے بارے میں وصیت کی اور اسے کہا کہ راستہ میں اسے کوئی تکلیف نہیں ہونا چاہیئے۔ اس قافلہ حج میں ایک انصاری عورت بھی تھی۔ اسے رفتہ رفتہ اس مقدسی کے شباب اور حسن و جمال نے یہاں شروع کر دیا۔ ابتداء میں تو اس نے اپنی دلچسپی کو اس مدیک محدود رکھا کہ مقدسی جس جگہ قیام کرتا تھا یہ اس کے قریب جگہ بنا لیتی تھی۔ بالآخر جب مقدسی نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی تو اس نے خود پیش قدمی کی اور اس سے کہا۔

مجھے تو آپ کے اس جوان رعنا اور نرم و نازک جسم پر یہ اونی لباس اچھا نہیں لگتا۔ یقیناً یہ چھپتا ہوگا اور آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی۔

مقدسی نے جواب دیا۔ اری بھلے مانس! اس جسم پر نرس کا کیا فائدہ جو کپڑوں اور مٹی کی غذا ہے۔ انصاری نے کہا:

آپ کا چہرہ کتنا حسین ہے۔ جب اس پر دھوپ پڑتی ہے اور حرارت سے چہرہ کارنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ تو مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے۔

مقدسی نے کہا: ہوش کے ناخن لے۔ ایسی باتیں نہ کر۔ مجھے اپنے رب کریم کے حضور سے باز رکھنے کی کوشش نہ کر۔ اب عورت کے صبر کا پیمانہ بھریز ہو گیا اور اس نے کہا۔ عابد صاحب! مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ اگر آپ نے میری مرضی کے مطابق کر دیا تو مجھا در نہ اپنا کام نکالنے تک میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔

مقدسی نے کہا:

آپ کام بتائیں اگر میرے بس میں ہو تو ضرور کروں گا۔

عورت نے کہا۔ میں بھلا ایسا کام آپ کو کیوں کہوں گی جو آپ کے بس میں نہ ہوگا۔

مقدسی نے کہا:

آپ زیادہ پریشان نہ کریں کام بتائیں۔

عورت نے مسکاکے کہا۔ میری صرف ایک خواہش ہے کہ آپ رات کا کچھ میرے ساتھ میرے مالک کی حیثیت سے گزاریں۔ مقدسی نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ اللہ کا خوف دلا یا سنتی سے جھڑک دیا۔ اور کہا دیکھ میں اس قماش کا آدمی نہیں ہوں۔ تو بھی خانہ خدا کی ذیلت کو جا رہی ہے۔ اپنے ذہن کو ان شیطانی خیالات سے پاک کر دے۔

عورت نے کہا۔ مجھ پر نیروی ایسی کوئی بات اثر نہ کرے گی۔ میں عورت ہوں۔ اور کبھی اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتی عورت کا انتقام بہت برا ہوتا ہے۔ آپ سوچ لیں۔

مقدسٰی نے کہا :

تو بہاں سے چلی جا۔ تیرے دل میں جو آئے۔ مجھ سے اس قسم کی کوئی توقع وابستہ نہ رکھ۔ چند دن گزرنے کے بعد ایک رات مقدسٰی حسب معمولی رات گئے۔ تک عبادت کرنے کے بعد اپنی جگہ سو گیا۔ یہ بدبیت عورت اٹھی اپنی پھیلی جس میں پانچ سو دینار تھے اٹھائی۔ مقدسٰی کے پاس جو اپنا سامان تھا اس کے پھیلے میں رکھ کر واپس اپنی جگہ جا کر سو گئی۔ صبح کو جب اٹھی اور سامان سمجھا لاتو پھیلی نہ تھی۔ اس نے رونا پینا شروع کر کے ایک اور صم مچا دیا۔ قافلہ والوں نے پوچھا۔ بات کیا ہے ؟

اس نے کہا : میں عورت ذات ہوں، سفر میں لٹ گئی ہوں۔ کسی نے میری پھیلی پر ہاتھ صاف کر دیا ہے۔ میرا تودار راہ اسی میں تھا۔ اور تو میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔

پورے قافلہ میں ہیرت کی لہر دوڑ گئی۔ سالار قافلہ نے تمام قافلہ کے سامان کی تلاشی کا حکم دیا ایک ایک کی ایک ایک چیز کی تلاشی لے گئی۔ لیکن پھیلی برآمد نہ ہوئی۔

سالار قافلہ نے کہا۔ اس پورے قافلہ کا سامان دیکھا جا چکا ہے تیری پھیلی کسی کے پاس سے برآمد نہیں ہوئی۔ البتہ مقدسٰی پر چونکہ اس قسم کا شبہ کرنا بھی میں گناہ سمجھتا ہوں اس لیے اس کی تلاشی نہیں لی گئی۔ عورت نے کہا :

یہ درست ہے کہ وہ مقدسٰی ہے لیکن جہاں تمام مہاجرین و انصار کی تلاشی لے لی گئی ہے تو اس کی تلاشی لینے میں کیا حرج ہے۔ ممکن ہے اس کا ظاہر کچھ ہوا اور باطن کچھ ہوا آخر یہ باہر ہی سے مدینہ میں آیا ہے کیون جانتا ہے کہ اس کے سابقہ اعمال کیا تھے۔ کچھ دوسرے لوگوں نے بھی عورت کی تائید کی۔

سالار قافلہ مقدسٰی کے پاس آیا۔ مقدسٰی نماز صبح کے بعد سو رہا تھا۔ سالار قافلہ نے اسے جگایا۔ اور قافلہ میں چوری کا تذکرہ کرنے کے بعد اس سے تلاشی کی اجازت مانگی۔

مقدسٰی بیچارہ تو بے فکر تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ مجھے نیکی کی سزا ملنے والی ہے اس نے سالار قافلہ سے کہا۔ جب تمام کی تلاشی لی جا چکی ہے تو مجھے ان سے الگ رکھنا علاف الضافات ہے آپ نے جس طرح دوسروں کی تلاشی لی ہے۔ میری بھی لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

سالار قافلہ نے سامان کو الٹا پلٹنا شروع کیا۔ بونہی پھیلے کو الٹا تو اس سے اس عورت کی پھیلی باہر آگئی۔ وہ بھی کھڑی دیکھ رہی تھی۔ اپنی پھیلی کو دیکھ کر چھٹی اور کہنے لگی۔ یہ میری پھیلی ہے۔ دیکھا میں نہ کہتی تھی کہ اس کی نمازوں پر نہ جاؤ۔ اندر سے کچھ اور معلوم ہوتا ہے۔

اب کیا تھا۔ پورے قافلہ نے اس بیچارے کو لاتوں اور کونوں پر رکھ لیا۔ جب مار مار کر ٹھک گئے تو اسے

زنجیر پہنا دیئے۔ کراچ سے واپسی کے بعد مدینہ لے جائیں گے۔ اور عمر کو بتائیں گے کہ جس کی آپ نے وصیت کی تھی اس کا کرتوت یہ ہے۔

مقدس معاملہ کی تہنک پہنچ گیا اس نے اپنا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا۔ جو کچھ بھی اسے کہا گیا یا کیا گیا اس نے کسی سے ایک لفظ تک نہ کہا۔ طعنہ زنی کے نشتر اور بار سب کچھ خاموشی سے ہٹا گیا۔

جب مکہ پہنچے تو اس نے سالار قافلہ سے دست بستہ گزارش کی کہ آپ بھی حج کے لیے آتے ہیں اور میں بھی اسی نیت سے آیا ہوں۔ آپ جو ضمانت لینا چاہیں لے لیں۔ اور مجھے حج کے لیے آزاد کریں۔ میں اپنی مرضی سے حج کرنا چاہتا ہوں۔ مناسب حج کی ادائیگی کے بعد جس دن جس جگہ آپ کہیں میں پیش ہو جاؤں گا آپ مجھ سے جو سلوک بھی کریں گے۔ رضائے خدا کے بطور برداشت کر لوں گا۔ جس طرح پہلے آپ لوگوں سے شکوہ نہیں کیا پھر بھی نہیں کروں گا۔

قافلہ والے دو حصوں میں بٹ گئے۔ کچھ کہتے تھے کہ جان چھڑانا چاہتا ہے پھر کب ہاتھ لگے گا۔ اور کچھ کہتے تھے کہ نہیں خدا معلوم اس نے چوری کیوں کر لی ہے ایسا نہیں لگتا جو کہہ رہا ہے۔ وعدہ پورا کرے گا۔ بالآخر اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ اسے حج کے لیے آزاد کر دیا جائے اگر اگلیا تو عمر کے پاس لے جائیں گے۔ اگر نہ آیا تو عمر کو جا کر بتا دیں گے۔ آخر ایک انجان شخص کی خاطر عمر تمام جاننے والوں کی بات مسترد نہیں کریں گے۔ اس فیصلہ کے بعد ان لوگوں نے مقدس کو چھوڑ دیا اور اسے کہہ دیا کہ حج سے فراغت کے بعد تو فلاں دن فلاں جگہ حارے پاس آجانا۔ مقدس نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان سے رخصت ہو گیا۔ حج سے فراغت کے بعد ان کی بتائی گئی جگہ پر واپس آ گیا۔ تمام قافلہ والے اس کی اس دیانت سے متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ اب اسے پایہ زنجیر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر اسے جھاگنا ہوتا تو بھاگ گیا ہوتا۔ جب آہی گیا ہے تو اسے ساتھ لے چلو لیکن پابند سلاسل نہ کرو۔ چنانچہ قافلہ کے ساتھ واپس مدینہ کی راہ پر گامزن ہو گیا۔

عورت کے پاس زاد راہ ختم ہو گیا تھا۔ واپسی میں دوران سفر وہ قافلہ سے بچھڑ کر ایک جگہ زاد راہ کی خاطر ایک بستی میں گئی۔ بستی سے باہر ایک گدرا ملا۔ عورت نے اس سے کچھ مانگا۔

گدھے لے کہا۔ میرے پاس تو دینے کو سب کچھ ہے۔ میں دے دوں گا۔ لیکن بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟ عورت نے کہا:

بچے اللہ کی طرف سے بڑا ملے گی۔ میں مسافر ہوں۔ قافلہ والوں میں سے بھی کسی کے پاس اپنی ضرورت سے زائد نہ تھا۔ دیر میں ادھر کا رخ نہ کرتی۔

گدھے نے کہا۔ اللہ تو ثواب قیامت میں دے گا۔ مجھے اس وقت کچھ چاہیئے۔

عورت نے کہا: اگر اس وقت میرے پاس کچھ دینے کو ہوتا تو یہاں کیوں آتی؟

گڈ رپے نے کہا:

میں ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کر رہا جو تیرے پاس نہیں ہے مجھے تو وہی کچھ چاہیئے جو تیرے پاس ہے اور مجھے کچھ دینے سے اس میں کمی بھی نہیں آئے گی تو میرا مطالبہ مان لے میں تیری ضرورت پوری کر دیتا ہوں۔

عورت نے جب دیکھا کہ اب کوئی چارہ نہیں ہے تو اس نے گڈریے کی حامی بھری۔ وہیں ٹیلے کی اوٹ میں عورت نے گڈریے کا مطالبہ پورا کر دیا۔ اور گڈریے نے عورت کو زادراہ دے دیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر عورت پھر قافلہ میں واپس آگئی۔ اسی تک قافلہ ستارہا تھا۔ کوچ نہیں ہوا تھا۔ سفر میں دو یا تین دن گزرنے کے بعد ایک دن عورت رفع حاجت کی خاطر غلوت میں گئی۔ فارغ ہو کر واپس آ رہی تھی کہ ایک ضعیف العمر شخص ملا اس نے عورت کا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔ کیا تو حاملہ ہے؟

غور سے کہنا:

نہیں میں تو عاملہ نہیں ہوں۔

بوڑھے نے کہا۔ مجھ سے چھپانے کی ضرورت نہیں۔ دو دن پہلے تو نے جس گڈریے سے زاوراہ مانگا ہے۔
 تو اس سے حاملہ ہو چکی ہے۔
 عورت یہ سن کر رونے لگی۔

یوڑھے نے کہا۔ بچکی کہیں کی روتی کیوں ہے؟ جس کو گنڈر جے کا واقعہ معلوم ہے اسے اور بھی بہت کچھ معلوم ہے تیرے قافلہ میں جو مقدسی ہے اور تو اس سے ایک قریب پہلے کر چکی ہے۔ یہ حمل بھی اسی کے سر قنوط دے اور ابھی ابھی جا کر سالار قافلہ کو تہادے کہ مقدسی نے مجھے کمزور سمجھ کر تجھ سے زبردستی کی ہے۔ یہ سن کر عورت خوش ہو گئی۔ جیسے ہی قافلہ کے قریب آئی تو وادیا شروع کر دیا۔

قافہ والوں نے پوچھا۔ بھیر کیا ہوا؟

عورت نے رو رو کر کہا :

اس مقدی ظالم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ اس نے زبردستی مجھے گرا کر الجبزنہ کیا۔ میں شرم کے مارے کچھ نہ کہہ سکی اور نہ کسی کو تباہی کی خبر سے زبردستی ہوئی ہے۔ لیکن اب معاملہ چونکہ میرے بس میں نہیں رہا۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس کی زبردستی کا نتیجہ بہر صورت ظاہر ہو کر رہے گا میں زبان کھولتے پر مجبور ہو گئی ہوں۔

یہ سنتے ہی قافلہ والے ایک مرتبہ پھر مقدسی بیچارے پر ایل پڑے اور لاتوں۔ گھونسوں اور کموں سے اس کا جراحال کر دیا۔ لیکن مقدسی نے کسی کو کچھ نہ کہا۔ اور نہ اپنی صفائی میں زبان کھولی۔ جتنی گالیاں پڑتی رہیں۔ جتنی مار پڑتی رہی اور جس قدر طعن و تشنیع ہوتی رہی سب کچھ خاموشی سے سنتا رہا۔

مدینہ قریب تھا۔ اہل مدینہ کو قافلہ کی واپسی کی اطلاع مل چکی تھی حضرت عمرؓ اور دیگر اہل مدینہ بیرون مدینہ قافلہ کے استقبال

کو آئے ہوئے تھے۔ جب قافلہ قریب پہنچا۔ تو ہر ایک دوسرے سے بے لگیا۔

حضرت عمرؓ کی نگاہیں مقدسی کو تلاش کر رہی تھیں کہ سالار قافلہ نے عمر کو چوری اور زنا بالجبر کی دونوں داستانیں سنادیں حضرت عمرؓ نے دیکھا مقدسی پابند سلاسل سب کچھ خاموشی سے سن رہا تھا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ اسے ظالم! یہ تو نے کیا کیا۔ تیرا ظاہر تو بڑا اچھا تھا۔ لیکن تیرا باطن اتنا برا۔ بخدا میں تجھے وہ سزا دوں گا کہ تیرے جیسے بد باطن پھر کبھی لباس نہ پہن کر کسی کو فریب نہ دے سکیں گے۔

مقدسی نے زبان تک نہ ہلائی خاموشی سے بیٹھا رہا۔ اور سنتا رہا۔ دوسری طرف لوگوں کی بھیڑ میں لمحہ بلمحہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور لوگ انتظار کرنے لگے کہ اب دیکھیں کیا فیصلہ ہوتا ہے کہ۔

اسٹن میں آفتاب امامت کا نور چمکا۔ حضرت علیؓ تشریف لے آئے۔ عمرؓ نے تمام واقعہ حضرت علیؓ کو کہہ سنایا۔

آپ نے مقدسی کو دیکھا سر جھکاٹے پابند سلاسل خاموش بیٹھا زمین کو تنک رہا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

عمر! جلد بازی سے کام نہ لے۔ میں علیؓ کو اہی دیتا ہوں کہ اس شخص نے نہ زنا کیا ہے اور نہ چوری کی ہے۔

عمرؓ نے یہ بات سنتے ہی اپنی جگہ چھوڑ دی۔ حضرت علیؓ کے پاس اکھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔

یا علیؓ! بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بھلا کوئی عورت اپنے کو داندھار کرتی ہے؟

حضرت علیؓ نے عورت کو اپنے پاس بلایا۔ اور فرمایا۔ شرافت سے اپنی پوری داستان ان لوگوں کے سامنے بیان کر دے۔

عورت نے کہا:

یا علیؓ! پورے قافلہ نے میری تھیلی اس کے مال سے براءد کی ہے۔ یہ قافلہ چوری کا گواہ ہے۔ یہاں تک

زنا کا تعلق ہے تو اس کا میرے پاس کوئی گواہ نہیں ہے اور نہ ہی گواہوں کے سلسلے میں زنا کیا جاتا ہے۔ بات یہ

ہے کہ اس کی قرأت بڑی حسین اور دلکش تھی۔ قافلہ دلے جانتے ہیں کہ میں اس کی قرأت سننے کی خاطر اس سے قریب

نہ رہتی تھی۔ ایک رات جب قافلہ دلے سو گئے۔ میں اس کے قریب ہی پڑی اس کی قرأت سن رہی تھی۔ جب میں

سماع میں متہم ہو گئی۔ تو اس نے اچانک اتنی جلدی سے مجھے دبوچ لیا کہ میں ہل تک نہ سکی اور رسوائی کے خوف

سے فریاد تک نہ کر سکی۔ جب مجھے محل کا یقین ہو گیا تو میرے پاس اظہار کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

اللہ تجھ پر لعنت کرے تو نے دونوں باتوں میں بھوٹ بکا ہے۔

پھر حضرت علیؓ عمرؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ اے ابو جعفر اس نوجوان نے ج پر جانتے ہوئے آپ کو امامت

دی تھی؟

حضرت عمرؓ نے کہا۔ بائیں میرے پاس اس کی امانت ہے۔

حضرت نے فرمایا:

آپ ایسا کریں وہ بائیں دانت کی ڈبیر جس پر لوہے کا قفل پڑا ہے۔ اس جوان کی امانت اسی دربار میں منگوا کر اپنے پاس رکھیں۔ پھر میں آپ کو اصل واقعہ سے آگاہ کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے وہ ڈبیر منگوائی۔ اپنے پاس رکھ لی۔

حضرت علیؓ نے عورت کو اپنے سامنے کھڑا کیا۔ اور فرمایا۔ اب میں جو کچھ پوچھتا جاؤں سیدھی سیدھی بات بتائی جاتا اور نہ کچھ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میں اس پھرے مجمع میں تیرے سابقہ کر تو ت مع گواہوں کے کھول کر رکھ دوں گا۔ عورت کا جسم پسینے سے شرابور ہو گیا۔ اور تھر تھر کانپنے لگی۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

کیا تو نے فلاں مقام پر اس جوان کے قریب جا کر اسے دعوت گناہ دی تھی؟ حضرت علیؓ نے عورت کے وہ جے دہرائے جو اس نے اس مقدس جوان کے جسم کی نرمی۔ اور چہرے کی بشاشت کے متعلق کہے تھے۔ حضرت علیؓ نے مقدس کے دونوں جواب بھی دہرائے۔

عورت نے کانپتے ہوئے عرض کیا۔ قبلہ میں نے دعوت گناہ دی تھی۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

اس نو جوان کے انکار پر تو نے اسے دھکی دی تھی کہ اگر تو نے میری بات نہ مانی تو میں عورتوں جیسا مکر کروں گی۔ اور تو ذلیل ہو جائے گا؟

عورت نے عرض کیا:

میں نے کہا تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

ایک رات جب مقدس نو جوان شب بیداری سے تھک کر سو رہا تھا تو تو نے اپنی تھیلی اپنے ہاتھ سے اس کے سامان میں جا چھپائی تھی؟

عورت نے عرض کیا۔ میں نے ہی یہ کام کیا تھا۔

حضرت علیؓ نے سالار قافلہ سے فرمایا۔ جب تو نے تمام قافلہ کی تلاشی لی تھی اور اس عورت کو بتایا تھا کہ مقدس کے سوا تمام قافلہ کا سامان دیکھا جا چکا ہے۔ تیری تھیلی براہ منہ نہیں ہوئی۔ تو اس نے مجھے مقدس کی تلاشی پر آمادہ کیا تھا؟ سالار قافلہ نے کہا۔ بالکل اس نے یہی الفاظ کہے تھے۔ جو آپ نے فرمائے ہیں۔

حضرت علیؓ نے عورت سے کہا:

والیسی پر جب تیرے پاس زاد راہ ختم ہو گیا تھا۔ تو فلاں مقام پر قافلہ سے جدا ہو کر زاد راہ کی تلاش میں فلاں بستی کی طرف گئی تھی؟

عورت نے عرض کیا۔ یا علی گئی تھی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: بستی سے فاصلہ پر باہر تھے فلاں رنگ و شکل کا گدڑ یا ملا تھا؟

عورت نے کہا۔ ملا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تو نے اس سے زاد راہ کا سوال کیا تھا؟

عورت نے کہا۔ میں نے اس سے زاد راہ مانگا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جواب میں اس نے بھی تجھ سے کچھ مانگا تھا؟

عورت نے کہا۔ اس نے بھی مانگا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کافی تمکار کے بعد تو اس کا مطالبہ پورا کرنے پر رضامند ہو گئی تھی؟

عورت نے کہا۔ میں رضامند ہو گئی تھی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تو نے گدڑیے کا مطالبہ پورا کیا۔ اور گدڑیے نے تیری ضرورت پوری کر دی۔ تجھے خیال نہ رہا۔ لیکن تجھے حل ہو گیا دو دن بعد فلاں مقام پر تورخ حاجت کے لیے فلاں جگہ گئی تھی؟

عورت نے کہا۔ گئی تھی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

والیسی پر تجھے شیطان ملا تھا؟

عورت نے کہا۔ نہیں یا علیؑ! میں نے شیطان کو کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

رفع حاجت سے والیسی پر تجھے اس حلے کا ایک بوڑھا آدمی ملا تھا۔ جس کی بھٹیوں آنکھوں پر گری ہوئی تھیں۔ کمر

جھکی ہوئی تھی رنگ کالا تھا۔ سفید کپڑے پہنے ہوا تھا۔ ایک ہاتھ میں سولے دانوں کی کلمی کی تیج تھی اور دوسرے

ہاتھ میں بڑا سا ڈنڈا تھا؟

عورت نے کہا۔ ایسا شخص ملا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

وہی شیطان تھا۔ اور اس نے تجھے بتایا تھا کہ تجھے گڈریے سے حمل ہو گیا۔ عورت نے عرض کیا۔ مجھے اسی نے بتایا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

یہ بات سن کر تو رونے لگ گئی تھی اور اس نے بٹھے ان الفاظ سے تسلی دے کر چھ بتایا تھا کہ مقدسی کا نام لے کر قافلہ والوں کو بتادے۔ پھر تو نے قافلہ میں واپسی کے بعد واویلا کر کے قافلہ والوں کو بتایا۔ عورت نے کہا۔ بالکل یا علیؑ ایسے ہیجیے آپ نے فرمایا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے۔ جیسے آپ قافلہ کے ساتھ تھے اور میرے قدم قدم پر آپ میرے سایہ کی طرح تھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا :

اے ابو حفص! اس جوان نے شوق عبادت میں انتہا پسندی سے کام لے کر اپنے آپ کو عورت کے مقابل بنا رکھا ہے۔ اور اس نے آپ کو بوجہ امانت دی تھی۔ اور جو اس وقت آپ کے پاس ہے اس میں اس کی انتہا پسندی کا نتیجہ ہے۔ اس جوان نے اپنا آلہ تناسل کاٹ کر اسی ڈبئی میں رکھا ہوا ہے۔ جو ہنر رشیم کے کپڑے میں لپیٹا ہے۔ پہلے آپ ڈبئی کو کھول کر اس میں میری بات کی تصدیق کر لیں۔ بعد میں جن لوگوں کو میری بات میں شک رہ جائے وہ اس نو جوان کا بھی ملاحظہ کر لیں۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔

یا علی! اب اس خیمہ سے کیا سلوک کیا جائے؟ آپ نے فرمایا: قبرستان یہودیوں میں گڑھا کھود کر اسے سیدہ تک
دیا کر رجم کیا جائے۔ اس عورت کو سنگسار کیا گیا۔ وہ مقدسی نوجوان تادفات مسجد نبوی میں مصروف عبادت رہا۔
یہ معجزہ دیکھنے کے بعد عتر نے منبر پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ کہا: لا لولا علیؑ لکنا عمر،

۸۔ کنواری حاملہ :

بحاریں عمار یا سار و زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ سترہ صقر سوموار کا دن تھا۔ ہم مسجد کو قہ میں حضرت علیؑ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔

آپ نے فرمایا:

عمار میری ذوالفقار مجھے لاکھ دو۔

عمار و الفقار لے آیا۔ آپ نے اسے بے نیام کر کے اپنی جھولی میں رکھ لیا۔ اور فرمایا۔

عمار! آج ایک ایسا فیصلہ کروں گا کہ مومن کے ایمان میں اور منافق کے نفاق میں اضافہ ہو جائے گا۔

عمار اذرا در مسجد پر جا کر دیکھ۔ کیا شور و غل ہے۔

عمار کہتا ہے کہ میں جب باہر گیا تو دیکھا کہ ایک اونٹ پر ایک نوجوان لڑکی سوار ہے ہزار تلوار باز اس کے گرد ہیں ہر ایک نے تلوار نیام سے نکال رکھی ہے۔ وہ سب اس لڑکی کے افراد قبیلہ تھے۔ ان میں سے کچھ لڑکی کے حق میں تھے۔ اور کچھ مخالف تھے۔

لڑکی رو رہی کہ عرض کر رہی تھی۔ اے فریادیوں کے فریاد رس۔۔۔ اے خواہشمندوں کی آخری منزل۔۔۔۔۔

اے محتاجوں کے خزانہ۔۔۔ اے مستحکم قوت کے مالک۔۔۔۔۔ اے یتیم کو رزق دینے والے۔۔۔۔۔ اے

زمانہ قدیم سے دوست و دشمن کے رازق۔۔۔۔۔ اے ہر کہنہ ٹہی میں جان ڈالنے والے۔۔۔۔۔ اے وہ

ہم قدیم سے قدیم اور سابق ہے۔۔۔۔۔ اے بے سہارا اور بیچارہ کے چارہ گر۔۔۔۔۔ اے ہر مظلوم کے داد رس

۔۔۔۔۔ میں تیرے ولی کے در پہ آئی ہوں۔ میں تیرے نبی کے خلیفہ برحق کی چوکھٹ پر آئی ہوں۔ مجھے سڑو فرما اور میری

مصیبت دور فرما۔

عمار نے ان سے کہا۔ تمہیں امیر المومنین بلارہے ہیں۔

لڑکی اونٹ سے نیچے اتری۔ تمام دوسرے لوگ بھی اپنی اپنی سواریوں سے اترے اور داخل مسجد ہو گئے۔

وہ لڑکی حضرت علیؑ کے سامنے آئی۔ دست بستہ ہو کر کھڑی ہو گئی۔ اور عرض کیا۔

میرے آقا۔۔۔ اے امام المتقین! میں آپ کے پاس آئی ہوں۔۔۔۔۔ آپ کا در رحمت مجھ کے حاضر

ہوئی ہوں۔ میری مصیبت دور فرمائیے۔۔۔۔۔ آپ مجھے مصیبت سے نجات دلا سکتے ہیں۔۔۔۔۔ آپ تمام ماکان

کے اور تاقیامت مایکون کے عالم ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

عمار! جا کو ف کے ہر گلی اور کوچہ میں منادی کرادے کہ جس کسی نے برادر رسولؐ کے وہ کمالات دیکھنا ہوں جن

اے اللہ نے انہیں نوازا ہے تو فوراً مسجد میں آجائے۔

اوشامیو! جو پوچھنا ہو علیؑ سے پوچھ لو۔ یہ اعلان سن کر اس عورت کے ساتھ آنے والوں میں سے ایک

بوڑھا شخص اٹھا جس نے یمنی چادر اوڑھ رکھی تھی اور عرض کی۔

اے امیر المومنین! یہ میری لڑکی ہے۔ میں شیوخ عرب سے ایک ہوں تمام عرب کے شیوخ میرے اثر و

رسوخ کی بدولت اس لڑکی کے خواستگار تھے۔ لیکن اس نے میری ناک کاٹ کر رکھ دی ہے۔ اس نے میرا سر شرم

سے جھکا دیا ہے۔ میں پورے عرب میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔

آپ نے پوچھا۔ آخر بات کیا ہے؟

اس نے عرض کیا اے قبہ کیا بات ہے۔ آپ سے کیا چھپاؤں یہ کنواری ہے اور حاملہ ہو گئی ہے شاید آپ

نے میرا نام کبھی سنا ہوگا۔ میں قیس ابن عفریسیس ہوں۔ میری آگ کبھی نہیں بجھی اور میرے پڑوسی کی طرف کسی نے کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اب سمجھ نہیں آتی کہ ڈوب مروں یا زندہ رہوں۔

آپ برحق خلیفہ سید الانبیاء ہیں۔ ہر امام اپنی امت کے ظاہر و باطن سے باخبر ہوتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی عظیم سانحہ نہیں دیکھا۔ اب آپ ہی مشکل کشا ہیں۔

حضرت علیؓ لڑکی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ بی بی تو بھی کچھ کہنا چاہے گی۔ تیرا باپ کیا کہہ رہا ہے؟ لڑکی نے عرض کیا۔ قبلہ! میں نے بھی عرض کیا ہے۔ اور میرے باپ نے بھی عرض کیا ہے کہ آپ امام امت ہیں اور آپ ماکان و مایکون کے عالم ہیں۔ اگر آپ میرا ہی بیان لینا چاہتے ہیں تو۔

جہاں تک میرے والد کا یہ کہنا ہے کہ میں کنواری ہوں۔ بالکل سچ ہے میں کنواری ہی ہوں لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ میں حاملہ ہوں۔ تو میں اسے تسلیم نہیں کرتی۔ میرے مولا! مجھے آپ کی امامت کی قسم ہے۔ میں اپنے بوجھ کے لمحہ اول سے لے کر آج تک کسی خیانت کی ترکیب نہیں ہوئی۔

حضرت علیؓ نے تین مرتبہ اللہ اکبر فرمایا۔ تنوار بدست منبر پر جلوہ فگن ہوئے۔ اور فرمایا۔ اب حق آگیا ہے اور باطل روچکر ہو گیا ہے۔ باطل ہمیشہ سے کافر ہونے والا رہا ہے۔

عمار جلدی سے کوفہ کی دالی کو بلواؤ۔

کوفہ کی دالی پیش ہوئی۔ اور سلام عرض کیا۔

آپ نے فرمایا!

اس لڑکی کو خلوت میں لے جا اور معائنہ کر کے بتا کہ واقعا کسے حمل ہے یا نہیں؟ دالی لڑکی کو خلوت میں لے گئی۔ آدھ گھنٹہ کے بعد لڑکی کو واپس لائی اور عرض کیا۔ قبلہ میرے تجربہ اور علم کے مطابق حمل ہے اور اس کی رحم میں بچہ پرورش پا رہا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ کنواری اور پاکیزہ بھی ہے۔

آپ لڑکی کے باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے ابو الفضل تو شام کے فلاں علاقہ کی فلاں بستی کا باسی ہے؟

اور اس کا نام اسرار ہے؟

لڑکی کے باپ نے عرض کیا۔ قبلہ آپ نے درست فرمایا ہے۔

آپ نے فرمایا!

کیا تمہارے علاقہ میں برف باری ہوتی ہے اور برف پورا سال رہتی ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ برف باری ہوتی ہے۔ اور پورا سال برف رہتی ہے۔

آپ نے فرمایا!

مجھے اسی وقت برف کا ایک ٹکڑا چاہیے۔

اس نے عرض کیا۔ اس وقت اور یہاں کوہ میں ہم کیسے برف لاسکتے ہیں۔ وہ تو یہاں تک پہنچتے پہنچتے پگھل کر پانی ہو جائے گی۔

آپ نے فرمایا:

کوہ سے تمہاری بستی کا فاصلہ کتنا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبیلہ دوسو پچاس فرسخ کا فاصلہ ہے۔

آپ نے فرمایا:

لوگو! اللہ نے اپنے ولی اور نائب نبی کو جو علم اور قدرت دی ہے اسے دیکھو۔

عار کا بیان ہے کہ یہ فرمانے کے بعد آپ نے منبر کوہ سے سوئے شام ہاتھ بڑھایا جب واپس لائے تو اس میں برف کا ایک ٹکڑا تھا۔ جس سے پانی ٹپک رہا تھا۔

یہ کرشمہ دیکھ کر مسجد میں موجود لوگوں نے بحیرہ اور درود بر محمد و آل محمد کے بعد زندہ باد یا علی زندہ باد کے نعرے لگانا شروع کئے۔

آپ نے فرمایا:

خاموش رہو۔ اگر میں چاہوں تو برف کا پورا پہاڑ کوہ لے آؤں۔

پھر آپ نے دائی سے فرمایا لے یہ برف۔ اس لڑکی کو بیرون مسجد لے جا۔ ایک طشت میں یہ ٹکڑا رکھ۔ لڑکی کو اس پر بٹھا۔ پھر قدرت خدا کا کرشمہ دیکھ۔ اس کی رحم سے ساڑھے سات سو درہم وزن کی جو تک برآمد ہوگی بے شک اس کا وزن کر لینا اور پھر مسجد میں لے آنا۔

عورت لڑکی کو بیرون مسجد لے گئی۔ حکم حضرت علیؑ کے مطابق لڑکی کو برف کے ٹکڑا پر بٹھایا۔ کچھ دیر بعد لڑکی کی رحم سے جو تک طشت میں ٹپک پڑی۔ دائی نے اٹھایا۔ وزن کیا۔ ساڑھے سات سو درہم وزن بنا اٹھا کہ حضرت علیؑ کے پاس لائی۔ تمام لوگوں نے اسے دیکھا۔ لڑکی اور لڑکی کا باپ حضرت علیؑ کے قدموں پر گر کر بوسہ دینے لگے۔ اور عرض کرتے تھے۔

یا علیؑ! تو نے ہماری عزت بچالی ہے۔ ہم لٹ گئے تھے تو نے ہمارا تحفظ کیا ہے۔

آپ نے لڑکی کے باپ سے فرمایا۔

اے ابوالغضب! میں علیؑ شہادت دیتا ہوں کہ تیری لڑکی پاکدامن ہے اس نے کوئی زنا نہیں کیا۔

ابوالغضب نے عرض کیا۔

میں گواہی دیتا ہوں جو کچھ رحم میں ہوتا ہے۔ آپ اس کے عالم ہیں۔ آپ دین کے ستون ہیں۔

آپ نے فرمایا:

جب لڑکی دس برس کی تھی، آپ کی بستی کے فلاں طرف تالاب میں گئی وہاں نہانے کی خاطر تالاب میں داخل ہوئی اور یہ چونک اس کی رحم میں داخل ہو گئی جس کا اسے پتہ نہ چلا اور یہ اس کی رحم میں پرورش پا کر بڑی ہو گئی۔
کوفہ والوں نے پکار کر عرض کیا: یا علی! آپ کو معلوم ہے۔ پانچ برس سے ہم نے بارش کا مزہ نہیں دیکھا آج آپ کا دیرپا رحمت عروج پر ہے اللہ سے بارش کی دعا فرمائیے۔

آپ منبر پر کھڑے ہوئے سوئے آسمان اشارہ کیا۔ بادل گھر گئے۔ گھٹا چھا گئی۔ اور ابھی تک اہل کوفہ اپنے اپنے گھروں میں نہ پہنچے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ بل تھل ہو گیا۔ کوفہ کی گلیوں میں نالوں کی طرح پانی بہنے لگا۔ پھر سب جمع ہو کر در امیر المومنین پر آئے اور عرض کی: یا علی! ہمارے لیے کافی ہے۔ اگر اس سے زیادہ بارش برس گئی تو ہمیں سر چھپانے کی جگہ تک نہ ملے گی۔

آپ نے سوئے آسمان اشارہ کیا۔ بادل بھٹ گئے۔ اور سورج نکل آیا۔

۹۔ چور کی سزا:

روحنہ میں اصبن ابن نباتہ سے مروی ہے کہ۔ فیصلوں کا دن تھا۔ حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے۔
مقامات کے فیصلے ہو رہے تھے۔ کہ کچھ لوگ آئے ان کے آگے ایک سپاہ فام غلام تھا جس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ اس نے چوری کی ہے۔

آپ نے غلام سے پوچھا۔

کیا تو نے چوری کی ہے؟

غلام نے عرض کیا۔ قبلہ چوری کی ہے۔

آپ نے فرمایا:

عقل کے آئینے سے اگر تو نے دوسری مرتبہ چوری کا اقرار کر لیا تو میں ہاتھ کاٹ لوں گا۔ کیا چوری کی ہے؟

غلام نے عرض کیا۔ قبلہ چوری کی ہے۔

آپ نے فرمایا:

اب ہاتھ کاٹنا واجب ہو گیا ہے اس کا ہاتھ کاٹ دو۔

غلام کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ غلام نے اپنے کئے ہوئے دایاں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا کٹی ہوئی جگہ سے

خون بہہ رہا تھا۔ غلام بازار میں بارہا تھا۔

ابن الکوا و دشمنان حضرت علیؑ میں معروف تھا۔ غلام کو راستہ میں ملا۔ اور پوچھا تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟ غلام نے جواب دیا۔ میرا ہاتھ سید الاوصیاء اور سفید جبینوں کے سردار نے کاٹا ہے۔ میرا ہاتھ خلیفہ رسول امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالب نے کاٹا ہے۔ میرا ہاتھ امام ہدیٰ۔ زون فاطمہ زہراؑ بنت محمد مصطفیٰ نے کاٹا ہے۔ میرا ہاتھ حسن مجتبیٰ کے باپ علیؑ رضی اللہ عنہ نے کاٹا ہے۔ میرا ہاتھ قسیم جنت و نار علیؑ نے کاٹا ہے۔ میرا ہاتھ اس نے کاٹا ہے۔ جس کے سامنے آج تک کوئی بہادر ٹھہر نہیں سکا۔ جس نے بحالت رکوع زکوٰۃ دی۔ جو ابن عم رسولؐ ہے۔ جو ہدایت کا دارِ اہما اور صدیق اکبر ہے۔ میرا ہاتھ کی۔ ریش۔ الحجاج۔ آل ثمم سے امین۔ آل یاسین کا سردار آل ط کا ریب ہے۔ میرا ہاتھ اس نے کاٹا ہے جس نے دو قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے جو خاتم الاوصیاء اور شیر بدیشہ۔ بیجا ہے۔ جبریلؑ جس کی تائید کرتا ہے۔ میکائیلؑ جس کی نصرت کرتا ہے۔

ابن الکوا نے کہا۔ اے حبشی! اللہ تجھے عقل دے۔ اب چپ بھی ہوگا۔ یا بولتا جائے گا۔ تو اس شخص کی تعریف کر رہا ہے۔ جس نے تجھے دائیں ہاتھ سے محروم کر دیا ہے؟ غلام نے کہا:

چپ رہ۔ میں اس شخص کی تعریف کیسے نہ کروں جس کی محبت میری رگ رگ۔ نس نس۔ اور خون کے قطرہ قطرہ میں موجود ہے۔ اگر میں اس سزا کا مستحق نہ ہوتا تو وہ کیوں میرا ہاتھ کاٹتے۔

ابن کہتا ہے کہ میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو غلام اور ابن الکوا کی تمام گفتگو سے آگاہ کیا حضرت علیؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا:

بیٹے جلدی جا کر اپنے غلام چاک لے کر آؤ۔

امام حسنؑ گئے تو غلام مقام کندہ پر بیٹھ کر لوگوں کو اپنا کٹا ہوا ہاتھ بھی دکھا رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ دیکھو میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ امام حق سے اپنے گناہ کی سزا بھگت لی ہے۔ اب قیامت میں تو مجھ سے کوئی نہیں پوچھے گا۔ امام حسنؑ نے فرمایا:

آپ کو میرے بابا جان نے یاد فرمایا ہے۔

خدا! امام حسنؑ کے پیچھے چلا آیا۔ حضرت علیؑ کے سامنے آیا۔ سلام کیا۔

آپ نے فرمایا:

بندہ خدا! میں نے تجھے سزا دی ہے اور تو تعریف کرتا ہے؟

غلام نے عرض کیا:

تعریف اس لیے کرتا ہوں کہ آپ کی محبت میرے گوشت و پوست میں بسی ہوئی ہے۔ تعریف اس لیے کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے دنیا میں میرے جرم کی سزا دے کر عذابِ آخرت سے بچا لیا ہے۔ آپ میری نگاہیں قابل

جبرائیل ابی انیس نمبر ۸۱-۸۰

تعارف ہیں۔

آپ نے فرمایا:

ہاتھ مجھے دے۔

غلام نے کٹا ہوا ہاتھ آپ کے قدموں پر رکھ دیا۔

آپ نے ہاتھ اٹھایا اور کٹی ہوئی جگہ کے ساتھ جوڑ کر اوپر اپنی جباؤ ال دی۔ دست شفقت پیرا ہاتھ پر گیا غلام آپ کے قدموں پر گرا اور عرض کی۔ اے امام برحق میرے والدین آپ پر قربان ہوں۔ آج تو آپ نے یکے بعد دیگرے دو احسان فرمادیئے ہیں۔

حضرت علیؑ کی دعائیں

۱۔ بعد از موت زندگی :

ہمارے مروجہ ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ خوارج کی تلاش میں کوفہ سے باہر نکلے اور مقام سبابا تک جا پہنچے۔ وہاں ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ اور عرض کی۔

قبلمیں آپ کے شیعوں میں سے ہوں۔ میرا ایک اہمائی پیارا بھائی تھا۔ مرنے سے جنگ قادسیہ میں سندان الی دقاص کی سربراہی میں بھیجا تھا۔ وہ مدائن میں مارا گیا تھا۔ میری خواہش ہے کہ آپ سے زندہ کر دیں۔

آپ نے فرمایا:

اس کی قبر کہاں ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ عم کوفہ میں رہتے ہیں اور اس کی قبر مدائن میں ہے۔

آپ نے فرمایا:

آنکھیں بند کر

میں نے آنکھیں بند کیں۔ پھر فرمایا۔ اب کھول دے۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو مدائن کے قبرستان میں میرے بھائی کی قبر پر کھڑے تھے۔

آپ نے مجھ سے پوچھا یہی تیرے بھائی کی قبر ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہی ہے۔

آپ نے تلوار کی نوک قبر پر رکھی اور فرمایا۔ تم باذن اللہ

قبر میں شکاف ہوا اور اس کا بھائی نکل کر باہر آ گیا۔

جب بھائی نے اس سے بات کی۔ تو اس نے ایسا جواب دیا جسے وہ نہ سمجھ سکا۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ بندہ خدا! تو عرب تھا تیری زبان کیوں غیر عربی ہے۔
اس نے عرض کیا۔ قبیل میں آپ کا دشمن تھا۔ اور آپ کے جتنے بھی دشمن مرتے ہیں ان کی زبان عربی نہیں رہتی۔
یہ سن کر اس کے بھائی نے عرض کیا۔ قبلہ مجھے معلوم تر تھا کہ یہ آپ کا دشمن تھا۔ مجھے ایسے کسی بھائی کی ضرورت نہیں
جو آپ کا دشمن ہو۔ آپ اسے واپس اپنی جگہ بیٹھ دیں۔

آپ نے فرمایا:

ارج - واپس ہٹ جا

وہ قبر میں چلا گیا اور قبر پہلے کی طرح بند ہو گئی۔

۲۔ نوشیروان سے گفتگو:

بحار میں عمار سابلہی سے مروی ہے کہ حضرت میدان میں تشریف لائے۔ ایوان کسریٰ میں داخل ہوئے اور مجھے
ایک جگہ کی نشاندہی کر کے فرمانے لگے۔ عمار! اس جگہ کسریٰ کے اہل دیوال رہا کرتے تھے۔ اس جگہ ان کے نوکر رہتے
تھے۔ یہاں وہ کھانا کھاتے تھے۔ یہاں کسریٰ سوتا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کو تو ایسے معلوم ہے جیسے آپ ان کے گھر ایک فرد ہوں؟

آپ نے فرمایا:

عمار! یہ اللہ کا عنایت کردہ علم ہے۔ جو ہر وحی نبی اور امام امت کو ہوتا ہے۔ لوگ تو اسے علم غیب کہتے
ہیں وہ بھی سچے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے لیے وہ علم غیب ہی ہوتا ہے لیکن ائمہؑ کے لیے جب کوئی چیز غیبی
نہیں ہوتی تو پھر ان کا علم بھی علم غیب نہیں ہوتا۔

اسی دوران ایک ہراتی سی کھوپڑی نظر آئی۔ حضرت علیؑ نے اسے دیکھا اور آہ سرد بھر کے فرمایا۔

آؤ آج تمہیں نوشیروان کی باتیں سناؤں۔ پھر ایک سپاہی کو حکم دیا کہ یہ کھوپڑی میرے خیمے میں لے آجپاہی
نے کھوپڑی اٹھائی۔ آنحضرتؐ نے بیرون خیمہ ڈیرہ لگایا۔ اور حکم دیا کہ۔

اس کھوپڑی کو ایک طشت میں رکھ دو۔ اور طشت کو پانی سے بھر دو۔

جب آپ کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ تو آپ نے کھوپڑی سے مخاطب ہو کر فرمایا:

کیا تو بتا سکتا ہے کہ میں کون ہوں۔ اور تو کون ہے؟

کھوپڑی نے فصیح عربی میں جواب دیا۔ آپ امیر المؤمنین۔ امام المتقین اور سید الصالحین ہیں۔ اور میں اللہ
کے عباد و گنہگار کا بیٹا نوشیروان ہوں۔

آپ نے پوچھا۔ بتا اب کیا حال ہے؟

کھوٹھی نے عرض کیا۔ قبلہ میں ایک خدا ترس۔ عادل اور مہربان کھران تھا۔ میں نے کبھی کسی پر نہ ظلم دیکھا تھا اور نہ خود کیا تھا۔ میں ایک مجوسی تھا۔ میرے ہی زمانہ میں سرکار رسالت نے اپنے نور انور سے اس دنیا کو منور کیا تھا۔ اور ان کی آمد کی علامات میں سے ایک علامت میرے ہی گھر میں ظاہر ہوئی تھی اور وہ یہ تھی کہ میرے محل کے چودہ لنگرے گر گئے تھے لیکن بد قسمتی شامل تھی اور میں مشرف باسلام نہ ہو سکا۔

مگر بایں ہمہ قدرت نے میری رحمدلی کے پیش نظر مجھے آتش جہنم کی بجائے ایسی جگہ عنایت فرما رکھی ہے جو جنت سے دور ہے اور نہ جہنم کے قریب ہے۔

آج کف افسوس مٹا ہوں کہ اے اہلبیت محمدؐ کے سردار اور اے امام امت! کاش میں بھی امت مسلمہ میں ہوتا اور آپ کا جوڑے بدوار ہوتا۔

یہ سن کر سب صحابہ رونے لگے۔ اور آپس میں اس طرح گفتگو کرنے لگے۔

کچھ صحابہ نے کہا۔ علیؑ رب ہے۔

کچھ نے کہا۔ رب نہیں تہی ہے اور کچھ نے کہا خدا ہے۔

کچھ نے کہا۔ نہ رب ہے نہ نبی ہے۔ بندہ خدا ہے اور علیہ رسول ہے۔

یہ نزاع انتہا پرٹھا کہ حضرت علیؑ کو بھی اس کی اطلاع ہو گئی۔ آپؑ بہت تشریف لائے اور فرمایا: دیکھو نہ غلط کہو

اور نہ غلط سوچو۔ میں نہ خدا ہوں اور نہ نبی خدا ہوں میں اللہ کا ایک بندہ اور محمد مصطفیٰ کا ایک غلام ہوں۔ تم سب اپنے اپنے غلط عقیدہ سے توبہ کرو۔

جو لوگ رب کہنے والے تھے ان میں سے کچھ نے تو توبہ کر لی لیکن کچھ اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔ حضرت علیؑ نے انہیں آگ میں جلا دیا۔ جو کچھ لوگ پہلے ہی وہاں سے چلے گئے تھے جب انہیں پتہ چلا کہ حضرت علیؑ نے ہمارے ساتھیوں کو آگ میں جلا ڈالا ہے تو وہ کہنے لگے۔ اب تو ہمیں اور بھی یقین ہو گیا ہے کہ علیؑ ہی رب ہے اگر رب نہ ہوتا تو آگ کا عذاب کیوں دیتا۔

خیون المعجزات میں اس روایت کا اختتام یہ یوں ہے کہ جن لوگوں کو حضرت علیؑ نے جلادیا تھا انہیں اعجازِ امامت سے زندہ کیا اور ان کو اپنے گرد سے بھگا دیا۔

۳۔ سام این نوح !

بحار میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ مین سے ایک گروہ در انبیاء کے پاس آیا۔ اور عرض کی۔

ہم حضرت نوحؑ کی اولاد سے ہیں۔ ہمارے نبی حضرت نوحؑ کا دمی جناب سا تھا۔ اور آپ کا دمی کون ہے۔
دمی کا اعلان کر دیا تھا۔

آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ فرمایا: میرا وصی یہ میرا بھائی علیؑ ہے۔
انہوں نے عرض کیا: اگر علیؑ آپ کا وصی ہے اور ہم اس سے خواہش کریں کہ ہمیں سام بن نوح کی زیارت کرا دے
تو کیا ہماری خواہش پوری کر دیگا؟

آپؐ نے فرمایا:

صرف یہی نہیں جو خواہش بھی کر دے گا۔
انہوں نے عرض کی: یا علیؑ آپ ہمیں جناب سام کی زیارت کرا دیں۔
حضرت علیؑ نے فرمایا:

یہیں زیارت کر دے یا اپنے گھر؟
انہوں نے عرض کیا: اب تو یہاں آ ہی چکے ہیں یہیں ہو جائے تو بہتر ہے۔
آپؐ نے فرمایا: اٹھو میرے ساتھ مسجد کے اندر چلو۔

وہ اٹھے حضرت علیؑ کے ساتھ مسجد کے اندر آئے۔ آپؐ نے محراب مسجد میں کھڑے ہو کر قریش پر پاؤں کی
ٹھوک ماری زمین میں تشکاف ہو گیا۔ ایک انتہائی حسین و جمیل سفید ریش شخص سامنے آیا۔ اور عرض کی:
اشھذ ان لا الہ الا اللہ واشھذ ان محمدًا رسول اللہ واشھذ انک علی وصی رسول اللہ۔
میں سام ابن نوح ہوں۔

ان لوگوں نے اپنے جھٹے نکالے اور ان میں جناب سام کی علامات تلاش کرنے لگے۔ جب انہیں یقین
ہو گیا کہ آپ ہی سام ہیں۔ تو انہوں نے عرض کیا: ہماری مزید تسلی کے لیے آپ ہمارے مخالف میں سے ایک
سورت سنا دیں۔ جناب سام نے ایک سورت سنائی۔ پھر حضرت علیؑ کو سلام کیا۔ اور اپنے تابوت میں سو گئے
زمین دوبارہ بھر گئی۔ ان تمام لوگوں نے کلمہ پڑھ کر دین اسلام قبول کر لیا۔

۴۔ ام فروہ انصاریہ:

خراج میں قطب راوندی جناب سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ: مدینہ میں ام فروہ انصاریہ نامی ایک عورت
تھی جو جہان علیؑ میں تھی۔ وفات رسولؐ کے بعد یہ خوش نصیب لوگوں کو حضرت علیؑ کی بیعت پر آمادہ کرتی تھی اور
بیعت ابو بکرؓ پر ملامت کرتی تھی۔ ابو بکرؓ کو جب پتہ چلا تو انہوں نے ام فروہ کو دربار میں بلایا اور پوچھا:

مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو مسلمانوں کی مخالفت کر رہی ہے؟

جناب ام فروہ نے کہا: مسلمانوں کی مخالفت کو میں ایمان کی کمزوری سمجھتی ہوں اور میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی

حضرت بکرمی نے کہا۔ میری امامت کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟

ام فروہ نے کہا۔ آپ کو اپنی قوم نے منتخب کیا ہے۔ جب تک آپ ان کے کام آتے رہیں گے وہ آپ کو برسرِ اقتدار رکھیں گے اور جب آپ نے ان کی مخالفت کی یا انہوں نے آپ کو مفید نہ سمجھا تو وہ آپ کو ایک طرف کر دیں گے۔

لہذا آپ صرف اپنی قوم کے امیر نہیں۔ اللہ کی طرف سے جوامام ہوتا ہے وہ نائب نبی ہوتا ہے۔ اور جس طرح نبی مشرق و مغرب میں ہونے والے تمام واقعات سے باخبر ہوتا ہے۔ اسی طرح امام بھی علم امامت سے ان تمام حالات سے مطلع ہوتا ہے۔ امام جب سورج کی دھوپ یا چاند کی روشنی میں کھڑا ہو تو اس کا سایہ نہیں ہوتا۔

امام دہ نہیں ہوتا جو بت پرست ہو یا کفر کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوا ہو۔ اب آپ ہی بتائیں کہ آپ کیسے امام ہیں؟

حضر ابو بکرؓ نے کہا۔ میں ان آدمی سے نہیں ہوں جنہیں اللہ اپنی نبی عابین کے ذریعہ ان کی امامت کا اعلان کرتا اور قرآن میں ان کا تذکرہ ہوتا۔

حضرت ابو بکرؓ خاموش ہو گئے۔

ام فروغ نے پھر کہا۔ اگر آپ واقعا امام امت ہیں تو آپ ایسا کریں مجھے ایک بات بتادیں۔

حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ کیا پوچھنا ہے پوچھ لے

ام فروہ نے کہا۔ اللہ نے اپنی کتب میں تمام آسمانوں کے نام بتائے ہیں۔ آپ مجھے سات آسمانوں کے نام ہی بتادیں۔

حضرت ابو یوسفؒ نے کہا۔ آسمانوں کے نام تو ان کے خالق کو معلوم ہیں۔

ام فروہ نے کہا۔ میں نے تو پہلے عرض کر دیا ہے کہ امام عظمیٰ الہی کا خزن ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ اپنے نبی کو عظم دینا ہے اور نبی اپنے وحی کو عظم سے نوازتا ہے۔ میرے لئے دعوتِ امامت نہیں کیا۔ البتہ اللہ کے مقدر کردہ اور رسولِ کونین کے اعلان کردہ امام سے کبھی کبھی چند مسائل پوچھ لیتی ہوں۔ بنا بریں میں کہہ سکتی ہوں کہ اگر عورتوں کو تعلیم دینے کی اجازت ہوتی تو آپ کو تمام آسمانوں کے نامیٰ خدا دینی۔

حضرت ابو جبر نے کہا: اے دشمن خدا! ابھی ادا ہی جبکہ تمام آسمانوں کے نام بتا ورنہ تجھے قتل کرادوں گا۔

ام فروغ نے کہا۔ مجھے قتل سے نہ ڈرا کر میں آپ کے ہاتھ سے قتل ہو جاؤں تو میں اپنی خوش نصیبی سمجھوں گی ویسے میں آپ کو نام بتاتی ہوں۔

حضرت ابو یوسفؒ نے کہا۔ تیرا سات آسمانوں کے کیا نام ہیں۔

ام فروہ نے کہا۔ آسمان اول کا نام نمل ہے۔

آسمان دوم کا نام ربیعون ہے ۔

آسمان سوم کا نام ستھقوم ہے۔

آسمان چہارم کا نام زیول ہے۔

آسمان پنجم کا نام مابین ہے۔

آسمان ششم کا نام ماجیر ہے۔ اور

آسمان منقسم کا نام ایوٹ ہے ۔

حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ اب بتا علیؓ کے متعلق تیرا کیا خیال ہے ؟

ام فروغ نہ کہا۔ میں علیؑ کے متعلق خیال رکھنے والی کون ہوتی ہوں۔ میں تو صرف انا جانتی ہوں کہ علیؑ امام
ائمہ اور وصی اوصیاء ہے۔ علیؑ وہ ہے جس کے نور سے ارض و سما منور ہیں۔ بقول نبیؐ معرفت علیؑ کے بغیر
معرفت توحید بے معنی ہے۔ البتہ آپ بدل گئے ہیں۔ اور آپ نے سنت نبویہ کو بدل ڈالا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے حکم دیا۔ کہ یہ عورت مرتد ہو گئی ہے اسے قتل کر دیا جائے۔

ام فروہ کو حکم ابو بکرؓ سے قتل کر دیا گیا۔

حضرت علیؑ ان دنوں واوی قری میں اپنی زرعی اراضی پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب واپس تشریف لائے اور آپ کو اطلاع ملی کہ ام فروہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ قبرستان میں آئے ام فروہ کی قبر پر کھڑے ہو گئے دیکھا تو قبر پر چار پرندے سبید رنگ بیٹھے تھے۔ ہر پرندہ کے منہ میں انار کا ایک دانہ تھا اور وہ قبر میں داخل ہو رہے تھے۔

جب پرندوں نے حضرت علیؑ کو دیکھا تو انہوں نے پر پھڑپھڑائے اور قول قول کرتے گئے۔

حضرت علیؑ نے پرندوں کی زبان میں کچھ فرما کر پھر فرمایا یا فعلی الشاء الله الشاء اللہ میں ضرور الیسا

کروں گا۔

پھر آپ نے دست دعا سونے آسمان بلند کئے اور عرض کیا۔

یا مَحْیِ النُّفُوسَ بَعْدَ الْمَوْتِ دِیَا مَنَشِیْ اے مرنے کے بعد مردوں کو زندہ کرنے والے

العظام المدارس احيى لنا ام فروه

واجعلها عبرة لمن عصاك -
 کر دے تاکہ تیرے نافرمانوں کے لیے باعث عبرت ہو۔

ہاتھ غیبی تے آواز دی۔ یا علی آپ واپس چلیں ام فروہ آپ کے پیچھے آرہی ہے ام فروہ کی قبر تنگ فتنہ ہوئی

یشیم کے لباس میں ام فروہ اپنی قبر سے السلام علیک یا امیر المؤمنین کہتی ہوئی باہر نکلی۔ اور عرض کرنے لگی۔ قبہ

کے خیال تو تھا کہ آپ کا نور امامت بچھا دیں۔ لیکن اللہ آپ کے نور امامت کو مزید منور فرمائے گا۔

جب ابو بکرؓ کو پتہ چلا کہ جس ام فروہ کو تم لوگوں نے قبرستان بھیجا تھا علیؑ اسے قبرستان سے واپس لے آیا ہے حیرت سے ان کے منہ کھلے رہ گئے۔ جناب سلمان فارسیؓ وہیں موجود تھے۔ انہوں نے کہا۔

بخدا! اگر علیؑ چاہے تو ام فروہ کیلئے اولین و آخرین کے تمام مروجے زندہ ہو جائیں تو اللہ علیؑ کی دعا مسترد نہیں فرمائے گا۔

حضرت علیؑ نے ام فروہ کو اس کے شوہر کے سپرد فرمایا۔ ام فروہ سے زندہ ہونے کے بعد دو بچے پیدا ہوئے اور شہادت حضرت علیؑ کے چھ ماہ بعد تک زندہ رہ کر فوت ہوئی۔

۵۔ وادی برہوت؛

بحار میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ ایک نوخیز یہودی ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہا۔
اسلام علیک یا ابابکرؓ۔

حضرت ابو بکرؓ نے جواب سلام دیا اور پوچھا کیا بات ہے؟
لڑکے نے کہا۔ میرا والد فوت ہو گیا ہے۔ بڑا مالدار تھا۔ مرنے سے قبل اس کی زبان بند ہو گئی۔ اس نے اپنا تمام مال کہیں دفن کر رکھا تھا۔ وہ بتانا سکا۔ اگر آپ مجھے وہ مال بتا دیں یا مجھے میرے والد سے پوچھ کر فرما دیں۔ تو میں نے عہد کیا ہے کہ اس مال کو تین حصوں میں تقسیم کروں گا۔
ایک حصہ آپ کا ذاتی ملکیت ہوگا۔

اور دوسرا حصہ اپنے لیے رکھوں گا۔ اور تیسرا حصہ بیت المال میں جمع کرادوں گا
حضرت ابو بکرؓ نے جھڑک کر کہا۔ دفن ہو جا یہاں سے علم غیب کون جانتا ہے؟
وہ لڑکا مڑکے پاس آیا۔ اسے تمام واقعہ سنایا۔ مرنے بھی اسے جھڑکا اور کہا۔ علم غیب کی خبریں ہم نہیں جانتے لڑکا
حضرت علیؑ کے پاس آیا اس وقت حضرت علیؑ اتفاقاً مسجد میں بیٹھے تھے لڑکے نے آکر کہا۔

اسلام علیک یا امیر المومنینؑ۔ پھر نبی تمام پتہ سنائی
حضرت عمرؓ نے کہا۔ اچھو کرے کل تو نے ابو بکرؓ کو تو امیر المومنینؑ کہا۔ اور نہ خلیفہ رسولؐ کہہ کر سلام کیا آج علیؑ کو امیر المومنینؑ کہہ کر سلام کر رہا ہے۔

لڑکے نے کہا۔ یہودی ہوتا اور بات ہے۔ لیکن میں نے حیات رسولؐ میں ہر مسلمان سے یہی سنا ہے
علیؑ امیر المومنینؑ ہے۔ میں نے یہ بھی مسلمانوں ہی سے سنا ہے کہ ہمارے نبیؐ نے علیؑ کو امیر المومنینؑ کا لقب دیا ہے۔ جہاں تک خلیفہ رسولؐ ہونے کا تعلق ہے۔ تو وہ بھی مسلمانوں نے ہی بتایا تھا کہ رسولؐ نے اپنی طرف سے علیؑ کو خلیفہ بنا دیا ہے۔ میں تو ایک یہودی ہوں۔ جو کچھ مسلمانوں سے سنا ہے اسی کے مطابق عمل

کیا ہے۔ علاوہ ازیں میں نے اپنے ابا و اجداد کی کتب میں جو کچھ دیکھا ہے وہ بھی یہی ہے کہ محمدؐ کا خلیفہ اس کا بھائی علیؑ ہوگا۔ اور وہی امیر المؤمنین ہوگا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ان باتوں کو چھوڑ۔ یہ بتا جو کہہ رہا ہے اسے پورا کرے گا؟
لڑکے نے عرض کیا۔ قبلہ میں اپنے اللہ ملائکہ اور تمام موجود افراد کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جو وعدہ کیا ہے۔ اسے نبھاؤں گا۔

حضرت علیؑ نے ایک سفید چڑے کا کمرہ منگوایا۔ اور اس پر کچھ لکھ کر لڑکے کو دیکر فرمایا کیا تو خود بھی اچھی طرح لکھ سکتا ہے؟
لڑکے نے کہا۔ بالکل لکھ سکتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا:

ایسا کر لکھنے کا سامان ساتھ لے لے۔ یہ میرا رقعہ ہے۔ میں میں ایک وادی برہوت ہے وہاں چلا جا خوب آفتاب کے وقت جاتا۔ میرا یہ رقعہ وادی کے درمیان رکھ دینا۔ سیاہ رنگ کے کوٹے آئیں گے۔ جب کوے آجائیں تو اپنے باپ کا نام لے کر آواز دینا۔

میں وحی محمد مصطفیٰؐ علی ابن ابی طالب کا فاصد ہوں۔ اور اپنے باپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ تیرا باپ تجھے جواب دیگا۔ اس سے تمام ترانوں کے متعلق پوچھ کر اچھی طرح لکھ لینا۔ پھر خیبر میں آکر اپنا تمام مال نکال لینا۔ وہ لڑکا چلا گیا۔ وادی برہوت پہنچا۔ حضرت علیؑ کی ہدایات پر عمل کیا باپ کا نام لے کر آواز دی۔ ایک طرف سے جواب ملا۔ ارے بیٹے۔ تو ادھر کہاں آگیا ہے۔ یہ تو جہنمیوں کی وادی ہے۔

لڑکے نے کہا۔ آپ فوت ہو گئے۔ مجھے یہ تک نہ بتایا کہ مال کہاں رکھا ہے۔ میں ایک ایک پائی کو ترس گیا ہوں اس لئے مال بتایا اور کہا جا کر فوراً دین محمدؐ اور خلافت علیؑ قبول کرے۔

لڑکا خیبر میں آیا۔ مال نکالا۔ تمام سوتے اور چاندی کو اونٹوں پر لدا کر مدینہ آیا۔ سب مال حضرت علیؑ کے قدموں میں آکر رکھ دیا اور عرض کیا۔ قبلہ یہ مال ہے اور یہ میں ہوں۔ پہلے مجھے اسلام میں داخل کیجئے پھر مال تقسیم کیجئے۔

۶۔ پدوعا :

تاریخ بلقاری اور طہیۃ الاولیاء میں جا برا بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ وہ میں دوران احتجاج حضرت علیؑ نے انس ابن مالک۔ براء ابن عازب۔ اشعث ابن قیس اور خالد ابن یزید سے مقام خم غدیر میں نبی کو نئی کے اس جملہ کی گواہی مانگی کہ کیا آنحضرتؐ نے میرا بازو پکڑ کر یہ فرمایا تھا کہ ؟

ان چاندوں نے بڑھاپے کا عذر کر کے معذرت کر لی۔ اور کہا بہت دن گزر گئے ہیں ہمیں کچھ یاد نہیں۔
حضرت علیؑ نے فرمایا:

اے انس اگر تو نے میرے حق میں شہادت دینے سے جھوٹ بولا ہے اور شہادت کو چھپایا ہے تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تیری پیشانی کو اللہ اس طرح برس زدہ کرے کہ تیرا وہ داغ عمامہ میں نہ چھپ سکے۔ جابر کہتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے انس کی پیشانی پر برس کا داغ دیکھا جو عمامہ سے چھپ نہیں سکتا تھا۔ اے اشعث اگر تو نے جھوٹ بولا ہے اور فقط میرے حق میں شہادت کو چھپانے کی خاطر بڑھاپے کا بہانہ تراشا ہے تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تجھے دنیا میں نابینا کر دے۔

جابر کہتا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے اشعث کو اندھا دیکھا۔ اور یہ بھی سنا وہ کہا کرتا تھا۔ علیؑ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے صرف اندھا کرنے کی بددعا ہی کی تھی۔ دعا مانگ کر کسی اور مذموم عیب میں مبتلا نہیں کیا۔ اے خالد اگر تو نے میرے حق کو چھپانے کی خاطر شہادت سے گریز کیا ہے تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو جاہلیت کی موت مرے۔ جابر کہتا ہے کہ جب خالد اپنے انجام کو پہنچا تو اسے اہل خانہ نے اپنے گھر ہی میں دفن کیا۔ جب نبیؐ کو موت خالد کی اطلاع ملی تو وہ اونٹ اور گھوڑے لے کر خالد کے مکان پر آئے اور رسم جاہلیت کے مطابق انہیں پتے کر کے خالد کی قبر پر ڈال گئے۔

اے براء اگر تو نے میرے حق کو چھپانے کی خاطر سن رسیدگی کا جھوٹا بہانہ گھڑا ہے تو اللہ تجھے اسی جگہ دفن کرے جس جگہ سے نفرت کر کے تو اسے چھوڑ آیا تھا۔ جابر کہتا ہے کہ براء معاویہ کی طرف سے سالار شکن بن کر یمن جنگ میں گیا۔ اسی جنگ میں مارا گیا اور وہیں دفن ہوا۔





حیوانات کی گویائی

۱۔ بھیڑیے کی باتیں :

کشف الیقین میں سعد اسدی سے مروی ہے کہ پندرہ شعبان کی ایک رات تھی میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا آپ بیرون کو فرائی جگہ آئے جہاں ہر رات ان کا معمول تھا۔ آپ خچر پر سوار تھے خچر سے اترے۔ خچر نے ایک بھر بھری لی اور کان کھڑے کر لیے۔ حضرت علیؑ نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قلیل خچر کو کچھ نظر آیا ہے جس کی وجہ سے اس کا مزاج بدل گیا ہے۔

حضرت علیؑ نے ادھر ادھر دیکھا۔ تلوار کو بے نیام کیا اور فرمایا۔ وہ دیکھ دو رے بھیڑیا آ رہا ہے۔ آپ آگے بڑھے اور بھیڑیے سے فرمایا۔ قف مکانک۔ اپنی جگہ رک جا۔ بھیڑیا رک گیا۔

پھر آپ نے فرمایا :

اے بھیڑیے تو یہاں کس لیے آیا ہے۔ یہ کہہ کر دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔ بارالہا اسے قوت گویائی بھیڑیے نے عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین آپ کے حق کی قسم ہے سات دن سے بھوکا ہوں۔ آج بھوک نے بہت تنگ کیا آپ کو دور سے دیکھا دل میں خیال کیا جاتا تو ہوں اگر ان میں میرا رزق مقدر ہوا تو مل جائے گا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ بارالہا بھیڑیا بھوکا ہے اسے رزق عنایت فرما۔

سعد کہتا ہے مجھے نہیں معلوم کہ بھیڑیے کا رزق کہاں سے آیا۔ میں نے دیکھا تو بھیڑیا اونٹ جیسی کسی چیز کو کھا رہا تھا۔ جب فارغ ہو چکا تو کہتے لگا۔ اے امیر المؤمنین! بخدا ہم درندے آپ کے اور آپ کی عنقریب کے موالی کا گوشت نہیں کھاتے۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ تو رہتا کہاں ہے؟

بھیڑیے نے عرض کیا۔ قلیل میں اور میرا خاندان شام اور مصر کے کتوں پر مسلط ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا :

یہاں کوفہ کس لیے آیا ہے؟

بھیڑیے نے عرض کیا۔ قبلہ تقدیر میں آپ کی زیارت تھی۔ آیا تو تھا حجاز میں وہاں کچھ نہ ملا۔ تلاش رزق میں ادھر بھٹک گیا۔ یہ تو ایسا صحرا تھا جس میں کھانا تو اپنے مقام پر رہا پیسے کا پانی بھی میسر نہیں آتا۔ یونہی چلتے چلتے کوفہ پہنچ گیا۔ یہ کہہ کر بھڑیا پیچھے ہٹا اور عرض کی۔ قبلہ اب میں واپس جا رہا ہوں۔ قادیسیہ جادوں کا سنان ابن وائل آپ کا سخت ترین دشمن ہے جنگ صفین سے پنج کر آیا ہے۔ آج وہی میرا شکار ہے۔ یہ کہہ کر واپس مڑ گیا۔ میں حیرت سے کبھی شیر کی گفتگو کو دیکھتا تھا اور کبھی حضرت علیؑ کی طرف دیکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کس بات پر حیران ہے مجداجو علم مجھے جدا احسنین سے ملا ہے اگر اس میں سے ایک قطرہ بھی لوگوں کو دکھاؤں تو لوگ پھر شرک ہو جائیں گے۔ اب تو جا اور قادیسیہ میں وہ کچھ دیکھ لے جو ابھی بھڑیا تیرے سامنے کہہ رہا تھا۔ میں گھوڑے پر سوار ہوا اور قادیسیہ کی راہ لی۔ ابھی تک موذن نے اذان نہیں کہی تھی کہ میں قادیسیہ پہنچ گیا۔ لوگ ادھر ادھر دوڑ رہے تھے۔ میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ سنان ابن وائل کو بھڑیے نے شکار کر لیا ہے۔

جس طرف لوگ جا رہے تھے میں بھی اسی طرف آیا دیکھا تو سرسالم رکھا ہوا تھا۔ جسم کے دیگر اعضا میں سے انگلیوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ ہم وہیں کھڑے تھے کہ ایک مرتبہ پھر بھڑیا ظاہر ہوا لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے۔ ڈر سے بھاگ گئے بھڑیے نے سنان کمر کو بالوں سے پکڑا اور کوفہ کی راہ لی۔

میں نے وہاں جمع لوگوں کو بھڑیے کا وہ سارا واقعہ سنایا جو رات دیکھا تھا۔ اور انہیں بتایا کہ بھڑیا حضرت علیؑ کو بتا کے آیا تھا کہ آج رات کا میرا شکار سنان ابن وائل ہے۔ حضرت علیؑ نے مجھے میرے اطمینان کی خاطر قادیسیہ بھیجا ہے۔

تمام لوگ میرے قدموں کی خاک کو تبرکاً اٹھانے لگے۔ میں واپس کوفہ آیا۔ حضرت علیؑ مسجد میں تھے میں نے یہاں بھی لوگوں کو بیرون کوفہ بھڑیے سے حضرت علیؑ کی گفتگو اور قادیسیہ میں ہونے والا واقعہ سنایا۔ تمام لوگ حضرت علیؑ کے قدم چومنے لگے۔ حضرت علیؑ منبر کوفہ پر آئے اور فرمایا:

لوگو یقین رکھو۔ ہمارا محب کبھی داخل جہنم نہیں ہوگا اور ہمارا دشمن کبھی داخل جنت نہیں ہوگا۔ میں قاسم جنت و نار ہوں۔ جنت میرے دائیں اور جہنم بائیں ہوگی۔ میں جہنم سے کہوں گا یہ میرا ہے اسے چھوڑ دے یہ تیرا ہے اسے لے لے۔ میرا محب پل صراط سے کبھی کی طرح گزرے گا۔

۲۔ مونچھوں والی مچھلی؛

بحار میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ دریا ئے فرات میں لمبیانی آگئی۔ کوفہ کے ڈوب جانے

کا خطرہ پیدا ہو گیا اہل کوفہ جمع ہو کر حضرت علیؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کی۔ قبلہ ہم عرق ہو گئے ہم نے آج تک دریائے فرات میں اتنا پانی نہیں دیکھا۔ حضرت علیؑ تشریف لائے تمام لوگ آپ کے دائیں بائیں اور پیچھے چل رہے تھے آپ مسجد نبیؐ ثقیف کے پاس گزرے وہاں چند اوباش قسم کے خارجی نوجوان کھڑے ہوئے تھے انہوں نے حضرت علیؑ کو دیکھ کر کچھ فقرے کہنے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔

حضرت علیؑ نے انہیں دیکھ لیا۔ اور فرمایا اے کیسے اجداد کی اولاد۔ اے قوم ثمود کے بچ جانے والے بڑھپو! پھر لوگوں کی طرف دیکھ کر فرمایا: ہے کوئی جو مجھ سے یہ غلام خریدے۔

یہ سن کر ان کے بڑے بوڑھے ہاتھ جوڑنے لگے اور عرض کرنے لگے۔ قبلہ نوجوان چھو کرے ہیں۔ لہنگے ہیں۔ ناسمجھ ہیں آپ ان کی بات کی پرواہ نہ فرمائیں معاف فرمادیں۔ ہم میں سے کوئی بھی ان کی کسی بات سے خوش نہیں ہوا آپ نے فرمایا:

معاف تو کروں گا مگر چند شرائط پر۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ ہمیں آپ کی ہر شرط قبول ہے۔ آپ فرمائیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

یہ ڈیرہ جو تم نے اوباش خانہ بنا رکھا ہے اسے گرا دو۔

ہر ایک نے اپنے مکان سے باہر گلی کو تنگ کر کے جو اضافہ کر رکھا ہے اسے ختم کر دو۔

گلیوں میں رکھے ہوئے پرناے بدل دو۔

راستوں میں جتنے ٹکڑے بنا رکھے ہیں انہیں ملتا دو۔

اور یہ سب کچھ میری واپسی تک ہو جانا چاہئے میں دیکھ کر گھر بعد میں جاؤں گا اگر ان میں سے ایک چیز بھی

میرے آنے تک موجود نہ ہوئی تو پھر تم خود ذمہ دار ہو گے۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کی واپسی تک ان چیزوں میں سے کچھ نہیں ہوگا۔ اور آپ مطمئن ہو کر گھر جائیں

گئے انشاء اللہ۔ آپ آگے بڑھ گئے۔ دریائے فرات پر پہنچے۔ دریائے فرات میں طغیانی کا زور تھا۔

آپ نے عبرانی زبان میں کوئی جملہ کہا۔ دریا کناروں سے دو فٹ نیچے چلا گیا۔

آپ نے اہل کوفہ سے پوچھا کیا کافی ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ خطرہ تو نہیں ٹلا۔ کسی وقت بھی سطح بلند ہو سکتی ہے۔

آپ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ آپ نے اسے پانی پر مارا۔ ایسے معلوم ہوا جیسے دریا بائیں خشک ہو گیا ہو۔

میں مچھلیاں نظر آنے لگیں۔

تمام مچھلیوں نے اسلام علیک یا امیر المؤمنین کہہ کر سلام کیا۔

آپ نے جواب سلام دیا اور فرمایا۔ تم نے مجھے کیسے پہچانا ہے؟
تمام پھیلیوں نے عرض کیا۔ قبلہ! بعد از تخلیق اللہ نے ہم پر آپ کی ولایت پیش کی تھی اور مونچھوں والی
چھلی اور مارا ہی کے علاوہ ہم تمام نے آپ کی ولایت کو قبول کر لیا تھا۔

۳۔ تیتیر کی غذا :

حار میں امام موسیٰ الحظ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ دوران حج حضرت علیؑ صفا اور مردہ کے مابین سنی کر رہے تھے
کہ ایک تیتیر زمین پر چلتا ہوا آپ کے سامنے آکر رک گیا۔
حضرت علیؑ نے فرمایا۔

اے تیتیر! میرا سلام ہو۔

تیتیر نے فصیح عربی میں عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین! میرا بھی سلام ہو۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ اے تیتیر! یہاں کیا کرتا پھر رہا ہے؟

تیتیر نے عرض کیا۔ قبلہ میں تو اتنے برسوں سے یہاں اللہ کی تسبیح و تقدیس کرنے میں مصروف ہوں۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ یہ ویرانہ ہے یہاں نہ کچھ کھانے کو ملتا ہے نہ پینے کو۔ تو کھا اور پی کر زندہ رہ رہا ہے؟

تیتیر نے عرض کیا۔ قبلہ! آپ کے اس رشتہ کی قسم! جو آپ کو نبی کو نہیں سے ہے جب بھوک محسوس کرنا ہوں

تو آپ کے موالیوں کے لیے دعا مانگ لیتا ہوں۔ سیر ہو جاتا ہوں۔ اور جب پیاس محسوس ہوتی ہے تو آپ

کے دشمنوں پر تیرا کر لیتا ہوں سیراب ہو جاتا ہوں۔

۴۔ بے مہار اونٹ :

خراج میں ابن عباس سے مروی ہے کہ عمرؓ کے زمانہ میں نوح آذربائیجان کے ایک شخص کے اونٹ بگڑ گئے
اس بیچارے کا ذریعہ معاش بھی انہی سے تھا۔

اس نے حضرت علیؑ سے شکوہ کیا۔

آپ نے فرمایا :

جا اللہ سے استغاثہ کر۔ وہ چلا گیا۔ لیکن جونہی وہ اونٹوں کے قریب جاتا وہ اس پر حملہ آور ہو جاتے جب

کچھ نہ بنا تو واپس آیا۔ اور عمرؓ سے شکایت کی۔

حضرت عمرؓ نے اسے ایک رقعہ لکھ کر دیا کہ تو انہیں کھاتا تھا۔ اے سرکش جنو! تمہیں عمرؓ کہہ رہے ہیں کہ اس آدمی کے اونٹ

قابو میں رکھو۔

ابن عباس کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو بتایا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ بخدا کلام ہی آئے گا۔ کچھ دنوں بعد وہ واپس آیا تو اس کی پیشانی پر بہت بڑا گھاؤ تھا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ عمرؓ کے رقعہ کی علامت ہے۔ پھر اس نے تفصیل بتائی کہ جب میں رقعہ لے کر گیا اور وہاں رقعہ جا کر رکھا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ بگڑ گئے۔ ایک اونٹ نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں جان کے خوف سے بھاگا بھٹو کر لگی اور پتھر پر جا لگا۔ پیشانی پھٹ گئی ہے۔ مرنے سے تو بچ گیا ہوں و پے زندگی بھی اچھی نہیں لگ رہی۔

میں نے کہا جا اب عمرؓ کو بتا تو سہی۔ اس نے جا کر عمرؓ کو بتایا۔

حضرت عمرؓ نے کہا میں انسانوں کا حیران ہوں یا حیوانوں کا؟

اس نے کہا۔ حضور! جس کی مسند پر آپ بیٹھے ہیں وہ تو انسانوں کی طرح حیوانوں کے بھی بنی تھے۔ کسی حیوان نے ان کے سامنے سر نہیں اٹھایا تھا۔

حضرت عمرؓ نے اس کی جھڑک کر مسجد سے باہر نکال دیا۔

وہ حضرت علیؓ کے پاس آیا۔ اور عرض کی قبلہ۔ ہم کہیں بھی بھاگ کر جائیں آخر ہمیں آنا تو آپ ہی کی چوکھٹ پر پڑتا ہے۔ آپ ہی مجھ پر ترس فرمائیں۔ پہلے تو معاش کی فکر تھی۔ اب جان کے بھی لالے پڑ گئے ہیں۔

آپ نے نمسکر کے فرمایا:

یہ دعایا ذکر لے اور جا کر پہلے یہ دُعا مجموعی طور پر پڑھ لینا۔ اونٹ آرام کر جائیں گے۔ پھر ایک ایک اونٹ کے قریب جا کر یہ دعا پڑھ کے اس پر پھونک مارے گا نا وہ پھر کبھی کوئی شرارت نہیں کریں گے۔

اللهم انی اتوجه الیک بتبعیک نبی الرحمة و اهل بیتہ الذین اخترتهم علی العالمین اللہم صعبتہما و اکفنی لہن شرہما فانک الکافی المعافی والغالب القاہر۔

وہ شخص یہ دعایا ذکر کے چلا گیا۔ پھر وہ اگلے سال آیا۔ تو اس کے ساتھ کافی دولت تھی۔ حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کی اور عرض کیا۔ قبلہ یہ قبول فرمائیں۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ میں گیا تو وہ آپ کو مال دے رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے پوچھا۔ اب اونٹوں کی اطاعت کا واقعہ تو سنائے گا یا میں سنائوں؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ ہی سنائیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

تو فلاں وقت فلاں طرف سے گیا تھا۔ جب اونٹوں نے تجھے دیکھا تو پہلے تو بچھے۔ لیکن جب تو نے دعا پڑھی تو سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ تو آہستہ آہستہ ان کے قریب ہوتا گیا۔ اونٹ آرام سے کھڑے رہے۔ نیز خوف دور ہو گیا۔ پھر تو نے ایک ایک اونٹ پر وہ دعا دم کی۔

اس نے عرض کیا قبلہ! بالکل اسی طرح تھا جس طرح آپ نے فرمایا ہے۔

آپ نے فرمایا:

جس کسی کے بھی معاشی حالات ناگفتہ بہ ہو جائیں۔ یا اولاد کی طرف سے کوئی تکلیف ہو یا کسی دشمن کی طرف سے پریشانی ہو وہ اللہ سے اس دعا کے ذریعہ اطمینان حاصل کر سکتا ہے۔

۵۔ چوتھا خلیفہ :

بحار میں ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص رفع حاجت کے لیے باہر نکلا وہ بیرون کوفہ گیارہ دفع حاجت سے فارغ ہو کر واپس آ رہا تھا کہ ایک طرف سے ایک اژدہا آتا دکھائی دیا۔ اس نے محسوس کیا کہ اژدہا کا رخ میری طرف ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے دوڑ لگائی اور حضرت علیؑ کے پاس آگیا۔ ہانپتا کا ہنپتا ہوا کہ آپ کے سامنے گر اور عرض کرنے لگا قبلہ اژدہا میرے پیچھے ہے۔ تمام لوگ ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ جب کسی کو کچھ نظر نہ آیا تو اسے تسلی دی۔ حضرت علیؑ اٹھے باہر گئے اور دیکھا تو اژدہا ابھی تک بل میں داخل نہیں ہوا تھا۔ حضرت علیؑ کو دیکھتے ہی وہ بل میں داخل ہونے لگا۔ حضرت علیؑ بل پر پہنچے اژدہا بل میں گھس چکا تھا۔ آپ نے بل میں ہاتھ ڈالا اور فرمایا۔ اگر موی کی طرح کا معجزہ ہے تو باہر نکل آ۔ وہ اژدہا باہر نکلا۔ عربی فیض میں السلام علیک یا امیر المومنین کہہ کر اپنا سر حضرت علیؑ کے قدم پر رکھ دیا۔

آپ نے پوچھا: میرے ساتھیوں کو کیوں تکلیف دے رہا ہے؟ اس نے عرض کیا۔ قبلہ! یہ آپ کا ساتھی تو نہیں ہے۔ یہ تو آپ کو چوتھا خلیفہ سمجھتا ہے حضرت علیؑ نے مسکرا کے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ کیا اژدہا پرج کہہ رہا ہے؟ اس نے ندامت سے عرض کیا۔ قبلہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز اژدہا کو معلوم ہو اور آپ کو نہ ہو آج کے بعد ایسا نہ ہو گا اب میرا داغ کافی مدت تک صبح ہو گیا ہے۔

۶۔ پرندے اور منافق :

بحار میں براہ ابن عازب سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ چند پرندے ایک قطار میں اوپر سے گزرے اور انہوں نے اپنی زبان میں کچھ کہا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا :

یہ پرندے مجھے اور تم کو سلام کہہ رہے ہیں چند منافق بیٹھے تھے انہوں نے ایک دوسرے کو آنکھوں سے

اشارے کئے۔

حضرت علیؑ نے قبر سے فرمایا۔ ان پرندوں کو آواز دو۔ تمہیں امیر المومنینؑ، برادر رسولؐ اور خلیفہ نبیؐ بلا رہا ہے۔
قبر نے آواز دی تو سب کے سب پرندے پلٹ کر اترنے لگے اور مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کچھ اس طرح بولو کہ یہ لوگ بھی سمجھ جائیں۔

تمام پرندوں نے عربی فصیح میں کہا السلام علیک یا امیر المومنین و خلیفۃ رسول رب العالمین۔

۷۔ جویریہ اور شیر؟

بحار میں جابر سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جویریہ ابن مسہر کسی سفر کے لیے تیار ہوا تو حضرت علیؑ نے اسے
فرمایا۔ تو جس راستے سے جا رہا ہے۔ اس پر ایک شیر رہتا ہے اور اگر اسے اور کوئی شکار نہ ملے تو وہ انسان کا شکار
بھی کر لیتا ہے۔

جویریہ نے عرض کیا۔ قبہ بھریں کیا کروں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اگر اتفاق ہو جائے۔ بلکہ یقیناً ایسا ہو گا۔ کیونکہ شیر کو دو دن سے کوئی شکار نہیں ملا۔ شیر تیری بوسونگہ کر چلا
آ رہا ہو گا۔ اسے کہنا کہ علیؑ تجھے سلام کہہ رہا تھا اور اس نے مجھے تجھ سے امان دی ہے۔ جویریہ کہتا ہے کہ
میں جو نبی حضرت علیؑ کے بتائے ہوئے مقام پر پہنچا تو دیکھا سا منہ شیر انتہائی جذبات میں آ رہا تھا۔ مجھے ایسے
معلوم ہوا کہ وہ ابھی میری طرف رہا ہے۔ ابھی کافی دور تھا کہ میں نے کہا۔

امیر المومنین علیؑ تجھے سلام کہہ رہے تھے اور آپ نے مجھے تجھ سے امان دی ہے۔

جو نبی میں نے یہ کہا۔ شیر وہیں کچھ دیر کے لیے رکا پھر سر ہلکا کے واپس ہٹ گیا۔ اور مجھے ایسے محسوس
ہوا جیسے وہ پھٹکار رہا ہو۔ میں نے اندازہ کیا کہ وہ پانچ مرتبہ پھٹکا رہا تھا۔

جویریہ جب سفر سے واپس ہوا اور حضرت علیؑ کو تمام واقعہ سنایا تو آپ نے پوچھا۔ اب بتا تو نے شیر کو

کیا کہا تھا اور شیر نے تجھے کیا جواب دیا تھا؟

جویریہ نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے تو شیر کو آپ کا سلام دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ امیر المومنینؑ نے مجھے تجھ سے

امان دی ہے۔ لیکن شیر نے کیا جواب دیا۔ اس سے اللہ اس کے نبی اور وحی نبیؐ ہی واقف ہو سکتے ہیں۔

مجھے معلوم نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: کیا شیر پھٹکا رہا تھا؟

جویریہ نے عرض کیا قبلہ پھنکارا تھا۔

آپ نے فرمایا:

تو نے گنا تھا کہ اس نے کتنی مرتبہ پھنکارا تھا؟

جویریہ نے عرض کیا قبلہ مجھے یاد نہیں۔

آپ نے فرمایا:

اگر میں یاد دلا دوں تو یاد آجائے گا؟

جویریہ نے عرض کیا۔ قبلہ یقیناً یاد آجائے گا۔

آپ نے فرمایا:

خیر نے پانچ مرتبہ پھنکارا تھا؟

جویریہ نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کی امامت کی قسم ہے خیر نے پانچ مرتبہ ہی پھنکارا تھا۔

آپ نے فرمایا:

خیر نے تو کہا تھا۔

- ۱۔ اقرء ۲۔ وصی ۳۔ محمدؐ ۴۔ منی ۵۔ السلام
- وصی محمدؐ کو میرا سلام عرض کر دینا





نباتاتِ جمادات اور حضرت علیؑ

۱۔ جنت و جہنم:

خراج میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ کے صحابہ نے عرض کیا قبلہ! آپ ہمیں کوئی ایسا معجزہ دکھائیں جس سے ہم مطمئن ہو جائیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

دیکھو معجزہ دکھانا کوئی مشکل نہیں ہے لیکن تم ہضم نہ کر پاؤ گے اور مجھے جادوگر کہنے لگو گے۔ انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جب ہم خود مطالبہ کر رہے ہیں تو پھر جادوگر کیسے کہیں گے۔

آپؑ نے فرمایا:

اچھا جسے کچھ دیکھنا ہو تو جب میں نمازِ مشاء پڑھ کے باہر نکلوں میرے پیچھے آجائے۔ تمہیں معجزہ دکھا دوں گا۔ ستر آدمی نمازِ مشاء کے بعد حضرت علیؑ کے پیچھے چلے ان ستر میں جنابِ یثیم تار بھی تھے۔ جب بیرونِ کوفہ پہنچ گئے تو حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ پھر کہا۔

میں اس وقت تک تمہیں معجزہ نہیں دکھاؤں گا۔ جب تک تم سے یہ ہمدردی لوں کہ تم معجزہ دیکھنے کے بعد مجھے جادوگر نہیں کہو گے۔ کیونکہ جنابِ ابراہیمؑ تک ہمارے آباء و اجداد میں جادوگری کام کی کوئی چیز نہیں رہی۔ میں جو کچھ بھی دکھاؤں گا صرف اس علم کی بنیاد پر دکھاؤں گا جو نبیؐ نے مجھے عنایت کیا ہے اور اس قدرت سے دکھاؤں گا جو اللہ نے مجھے بخشی ہے۔

تمام لوگوں نے وعدہ کیا۔ تمہیں کھائیں اور عہد کیا کہ اس قسم کے کسی بھی شیطانی دوسوسہ کو ذہن میں نہیں آنے دیں گے۔

عہد ہو جانے کے بعد آپؑ نے فرمایا: اب ذرا منہ دوسری طرف پھیر لو۔

سب نے منہ دوسری طرف پھیر لئے۔ حضرت علیؑ نے کچھ دعائیں تلاوت کیں۔ جو عبرانی زبان میں تھیں۔ پھر فرمایا اب ادھر دیکھو۔ جب انہوں نے دیکھا تو حیرت سے ان کے منہ کھلے رہ گئے۔ کیونکہ ان کے ایک طرف جنت کے سرسبز و شاداب باغات تھے دوسری طرف جہنم کے پلکتے شعلے تھے۔ اور یہ سب جنت و جہنم کے درمیان کھڑے تھے۔ ایک طرف جنت سے مہکتی ہوا کا جھونکا آتا تو دوسری طرف سے جہنم کے دھکتے شعلوں کی گرم زبان آگے بڑھ آتی۔ جنت کی طرف دیکھ کر خوش ہوتے اور جہنم میں جھانک کر لرز جاتے۔ جنت میں بھی اپنے جانتے والوں کو سیر کرتے دیکھا اور جہنم میں بھی اپنے جانتے والوں کی چیخ و پکار سنی۔

یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ یا علیؑ ہم سنا کرتے تھے کہ آپ بہت بڑے جادوگر ہیں آج آنکھوں سے تصدیق ہو گئی ہے کہ واقفاً اس فن میں آپ سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ صرف دو آدمی بچ گئے جو اپنے ہمدرد بنتے تھے۔

آپ نے ان دو کو فرمایا: تم نے ان کی بات سن لی ہے جو کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا قبلہ سن لی ہے۔

آپ نے فرمایا:

ان کے ہمدرد کے تم بھی گواہ ہو؟

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ ہم گواہ ہیں۔

آپ نے فرمایا:

جو کہتے ہیں کہتے رہیں مجھے اس کی پروا نہیں ہے کیونکہ یہ علم خدا ہے جو اللہ نے رسولؐ کے ذریعہ مجھے عنایت فرمایا ہے۔ پھر آپ نے کچھ پڑھا جس سے وہ منظر ختم ہو گیا۔ اور ان دو کے سوا دیگر تمام کو واپس بھیج دیا۔ ان کے جانے کے بعد آپ ان دو کو واپس مسجد میں لائے۔ جب مسجد میں پہنچے تو آپ نے وہاں ایک دعا پڑھی جس سے مسجد میں موجود تمام لنگر درآبدار بن گئے۔

آپ نے ان سے فرمایا: دیکھو مسجد میں کیا ہے؟

دونوں نے عرض کیا۔ قبلہ تمام موتی ہیں۔

آپ نے فرمایا:

اگر تم میں سے کسی نے کچھ اٹھالیا تو بھی پشیمان ہوگا اور اگر کچھ نہ اٹھالیا تو بھی پشیمان ہوگا۔

جناب میثم کے ساتھ جو دوسرا تھا اس نے چپکے سے ایک موتی اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔ صبح جب اللہ کر اسے دیکھا تو رات کی نسبت زیادہ چمکدار تھا۔ آپ کے پاس لے آیا اور عرض کیا قید رات میں نے ایک موتی اٹھا لیا تھا۔ تاکہ دیکھوں کہ یہ ایک تک موتی ہے۔

آپ نے فرمایا پھر کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

تمہاری تورات میں اس کا نام راحو ما ہے۔ اس چشمہ سے تین سو مٹی اور تین سو مٹی پانی پی چکے ہیں۔ میں آخری وحی ہوں جس نے اس چشمہ سے پانی پیا ہے۔

شمعون نے کہا۔ مجھے کلمہ پڑھائیے۔ شمعون نے جب ذیل کلمہ پڑھا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ واشھد انک وحی محمد

پھر حضرت علیؑ نے فرمایا:

بخدا! اگر کوئی شخص کسی پل پر کھڑا ہو جائے۔ اور آدم سے قیامت تک کے تمام افراد اس کے سامنے سے گزرے جائیں اور وہ مجھ سے ان کے نام پوچھے تو میں ایک ایک فرد کا نام مع اس کے باپ اور ماں کے نام کے بتاتا جاؤں گا۔

۳۔ سیب کا خشک درخت؛

حارث بن امام حسینؑ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم حضرت علیؑ کی خدمت میں بیٹھے تھے آپ کے مخلصین کا حلقہ تھا کہ چند ایسے افراد آگئے جو آپ سے بغض رکھتے تھے۔ جب وہ بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا:

بخدا! آج اپنی امامت حقہ کا ایسا معجزہ دکھاؤں گا جیسا حضرت موسیٰؑ کا مائدہ تھا۔ سامنے سیب کا ایک خشک درخت کھڑا تھا۔

آپ نے ہمیں فرمایا۔ اس درخت کی طرف دیکھو۔

ہم نے دیکھا تو وہ خشک درخت سرسبز ہونے لگ گیا۔ اس پر پتے آگئے۔ پھر پھول گئے۔ وہ پھول پھل پک گئے۔ آپ نے اپنے مخلصین سے فرمایا۔ کیا دیکھتے ہو ہاتھ بڑھاؤ اور کھاؤ۔ تمام موالیوں نے ہاتھ بڑھا کر پھل کھانا شروع کئے۔ پھر آپ نے بغض رکھنے والوں سے فرمایا۔ تم بھی ہاتھ بڑھاؤ اور کھاؤ۔

جب انہوں نے ہاتھ بڑھا لئے تو اس کی ٹہنیاں بلند ہو گئی۔ وہ بھی اٹھتے گئے اور ٹہنیاں بھی بلند ہوتی گئی حتیٰ کہ ان کی دسترس سے بلند ہو گئیں۔

انہوں نے عرض کی کہ قبلہ اس کی کیا وجہ ہے۔ یہ بھی تو ہماری طرح ہیں۔ لیکن جب یہ کھا رہے تھے تو ٹہنیاں جھکی ہوئی تھیں۔ جب ہم نے کھانا چاہا تو ٹہنیاں ہمارے ہاتھوں سے بھی اوپر چلی گئی ہیں؟

آپ نے فرمایا:

ایسا کہہ کر یہ بھی ہماری طرح ہیں۔ اپنے دل ٹٹول کر دیکھو کیا تم مجھ سے اسی طرح محبت رکھتے ہو جس طرح انہیں مجھ سے محبت ہے۔ یاد رکھو! جنت بھی اسی طرح ہے۔ ہمارے اولیاء جنت سے محروم نہیں رہیں گے اور ہمارے اعداء کو جنت نصیب نہیں ہوگی۔

۴۔ ذوالفقار کا انتقام :

بھائی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب جنگ خندق میں حضرت علیؑ نے عمرو ابن عبدود کو قتل کیا تو تلوار امام حسینؑ کو دی۔ اور فرمایا بیٹے گھر لے جا اور اس سے کہہ کر اسے دھو ڈالے۔ امام حسینؑ تلوار دھلا کر واپس لائے۔ تو تلوار پر خون کا ایک سرخ دھبہ موجود تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا :

بیٹے کیا تیری ماں نے اسے اچھی طرح صاف نہیں کیا؟

سرور کوہینؑ نے فرمایا :

یا علیؑ تلوار دھلی ہوئی تو ہے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قیلہ ایک دھبہ موجود ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا :

اس کی وجہ حسینؑ اور نہ ہر اسے نہ پوچھو خود تلوار سے پوچھ لے۔

حضرت علیؑ نے تلوار سے فرمایا :

کیا بات ہے یہ دھبہ خون کا کیوں رہ گیا ہے۔ کیا تجھے طاہرہ بنت طاہر نے نہیں دھویا؟

تلوار نے عرض کیا۔ قیلہ! جس موتی کو آپؑ نے مجھ سے واصل جہنم کیا ہے وہ اللہ کا مغنوس ترین فرد غضا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس کے خون سے ایک قطرہ پی لوں۔ تاکہ جب بھی علیؑ تجھے پیام سے باہر نکالے تو ملائکہ خون کے اس دھبہ کو دیکھ کر علیؑ پر صلوات اور عمرو ابن عبدود پر لعنت بھیجیں

۵۔ پانی :

بھائی میں مروی ہے کہ اقامت دار عمر کے زمانہ میں ایک کافر قیزی لایا گیا۔ حضرت علیؑ بھی تشریف فرما تھے۔ عمرؓ نے اسے اسلام قبول کرنے کو کہا۔ اس نے انکار کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے حکم دیا اسے قتل کر دو۔

اس قیدی نے کہا میں پیسا ہوں۔ مجھے پانی پی لینے دو۔ پھر قتل کر دیتا۔

اس کے لیے پانی لایا گیا۔ اس نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا اور پوچھنے لگا کیا جب تک میں پانی نہ پی

لوں گا اس وقت تک مجھے امان ہے؟

حضرت عمرؓ نے کہا۔ ہاں تجھے امان ہے۔

اس نے بانی کا پیالہ زمین پر اتریل دیا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ یہ بہانے کو رہا ہے اسے قتل کر دو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جب آپ اسے پانی پینے تک امان دے چکے ہیں تو اب اسے قتل نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ پھر اب اس کا کیا کروں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اسے فروخت کر دو۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ اسے کون لے گا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اگر فروخت کرو اور دوسرا کوئی نہ لے تو پھر میں ہی خرید لوں گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ اگر آپ خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں۔ دیکھیں بات کی ہے۔

آپ نے پیسے دیئے۔ اسے خریدا۔ اس کے ہاتھ سے خالی پیالہ لیا۔ اور زمین پر بیٹھ کر فرمایا:

اے زمین ہمیں اپنا پانی واپس کر دے۔ زمین سے پانی ایلنے لگا۔ آپ نے وہ پیالہ پر کیا۔ جتنا پانی پیا لیں

پہلے تھا اس میں اتنا ہی پانی دوبارہ آگیا۔ اور زمین کی وہ جگہ جو پانی گرنے سے مرطوب ہو گئی تھی۔ دوبارہ پہلے کی

طرح خشک ہو گئی۔

یہ معجزہ دیکھ کر وہ کافر مسلمان ہو گیا۔ جب مسلمان ہوا تو حضرت علیؑ نے اسے آزاد کر دیا جب آپ نے

اسے آزاد کیا۔ تو کہنے لگا۔ اگر اجازت دیں تو میں بقیہ زندگی اسی مسجد نبویؐ میں گزار دوں۔ اسے اجازت مل گئی

اور تا دم مرگ وہ مسجد نبویؐ میں عبادت کرتا رہا۔

۶۔ اطاعت ہوا:

بحار میں عبداللہ ابن خالد سے مروی ہے کہ ایک دن میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا آپ بیرون کوفہ

آئے اور چلتے چلتے مقام نخجید سے آگے نکل گئے۔ وہاں آپ کے پاس پچاس یہودی آئے اور انہوں نے

پوچھا کیا۔

علیؑ ابن ابی طالبؑ آپ ہیں؟

آپ نے فرمایا ہاں میں ہوں۔

انہوں نے کہا۔ ہمارے تورات کے مطابق اسی علاقہ میں کہیں ایک تھہر ہے جس پر چھ انبیاء کا نام لکھا ہوا

ہے۔

ہم اس کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں لیکن ہمیں وہ نہیں مل رہا۔
اگر آپ کا دین حق ہے۔ اور آپ امام حق ہیں تو ہمیں وہ پتھر تلاش کر کے دے دیں۔

آپ نے فرمایا:

تمہارے مخالف کے مطابق اس پر کون سے چھ انبیاء کے نام لکھے ہیں؟
انہوں نے کہا۔ صاحبان شریعت چھ انبیاء جو آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ۔ اور محمدؐ ہیں کے نام لکھے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

اگر میں پتھر تلاش کر دوں اور اس پر ہمارے نبیؐ محمدؐ کا نام لکھا ہو تو اسلام کی حقانیت قبول کر لو گے؟
انہوں نے عرض کیا۔ ہم اسے تلاش ہی اسی لیے کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

کیا تمہارے مخالف میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ اس پتھر کو کون تلاش کر دے گا؟
انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر کہا۔ کہیں آپ کو معلوم تو نہیں ہے کہ وہ تلاش کرنے والا کون ہے؟

آپ نے فرمایا:

میرے علم کی بات نہ کرو۔ تم بتاؤ کہ لکھا ہوا ہے یا نہیں؟
انہوں نے کہا۔ لکھا ہوا ہے۔

آپ نے پوچھا تلاش کرنے والے کا نام ہے یا عہدہ؟
انہوں نے عرض کیا۔ دونوں ہیں۔

آپ مسکرا دیئے اور فرمایا۔ میرے ساتھ آؤ۔ آپ بہت دودھ خرا میں آئے۔ وہاں ریت کا پیار ڈنا ایک ٹیلہ تھا۔ آپ نے ہوا کو فرمایا۔ ذرا جلدی سے اس ٹیلہ کی ریت کو ایک طرف کر دے۔ چند لمحے ہی گزرے تھے کہ ٹیلہ ریت کا ہوا ہو گیا۔ نیچے سے ایک پتھر نمودار ہوا۔

آپ نے فرمایا:

لو تمہارا مطلوب پتھر یہی ہے۔ وہ پتھر کے ارد گرد گھومنے لگے۔ گھوم پھر کر کہنے لگے۔
یہ پتھر نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا:

یہی پتھر ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ اگر پتھر یہی ہے تو اس پر انبیاء کے نام کہاں گئے؟
آپ نے فرمایا:

انبیاء کے نام اس کے دوسری طرف ہیں۔ اسے الٹ کر دیکھو تو یہی وہ نام بھی مل جائیں گے ان تمام نے مل کر کوشش کی لیکن پتھر نہ ہلا۔ پھر دوسری ملک مانگی بغرض پچاس تو وہ خود تھے اور انہوں نے نوسو آدمی اور جمع کیا لیکن پتھر نہ ہلا۔

انہوں نے کہا۔ یا علیؑ! آپ ہمارا زیادہ امتحان نہ لیں۔ اگر آپ کے حکم سے آندھی چند سکیٹڈ میں ٹیڈے کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ سکتی ہے تو آپ کے لیے یہ پتھر بھی مشکل نہیں ہے۔ آپ خود ہی یہ کام بھی کر دیں۔

آپ نے فرمایا :

اچھا اب سب پیچھے ہٹ جاؤ۔

وہ پیچھے ہٹے۔ آپ نے صرف دو انگلیوں سے پتھر کو ایک طرف الٹ دیا۔ اور فرمایا: پتھر پہلے دیکھ لیا تھا اب ذرا انبیاء کے نام بھی دیکھ لو۔ یہ لکھے ہیں۔

جب انہوں نے وہ نام دیکھے تو آپ کے قدموں میں گر گئے۔ کلمہ پڑھا اور کہنے لگے
 آپ سید الوصیین ہیں۔ آپ روٹے ارض پر حجت خدا ہیں جس نے آپ کو پہچان لیا وہ سعادت مند
 ہے اور جو آپ سے جاہل رہا وہ بد نصیب اور جہنم کا ایندھن ہے۔

۷۔ سونے کی دیوار:

کار میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ گھر تشریف لائے اور جناب زہراؑ سے فرمایا: کچھ کھانے کو ہے؟
بی بی نے عرض کیا یا علیؑ! آپ کو معلوم ہے تیسرے دن سے کچھ نہیں کھایا۔

آپ نے فرمایا:

اچھا ایسا کر کو کوئی شے دے دو تا کہ کسی کے پاس رہن رکھ کر کچھ کھانے کو لاؤں۔
بی بی نے ایک چادر پیش کر دی۔

حضرت علیؑ اسے لے کر اپنے یہودی پڑوسی کے پاس آئے اور فرمایا۔ یہ چادر رکھ لے اور ہمیں کچھ جو دینے۔
یہودی نے چادر رکھ لی اور جو دینے لے۔ پھر انرا راہ ظنفر کیا۔

یا علیؑ تمہارا تو نبی بڑے بڑے کام کرتا ہے۔ اور تم لوگ کہتے ہو کہ وہ اللہ کا انتہائی مقبول بندہ ہے۔ جو دعا مانگتا ہے۔ وہ قبول ہوتی ہے۔ کیا اس سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ تم لوگوں کو پیٹ پھر کھانے کی دعا مانگتا

ہم کو تم دونوں در بدر نہ پھرو۔ اور اطمینان سے کھانا کھا لیا کرو۔

آپ نے فرمایا:

یہودی ایسی بات نہیں ہے۔ ہمارا آقا تو بہت عظمت کا مالک ہے اگر میں بھی چاہوں اور اس دیوار کو حکم دوں کہ سونے کی ہو جائے تو یہ دیوار سونے کی ہو جائے گی۔

یہودی نے دیکھا تو تمام دیوار سونے کی ہو گئی۔

حضرت علیؑ نے دیوار سے فرمایا۔ میں تو ویسے بات کر رہا تھا میں نے تجھے حکم تو نہیں دیا۔ دیوار سے آواز آئی یا علیؑ تو اولی الامر ہے اور کائنات کی ہر مخلوق اولی الامر کے ارادہ کی تابع ہے۔ حکم بعد کی بات ہے یہودی نے اس وقت کلمہ پڑھ لیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ہم دنیا اس لیے نہیں چاہتے کہ اسے اللہ پسند نہیں کرتا۔ ورنہ دنیا ہمارے لیے اتنی مشکل نہیں ہے۔

۸۔ پانی کا چشمہ:

شیخ مفید نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت علیؑ جب صفین کی جنگ کو جا رہے تھے تو ایک جگہ راستہ میں آپ کی فوج کو پیاس نے تنگ کر لیا۔ تمام سپاہی تلاش آب میں ادھر ادھر پھرے لیکن کہیں پانی کا کوئی نشان نہ ملا۔ حضرت علیؑ نے راستہ سے ہٹ کر سفر شروع کر دیا۔ سامنے ایک راہب کا گرجا نظر آیا۔ تمام لشکر گرجا میں پہنچ گیا۔ آپ نے گرجا میں کھڑے ہو کر آواز دی۔ کوئی ہے؟

راہب باہر نکلا۔ اور پوچھا کیا بات ہے؟

آپ نے فرمایا:

یہ لوگ پیاسے ہیں۔ یہاں کہیں پانی مل جائے گا؟

اس نے کہا قریب ترین مکان جہاں سے پانی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ وہ یہاں سے چھ میل ہے۔

آپ نے سپاہیوں سے فرمایا۔ تم نے سن لیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا قبلہ سن تو لیا ہے لیکن جب تک پانی پیر نہ جائیں اس وقت تو صرف سنا ہی سنا ہے

آپ نے فرمایا:

پھر کیا ارادہ ہے؟

انہوں نے عرض کیا قبلہ ارادہ کیا ہوگا۔ پانی کی تلاش میں جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

یہیں رک جاؤ تمہیں کہیں بھی نہیں جانا پڑے گا۔ اللہ تمہیں اسی جگہ پانی دے گا۔ راہب یہ سن کر قدرے حیران ہوا۔ اور کہنے لگا۔ تو عجیب بندہ خدا ہے۔ ان بیچاروں کو پانی کی تلاش میں نہیں جانے دیتا۔ یہاں کہاں لے گا۔

آپ نے راہب کی بات پر توجہ نہ دی۔ اور قبلہ رو ہو کر کچھ دور آگے چلے اور فرمایا۔ آؤ اس جگہ کو کھودو۔ سپاہی گھوڑوں سے اترے اور اس جگہ کو کھودنا شروع کیا۔ دو تین فٹ ہی کھودا ہو گا کہ نیچے سے ایک پتھر رونما ہوا۔ ہر چند پتھر تو ڈرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن پتھر اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

آپ نے سپاہیوں سے فرمایا: اب تم ہٹ جاؤ۔ سب سپاہی ایک طرف ہو گئے آپ نے استین پرٹھا میں اور دونوں ہاتھ پتھر کے نیچے دے کر پہلے اسے بلایا پھر اٹھا کر گڑھے سے باہر پھینک دیا۔ جو نبی پتھر ہٹا نیچے سے پانی نظر آگیا۔ وہ سب پانی پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے خود یا پھر سوار یوں کو پلایا۔ پھر مشکیزے پر گئے۔ جب تمام نے تشی سے پانی بھر لیا۔ تو آپ نے پتھر کو اٹھا کر اسی جگہ رکھ دیا۔ اور فرمایا۔ اب گڑھے کو پاٹ دو۔ راہب جو گرے کی چھت پر بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے حیرت کر کہا۔ مجھے نیچے اتار دو۔ اسے چھت سے اتارا گیا۔ حضرت علیؑ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور پوچھا۔

کیا آپ نبیؐ ہیں؟

آپ نے فرمایا، تمہیں

اس نے کہا۔ کیا ملک مقرب ہیں؟

آپ نے فرمایا: نہیں

اس نے کہا۔ آپ کون ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ میں محمد مصطفیٰ کا وصی ہوں۔

راہب نے کہا۔ ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کر لوں۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے کلمہ شہادت پڑھتے کے بعد کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں آپ ہی مصطفیٰ کے برحق وصی اور نائب نبی ہیں۔

آپ نے پوچھا یہ اتنا عرصہ تو نے اسلام قبول نہیں کیا آج تو نے کیوں اسلام قبول کر لیا ہے آج کیا بات ہوئی ہے اس نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ تو مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ البتہ آپ کے ساتھیوں کی حیرت دور کرنے کے لیے عرض کر دوں گا۔

ہم نے اپنی سابقہ کتب میں دیکھا ہے کہ اس جگہ پانی کا حشر ہے اور اسے نبی آخر الزمان یا اس کا وصی ظاہر کر کے اس سے پانی پئے گا۔ یہ گر عارف اسی مقصد کے لیے یہاں بنایا گیا ہے۔ اور اس میں یکے بعد دیگرے

راہبوں کی ڈیوٹی لگتی رہی ہے۔ کہ جب بھی اس چشمہ کا سراغ لگانے والا اور پتھر کو اکھیڑنے والا آئے۔ مگر جاہیں موجود راہب اپنی برادری کو مطلع کرے۔ صدیاں گزر گئی ہیں۔ اور ہم اس انتظار میں تھے۔
میں خوش نصیب ہوں کہ میرے حصہ میں یہ صداقت آئی۔

آپ نے فرمایا:

اب کیا ارادہ ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ ارادہ کیا ہوگا۔ مراد پوری ہو گئی ہے۔ اب آپ کی غلامی میں باقی دن گزاروں گا۔

آپ نے فرمایا:

جو لوگ تیرے انتظار میں ہیں انہیں اطلاع نہیں دے گا۔

اس نے عرض کیا قبلہ پہلے بہت زمانہ بد نصیبی میں گزار چکا ہوں۔ اب جب مقدس میرے سامنے ہے اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں اور کیوں جاؤں۔

وہ حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوا اور اسی جنگ میں شہید ہو گیا۔

۹۔ اطاعت زمین:

بحار میں جناب عمارؓ سے مروی ہے کہ ایک دن بھوک سے برا حال تھا۔ قافہ کو چوتھا دن تھا۔ کھانے کو کچھ

مل نہ رہا تھا۔

حضرت علیؑ کے پاس آیا اور عرض کی۔ قبلہ اب بھوک قابل برداشت نہیں رہی۔

آپ نے فرمایا امیرؓ ساتھ۔ میں آپ کے پیچھے چلا۔ مدینہ سے باہر آئے اور ایک جگہ رک کر زمین پر ٹھوکر ماری

زمین سے۔ دہتوں سے پر ایک بھیلی برآمد ہوئی۔ آپ نے اسے اٹھایا اس سے دو درہم نکالے ایک بچے

دیدیا اور ایک خود رکھ لیا۔ بھیلی کو پھر اسی جگہ رکھ دیا۔ اور اوپر مٹی دے دی۔

میں دل میں سوچتا رہا کہ علیؑ بھی عجیب چیز ہے۔ جب بھیلی اٹھ آئی گئی تھی تو اسے واپس رکھنے کا کیا معنی اگر

اپنے لیے نہیں تو کم از کم مجھے ہی دیدیتے کچھ دن تو اچھے گزرتے۔

اس وقت تو میں آپ کے ساتھ واپس آ گیا۔ لیکن جگہ میں نے یاد رکھ لی تھی۔ جب حضرت علیؑ جدا ہوئے تو

میں سیدھا اسی جگہ آیا بہت مغز ماری لی مگر نہ جگہ ملی اور نہ بھیلی۔ ناکام ہو کر واپس چلا گیا۔ دوسرے دن حضرت علیؑ

سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا۔

عمار! کیا بھیلی کے لیے پھر چکر لگایا تھا؟

میں نے سر جھکا کے عرض کیا۔ قبلہ کیا تھا۔

آپ نے مسکرا کے فرمایا : عمار جب ہم دولت سے بھاگتے ہیں تو دولت ہمارے قدموں سے لپٹتی ہے اور جب ہم دولت کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ تو وہ ہم سے کوسوں دور آگے نکل جاتی ہے۔

۱۰ خشک روی یا گوشت:

مناقب شہر مشہور میں مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ نے ایک انصاری کو کوڑا اگرٹ سے اٹھائے ہوئے بنبریلوں اور میوؤں کے چھلکے کھاتے دیکھ لیا۔ آپؑ نے منہ پھیر لیا تاکہ وہ دیکھ کر شرمندہ نہ ہو۔ گھر جا کر قنبر کو بھیجا کہ فلاں انصاری کو بلا لا۔ قنبر بلا کے لایا۔ تو آپؑ نے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔ پانی کا پیالہ لیا۔ جو کی خشک روٹی سے ایک ٹکڑا توڑ کر پیالہ میں ڈالا اور فرمایا۔ بسم اللہ کھا۔ جب اس نے لقمہ منہ میں ڈالا تو حیرت سے حضرت علیؑ کی طرف دیکھنے لگا۔ آپؑ نے فرمایا کیا بات ہے خیریت تو ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ جب آپ نے نعمۃ توڑا خشک روٹی سے تھا۔ جب پانی میں ڈالا خشک روٹی تھی جب میں نے اٹھایا۔ خشک روٹی تھی لیکن جب منہ میں گیا تو گوشت بن گیا۔ کیا باعث تعجب نہیں؟

آپ نے فرمایا:

قدرت خدا پر تعجب نہیں کرتے تو کہا۔

آپ نے دوسرا لقمہ تو ٹکڑا والا اور فرمایا کھا۔ اس نے لقمہ اٹھا کر کھایا تو وہ پرندے کا بھٹا ہوا گوشت تھا۔ علیؑ ہذا القیاس
 ہر لقمہ نیا و لقمہ تیار ہا۔ ہر قسم کے میوے بنتے گئے اور وہ حیرت سے کھا رہا۔ جب سیر ہو گیا تو آپ کے قدموں
 پر گر گیا۔

آپ نے فرمایا:

کیا بات ہے؟؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ حیرت ہے کہ ایک بیارہ ہے ایک جو کی روٹی نے موسم والے اور بے موسم کے میوے بھی کھلائے اور گوشت بھی کھلایا۔ آپ نے اسے اوپر اٹھایا۔ اور فرمایا۔ اللہ کی نوازش ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ نے آج میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں منافق تھا لیکن آج کے بعد مخلص مسلمان بن گیا ہوں۔

۱۱۔ سوئچی نہر :

مشارقی الانوار میں مروی ہے کہ جب جناب فضہ حضرت علیؑ کے گھر بصورت کینیزائیں تو اس نے دیکھا کہ گھر میں کل ترکہ ایک تلوار ایک ذرہ اور ایک چلی ہے۔ جناب فضہ نے حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھا اور کچھ بھی نظر نہ آیا۔



علم غیب اور حضرت علیؑ

۱۔ پوشیدہ راز :

بصائر الدرجات میں عمارت امور سے مروی ہے کہ ایک دن میں حضرت علیؑ کی محفل قضا میں بیٹھا تھا ایک عورت اور مرد نزاع لے کر آئے۔ آپ نے دونوں کی باتیں سنیں۔ باتیں مرد کی درست تھیں۔ آپ نے عورت کے خلاف فیصلہ دیا عورت نے غصہ میں اگر کہا۔ اے امیر المؤمنین آپ نے فیصلہ غلط کیا ہے۔ آپ نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ جب کہ اللہ نے آپ کو ایسی اجازت نہیں دی آپ کو گھر بیو حالات کا کیا علم ہے ؟

آپ نے فرمایا :

اے سق۔ اے مہیج۔ اے فروغ۔ چونکہ میں نے تیرے خلاف فیصلہ دیا ہے اس لیے تجھے برا لگ رہا ہے ورنہ اب تو تجھے معلوم ہو گیا ہو گا کہ گھر بیو حالات تو بچائے خود میں اور بھی بہت کچھ جانتا ہوں۔ یہ سننے ہی عورت بھاگ کھڑی ہوئی اور پیچھے پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔

عمرو ابن حریش نے جب عورت کو بھاگتے دیکھا تو فوراً اس عورت کا تعاقب کرنے لگا۔ ابھی وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوئی تھی کہ عمرو ابن حریش بھی پہنچ گیا اور اس سے کہا۔

اے کینز خدا اب یہ کیا بات ہوئی کہ پہلے تو نے علیؑ کے فیصلہ پر اعتراض کیا۔ اور جب علیؑ نے تجھے یہ باتیں کہیں تو کوئی جواب دیئے بغیر بھاگ کھڑی ہوئی۔

اس نے کہا۔ بندہ خدا ! علیؑ نے مجھے وہ بات بتائی ہے جس کا میرے سوا کسی کو علم نہیں۔ صرف اللہ کو معلوم ہے۔ میری ماں کو معلوم ہے اور مجھے معلوم ہے۔ میں صرف اس لیے بھاگی ہوں کہ کہیں علیؑ میرے اور عیب گنوا تا نہ شروع کر دے اور میں بھرے مجمع میں دسوانہ ہو جاؤں۔ بھلا ہو علیؑ کا صرف اسی پر اکتفا کیا ہے۔ ورنہ میرا حق یہی تھا کہ مجھ میں جتنے عیوب تھے وہ سب کھول دیتے کیونکہ میں نے ان کے صحیح فیصلہ کو غلط کہا ہے۔

عمرو نے کہا۔ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ وہ کیا بات ہے جس کی علیؑ نے تجھے اطلاع دی ہے ؟

اس نے کہا۔ تجھے کیا پڑی ہے۔ اس بات کو معلوم کرنے کی عورتوں میں کچھ ایسے عجیب ہوتے ہیں۔ جو مردوں کے علم میں نہیں آنا چاہیں۔

عمر نے کہا۔ نہ تو مجھے پہچانتی ہے نہ میں تجھے جانتا ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آج کے بعد نہ تو مجھے دیکھنے میں تجھے دیکھوں۔ اگر مجھے بتا دیے گی تو اس میں کیا حرج ہوگا میرے معلومات میں اضافہ ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں حضرت علیؑ نے عربی کے ایسے لفظ استعمال کئے ہیں جو میں نے آج تک نہیں سنے اور نہ ہی مجھے ان کے معانی آتے ہیں میرے لیے باعث حیرت ہے کہ تو عورت ہو کہ ان کے معانی سے واقف تھی جب ہی تو خاموشی سے بھاگ اٹھی۔

جب عورت نے دیکھا کہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے اور جب تک نہیں بتاؤں گی جان نہیں چھوڑے گا اس نے کہا حضرت علیؑ نے مجھے

سلفق فرمایا ہے بخدا حضرت علیؑ نے جھوٹ نہیں بولا۔ کیونکہ سلفق اس عورت کو کہتے ہیں جسے ماہواری معمول کی راہ سے نہ آئے بلکہ پاخانہ کے راستے سے آئے۔ حضرت علیؑ نے مجھے ہی سچ فرمایا ہے یہ عورت ہوتی ہے جو اپنے جنسی جذبات مرد کی بجائے عورت سے فرو کرتی ہے۔

حضرت علیؑ نے مجھے

فروع کہا ہے۔ یہ بھی حضرت علیؑ نے سچ فرمایا ہے۔ فروع وہ عورت ہوتی ہے جو اپنے شوہر کی بے وفا ہو اور اس کے گھر کو تباہ و برباد کرنے پر تہی رہے۔

عمر نے کہا۔ کمال کریا ہے تو نے اتنی بات سے گھبرا گئی ہے۔ اگر علیؑ نے تیرے یہ عجیب گنوا دیئے ہیں تو کیا ہوا۔ کوئی بھی جادو گر یا کاہن ایسے عیوب سے واقف ہو سکتا ہے۔

عورت نے کہا۔ تو غلط سمجھ رہا ہے۔ آج تک نہ تو کسی جادو گر کو میرے ان عیوب کا علم ہوا ہے۔ اور نہ کسی کاہن کو۔ یہ جادوگری یا کاہنت کا علم نہیں ہے۔ بخدا! یہ علم خدا ہے۔ یہ وارث علم رسولؐ ہے اہلبیتؑ سے ہے اور وحی رسولؐ ہے۔ یہ لوگوں کو وہی علم بتاتا ہے جو رسولؐ علیؑ نے اسے دیا ہے۔ یہ حقیقی محبت خدا ہے۔

اس کے بعد وہ اندر چلی گئی۔ عمرو ابن حریث واپس آیا۔ حضرت علیؑ کو سلام کیا۔

آپؑ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا: اے ابن حریث تو نے کس بنیاد پر مجھے ساحراور کاہن کہا ہے۔ بخدا عورت اگرچہ میرے فیصلہ سے ناراض تھی۔ لیکن اس نے جو کچھ تجھ سے میرے متعلق کہا ہے سچی کہا ہے اور تو نے میری طرف غلط نسبت دی ہے۔

عمر نے عرض کیا۔ قبلہ! میں اللہ کی بارگاہ میں اور آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں آئندہ ایسا نہیں کروں گا مجھے

خالد نے کہا۔ میں اس قسم کی کسی بات کا پابند نہیں ہوں۔

مالک نے کہا۔ آپ ایسا کریں جا کر خلیفہ رسولؐ سے پوچھ آئیں۔ اگر وہ اسی طرح کرنے کا حکم دیں تو آپ اسی طرح

کریں۔

اسی قیام کے دوران خالد نے مالک کی بیوی دیکھ لی۔ مالک کی بیوی کا حسن پہلے ہی معروف تھا۔ خالد واپس مدینہ میں آیا اور ابو بکرؓ سے کہا کہ۔ مالک نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ آپ مجھے فوج بھی دیں اور جبراً زکوٰۃ وصول کرنے کی اجازت بھی دیں۔ ابو بکرؓ نے خالد کی دونوں باتیں مان لیں اور اسے فوج دے کر بھیج دیا۔

جب خالد دوسری مرتبہ واپس گیا تو اس نے مالک کو ہلاک کر دیا۔ اور اس کی بیوی سے اسی رات مباشرت کر لی۔ عورتوں کو گرفتار کر لیا۔ مردوں کو قتل کر دیا۔ تمام گھروں کو کمال غنیمت کے بطور بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے ابو بکرؓ کے پاس آیا۔ مالک کا بھائی جو اس وقت قبیلہ سے باہر تھا۔ آیا۔ اس نے ابو بکرؓ کو صحیح صورت حال سے آگاہ کیا تو ابو بکرؓ نے نبی حنیف کے جملہ مقتولین کی دھیت بریت المال سے ادا کر دی۔

قیدی عورتوں کو کینیزوں کی طرح بانٹا جانے لگا ان میں خولہ بنت جعفر حنفیہ بھی گرفتار تھی خولہ مزار رسول پر آئی اور قبر پر بیٹھ کر عرض کرنے لگی۔

اے رسولِ خدا! میں آپ کے سامنے ان لوگوں کا شکوہ کرنے آئی ہوں۔ ان لوگوں نے ہمیں بلا جرم و تقصیر گرفتار کیا ہے۔ حالانکہ ہم اللہ کی توحید اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔

پھر اس بی بی نے اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا: جب ہم کلمہ پڑھتے ہیں مسلمان ہیں پھر ہمیں کیوں گرفتار کیا گیا ہے؟

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ تم لوگ منکر زکوٰۃ ہو۔

خود نے کہا۔ آپ کو غلط اطلاع دی گئی تھی۔ ہم تو مرنے سے قبل بھی زکوٰۃ کی وصیت کر کے مرتے ہیں اگر بالفرض آپ کی اطلاع درست بھی ہو تو منکر زکوٰۃ مرد تھے یا عورتیں اور بچے ہمارے بچوں اور عورتوں کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے کسی نے جناب غول کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور نہ ہی ان کے پاس کوئی جواب تھا۔

طلحہ اور خالد ابن عثمان دونوں کی خواہش تھی کہ خولہ ہمارے حصہ میں آئے۔

جناب خولہ نے فرمایا۔ تم آپس میں بیسود لڑ رہے ہو۔ میں صرف اسی کے ساتھ جاؤں گی جو مجھے یہ بتا دے کہ میں نے اپنی دلدات کے فوراً بعد کیا بات کی تھی۔ اور میری ماں نے کیا کیا تھا؟

یہ سب اک دوسرے کا منہ تکینے لگے۔ پورے دربار میں خاموشی چھا گئی۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یہ بھلا کس طرح ممکن ہے کہ کوئی بحیرہ و ملاوت کے فوراً بعد کوئی بات کرے؟

جناب خولہ نے فرمایا: اگر ممکن نہ ہوتا تو میں کیوں کرتی۔

کچھ اور لوگ بول پڑے۔ یہ عورت صرف یہاں تے تراش رہی ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی بچہ ولادت کے فوراً بعد بولنے لگے۔ اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لے آئے۔ اور ان لوگوں سے فرمایا: ذرا وصلہ کرو جب چپ ہو گئے۔

حضرت علیؑ نے ابو بکرؓ سے فرمایا:

تمہیں خولہ کی بات پر اعتبار آئے یا نہ آئے اس نے بات درست کی ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ اس نے جو شرط رکھی ہے تمہیں قبول ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: قبول ہے۔

حضرت علیؑ نے خولہ سے فرمایا: تو اپنی شرط یہ قائم ہے؟

خولہ نے عرض کیا: میں اپنی شرط پر قائم ہوں۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: جو بات آپ کریں گے ہمارے پاس اس کا کیا ثبوت ہوگا کہ آپ درست کہہ رہے ہیں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا:

اولاً تو خود خولہ میری بات کی تصدیق کرے گی اور ثانیاً آپ کو ثبوت بھی مل جائے گا۔ پھر آپ خولہ کی طرف

متوجہ ہوئے اور فرمایا:

میں تجھے بات سنا رہا ہوں اگر درست ہوگی تو تو تصدیق کر دے گی۔

خولہ نے عرض کیا: اگر درست ہوگی تو تصدیق کر دوں گی اور اگر درست نہ ہوئی تو میرا حق تردید تو مجھے ہوگا

یا نہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: بالکل تجھے حق تردید ہوگا۔

خولہ نے عرض کیا: آپ فرمائیں کیا بات ہوئی تھی؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جب تیری ولادت کا وقت قریب ہوا اور تیری ماں درد زہ میں مبتلا ہوئی۔ تو اس نے دعا مانگی۔ بارالہ!

اس تکلیف میں میری مدد فرما۔

تیری ماں کی قبولیت دعا تیری ولادت کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

جب تیری ولادت ہو گئی تو تو نے کہا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ عما قلیل

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ عنقریب میرا نکاح ایک سردار

سے ہوگا اور اللہ مجھے اس سردار سے ایک بیٹا عنایت

سیملکنی سید۔

فرمائے گا

سیکون له منی ولد -

تیری ماں نے تیرے یہ چلے تانبے کی تختی پر لکھ کر اسی جگہ دفن کر دی جہاں تیری ولادت ہوئی تھی۔ جب تیری ماں کا وقت وفات قریب آیا۔ تو اس نے تجھے وصیت کی۔ جو شخص تجھے اس تختی کی اطلاع دے وہی تیرا شوہر ہوگا۔ جب تم لوگ گرفتار ہوئے تو تو نے تختی اپنے دائیں بازو پر باندھ لی۔ اب وہ تختی تجھے دے دے گی ہی اس تختی کا مالک ہوں میں اس بچے کا باپ ہوں۔ اور میں امیر المومنین ہوں تیرے بچے کا نام محمد ہوگا۔ یہ سن کر جناب خولہ قبلہ رخ ہو گئی اور بارگاہ خالق میں عرض کیا اللہ کی حمد ہے۔ اے اللہ تجھے توفیق عنایت فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھ پر کی ہے۔

پھر تختی کھول کر حضرت علیؑ کی طرف بڑھائی۔ ابو بکرؓ نے تختی لے کر دیکھی۔ پھر عثمانؓ نے پڑھی۔ مسجد میں بیٹھنے پڑھے ہوئے بیٹھے تھے سب نے باری باری اسے پڑھا۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ ابو الحسنؑ آپ اسے لے جاسکتے ہیں۔ اپنے اصحابؓ کی عیسیٰ کے سپرد کیا۔ پھر اس سے نکاح کیا۔ اور محمد حنیف کی ولادت ہوئی۔

۴۔ اصفہان :

ارشاد ہی میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم مسجد نبویؐ میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا۔ مجھے کسی ایسے آدمی کی رہنمائی کرو جس سے میں علم سیکھوں۔

میں نے اسے کہا۔ بندہ خدا! کیا تو نے نبی اکرمؐ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ۔ انا مدينۃ العلم وعلیٰ بابہا ؛ اس نے کہا ہاں سنا ہے۔

میں نے کہا۔ پھر شہر علم کا دروازہ علیؑ یہاں بیٹھا ہے۔ اور تو ادھر ادھر کیا دیکھ رہا ہے؟ وہ شخص آپ کے سامنے آکر دوڑا تو بیٹھ گیا۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ کہاں سے آیا ہے؟ اس نے عرض کیا۔ اصفہان سے آیا ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

لکھو۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ نے لکھو یا ہے کہ اہل اصفہان میں پانچ حضرات کبھی نہ ہوں گے۔

اہل اصفہان میں سخاوت نہیں ہوگی۔

اہل اصفہان شجاعت سے خالی ہوں گے۔

اہل اصفہان ایمان نہیں ہوں گے۔

اہل اصفہان میں غیرت نہیں ہوگی۔ اور
اہل اصفہان کے دل ہم اہلبیت کی محبت سے خالی ہوں گے۔
اس نے عرض کیا۔ قبلہ کچھ اور بھی پڑھائیں۔
آپ نے فارسی میں فرمایا: امروز ہمیں بس است۔ آج اتنا ہی کافی ہے۔

۵۔ کوفہ میں جادوگر:

ارشاد میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جبیر خابور معاویہ کے بیت المال کا نگران تھا۔ اس کی ماں کوفہ
میں رہتی تھی جو بوڑھی تھی۔ ایک دن اس نے معاویہؓ سے کہا۔ کہ کوفہ میں میری بوڑھی ماں رہتی ہے آپ اجازت
دیں تو ایک دفعہ ماں سے مل لوں اور اس کی کچھ خدمت کر لوں۔
حضرت معاویہؓ نے کہا۔ تجھے معلوم نہیں کہ کوفہ میں علیؑ رہتا ہے اور وہ بہت بڑا جادوگر اور کاہن ہے۔ تو جیسے ہی
گیا سحر علیؑ میں گرفتار ہو جائے گا۔
جبیر نے کہا۔ مجھے علیؑ سے کیا لینا ہے میں تو صرف اپنی ماں کی خدمت کروں گا۔ میں علیؑ سے ملوں گا ہی نہیں
تو پھر میں جادو میں کیسے گرفتار ہوں گا۔
حضرت معاویہؓ نے جانے کی اجازت دے دی۔ جبیر شام سے روانہ ہوا۔ جب بیرون کوفہ پہنچا تو اتفاقاً حضرت
علیؑ اسے راستہ میں مل گئے۔

حضرت علیؑ نے اسے کہا۔ کیا تو خیبر خابور ہے؟

جبیر نے کہا۔ ہاں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کیا تو نے معاویہ کے بیت المال سے کچھ رقم چرا کر عین الفریس دفن کر رکھی ہے؟

جبیر نے کہا۔ آپ نے سچ فرمایا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کیا تجھے معاویہ نے کہا ہے کہ علیؑ ساحر اور کاہن ہے؟

جبیر نے کہا۔ قبلہ اس نے کہا ہے۔

حضرت علیؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا: یہ مسافر ہے ممکن ہے اسے کسی چیز کی ضرورت ہو اس کے قیام و طعام
کا خیال رکھنا۔ پھر آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ یہ شخص بڑی لمبی زندگی کا مالک ہے۔ کوہ ابواز میں ٹھہرے گا
جب ہمارا قیام قیام کرے گا تو یہ شخص نبی منج سے چار افراد کے ساتھ ہمارے قائم کے خلاف جنگ کرے گا۔

۶۔ گرتی مسجد:

ارشاد میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے ساحل عمان پر ایک مسجد بنانا چاہی۔ جو نئی مسجد بنیادوں سے اوپر اٹھتی تھی گر جاتی تھی۔ متعدد مرتبہ کوشش کی گئی۔ لیکن مسجد نہ بنی یہ لوگ ابو بکرؓ کے پاس آئے۔ اور اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ معمار کی نیت درست نہیں ہے وہ بنیادیں ہی درست نہیں بناتا اس لیے گر جاتی ہے۔ معمار بدل دو۔ کئی مہینے گئے۔ لیکن صورت حال وہی رہی۔ انہوں نے اگر ابو بکرؓ کو بتایا کہ اب تو بصرہ کے اطراف دیوڑا میں ہم نے معمار بھی کوئی نہیں چھوڑا۔ لیکن مسجد نہیں بن رہی۔ حضرت ابو بکرؓ نے تمام صحابہ کو بلوایا۔ اور قسم دے کر فرمایا۔ جسے اس سلسلہ میں کوئی علم ہو وہ بتائے کہ آخر مسجد کیوں گر جاتی ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: جہاں تم لوگ مسجد بنانا چاہتے ہو وہاں شاہ تبع کی دو بیٹیاں رضوی اور جہاد فون ہیں۔ وہ مشرک نہیں تھیں انہیں کسی نے غسل و کفن نہیں دیا۔ انہیں پہلے غسل و کفن دوان پر جنازہ پڑھو پھر مسجد بناؤ مسجد بن جائے گی۔

بصریوں نے عرض کیا۔ قبلہ ہمیں یہ کیسے پتہ چلے گا کہ وہ کس جگہ دفن ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:
 قبلہ مسجد کے دائیں اور بائیں دونوں دفن ہیں۔ جب قبلہ مسجد کی دائیں جانب کھودو گے۔ تو تمہیں مٹی میں
 سے ایک تختی ملے گی اس پر لکھا ہوا ہوگا۔
 میں رضوی ہوں۔ میری بہن جہا ہے۔ ہم نے تادم مرگ اللہ سے کبھی شرک نہیں کیا۔

وہ لوگ واپس آئے انہوں نے اس جگہ کو کھودا تو انہیں تختی ملی جس پر لفظ بلفظ وہی عبارت کندہ تھی۔ جو حضرت علیؑ نے بتائی تھی۔ پھر انہوں نے مستورات کو قبریں کھولنے کو کہا۔ دونوں بہنوں کو مستورات نے نکالا غسل و کفن دے کر مردوں کے حوالہ کیا۔ مردوں نے نماز جنازہ پڑھ کر دونوں کو دفن کیا۔ پھر مسجد بنائی مسجد پھر کبھی بزرگی۔

۷۔ مروان کی بیعت:

ارتداد ہی ہیں نبی مراد کے ایک شخص سے مروی ہے کہ جنگ جیل کے بعد ابن عباس حضرت علیؑ کے پاس آیا اور کہا۔ قبیلہ ایک کام ہے اگر کریں تو؟
حضرت علیؑ نے فرمایا: مجھ سے زیادہ تیرے کام سے کون واقف ہے۔ تو مروان کی سفارش لے کر آیا ہے

جائیں نے اسے امان دی ہے۔ اسے میرے پاس لے آ ہاں ایک شرط ہے اسے گھوڑے پر اپنے پیچھے بیٹھا کے لے آ۔ ابن عباس مروان کو لے کر آیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کیا تو بیعت کرے گا؟

مروان نے کہا۔ کیوں نہ کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے ہاتھ بڑھایا:

حضرت علیؑ نے مروان کا ہاتھ بیعت کی خاطر پکڑا پھر چھوڑ دیا۔ اور فرمایا۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہ شخص بیس مرتبہ بھی بیعت کرے پھر بھی بیعت شکنی کا ارتکاب کرے گا۔ پھر آپ مروان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اسے حکم کے بیٹھے! انسوس ہے کہ تو موت سے ڈر گیا ہے۔

بخدا! تو اس وقت تک نہیں مرے گا۔ جب تک تیری صلب سے قلال اور فلل پیدا نہیں ہو جاتے اور تیرے یہ دونوں بیٹے امت مسلمہ کو زہر کے گھونٹ پلائیں گے۔ جا تو آزاد ہے جہاں جی چاہے چلا جا۔

۸۔ حضرت ابو بکر کا بہنوئی

مخاریج امام حسنؑ سے مروی ہے کہ ابو بکرؓ کے بہنوئی اشعث ابن قیس کندی نے اپنے گھر میں ایک بلند مینار تعمیر کر رکھا تھا۔ جب بھی مسجد کوفہ سے اذان ہوتی تو یہ شخص مینار پر چڑھ جاتا اور کہتا۔ یا علیؑ! تو سارے ہے تو جھوٹا ہے۔

حضرت علیؑ اشعث کو ترک کی گردن کہتے تھے۔

جب آپؑ سے اس کا سبب پوچھا گیا۔ تو آپؑ نے فرمایا جب یہ شخص موت کے قریب ہو گا تو دیوار سے آگ لگا کر گردن مناسلہ بلند ہو گا جو اسے جلا کر کوئلہ کر دے گا اور اس کا پورا جسم کوئلہ کی مانند ہو جائے گا۔ جب یہ شخص مرا تو بے شمار لوگوں نے حضرت علیؑ کی اس پیشگوئی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

۹۔ قاتل:

مناقب میں اصبع ابن نباتہ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم نے نماز صبح حضرت علیؑ کی اقتدا میں ادا کی جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک مسافر آیا۔ حضرت علیؑ نے اس سے پوچھا۔ کہاں سے آ رہا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ شام سے۔

آپؑ نے فرمایا۔ کیوں آیا ہے؟

اس نے کہا آپؑ سے ایک کام ہے۔

آپؑ نے فرمایا۔ کام تو خود بتائے گا یا میں تجھے بتا دوں۔

اس نے عرض کیا۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر آپ ہی بتادیں۔
آپ نے فرمایا:

فلاں ماہ۔ فلاں دن معاویہؓ نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص علیؓ ابن ابی طالبؓ کو قتل کر دے اسے دس ہزار انعام دیا جائے گا۔ فلاں شخص نے کہا۔ اتھا کر میں اسے قتل کرتا ہوں۔ جب وہ گھر گیا۔ تو اس نے سوچا کہ کیا میں برادر رسولؐ اور رسولؐ کے بیٹوں کے باپ کو قتل کروں گا۔

دوسرے دن پھر معاویہؓ نے اعلان کیا کہ جو شخص علیؓ کو قتل کرے اسے بیس ہزار انعام ملے گا۔ یہ اعلان سن کر فلاں شخص نے کہا۔ میں قتل کرتا ہوں۔ لیکن گھر جا کر وہ بھی یشیمان ہو گیا اور اس نے معاویہؓ سے معذرت کر لی۔ تیسرے دن معاویہؓ نے اعلان کیا کہ جو شخص علیؓ کو قتل کرے گا اسے تیس ہزار دینار انعام ملے گا یہ اعلان سن کر تو نے لبیک کہی۔ تو نبیؐ میرے سے۔ اب بتا جس کام کے لیے آیا ہے کرے گا؟

اس نے عرض کیا۔ نہیں قبلہ

آپ نے قبہ سے فرمایا۔ اسے زاو راہ دے دینا اور فی الحلال جا کے اسے آرام کرنے کے لیے جگہ دے اور کھانا کھلا۔ بہت دن سفر میں رہا ہے۔

۱۰۔ ابن ملجمؑ

بحار میں ایک مرنی سے مروی ہے کہ ہم حضرت علیؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کے پاس نبیؐ مراد کے چند افراد آئے ان میں ابن ملجمؑ بھی تھا۔

انہوں نے عرض کیا۔ یا علیؓ! یہ ابن ملجمؑ ہم نہیں لائے۔ زبردستی ہمارے ساتھ آ گیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں یہ کسی وقت آپ سے کوئی گستاخی نہ کر بیٹھے۔

حضرت علیؓ نے بغور ابن ملجمؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ اگر میں تجھ سے چند سوالات کروں تو تو صحیح جواب دے گا ابن ملجمؑ نے کہا جو معلوم ہوگا۔ وہ بتا دوں گا۔

حضرت علیؓ نے اس سے قسم لی کہ جو معلوم ہوگا وہ سچ سچ بتائے گا۔ ابن ملجمؑ نے قسم کھائی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:

کہ جب تو بچہ تھا۔ اور لڑکوں سے کھیلتا تھا اور انہیں زیر کر لیتا تھا۔ تو جب تو لڑکوں کے پاس آتا تھا۔ تجھے آتا ہوا دیکھ کر وہ کہتے تھے کہ۔ ابن داعجہ الکلاب (کتے بھونکانے والی کا بیٹا) آ رہا ہے؟ ابن ملجمؑ نے جواب دیا۔ بالکل لڑکے اسی طرح کہتے تھے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

جب تو جوان ہو گیا۔ تو ایک دن ایک شخص کے پاس سے گزرا اس نے تجھے دیکھ کر یہ کہا تھا۔
اشقی! من عاقرا تہ مشود۔ جناب صانع کی ناقہ پٹنے کرنے والے سے بد نصیب تر۔

یار ہا ہے؟

ابن جهم نے کہا۔ ایک شخص نے مجھے کہا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کیا تجھے تیری ماں نے بتایا تھا کہ تیرے نطفہ کا انعقاد ایام حیض میں ہوا تھا؟
ابن جهم کچھ دیر کے لیے خاموش رہا۔ پھر کہنے لگا۔ ہاں ماں نے مجھے بتایا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

مجھے سرور انبیاءؑ نے فرمایا تھا کہ۔ علیؑ تیرا قاتل یہودی ہو گا۔

۱۱۔ جنتی دانہ :

بحار میں مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت علیؑ سے پوچھا۔ کیا آپ کے رسولؐ نے یہ فرمایا ہے کہ انار میں
ایک دانہ جنت سے ہوتا ہے؟

حضرت نے فرمایا:

ہاں میں نے آنحضورؐ سے سنا ہے۔

یہودی نے کہا۔ جو شخص سالم انار کھائے گا وہ جنت میں جائے گا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

مردر جائے گا۔

یہودی نے کہا۔ میں نے ابھی ابھی انار کھایا ہے پھر میں بھی جنت میں جاؤں گا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اللہ وہ دانہ کافر کو نصیب ہی نہیں کرتا۔

یہودی نے کہا۔ میں نے پورے دھیان سے انار کھایا ہے اور ایک دانہ بھی ضائع نہیں کیا۔ یہ کہتے ہوئے

اس نے داڑھی کو کھجایا۔ اس سے انار کا ایک دانہ گر آیا۔

حضرت علیؑ نے اٹھا کر قنبر کو دیا کہ با اسے پاک کر کے لے آ۔ پھر خود کھا کر فرمایا۔ کہ اللہ کی حمد ہے کہ اس نے کافر

سے یہ دانہ بچا لیا ہے۔

۱۲۔ موت کی پیشگوئی:

بحار میں مروی ہے کہ آپؑ نے جویریہ ابن مسہر کو فرمایا تھا کہ تجھے میری محبت میں بہت اذیت سے شہید کیا جائے گا۔ اور شہید کرنے والا امت کا بدترین شخص ہوگا۔ تیرے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے پھر تجھے تختہ دار پر چڑھایا جائے گا۔

چنانچہ معاویہؓ کے دور میں زیاد نے جویریہ کو گرفتار کر کے ویسے شہید کیا جیسے حضرتؑ نے فرمایا تھا۔

۱۳۔ میثم تمسار:

بحار میں خود جناب میثمؓ سے منقول ہے کہ میں ایک عورت کا غلام تھا۔ حضرت علیؑ نے مجھے اس سے خرید لیا۔ آزاد کر کے پوچھا۔ تیرا کیا نام ہے؟ میں نے عرض کیا۔ میرا نام سالم ہے۔

آپؑ نے فرمایا: مجھے میرے آقا نبیؐ کو نبیؐ نے بتایا تھا کہ تیرے والدین نے تیرا نام میثم رکھا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ قبلہ آنحضورؐ نے سچ فرمایا ہے۔ میرا آباؤں کا نام ہی تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اب اپنا پہلا نام رکھ لے۔ چنانچہ میں نے ابو سالم کنیت رکھ لی اور نام میثم۔

آپؑ نے فرمایا: میثم میرے بعد میری محبت میں بہت دکھ اٹھائے گا۔

میں نے عرض کیا۔ قلیلہ خاتمہ ایمان پر ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا:

ہاں تو شہید ہوگا۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ حضرت علیؑ نے جو کچھ فرمایا تھا۔ میثم کے ساتھ وہی کچھ پیش آیا۔

۱۴۔ شفاعت کنندہ کا پٹروس:

بحار میں اصنع سے مروی ہے کہ ایک دن ہم حضرت علیؑ کے ساتھ کوفہ کے عقب میں وادی نجف میں بیٹھے

تھے کہ آپؑ نے فرمایا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔ کیا تم مجھے دیکھ رہے ہو؟

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کی نگاہ امامت تو تحت الشریعہ سے نیچے اور عرش سے اوپر تک دیکھ سکتی ہے۔ آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے ایک اونٹ نظر آ رہا ہے۔ اس پر ایک جنازہ رکھا ہے اس کے پیچھے بہت سے لوگ ہیں۔ اور ایک شخص کے ہاتھ میں اونٹ کی ہمارے۔ لیکن ابھی یہاں سے تین دن کے فاصلہ پر ہیں۔ تیسرے دن پہنچیں گے۔ تیسرے دن جنازہ اگیا۔

دو آدمیوں نے ہم پر سلام کیا۔ حضرت علیؑ نے سلام کا جواب دے کر پوچھا۔ تم کون ہو؟ کہاں سے آرہے ہو؟ اور یہ جنازہ کیسا ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔ ہم یمن سے آرہے ہیں۔ جنازہ ہمارے باپ کا ہے۔ دم مرگ اس نے ہمیں وصیت کی تھی کہ غسل و کفن اور نماز جنازہ کے بعد مجھے میرے اونٹ پر لاد کر عراق لے جانا اور کوفہ کے عقب میں وادی بجن میں دفن کرنا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کیا تم نے اپنے باپ سے اس جگہ دفن کی وجہ بھی پوچھی تھی؟

انہوں نے عرض کیا۔ ہاں ہم نے پوچھی تھی اور اس نے بتایا تھا کہ وہاں ایک ایسا شخص دفن ہو گا جو اگر تمام اہل محشر کی بھی شفاعت کرے گا۔ تو اللہ رو نہیں کرے گا۔ حضرت علیؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اس نے سچ کہا ہے۔ میں ہی یہاں دفن ہوں گا۔ اور میں ہی وہ ہوں۔

۱۴۔ بغیر الف کے خطبہ:

خارج میں مروی ہے کہ ایک دن صحابہ آپس میں بیٹھے اس بات پر تبصرہ کر رہے تھے کہ زبان عرب میں وہ کون سا حرف ہے جس کے بغیر کوئی لفظ بن نہیں سکتا۔ اور کوئی خطیب اپنے چھوٹے یا بڑے خطبہ میں اس حرف کے بغیر خطبہ نہیں دے سکتا۔ طویل تبصرہ کے بعد حسب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ الف واحد وہ حرف ہے جس کے بغیر عربی زبان میں کوئی لفظ نہیں بن سکتا۔ حضرت علیؑ بھی ان میں موجود تھے۔ جب ان کا فیصلہ ہو گیا تو آپ نے فی البدیہہ خطبہ شروع کر دیا۔

حَدَّثَ مِنْ عَظَمَتِ مُنْتَهَا وَ	میں اس ذات کی حمد کرتا ہوں جس کے احسان عظیم ہیں۔
سَبَّغَتْ نِعْمَتَهُ وَ سَبَّغَتْ	جس کی نعمات کامل ہیں۔ جس کی رحمت
رَحْمَتَهُ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُهُ وَ	پہلے ہے۔ جس کے کلمات کامل ہیں
نَقَذَتْ مَشِيئَتَهُ وَ يَلْغَتْ	جس کی مشیت نافذ ہے۔
حِجَّتَهُ وَ عَدَلَتْ تَقْضِيَّتَهُ	جس کے دلائل مکمل ہیں۔ جس کا

حمد ته حمد مقرر
 بر بوبیتہ متخصم
 يعبوديته متصل من
 خطيته متفرد بتوحيد
 مستعید من وعید
 مؤمل منه معقرة يوم
 يشغل عن فضيلته و
 بذیه و تستعینه ونستر
 شده و نشهد یہ
 ونومن یہ و نتوکل
 عليه و شهادات له شهود
 عید موقن مخلص و
 فرد ته تفريد مومن
 متيقن و وحدته توحيد
 عبد مذ عن ليس
 له شريك في ملكه
 ولم یکن له
 ولی فی صنعہ
 جل عن مشير و
 وزير وعن عون
 و معین و نصير و نظير
 علم فستر بطن مخبر و ملك
 فقد و عضی فقفر و عید فشكر
 و حکم فعدل و تکریم و تفضل
 لم یزل ولم یزول لیس کثله
 شئی و هو قبل کل شیء رب

فیصلہ عادلانہ ہے۔ میں اس شخص جیسی حمد کرتا ہوں۔
 جو اس کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہو۔ ایسا شخص
 جو اس کی عبودیت میں جھکا ہوا ہے ایسا شخص
 جو اس کی نافرمانی سے خائف ہو۔ ایسا شخص جو
 اس کی توحید میں تنہا ہو۔ ایسا شخص
 جو اس کے وعید سے پناہ مانگتا ہوں۔ ایسا شخص جو
 اس دن اس کی
 مغفرت کا امیدوار ہو جس دن ہر شخص اپنی
 بیوی اور اولاد سے جدا ہوگا۔ ہم اسی سے مدد مانگتے
 ہیں۔

اسی سے ہدایت مانگتے ہیں اسی سے رش و طلب کرتے ہیں
 اسی پر ایمان رکھتے ہیں اسی پر توکل کرتے ہیں۔ میں اس
 شخص جیسی شہادت دیتا ہوں جو مومن مخلص ہو۔ میں
 اس مومن کی طرح اسے یکتا کہتا ہوں جسے اس کی یکتائی
 کا یقین ہو۔ میں اس کی اس شخص کی طرح توحید بیان کرتا
 ہوں جسے کسی قسم کا شک نہ ہو۔ اس کی حکومت میں
 اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کی صنعت میں اس کا
 کوئی معاون نہیں۔ وہ ہر مشیر و وزیر سے بے نیاز ہے
 اسے کسی مدد و مددگار معاون اور مثل کی ضرورت نہیں
 جو جانتے ہوئے پردہ ڈالتا ہے جو ہر باطن سے
 آشنا ہے۔ جو حکومت کے معاملہ میں غالب ہے
 جو نافرمانی پر معاف کرتا ہے۔ جو عبادت پر سرکش کرتا ہے
 جو عادلانہ فیصلہ کرتا ہے۔ جو مکرم ہے اور نوازش
 کرنے والا ہے۔

جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا اس کی مثل کوئی نہیں
 وہ ہر شے سے پہلے ہے بمنزرب ہے

متعزز بعزته متمكن
بقوته متقدس بعلوه متكبر
بسموه ليس يدركه بصرو لم
يحط به نظر قوي ميسر نصير
بصير سميع رؤف رحيم
عجز عن وصفه من يصفه
دخل عن نعمته من يعرفه
قرب فبعد فقريب عيب
دعوة من يدعوه ويرزقه
ويجوه ذولطف خفي وبطش
قوي ورحمة موسعة وعقوبة
موجعة رحمة جنة عريضة
موفقة وعقوبة جحيم
مدودة موفقة وشهدت
ببعث محمد رسول الله وعبد
وصفيه ونبيه ونجيبه و
حبيبہ وخليله وبعثه في
خير عصر وخير فترة رحمة
بعيدة وقته عزيزة ختم
به نبوته وشيد به حجته
فوعظ ونصح وبلغر و
كدر رؤف بكل مومن
رحيم سخي رضى ولي
زكي عليه رحمة وتسليم
وبركة وتعظيم وكريم
من رب غفور رحيم

اپنی طاقت سے باقی ہے۔ اپنی بلندی میں مقدس
ہے۔ اپنی اعلانیّت میں متکبر ہے۔ کوئی نگاہ اس
کا ادراک نہیں کر سکتی۔ کوئی نظر اس کا احاطہ نہیں کر
سکتی قوی ہے۔ محفوظ ہے۔ بصیر ہے۔ سنتے والا
ہے۔ مہربان ہے۔
رحیم ہے۔ اس کی تعریف کرنا الہر شخص عاجز ہے۔
اس کی لغت بیان کرنے والا گمراہ ہے۔ قریب ہونے
کے باوجود دور ہے۔
قریب اتنا ہے کہ جو بھی اس کو پکارے جواب دیتا
ہے۔ رزق دیتا ہے کہ نوازش کرتا ہے۔ صاحب
لطف خفی ہے۔ طاقت قویہ کا مالک ہے۔ اس کی
رحمت بھی وسیع ہے اور اس کی سزا بھی اذیت ناک
ہے اس کی رحمت کا دوزخاں جنت ہے اور عذاب کا دوزخاں جہنم
والی جہنم ہے۔ میں بعثت محمدؐ کی گواہی دیتا ہوں۔
وہ محمدؐ جو اس کا عبد ہے۔ رسول ہے۔ مصطفیٰ ہے۔ نبی
ہے۔
مجتبیٰ ہے۔ حبیب ہے۔ خلیل ہے۔ اللہ نے
اسے بہترین وقت میں مبعوث کیا ہے۔ بہترین وقفہ
میں نوازا ہے۔ یہ بعثت اللہ کی طرف سے اس کے
بندوں پر رحمت اور احسان ہے اللہ نے محمدؐ پر سلسلہ
نبوت کو ختم کیا ہے۔ اللہ نے محمدؐ کے ذریعہ اپنی حجت
کو مستحکم کیا ہے۔ انہوں نے وعظ کیا نصیحتیں کیں تبلیغ
کی تکالیف اٹھائیں ہر مومن کے لیے مہربان تھے۔
رحیم تھے۔ سخی تھے اللہ کے مرضی تھے ولی خدا تھے
مزدکی تھے۔ ان پر اللہ کی رحمت ہو۔ سلام ہوں برکتیں
ہوں۔ عظیمیں ہوں۔ رب غفور۔ رحیم۔ حکیم جواب دینے

قریب مجیب حکیم -
و صیتکم و نفسی معشر من
حضرت فی بوصیة ربکم ذکر تکم
بسنة نبیکم علیکم برہبة
تسکن قلوبکم و خشية
تذری و موعکم و تقية
تنجیکم قبل یوم یبلیکم
و تذہکم یوم یفون
من ثقل وزن حسنة و
خف وزن سئیة لتکن
مستلکم و تملقکم مسئلة
ذل و خضوع و شکر و خشوع
بتوبة و نزوع و ندام و
رجوع و لیغتتم کل مغتتم
منکم صحتہ قبل فقرہ و فرقة
قبل شغلة و حضرة قبل
سقرہ و حیاتہ قبل موتہ
قبل یمین و یھرم و
یمرض قبل تکبر و
تھرم و تسقم علیہ طیبہ
و یعرض عتہ حبیبہ
و ینقطع عمرہ و تتغیر
عقلہ ثم قبل ہو
موعوک و جسمہ مہموک
ثم جد فی نزع شدید
و حضرة -

ولے اللہ کی طرف سے کائناتیں ہوں۔
میں آپ کو اپنے نفس کو اور جو اس وقت میرے
سامنے موجود ہیں اللہ کی وصیت کرتا ہوں میں سنت
نبوی یاد دلاتا ہوں۔
ایسی فضائش کرو جس میں تمہارے دلوں کو اطمینان
حاصل ہو۔
ایسی خشیت پیدا کرو جس سے تمہارے آنسو بہتے
رہیں۔ ایسا تقویٰ تلاش کرو جو تمہیں نجات دے لیکن
یہ سب کچھ اس دن سے پہلے ہو جو دن یوم ابتلا ہوگا
جس دن وہی کامیاب ہوگا جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری
ہوگا۔ اور نافرمانیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا۔ اگر آپ اللہ سے
کچھ مانگیں تو ذلت اور غرض آمد سے مانگیں۔
عاجزی سے مانگیں۔ شکریہ ادا کریں۔ توبہ کر کے جھک
کر مانگیں۔
کمتر ہو کر مانگیں۔ ندامت سے مانگیں۔ نیاز مند ہو کر مانگیں
ہر شخص کو بیماری سے قبل صحت کو۔
بڑھاپے سے قبل جوانی کو۔ غربت سے قبل دولت کو۔
مصرف ہو جانے سے قبل فراغت کو۔ سفر سے پہلے
قیام کو موت سے پہلے زندگی کو۔ غنیمت سمجھنا چاہئے
اس وقت کو سامنے رکھو جب تم کمزور ہو جاؤ گے۔ بوڑھے
ہو جاؤ گے۔ بیمار پڑ جاؤ گے۔ سن رسیدہ کر دیئے جاؤ گے
بڑھاپے میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ بیمار کر دیئے جاؤ گے۔
طیب جواب دیدیگا۔
دوست قطع تعلقی کر لیں گے عمر ختم ہو جائے گی۔ عقل
کمزور ہو جائے گی۔ تباہ یا جائے گا آخری سانس ہیں جسم
لاغر ہو جائے گا۔ عالم نزع کی شدت ہوگی۔

کل قریب وبعید فتنخص
بصره وطمح نظره و رشح
جبینہ و عطف عربینہ و سکن
حینہ و حزنہ نفسہ و بکتہ
عرسہ و حضر رسہ و یتیم
منہ و لدہ و تفرق عنہ و عدہ
و قسم جمعہ و ذہب بصرہ
و سمعہ و مدد و جرد
عری و غسل و نشف و سبی
و بسط لہ و ہیئ و تشرعلیہ
کفنہ و شد منہ و ذقنہ
و قمص و عجم و ردع و سلم
و حمل فوق سریر و صلی
علیہ بتکبیر بغیر سجود
و یغفر و نقل من دور و مزخرنہ
و قصور مشیدۃ و حجر منجدۃ
و جعل فی ضریح ملحد
و ضیق مرصود بلبین منظور
مسققت بمجمود و هیل علیہ
حضرة و حشی علیہ موره
و تحقق حضرة و نسی خیره
و رجم عنہ و لیہ و صفیہ
و ندیمۃ و نسیبۃ
و حمیمہ و تبدل بہ ترینہ
و جیبہ فہو حشو قبر و سر
ہین فقر یسعی و جیبہ فہو

اپنے اور پرانے جمع ہو جائیں گے۔ آنکھیں پتھر جابیں
گی۔ نظر بی وفا ہو جائے گی۔
پیشانی پسینہ اودھو گی۔ منکا ڈھل جائے گا
آہیں خاموش ہو جائیں گی۔ اپنا نفس نوحہ خواں ہوگا۔
بیوی رو رہی ہوگی۔ گڑا کھودا جائے گا۔ بچے یتیم ہو جائیں گے
دوست بکھر جائیں گے۔ پارٹی چھوڑ جائے گی۔
نظر بیکار ہو جائے گی۔ کان بہرے ہو جائیں گے۔ بازو
دراز کر دیئے جائیں گے۔
کپڑے اتار لیے جائیں گے۔ در بند کر دیا جائے گا۔ غسل دیا
جائے گا۔ خشک کیا جائے گا۔ تختہ پر سلا یا جائے گا۔ لمبا کیا
جائے گا۔ کفن پہنایا جائے گا۔ ٹھوڑی باندھی جائے گی۔
کفنی پہنائی جائے گی۔ عامہ باندھا جائے گا۔ لٹا دیا
جائے گا۔ بند کر دیا جائے گا۔
تاہوت میں اٹھایا جائے گا۔ جنازہ پڑھا جائے گا۔ سجدہ کے
بنیم بکبیر ہوگی۔ مغفرت کی دعا مانگی جائے گی۔ خوبصورت
گھروں۔ کچے مکانوں اور راستہ کمروں سے نکال کر
کھدی قبر۔ تنگ جگہ میں رکھا جائے گا۔ اوپر نہ تہہ انیشیں
چن دی جائیں گی۔
جس کی پخت پتھروں سے ہوگی گڑھے سے نکال ہوئی
مٹی اوپر ڈال دی جائے گی۔ ریت سے بھر دیا جائے گا۔
حاضر ہی پکی ہو جائے گی۔
اس کی بات بھول جائے گی اسے وارث۔ دوست۔ ہم
پیالہ اور ساتھی سب واپس آ جائیں گے۔ دوست بدل
جائیں گے
وہ قبر کے سپرد ہوگا تنہائی کا مریہ منت ہوگا۔
قبر کے کپڑے جسم پر ملیں گے۔ داغ ناک سے بہہ جائے گا

حشو قبر و رهين قفر يسقى بحمسه
دود قبره و يسيل حسدIDE من
نسخه يسحق برمه الحمد و ينشف
رمة و يرم عظمه حتى يوم حشره
فتشر من قبره حين ينفخ في
صور و يدعى بحشر و تشور فثم
بعثت قبور و حصلت سريرة
صدور و حثي بكل بنى و صديق
و شهيد يوحد للفصل تدريعية
خير يصير فكم من زفرة تفيه و
حسرة قضيته في موقف مهري
و شهدا جليل بين يدي ملك عظيم
و بكل صغير و كبير عليهم فحينئذ
يلججه عرقه و يحصره خلقه عبرته
غير موحومة و صرخته غير مسموعة
و حخته غير مقبولة نزول جريدته
و نشر صيافته نظري سوء عمله
و شهدت عليه عينه بنظرة ويدة
ببطشه و رجله بخطوة و فرجه
بلمسه و جلده بمسه فسلسل
جيده و غلت يده و سيق
تسحب وحده فور وجهه بكرب
و شدة فظل يعذب في عظيم
ويسقى شربة من حميم تشوي
وجهه و تسليخ جلده و تقريه
زبيته بمقعر من حديد و يعود

گوشت شر جانے گا خون خشک ہو جائے
ہڈیاں راکھ بن جائیں گی اور یہ سلسلہ یومِ حشر تک رہے
گا۔ پھر جب سورجھونکا جائے گا اسے قبر سے اٹھا کر میدانِ
محشر میں بلایا جائے گا۔

تمام قبروں کے دہانے کھل جائیں گے۔ دلوں میں
پوشیدہ راز کھل آئیں گے۔ سہرنی۔ ہر صدیق اور گواہ کو
لایا جائے گا۔

فیصلہ کے لیے تنہا رہ کر تیرہ سو چالیس سال سے باطلہ و باخبر رہے ہوگا۔ کتنی سرد آہیں دم توڑ جائیں گی۔ اس ہولناک مقام پر کتنی حسرتیں کھٹ کر مر جائیں گی۔ یہ حاضری اس عظیم سلطان کے حلیں دربار میں ہوگی جو چھوٹے بڑے کے کبیروہ و صغیرہ سے واقف ہوگا۔

ایسا وقت ہو گا جب پینہ نگام بن جائے گا سانس تنگ ہو جائے گی۔ اس دن آنسوؤں پر نثریں کوئی نہ کھائے گا۔ بیخ و بیکار پر کان کوئی نہ دھریگا کوئی عذر قابل قبول نہ ہو گا۔ کتناہ سامنے ہوں گے۔ نامہ اعمال کھولا جائے گا ہر شخص اپنے برے اعمال کا مشاہدہ کرے گا۔ آنکھیں لگا ہوں گی گواہ ہوگی۔ ہاتھ ظلم کے شاہد ہوں گے۔ پاؤں چلنے کی گواہی دیں گے۔

شہر مگاہ زنا کی داستان بنائے گی۔ چڑاؤس کی خبر دیگا
پھر گردن میں طوق ڈالا جائے گا۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی
پہنائی جائے گی اور تنہا کو سونے جہنم کھینچا جائے گا اس
خشش میں رنج و سختی ہوگی۔ جہنم میں عذاب کیا جائیگا
پینے کو کھولتا ہو اگر مہیا ہوگا۔

بیہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ اس کی آنکھیں کھلیں اور وہ دیکھا کہ ایک شخص اس کے پاس بیٹھا تھا۔

فہرست کتب و رسائل

جلد ہ بعد نضجہ کجلد جدید
یستغیث فتعرض عنه خزنة
جهنم ویستصرخ فلیث حقبة
یندم نعوذ برب قدیر من
شر کل مصیر مسئلہ عقرو من
رضی عنه ومغفرة من قبله
فہو ولی مسئلتی ومنعم طلبستی
فمن زحزح عن تعدی بربہ
جعل فی جنتہ بعزته وخلافی
قصور مشیدہ وملک بحور
عین وحفدہ وطیف علیہ
بکؤس وسکن حضرة قدس
وتقلب فی نعیم وسقی من
تسнім وسرب من عین سلسیل
وزج له بزنجیل فخم بمسک
وعبیر مستدیم للملک مستشعر
للسروریشرب من خمور فی
روض مغدق لیس یصدع من
شریہ ولیس ینزف
هذه منزلة من خشی ربہ و
حضر نفسہ وتلك عقوبة من
مجد منشیہ وسولت له نفسہ
معصیتہ فہو قول فصل وحکم
عدل وخبر قصص قص ووعظ
نص تنزیل من حکیم حمید نزل
بہ روح قدس مبین علی قلب

نئے چمڑے میں بدل جائیں گے یہ فریاد کرے گا۔
جہنم کے نگران منہ پھیر لیں گے یہ چیتے گا لیکن کوئی توجہ
نہ دے گا۔ نہ ختم ہونے والی پوری زندگی ندامت میں
گزارے گا۔ ہم اپنے رب قدیر کی ہر برے راہ سے پناہ
مانگتے ہیں۔ ہم ان افراد عیسیٰ معانی مانگتے ہیں جن سے وہ
راضی ہے ان افراد عیسیٰ بخشش چاہتے ہیں جن کو اس
نے بخش دیا ہے۔ وہی میری درخواست کا ولی ہے
وہی میرے مطلوب کا داتا ہے۔ جسے عذاب رب
سے نجات مل گئی۔ اسے اللہ اپنی عزت کے صدقہ
جنت میں جگہ دیگا۔ جو نہ ختم ہونے والی ساری زندگی
مضبوط عملات میں رہے گا حور عین سے شادی ہوگی
غلمان اس کے گرد گھیراؤ لے ہوں گے جام اس کے گریں
میں ہوں گے
مقدس مقام کا باسی ہوگا۔ نعمات میں کروٹیں لے گا۔
تسнім سے سیراب ہوگا چشمتہ سبیل سے پانی پئے گا
زنجیل آمیختہ ہوگی مشک کی ہر ہوگی۔ عنبر کی خوشبو ہوگی
یہ سب کچھ دائمی ہوگا ہمیشہ کی مستر میں ہوں گی۔
سر سبز و شاداب باغات میں ایسی شراب پئے گا جس
سے خشکی نہ ہوگی۔ اور جو کبھی ختم نہ ہوگی۔
یہ اس شخص کا مقام ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اور اپنا
محاسبہ کرتا ہے اور وہ اس شخص کی سزا ہوگی جو اپنے خالق
کا منکر ہے اور جسے اپنے نفس نے نافرمانی پر آمادہ کیا ہو
گا یہ حتمی بات ہے۔ عادلانہ فیصلہ ہے۔ بتایا گیا قصہ
ہے۔ منصوص نصیحت ہے
محکم و حمید اللہ کا نازل کردہ ہے جو روح القدس نے
اللہ کی طرف سے اس کے نبی کے دل پر نازل کیا ہے

نبیہ مہتد رشید صلت
علیہ رسل سفرۃ مکرمون
یررة -

عذت بر ب علیہم رحیم
کریم من شر کل عد ورجیم
فی تضرع متضرعکم و
یبتھل مبتھلکم ویستغفرکم
مربوب منکم لی ولکم وحسبی ربی وحدہ

جو ہدایت یافتہ اور رشید تھا۔ اللہ کے کرم اور نیک
نبیوں اور ملائکہ کا درود اس کی ذات پر ہو۔ میں رب
علیم رحیم و کریم کی ہر دشمن اور ماندہ درگاہ خداوندی
کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ ہر زادی کرنے والے
کو ہار گاہ خالق میں زاری کرنا چاہیے۔ ہر گڑ گڑانے
والے کو اس کی ہار گاہ میں گڑ گڑانا چاہیے ہر مخلوق کو
اللہ سے میرے لیے اور تمہارے لیے طلب مغفرت
کرنا چاہیے مجھے تنہا ہی اللہ کافی ہے۔

جو نبی آپ نے الف کے بغیر اتنا طویل خطبہ ختم کیا تمام صحابہ انگشت ہیرت منہ میں دیکر عجب عجب کرنے لگے
کچھ نے اسے آپ کی جادوگری کا ایک حصہ سمجھا اور کچھ نے اعجاز امت سمجھا۔

۱۵۔ مختصر مگر جامع؛

ہمارے میں حضرت سے ذیل کے مختصر مگر جامع کلمات بھی منقول ہیں۔

العالم حدیقة سیاحہا الشریعة
والشریعة سلطان تجب لہا الطاعة
والطاعة سیاسة یقوم بہا الملک
والملک راع یعضدہ المجیش
والمجیش اعوان یکفیہم المال
والمال رزق تجمعہ
الرعیة والرعیہ سواد
یستعبدہم العدل والعدل
اساس بہ قوام العالم -

کائنات ایک باغ ہے جس کی آراستگی شریعت سے ہوتی
ہے۔
شریعت حکمران ہے جس کی اطاعت واجب ہے۔
اطاعت سیاست ہے جسے حکمران پورا کر سکتا ہے
حکمران نگران ہے جس کی قوت بازو شکر ہے۔
شکر معاون ہے اس کی کفیل دولت ہے
دولت رزق ہے جسے رعیت جمع کرتی ہے
رعیت کثرت آبادی ہے جسے عدل قابو رکھتا ہے
عدل بنیاد ہے جس پر نظام عالم قائم ہے۔





آفتاب دنیا اور آفتاب دین

۱۔ عہد رسالت:

ارشاد شیخ مفید اور علاوہ ازیں دیگر تمام شیعہ سی مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی خاطر دو مرتبہ اللہ نے غروب شدہ آفتاب کو واپس کیا۔ ایک مرتبہ نبی کو یمن کی زندگی میں اور دوسری مرتبہ جنگ صفین پر جاتے ہوئے۔ جابر انصاری جیسے تمام معزز اور حق گو صحابہ کے علاوہ ام المؤمنین ام سلمہؓ جیدۃ المؤمنین اسماء بنت عمیس جیسی راست باز مستورات نے بھی بتایا ہے کہ ایک دن سرکار رسالتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے گھر بلایا کافی دیر تک مصروف گفتگو رہے۔ آنحضرتؐ نماز عصر پڑھ چکے تھے اور حضرت علیؑ کو آپؐ نے نماز ظہر کے بعد کسی کام کی خاطر بھیج دیا تھا۔ حضرت علیؑ کام سے واپس گھر آئے ہی تھے کہ پھر پیغام رسالت پہنچ گیا۔ دوران گفتگو ہی جبریلؑ دجی لے کر آیا۔ نبی اکرمؐ نے اپنا سر زانوئے حضرت علیؑ پر رکھ دیا جب حضرت علیؑ نے دیکھا کہ سلسلہ وحی طویل ہو گیا ہے تو آپؐ نے اسی حالت میں نماز شروع کر دی۔ سلسلہ وحی ختم ہوا آنحضرتؐ اٹھے اور پوچھا یا علیؑ تو نے نماز عصر پڑھ لی تھی؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا:

قبلہ پڑھ نہیں لی تھی۔ اب پڑھی ہے۔

آنحضرتؐ نے پوچھا۔ اب کہاں پڑھی ہے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا:

قبلہ یوں تو ساری زندگی نمازیں پڑھتے ہی گزار رہا تھا لیکن میری زندگی میں اس وقت تک دو نمازیں یادگار ہیں۔ ایک وہ نماز جس میں بحالت رکوع زکوٰۃ دی تھی۔ اور ایک وقت میں دو عبادتوں کا شرف حاصل کیا تھا۔ اور دوسری آج کی نماز عصر۔ ایک وقت میں دو عبادتوں کی سعادت حاصل کی ہے نماز تو اللہ کی عبادت ہے ہی

دوسری عبادت تھی آپ کی خدمت و اطاعت۔ بیک وقت آپ کی خدمت سے بھی مشرف رہا اور اللہ کی عبادت بھی کرتا رہا۔ آپ کا سر میری گود میں تھا۔ اور میرا سر سجدہ خالق میں جھکنا رہا۔
آنحضورؐ نے فرمایا:

میرا خیال ہے ایک مرتبہ پھر بھی نماز عصر ادا کرو۔ کیونکہ ممکن ہے ظاہر گد یکھنے والی نابینا آنکھیں کبھی یہ نہ کہدیں کہ علیؑ نے فلاں دن نماز نہیں پڑھی تھی۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قید آپ کا گھر ہے آپ کی چار دیواری ہے۔ جب آپ شہادت دے دیں گے تو پھر کون کچھ کہتا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا: یا علیؑ! یہی تو میرا امتحان ہے کہ میں جس طرح اپنی چار دیواری سے باہر محفوظ نہیں ہوں اسی طرح چار دیواری کے اندر بھی محفوظ نہیں ہوں۔ جس طرح چار دیواری سے باہر میری گواہی تو کجا میرے حکم سے انکار کرنے والے موجود ہیں اسی طرح چار دیواری کے اندر بھی ہوں گے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: قبلی جیسے حکم ہو میری عبادت تو آپ کے حکم کی تعمیل ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

اٹھو اسورج کو واپس بلاؤ۔ اور نماز عصر پڑھ لو۔ تاکہ ایک مرتبہ پوری کامنات یہ دیکھ لے کہ علیؑ تمام کامنات کا حکمران ہے۔

حضرت علیؑ نے تجدد و منوکی۔ لوگ اذان مغرب کا انتظار کر رہے تھے۔ سوئے مغرب رخ کر کے سورج کی طرف اشارہ انگشت شہادت کیا۔ نہ صرف اہل مدینہ نے دیکھا۔ پورے کہ ارض نے دیکھا۔ کہ جہاں سورج کے غروب سے ایک طرف مغرب ہو رہی تھی۔ وہاں دوسری طرف طلوع آفتاب سے صبح نمودار ہو رہی تھی۔ حضرت علیؑ کے اشارہ انگشت سے مغرب کا وقت عصر میں بدل گیا۔ اور جہاں صبح کے انار نمودار ہو رہے تھے وہاں ایک مرتبہ رات کی تاریکی چھا گئی۔ سورج وقت عصر پر پلٹ آیا۔ حضرت علیؑ نے نماز عصر ادا کی۔ جونہی نماز ختم ہوئی سورج کو بتانا نہیں پڑا کہ اب واپس چلا جا۔ سورج از خود جس جگہ سے آیا تھا۔ اسی جگہ اتنی تیزی سے واپس گیا کہ پورے کہ ارض کے باسیوں نے کرک سنی۔ اور دوبارہ رات چھا گئی۔

۲۔ بعد از وفات بی:

بصائر الدرجات اور دیگر شیعہ سنی مورخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ جنگ صفین پر جا رہے تھے۔ یابلی کے مقام سے دریا ٹخے فرات کو عبور کیا۔ لشکر بہت زیادہ تھکا دیا عبور کرتے کرتے کافی دقت صرف ہو گیا۔ حضرت علیؑ اور چند سپاہیوں نے تو نماز عصر پڑھی۔ لیکن فوج کی اکثریت مصروفیت کی وجہ سے نماز پڑھ سکی۔

اور سورج غروب ہو گیا۔ ان لوگوں نے شکوہ کیا۔ قبلہ آج ہم نہ صرف جماعت سے محروم رہ گئے ہیں بلکہ سرے سے نماز ہی نہیں پڑھ سکے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

کوئی حرج نہیں۔ اگر پڑھنا چاہتے ہو۔ تو تم وضو کرو۔ ابھی سورج اتنا دور نہیں گیا کہ واپس نہ آ سکے جب تمام لوگ وضو کر لو تو مجھے بتانا میں سورج واپس کر دوں گا تم نماز پڑھ لینا۔ یہ سن کر تمام سپاہی جلدی جلدی وضو کرنے لگے کچھ تو اس خوشی میں کہ فریقت کی قضا ذمہ نہیں رہے گی اور اکثر اس خوشی میں کہ غروب شدہ سورج کی واپسی کا نظارہ دیکھیں گے۔ جب سب نے وضو کر لیا حضرت علیؑ کو اطلاع دے گئی تو آپ نے سونے منہ پر اشارہ کیا۔ سورج مقام عصر پر واپس پلٹا۔ نمازیوں نے نماز ادا کی اور پھر واپس غروب ہو گیا۔ یہ وہ دو واقعات ہیں جن پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ ابن مردودہ نے مناقب میں۔ ثعلبی نے تفسیر میں ابو عبد اللہ نے المعرفۃ میں۔ ابو عبد اللہ نظری نے خصائص میں خطیب بغدادی نے اربعین میں ابو احمد جرجانی نے تاریخ جرجان میں ابو بکر وراق نے اپنی کتاب میں۔ ابو القاسم حسانی نے رد الشمس میں۔ ابو الحسن ابن شاذان نے رد الشمس میں اور ابو بکر شیرازی نے اپنی کتاب میں یہ دو واقعات لکھنے کے بعد آگے چل کر یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ رسولؐ نے تو حضرت علیؑ کے اشارہ انگشت سے سورج کی واپسی کو متعدد مقامات پر روایت کیا ہے۔ ابو بکر شیرازی نے جو مقامات گنوائے ہیں وہ یہ ہیں۔

- ۱۔ حدیث بساط کے دن حضرت علیؑ غروب ہونے کے بعد سورج واپس پلٹا۔
- ۲۔ جنگ خندق کے دن بھی حضرت علیؑ نے سورج واپس پلٹایا۔
- ۳۔ جنگ حنین میں بھی حضرت علیؑ نے غروب شدہ سورج کو واپس پلٹایا۔
- ۴۔ جنگ خیبر میں بھی حضرت علیؑ نے غروب ہو جانے کے بعد سورج واپس پلٹایا۔
- ۵۔ جنگ فرقیسا کے دن بھی حضرت علیؑ غروب ہونے کے بعد سورج کو واپس پلٹایا۔
- ۶۔ برثنا کے دن بھی حکم حضرت علیؑ سے سورج واپس پلٹا۔
- ۷۔ یوم خاھر یہ بھی اشارۃ حضرت علیؑ سے سورج واپس پلٹا۔
- ۸۔ جنگ نہروان میں بھی حضرت علیؑ نے سورج واپس پلٹایا۔
- ۹۔ بیعت نہروان کے دن بھی حضرت علیؑ نے سورج واپس پلٹایا۔
- ۱۰۔ جنگ صفین میں بھی حضرت علیؑ کے حکم سے سورج واپس پلٹا۔
- ۱۱۔ نجف میں بھی حضرت علیؑ نے سورج کو واپس پلٹایا۔
- ۱۲۔ نبی مازکی جنگ میں بھی حکم حضرت علیؑ سے سورج واپس پلٹا۔

۱۳۔ وادی عقیق میں بھی حضرت علیؑ کے اشارہ سے سورج واپس آیا۔

۱۴۔ جنگ اُحد کے بعد بھی حکم حضرت علیؑ سے سورج غروب ہونے کے بعد واپس ہوا۔

۳۔ سورج سے گفتگو

امالی صدوق میں ابن عباس سے مروی ہے کہ فتح مکہ سے واپسی پر ہم آٹھ ہزار آدمی تھے۔ جب شام ہوئی تو ہماری تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ وہاں آنکھوں نے فرمایا۔ کہ آج کے بعد ہجرت کی اجازت ختم ہو گئی ہے آپ نے فرمایا۔ فتح مکہ کے بعد وجوب ہجرت ختم ہو چکا ہے۔

جب ہم مقام ہوازن پر پہنچے تو حضرت علیؑ سے آنکھوں نے فرمایا۔ یا علیؑ! آج جب سورج طلوع ہوا اللہ کے ہاں اپنا مقام دیکھ اور سورج سے بات کر۔ وہ تجھے جواب دیگا۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ میرے دل میں کبھی حضرت علیؑ کے لیے حسد پیدا نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس دن نہ جانے کیوں میں آتش حسد میں جھن گیا۔ میں نے اپنے بیٹے فضل سے کہا۔ چل بھلا دیکھیں تو سہی کہ علیؑ سورج سے کیا کہتا ہے اور سورج علیؑ کو کیا جواب دیتا ہے؟

جب سورج طلوع ہوا تو حضرت علیؑ نے سورج کو مخاطب کر کے فرمایا:

اے اللہ کا عید مطیع اطاعت خالق میں چلنے والے آفتاب میرا سلام ہو۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ خالق اکبر کی قسم ہے ہم دونوں باپ بیٹا سن رہے تھے سورج سے فصیح عربی میں

جواب ملا۔

اے برادر رسولؐ۔ اے وحی رسولؐ۔ اے اللہ کی طرف سے مخلوق خدا پر جنت خدا میرا بھی آپ پر سلام ہو

حضرت علیؑ جواب سلام سن کر سجدہ میں گر گئے۔ اور فرط مسرت سے گریہ کرنے لگے۔ نبی کو نین قریب آئے

اور فرمایا۔ یا علیؑ! اٹھ۔ تیرے گریہ نے ملائکہ کو بھی رلا دیا ہے۔ اللہ تجھ پر فخر و مہاباات کر رہا ہے۔

۴۔ علیؑ اول و آخر ہے:

بحاری میں جناب ابو ذر غفاری سے مروی ہے کہ ایک دن مدینہ منیٰ کو میں نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ کلی صبح

جب طلوع آفتاب کا وقت ہو تو جنت البقیع میں چلے جانا وہاں کسی اونٹنے ٹیلے پر کھڑے ہو کر سورج سے

گفتگو کرنا وہ تجھے جواب دیگا۔ پھر صبا سے فرمایا۔ جسے کمال علیؑ دیکھنا پودہ بھی علیؑ کے ساتھ جاسکتا ہے۔

دوسری صبح کو نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد۔ میں ابو بکرؓ عمرؓ خذلیکؓ مہاجرین اور کچھ انصار بھی حضرت

علیؑ کے ساتھ چلے آئے۔ حضرت علیؑ ایک ٹیلے پر کھڑے ہو گئے۔ جب طلوع آفتاب ہوا تو حضرت علیؑ نے

آفتاب کی طرف دیکھ کر فرمایا:

اے اللہ کی مخلوق۔ اے میطیع حکم خالق میرا سلام ہو۔

تمام صحابہ نے سنا کہ سورج سے حضرت علیؑ کو جواب ملا۔

عليك السلام يا اؤل یا آخر یا ظاہر و باطن یا من ہو بکل شیئی علیہ۔

یہ سنتے ہم تمام غش کھا کر گر گئے۔ جب ہمیں آفاقہ ہوا تو دیکھا حضرت علیؑ وہاں موجود نہ تھے۔ ہم جلدی جلدی

آنحضورؐ کی خدمت میں آئے۔ آپ ہمیں دیکھ کر مسکرا دیئے اور پوچھا کیا بات ہے خیریت تو ہے؟ پریشان نظر آ رہے ہو۔

حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ قبلہ پریشانی کی بات تو یہ ہے۔ میرا خیال تو ہے کہ جب آپؐ سیں گے تو آپؐ بھی پریشان ہو جائیں گے۔

آنحضورؐ نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟

حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں نے عرض کیا۔ قبلہ آج سورج نے علیؑ کو وہ القاب دیئے ہیں جو قرآن میں اللہ نے اپنے لیے استعمال کیئے ہیں۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

حوصلہ رکھو۔ اور بتاؤ سورج نے کیا کہا ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ سورج نے علیؑ کو اہل کہا ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ کیا سورج نے سچ نہیں کہا۔ علیؑ اہل المؤمنین ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ چلو یہ تو ہم مان لیتے ہیں لیکن سورج نے علیؑ کو آخر کہا ہے۔

آپؐ نے فرمایا:

یہ بھی سچ ہے۔ علیؑ آخری وہ شخص ہوگا جو میرے ساتھ رہے گا۔ اور کوئی بھی تا آخر میرے ساتھ نہ رہے گا۔

انہوں نے عرض کیا؛ قبلہ سورج نے علیؑ کو ظاہر بھی کہا ہے۔

آپؐ نے فرمایا:

تو کیا حرج ہے۔ میرا تمام علم علیؑ کے لیے ظاہر ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ سورج نے علیؑ کو باطن کہا ہے۔

آپؐ نے فرمایا:

یہ بھی سورج نے سچ ہی کہا ہے۔ علیؑ میرے تمام اسرار کا باطن ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ سورج نے علیؑ کو بکل شیئی علیہ کہا ہے۔

آپ تے فرمایا :

سورج نے سچ کہا ہے۔ علیٰ ماکان وما یکون الی یوم القیامہ تک کا عالم ہے۔ یہ لوگ مسجد سے باہر آئے اور کہنے لگے۔ محمدؐ نے ہمیں تو تاریکی میں بھٹکا دیا ہے۔

۵۔ گفتگوئے آفتاب :

مناقب شہر آشوب میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ سورج نے حضرت علیؑ سے سات مرتبہ کلام کیا۔

• پہلی مرتبہ سورج نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! آپ اللہ کی بارگاہ میں میری شفاعت کریں کہ اللہ مجھ سے میرا نوز کبھی نہ لے۔

• دوسری مرتبہ سورج عرض کیا ہے امیر المؤمنین اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے تمام دشمنوں کو جلا کر راکھ کر ڈالوں۔

• تیسری مرتبہ سورج نے مقامِ بابل پر عرض کیا اے امیر المومنین! میں آپ کے حکم کا تابع ہوں۔

• چوتھی مرتبہ سورج نے عرفین کیا اسے امیر المومنین کا ش آپ کے دشمن نہ ہوتے اگر کوئی دشمن آپ کا نہ ہوتا تو اللہ جہنم کو پیدا نہ فرماتا۔

• پانچویں مرتبہ سورج نے صحابہ سے کہا جسے تمام قریش نے سنا۔ حق علی کے ساتھ ہے۔ حق علی کے ہاتھ میں ہے۔ اور حق علی کا ہے۔

● چھٹی مرتبہ سورج نے حضرت علی کو سر دیانی سے پُر آفتابہ پیش کیا تاکہ آپ تجدید و نو کریں۔

• ساتویں جیب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو سورج نے آپ سے الوداع کی۔

۶۔ حضرت علیؑ کا موالی اور سورج:

علامہ مجلسیؒ نے بحاریں روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ شام کے علاقہ میں ایک محفل کا اعلان کیا گیا جس میں چاروں خلفاء کے فضائل بیان کئے جانے تھے۔ انتظام کرنے والوں نے مولیان علیؑ کو دعوت دی کہ تم بھی اپنے مولیٰ کے فضائل بیان کرنا جب محفل شروع ہوئی تو منتظرین نے فیصلہ کیا کہ اگر اس محفل میں حضرت علیؑ کے فضائل بیان کئے گئے تو بھٹے لوگ ہیں اگر تمام نہیں تو آدھے کم از کم مولیان جناب امیر ہو جائیں گے ہمارا مقصد تو یہ تھا کہ شیعوں کو خلفائے ثلاثہ کے فضائل سنائے جائیں۔

چنانچہ انہوں نے شیعوں سے کہا کہ وقت کم ہے اس لیے ایسا کرو تم ایک آدمی کا نام ہمیں دو جو حضرت علیؑ کے فضائل بیان کرے۔ شیعوں نے ایک نام دے دیا۔ لیکن استقامت پر بھی مطمئن نہ تھے۔ انہوں نے فیصلہ



خوابوں میں حضرت علیؑ

۱۔ انجام منکر زیارت قبر نبیؐ:

سحار میں علامہ مجلسیؒ نے احمد ابن علی سے روایت کی ہے کہ مجھے موصل کے باشندوں میں سے ایک قابل اعتماد شخص نے بتایا ہے کہ میں نے حج کی تیاری کی جب کوچ کا وقت آیا۔ تو امیر موصل مقلد ابن مسیب سے آخری الوداع کو آیا۔

امیر موصل نے قرآن منگوایا۔ اور مجھے کہا کہ مجھے قرآن کی قسم دے کہ میں تجھے جو پیغام دوں گا تو وہ جا کر ویسے ہی پہنچائے گا۔ میں نے قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم دی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ۔ اگر تو نے کسی اور کو بتایا تو مجھے قتل کر ڈالوں گا۔ میں نے وہ بھی وعدہ کر لیا۔

مقلد نے مجھے کہا جب مدینہ پہنچ جاتا تو قبر رسولؐ پر کھڑے ہو کر میری طرف سے کہہ دینا۔ اے محمدؐ! زندگی میں تو جو کچھ کہتا رہا۔ لوگ تیرے حکم کو خوف کے مارے استے رہے تو نے اس پر اکتفا نہ کیا اور لوگوں سے کہا میرے مرنے کے بعد میری قبر کو چومتے رہیں۔ اور زیارت کریں۔

علاوہ انہی اور بھی اسی قسم کی بے ہودہ باتیں کرتا رہا۔ مجھے پہلے معلوم نہیں تھا کہ یہ خبیث باطل میں اس قدر ملعون ہے۔ میں حج پر گیا۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ آیا۔ کئی دن مسلسل سوچتا رہا کہ وہ پیغام دوں یا نہ دوں۔ بالآخر میں نے فیصلہ کر لیا کہ چونکہ قرآن کی قسم کھا چکا ہوں۔ اس لیے پیغام تو ضرور دوں گا۔ چنانچہ ایک دن میں مزار رسولؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کی۔

قبلہ آپ بہتر جانتے ہیں جو پیغام اس کافر نے مجھے دیا ہے۔ لیکن میں چونکہ قرآن کی قسم کھا چکا ہوں۔ اس لیے موت فریضہ مجھ کو ادا کر رہا ہوں۔ اس کے بعد میں نے اس کے تمام وہ بکواسات دہرائے جو اس نے کہے تھے۔

ویسے میں اپنے طور پر بڑا گھبرایا ہوا تھا۔ اور ڈرا ہوا تھا۔ میں واپس آکر مدہوش شخص کی طرح اپنے بستر پر گر

انہوں نے پوچھا اسے پہچانتا ہے۔ یہ کون ہے؟
میں نے عرض کیا قبلہ پہچانتا ہوں۔ یہ موصل کا امیر مقلد ابن مسیب ہے
آنحضورؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ اسے قتل کر دے۔

میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا کسی کو میں نے نہ بتایا۔ ہم نے دیر نہ سے کوچ کیا۔ دل پر اتنا بوجھ تھا کہ کسی کروٹ نیند نہیں آتی تھی۔ آخر دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر میں نے اپنے ایک ساتھی کو خواب کا واقعہ سنادیا۔ ہم دونوں نے باہمی مشورہ سے وہ خواب پوری تفصیل کے ساتھ مع وقت تاریخ اور دن نوٹ کر لیا۔

جب ہم نے تاریخ اور دن کے متعلق پوچھا تو ہمیں وہی تاریخ اور وہی دن بتایا گیا جس تاریخ کو میں نے خواب میں دیکھا تھا

میں نے غمال کا پتہ معلوم کیا۔ اسے تلاش کیا جب وہ مل گیا تو اسے کپڑے دکھانے کو کہا۔ اس نے جب کپڑے دکھائے تو میرے پورے خواب کی تصدیق ہو گئی۔ سفید چادر تھی۔ اس میں سرخ دھاریاں تھیں اور اس پر نوار صاف کرتے کا نشان دو لکیروں کی صورت میں موجود تھا۔

۲۔ چشم دید واقعہ:

شاقب المناقب کے مولف نے واقعی سے روایت کی ہے کہ ہارون رشید کا معمول تھا کہ وہ روزانہ علماء کی محفل منعقد کرتا تھا اور اس میں مختلف قسم کے مسائل پر بحث ہوتی تھی۔ ایک دن میں ذرا دیر سے آیا۔

متر علماء جو مختلف فنون میں مایہ ناز تھے اور اطراف و لواحق خراسان کے مدرسین مدارس تھے۔ جو روزانہ اس محفل میں شریک ہوتے تھے۔ موجود تھے۔ ہارون نے کہا آج تو دیر سے کیوں آیا ہے؟
میں نے کہا۔ میں کسی تصنیع حق کی وجہ سے لیٹ نہیں ہوا۔ ایک انتہائی ضروری کام ہو گیا تھا جس کی وجہ سے لیٹ ہو گیا ہوں۔

ہارون نے شافعی عالم سے پوچھا۔ آپ کو فضائل علیؑ کی کتنی احادیث یاد ہیں؟
اس نے کہا۔ مجھے چار سو سے کچھ اوپر یاد ہیں۔
ہارون نے کہا:

آج کھلے دل سے بات کرو اور کسی قسم کا خوف نہ کرو۔
شافعی عالم نے کہا پانچ سو احادیث یاد ہیں۔

ہارون نے محمد ابن حسن سے پوچھا آپ کو فضائل علیؑ سے متعلق کتنی احادیث یاد ہیں؟
محمد نے کہا۔ اتنی زیادہ نہیں ہیں ہزار سے کچھ اوپر ہوں گی۔

ہارون نے ابویوسف سے پوچھا۔ اے کوئی آپ کو کتنی احادیث یاد ہیں جو صرف فضائل علیؑ سے متعلق ہیں؟
بالکل گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کھلے دل سے بتاؤ۔

ابویوسف نے کہا۔ اے امیر گور اور خوف نہ ہو تو فضائل علیؑ کے سلسلہ میں احادیث بے شمار ہیں۔
ہارون نے کہا۔ تجھے کس کا ڈر ہے؟

ابویوسف نے کہا۔ آپ کا ڈر ہے۔ آپ کے گورنروں کا ڈر ہے۔ آپ کے ملازمین کا ڈر ہے۔ اور
آپ کے حاشیہ نشینوں کا خوف ہے۔

ہارون نے کہا۔ آج کسی سے نہ ڈرا اور بتا تجھے فضائل علیؑ کی کتنی احادیث یاد ہیں۔

ابویوسف نے کہا۔ اگر سچا اور سجدگی بات پوچھتے ہیں تو پھر مجھے پندرہ ہزار مستند اور پندرہ ہزار مرسل احادیث
جو صرف اور صرف فضائل علیؑ سے متعلق ہیں۔

ہارون نے مجھ سے پوچھا۔ تجھے کتنی احادیث یاد ہیں؟
میں نے بھی ابویوسف جیسا جواب دیا۔

ہارون نے کہا۔ تمہیں یہ سب احادیث یاد ہیں۔ اور مجھے ایک ایسی حدیث یاد ہے جو میں نے اپنی آنکھوں
سے دیکھی اور کانوں سے سنی ہے۔ اور تمہاری روایت کردہ ہر حدیث سے کہیں اجل ہے۔

ہم تمام نے کہا: آپ ہمارے علم میں تو شریک ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن کیا آپ ہمیں اپنے علم میں شریک
نہیں کریں گے؟

کبھی سوچتا اسے پانی میں ڈبو دوں۔

کبھی سوچتا اسے آگ میں جلا دوں۔

کبھی سوچتا اسے کوڑے مردانہ کو ختم کر دوں اور

کبھی سوچتا کہ اسے زندہ درگور کر دوں۔

انہی سوچوں میں اسی جگہ عشا کا وقت ہو گیا۔ میں نے نماز عشاء پڑھی اور پھر بیٹھ گیا نہ تو میرا دل چاہ رہا تھا کہ یہاں سے اٹھ جاؤں۔ اور نہ ہی میں فیصلہ کر پا رہا تھا۔ کہ اسے کیا سزا دوں۔ انہی تفکرات میں میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے عالم خواب میں دیکھا۔ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں ان سے۔

سرور انبیاء و مراد ہونے جنہوں نے پانچ محلے زیب تن کر رکھے تھے۔ پھر

حضرت علیؑ اترے انہوں نے چار محلے پہن رکھے تھے۔ پھر

امام حسنؑ آئے انہوں نے تین محلے پہن رکھے تھے۔ پھر

امام حسینؑ آئے انہوں نے دو محلے پہن رکھے تھے۔ آخر میں

جناب جبریل نازل ہوئے۔ انتہائی حسین و جمیل شکل مٹی جبریل کے ہاتھ میں پانی کا ایک جام تھا۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

جبریل پانی مجھے دے۔ جبریل نے وہ جام آنحضورؐ کو دیا۔ آپؐ نے ہاتھ میں جام لے کر فرمایا۔ اے محمدؐ و آل محمدؐ کے شیوا آؤ پانی لو۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میرے گھر میں اس وقت کم و بیش پانچ ہزار افراد ہیں۔ ان میں سے صرف چالیس آدمی آگے بڑھے آپؐ نے انہیں پانی پلایا۔ میں اس وقت بھی جانتا ہوں کہ پانی پینے والے وہ خوش نصیب کون تھے۔

پھر آپؐ نے فرمایا:

وہ دمشق کہاں ہے؟ میں نے دیکھا آپؐ کی اسی طرف کے زندان کا دروازہ از خود کھل گیا۔ آپؐ اندر تشریف لے گئے۔ حضرت علیؑ نے اس کی طرف دیکھ کر عرض کیا۔

قبلہ یہ شخص مجھے روزانہ سب کرتا ہے اور صرف اس لیے کرتا ہے کہ میں نے اس کے کا اقرباء کو قتل کیا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

اے ابوالحسنؑ ایک طرف ہو جا۔

حضرت علیؑ ایک طرف ہوئے۔ آنحضورؐ آگے بڑھے اس کے ہاتھ سے پکڑا اور پوچھا۔ کیا تو میرے بھائی کو سب کرتا ہے؟

اس بد نصیب نے کہا۔ ہاں میں سب کرتا ہوں۔

آنحضورؐ نے دست و دعا بلند کئے اور عرض کیا۔ بار الہا اسے مسخ کر دے۔ لیکن کوئی عضو کچ جائے جس سے لوگ اسے پہچان سکیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ کتا ہو گیا ہے۔ لیکن اس کے کان انسانوں جیسے تھے۔

آنحضورؐ زندان سے باہر آئے آپ کے ساتھ دلے بھی باہر آئے دروازہ بند ہو گیا۔ پھر آپ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ سوئے آسمان بلند ہو گئے۔ میں گھبرا کر بیدار ہوا۔ میری پریشانی بڑھ گئی تھی۔ میں نے غلامی سے غلام کو بلایا اور اسے کہا جا زندان میں جو مولوی قید ہے اسے ابھی لے کے آ۔

غلام کیا۔ اور گھبرا کر واپس آکر کہا۔ حضورؐ زندان میں تو ایک کتا ہے۔ کوئی مولوی تو بجائے خود وہاں تو انسان بھی نہیں ہے۔

میں نے کہا۔ وہی جو کتا ہے۔ وہی مولوی ہے ذرا اس کے کان غور سے دیکھنا۔ کچہر بعد غلام اس کے کان سے پکڑا کر میرے پاس لایا۔ اور وہ اس وقت اسی حالت میں ہے۔ پھر بارون نے غلام کو حکم دیا کہ جا اور اس مولوی کو لے آ۔ غلام گیا۔ وہ اسے لایا۔ ہم تمام نے دیکھا کہ وہ ہمارے پاؤں چائے لگا صرف اسے کانوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ انسان ہے۔

شافعی عالم نے کہا۔ اے امیرؑ اسے فوراً یہاں سے نکال دے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ مسخ شدہ شہی تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہتی۔ پہلا عذاب تو مسخ ہوتا ہے اور دوسرا عذاب اسے زندگی سے محروم کر دیتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی اس کی لپیٹ میں آجائیں۔

بارون نے غلام سے کہا۔ جا جلدی اسے زندان میں چھوڑ کے آ۔ ہم نے دیکھا اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی طرح پانی ٹپک رہا تھا۔ غلام اسے لے کے گیا۔ زندان میں بند کیا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ۔ بجلی کی کوکھ ہوئی اس زندان کی چھت پر گری زندان بھی جل گیا اور وہ موڑی بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

میں نے کہا۔ اے امیرؑ یہ معجزہ بھی ہے اور نصیحت بھی ہے اولاد علیؑ پر مزید مظالم کرنے سے توبہ کر لیجئے۔

بارون نے کہا۔ توبہ کہہ رہا ہے اور میں جب سے خواب دیکھ کر بیدار ہوا ہوں توبہ کر چکا ہوں۔

۳۔ علیؑ جو کر سکتا ہے کرے:

مناقب المناقب ہی میں جعفر ابن محمد دوسری سے مروی ہے کہ میں سلمیہؓ میں بغداد آیا۔ عبداللہؓ میدانی کی محفل میں بیٹھا تھا کہ ایک علوی اس کے پاس آیا اور پوچھا۔ کیا آپ نے تعبیر خواب کا علم بھی پڑھا ہے؟ عبداللہؓ نے جواب دیا۔ کہ میں نے ایک عرصہ تعبیر خواب کے علم پر صرف کیا ہے اور اس سلسلہ میں میں

نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ امام شافعی کے شاگردوں میں سے ایک شخص بغداد میں رہتا تھا اس کی اچھی خاصی لائبریری تھی۔ لیکن اولاد سے محروم تھا۔ دم مرگ اس نے جعفر دقاق کو بلایا اور اس سے کہا کہ میرے مرنے کے بعد میری لائبریری بازار میں لے جانا اور اسے فروخت کر کے جو مل جائے وہ امور خیر میں خرچ کر دینا۔

جعفر دقاق جب اس کے کفن و دفن سے فارغ ہوا تو اس نے لائبریری اٹھوائی اسے بازار میں لایا۔ اور اعلان کر دیا کہ جس نے فلاں شخص کی لائبریری یا لائبریری سے کوئی کتاب خریدنا ہو اگر خریدے قیمت بے شک ایک ہفتہ بعد ادا کر دے۔ ان خریداروں میں سے میں بھی ایک تھا میں نے چار کتب خریدیں۔ جب میں خرید کر واپس آنے لگا تو جعفر دقاق نے مجھے آواز دے کر بلایا۔ اور بتایا کہ

آپ کتابیں خرید کر لے تو چارہے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی کتاب تیرے مسلک کے حق میں نہیں بلکہ یہ سب تیرے مسلک کے خلاف ہیں۔

میرا ایک دوست تھا جو باب البصرہ کے محلہ میں رہتا تھا ہم دونوں ایک ساتھ ایک عالم کے پاس جاتے تھے وہ احادیث بیان کرتا تھا۔ بڑا معروف محدث تھا۔ کافی لوگ اس کے درس میں جاتے تھے۔ ہم بھی اس سے احادیث روایت کرتے تھے۔ جب بھی کوئی حدیث حضرت علیؑ یا جناب زہراؑ کی شان میں ہوتی تھی اس میں کبڑے نکالتا تھا۔ اور حدیث کو مسترد کر دیتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ علیؑ وفا طہ کو ان فضائل سے کیا ہو گا جب کہ علیؑ مسلمانوں کا قاتل ہے اور جناب زہراؑ اسی طرح تھیں۔ عجیب بے ہودہ بکتا تھا۔

آخر ہم دونوں تنگ آ گئے اور میں نے اپنے دوست سے کہا۔ اس علم سے نوجہالت بہتر ہے۔ میں تو آئندہ اس شخص کے درس میں نہیں آؤں گا۔ اس نے کہا میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ خدا آپ کا بھلا کرے جو شخص علیؑ و زہراؑ کا اتنا مخالف ہے اس سے علم لینا نہ دینا کی نیکی ہے اور نہ آخرت کی بھلائی ہے اور نہ ہی یہ امت مسلمہ کا مسلک ہے۔ چنانچہ ہم نے فیصلہ کر لیا کہ آج کے بعد اس کے درس میں نہیں آئیں گے۔

رات کو جب میں سویا تو عالم خواب میں دیکھا کہ میں اسی مسجد میں ہوں اور ابو عبد اللہ محدث درس دے رہا ہے۔ اچانک میں نے دیکھا تو در مسجد پر حضرت علیؑ نمودار ہوئے آپ کے ہاتھ میں ایک چھتری تھی غیض و غضب سے چہرہ سرخ تھا۔

میں نے دل میں کہا۔ آج ابو عبد اللہ محدث کی سختی آگئی ہے۔ حضرت علیؑ بڑے غصہ میں ہیں اور اسے مارے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

میں نے دیکھا حضرت علیؑ آگے بڑھے۔ محدث ابو عبد اللہ کے قریب آ کر اس کی آنکھ پر چھتری ماری اور فرمایا: اے ملعون میں نے تو پھر بھی ممکن ہے تیرے کسی نانا دادا کو قتل کیا ہو لیکن دست رسولؐ نے تیرا کیا بگاڑا ہے کہ تو روزانہ میرے ساتھ ان کے خلاف بھی مرزہ سرائی کرتا ہے۔

میں نے دیکھا محدث ابو عبد اللہ نے اپنی آنکھ پر ہاتھ لیا۔ میں گھبرا کر اٹھا بیدار ہو گیا۔ حقیقت حال جانتے کی خاطر گھر سے نکلا۔ خیال تھا کہ اپنے دوست کے پاس جاتا ہوں اسے حال سناؤں گا۔ پھر دونوں مل کر محدث ابو عبد اللہ کے گھر جا بیٹے گئے۔ میں بوہنی لگی میں گیا دیکھا تو میرا دوست مجھ سے بھی زیادہ پریشان حال اور گھبرایا ہوا چلا آ رہا تھا۔ میرے کچھ کہنے سے پہلے اس نے کہا محدث کا کچھ پتہ ہے؟ میں نے کہا۔ اسے کیا ہوا؟

اس نے بتایا کہ میں نے بھی ایسی خواب میں حضرت علیؑ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے اس کی آنکھ پر چھڑی ماری ہے۔ میں تو آپ کو بتانے آ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ میں نے بھی بالکل یہی خواب دیکھا ہے اور میں آپ کو بتانے کی خاطر آ رہا تھا۔ پھر ہم دونوں محدث کے دروازہ پر گئے۔ دق الباب کیا۔ کینز نے دروازہ کھولا اور پوچھا کیا بات ہے۔

سبیل سکینہ

حیدر آباد لطیف آباد، پونٹ نمبر ۸-۷۱

ہم نے کہا۔ ہم محدث سے ملنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا۔ اس وقت تو مشکل ہے۔ کچھ دیر انتظار کرو۔ ہم نے انتظار کیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر دق الباب کیا۔ وہی کینز آئی اور مزید انتظار کو کہا۔ ہم نے پھر انتظار کیا تیسری مرتبہ دق الباب کیا۔ کینز نے پھر انتظار کا کہا۔

ہم نے کہا۔ آخر بات کیا ہے۔ تو ہمیں کیوں نہیں آنے دیتی؟ اس نے کہا۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ محدث نے اپنی آنکھ پر ہاتھ رکھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے۔ مجھے علیؑ نے چھڑی ماری ہے۔

ہم نے کہا۔ ہم بھی اسی سلسلہ میں آئے ہیں۔ ہم نے بھی خواب میں ہی دیکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے اسے چھڑی ماری ہے۔ تو دروازہ کھول اور ہمیں اس کے پاس جانے دے۔ کینز نے دروازہ کھول دیا۔ ہم اندر گئے۔ دیکھا تو محدث دروسے تڑپ رہا تھا اور کہہ رہا۔ علیؑ کو مجھ سے کیا لینا تھا۔ با از بلندی چیخ کر فریاد کر رہا تھا۔

ہم دونوں نے اسے اپنا اپنا خواب بتایا اور اسے کہا۔ آپ اپنے عقائد کو بدلیں آپ ہر مقام پر علیؑ وفا طے کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔

اس بد نصیب نے کہا۔ یہ تو ایک آنکھ سے اگر علیؑ میری دوسری آنکھ بھی پھوڑ دے تب بھی میں اس سے باز نہیں آؤں گا۔ ہم دونوں چپ کر کے اٹھ آئے۔ ایک ہفتہ بعد پھر ہم اس کے پاس گئے تو معلوم ہوا کہ اس کی دوسری آنکھ بھی حضرت علیؑ نے پھوڑ دی ہے۔ ہم نے پھر اس سے کہا بندہ خدا آخر تجھے علیؑ سے کیا میرے اس نے کہا۔ علیؑ جو چاہے کرے میں اپنی اس روش سے باز نہیں آؤں گا۔ اور نہ ہی علیؑ کو ابو بکرؓ و عمرؓ پر

ترجیح دوں گا۔ ہم پھر واپس آگئے۔ ایک ہفتہ بعد پھر گئے۔ تو سنا کہ وہ اپنے انجام کو پہنچ کر دفن ہو چکا ہے۔

۴۔ کالا منہ :

بحار میں قادونی سے مروی ہے کہ میں نے شام میں ایک شخص کو دیکھا جس کا منہ اس طرح کالا تھا جس طرح جلا ہوا کوئلہ ہوتا ہے۔ اور اس نے منہ پر نقاب ڈال کر اسے چھپایا ہوا تھا۔

میں نے پوچھا۔ کیا تیرا یہ منہ پیدا لٹی طور پر ای طرح ہے؟
اس نے کہا اگر پیدا لٹی طور پر ای طرح ہوتا تو پھر میں اسے کیوں چھپاتا۔
میں نے کہا پھر کیا دجہ ہے؟

اس نے جواب دیا یہ میری بد نصیبی کی علامت ہے۔ اور میں نے عہد کر رکھا ہے کہ کسی سے نہ چھپاؤں گا جو بھی پوچھے گا۔ اسے صحیح صحیح بتا دوں گا۔ میں حضرت علیؑ کے سخت مخالفین سے تھا۔ اور سب کیا کرتا تھا۔ ایک رات میں سو رہا تھا کہ عالم خواب میں ایک شخص آیا اور کہا۔

کیا تو علیؑ کو سب کرتا ہے؟

میں نے کہا ہاں۔

اس نے کہا۔ اللہ تیرا منہ کالا کرے۔ اس کے بعد میری یہی حالت ہے جو تو دیکھ رہا ہے۔

۵۔ زیاد کا انجام :

امامی شیخ ظہریؒ میں عبد الرحمن ابن سائب سے مروی ہے کہ جب زیاد حضرت علیؑ پر سب کرنے میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو مسجد کوفہ میں کوفہ کے رؤساء کو بلا کر غفل سب منعقد کرتا تھا جس میں ہر شخص ابن زیاد کی خوشنودی کی خاطر چار دونا چار حضرت علیؑ پر سب کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے یہی انتظام کیا۔ بلائے جانے والوں میں میں بھی تھا۔ جب ہم جمع ہو گئے تو ہر شخص ذہنی طور پر اس کام سے بیزار تھا۔ زیاد کی غنڈہ گردی کی وجہ سے نہ تو ہم اسے انکار کر سکتے تھے اور نہ ہی حضرت علیؑ پر سب کرنے کو جی چاہتا تھا۔ ہر شخص پریشان ہو کر بیٹھا تھا۔ زیاد کے آنے کا انتظار تھا۔ کافی وقت گزر گیا۔ تقریباً وہاں بیٹھے والا شخص اونگھنے لگا۔ اونگھتے اونگھتے میری آنکھ لگ گئی۔ اس خواب میں میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کی گردن بڑی لمبی تھی۔ میں نے پوچھا تو کون ہے؟
اس نے کہا۔ میں نقاد ہوں۔

میں نے کہا۔ نقاد کون ہوتا ہے؟

اس نے کہا۔ میں نیزہ باز ہوں اور دارالامارہ پر قبضہ کرنے والے کو جڑ سے اکھڑنے آیا ہوں۔ یہ شخص اب

بہت زیادہ آگے بڑھ گیا ہے یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ محل کے اندر چلا گیا ہو۔ میں گھبرا گیا۔ اسی گھبراہٹ میں بیدار ہو گیا۔ دائیں بائیں دیکھا تو دوسرے لوگ بھی میری طرح پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔

میں نے پوچھا کیا بات ہے۔ کیا دیکھ رہے ہو۔

ایک نے کہا۔ میں نے بڑا عجیب خواب دیکھا ہے۔ دوسرے نے کہا میں بھی اوندگتھے اوندگتھے سو گیا تھا۔
 ڈراؤنا خواب دیکھ کر اٹھ بیٹھا ہوں۔ ہر شخص یہی کہنے لگا کہ میں زیادہ کے انتظار میں سو گیا تھا اور عجیب ہولناک
 منظر دیکھا ہے۔

جب تمام نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا ہے؟ ہر ایک نے دوسرے کو اپنا خواب بتایا۔ تو یہ چلا کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہی کچھ انہوں نے دیکھا ہے۔ ہم انہی باتوں میں مصروف تھے کہ اندر سے غلام آیا اور اس نے کہا۔ امیر نے آپ کو اجازت دی ہے۔ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ ہم نے پوچھا بات کیا ہے؟

اس نے کہا۔ امیر اس وقت ہر ایک سے جدا ہے اور وہ کسی کو ملنا نہیں چاہتا۔
ہم نے کہا:

آخر کوئی بات تو ہوگی۔ کچھ تو بتا۔ کیا ہوا ہے؟

اس نے کہا۔ سمجھ نہیں آتی۔ بڑے آرام سے ہم سب بیٹھے تھے کہ ہمارے سامنے امیر کے دل میں کسی نے نیزہ مارا نہ ہمیں ہاتھ نظر آیا۔ یہ نیزہ باز نظر آیا نہ یہ پتہ چلا کہ کہاں سے آیا تھا۔ اور نہ یہ دیکھا کہ گیا کدھر ہے ہم نے صرف نیزہ کا پھل دیکھا ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے چمکا اور زیادہ کے دل میں اتر گیا۔ اب وہ درد سے تڑپ رہا ہے۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

ہم اٹھ کر چلتے گئے۔ ابھی ہم در مسجد تک نہ پہنچے تھے کہ اندر سے آہ و بکا اور لوحہ و شیون کی آواز آئی ہمیں یقین ہو گیا کہ زیادہ اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے اور نفاذ اپنا کام کر گیا ہے۔ ہم نے اطمینان کا سانس لیا کہ اب ایسا جاہل نہیں آئے گا جو اپنی دہشت گردی سے ہمیں حضرت علیؑ کو سب کرنے پر مجبور کر سکے۔

۴۔ صرف ایک طمانچہ؛

کتاب الاربعین میں مروی ہے۔ بینا شاعر ایک اموی بادشاہ کے پاس آیا بینا ہر سال اس بادشاہ کے پاس آتا رہتا تھا۔ وہ بادشاہ شکار کو گیا ہوا تھا۔ اس کے وزیر نے اسے بینا کے آنے کی اطلاع دی۔ بادشاہ نے اسے کہا بینا کو میرے محل کے فلاں کمرہ میں احترام سے بٹھا شکار سے فارغ ہو کر یہیں جلدی آ جاؤں گا۔

بیٹا کا کہنا ہے کہ محل کے جس کمرہ میں مجھے جگہ دی گئی وہ ڈیوڑھی کے قریب تھا۔ اُدھی رات کے بعد محل کے اندر سے ایک نگہبان ڈیوڑھی پر آیا اور باوا زبند کہا۔

اے خافلو! اٹھو اور اللہ کو یاد کرو۔ اس کے بعد اس نے حضرت علیؑ کو سب کرنا شروع کر دیا۔

یہ سن کر بیٹا کانپ گیا۔ اس نگہبان کا روز کا یہی معمول تھا۔ اور ہر رات بیٹا اس کی آواز اور حضرت علیؑ پر سب سن کر لرز جاتا تھا۔

ایک رات بیٹا نے خواب میں دیکھا کہ نبی کو مین اور حضرت علیؑ اس محل میں داخل ہوئے اس نگہبان کو تلاش کیا۔

حضرت علیؑ سے فرمایا:

اے صرف ایک طمانچہ لگا دیجئے یہ خبیث چالیس برس سے آپ پر سب کر رہا ہے۔

حضرت علیؑ نے گردن پر دونوں کندھوں کے درمیان اسے طمانچہ مارا۔ بیٹا یہ دیکھ کر بیدار ہو گیا اس کے بعد وہ اس نگہبان کی معمول کی آواز سننے کے انتظار میں رہا۔ لیکن آواز نہ آئی۔ وہ حیران ہوا کہ کہیں خواب واقعا سچا تو نہیں ہے۔ پھر اس نے لوگوں کو اس نگہبان کے گھر آتے ہوئے دیکھا۔

بیٹا نے ان سے پوچھا کیا بات ہے آج سویرے سویرے تم ادھر چلے آ رہے ہو خیریت تو ہے؟

انہوں نے بتایا کہ نگہبان کو کسی نے خواب میں گردن پر دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ جمایا ہے ہاتھ کا نشان اس طرح موجود ہے جس طرح گیلی مٹی پر نشان پڑتا ہے اور وہ شدت درد سے تڑپ رہا ہے صبح تک بمشکل زندہ رہ سکا واصل جہنم ہو گیا۔ اس کی گردن پر ٹھانچے کا وہ نشان چالیس آدمیوں نے دیکھا تھا۔

۷۔ مردہ بطخ:

ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں لکھا ہے کہ عید اللہ ابن مبارک کا معمول تھا کہ وہ ایک سال جہاد کرتا تھا ایک سال حج کو جاتا تھا۔ اس نے پچاس برس یہی معمول بنائے رکھا۔ ایک سال حج کے ارادہ سے کوفہ آیا اس کے پاس پانچ سو دینار تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ سفر کے لیے ادبٹ اور دیگر ضروری سامان کو کوفہ ہی سے خرید کر حج کو چلا جاؤں گا۔

ایک گلی سے گزر رہا تھا۔ کوڑے کوٹ کے ڈھیر پر دیکھا کہ ایک عورت منہ پر نقاب ڈالے ایک مردہ بطخ کو صاف کر رہی ہے۔

عید اللہ ابن مبارک نے آگے بڑھ کر کہا۔ اے کنیز خدا کیا تو مسلمان نہیں ہے؟ عورت نے کہا۔ مسلمان ہوں۔

عبداللہؐ نے کہا۔ یہ بطخ مردہ نہیں ہے؟
عورت نے کہا۔ بالکل مردہ ہے۔
عبداللہؐ نے کہا۔ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ اسلام میں مردار کھانا حرام ہے؟
عورت نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔
عبداللہؐ نے کہا۔ جب تجھے معلوم ہے تو پھر اسے صاف کس لیے کرتی ہے؟
عورت نے کہا۔ شاید تجھے یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے کہ مردار کھانا اس وقت حلال ہوتا ہے۔ جب حلال نہ مل سکے۔

آپ کے لیے حرام ہوگی۔ لیکن میرے لیے حلال ہے۔

عبداللہؐ نے کہا۔ بی بی تو کون ہے؟

عورت نے کہا۔ بندہ خدا آپ اپنا کام کریں۔ مجھے اپنا کام کرنے دیں۔

عبداللہؐ نے کہا۔ آپ مجھے بتائیں تو سہی کہ بات کیا ہے؟

عورت نے کہا۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟

عبداللہؐ نے کہا۔ میں حج پر جا رہا ہوں۔

عورت نے کہا۔ حج سے فراغت کے بعد مہینہ بھی جائے گا؟

عبداللہؐ نے کہا۔ ضرور جاؤں گا۔

عورت نے کہا۔ نبی اکرمؐ کی زیارت بھی کرے گا؟

عبداللہؐ نے کہا۔ ہر سال کرتا ہوں۔ اور اب کے بھی ضرور کروں گا۔

عورت نے کہا۔ جب رسول اکرمؐ کی زیارت کرتا تو آپ انہیں میرا سلام عرض کر کے میری موجودہ حالت بتا دیتا

کہ آپ کی اولاد کے لیے اب حرام بھی حلال ہو چکا ہے۔

عبداللہؐ نے کہا۔ بی بی آپ مجھے کچھ تو بتائیں۔

عورت نے کہا۔ عبداللہؐ کیا بتاؤں۔ میں اولاد علیؑ و فاطمہؑ کی فریت رسولؐ ہوں۔ ایک شوہر تھا جسے امت

نے اس جرم میں شہید کر دیا ہے کہ وہ اولاد رسولؐ سے تھا۔ اب ایک میں ہوں اور چار کمسن بچیاں ہیں۔ آج

جو تھا دن ہے مجھے مزدوری تک نہیں ملی۔ جو لوگ پہچانتے ہیں وہ حکومت وقت کے خوف سے مزدوری

بھی نہیں کرنے دیتے۔ بچیاں بھوک سے بک رہی تھیں۔ انہیں بھلا گھر سے نکلی ہوں۔ ایک دو گھروں میں

مزدوری کی خاطر گئی ہوں۔ انہوں نے گھر میں داخل ہی نہیں ہونے دیا۔ مایوس ہو کر واپس آ رہی تھی کہ کوڑا کرٹ

کے اس ڈھیر پر یہ مردہ بطخ دیکھ لی۔ اسے صاف کرنے بیٹھ گئی ہوں۔ لے جاؤں گا۔ بچا کو بچوں کو کھلاؤں گی۔

عبداللہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے دل میں اپنے کو بے شمار ملامت کی۔ اور اپنے آپ سے کہا۔ اولاد رسولؐ کو تو کھانے کو نہ ہے اور ہم رسولؐ کی زیارت کو جا بیٹیں۔ کیا فائدہ میرے اس حج کا اور زیارت رسولؐ کا۔ میں نے کہا۔ بی بی بطحہ چھوڑ دے اور دامن پھیلا۔

بی بی نے عبا کا دامن پھیلا یا میرے پاس جتنی رقم تھی سب کی سب اس بی بی کے حوالہ کر دی اس نے نہ تو سراپر اٹھایا اور نہ دیناروں کی طرف دیکھا۔ چپ چاپ اٹھ کر چلی گئی سمجھیے یہ دعا دی کہ تو نے آل رسولؐ کو حرام کھانے سے بچا لیا ہے اللہ تجھے جزائے خیر دے۔

میں نے حج پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور واپس اپنے گھر گیا۔ جب میرے پڑوسی اور دوست حج سے واپس آئے تو میں ان کی ملاقات کو گیا۔ جس سے بھی ملتا تھا وہ کہتا تھا۔ اللہ آپؐ کا حج قبول کرے تو جواب میں وہ سمجھے کہتا تھا۔ عبد اللہ اللہ آپؐ کا بھی حج مبارک کرے۔ بڑا اچھا سفر گزر رہا ہے۔ فلاں جگہ وہ عجیب واقعہ پیش آیا تھا۔ یاد ہے ناں آپؐ کو۔ میں یہ سن سن کر پریشان ہو گیا۔ دل میں سوچا جب میں حج پر گیا نہیں تو یہ کیا کہتے ہیں۔ اسی پریشانی کے عالم میں رات کو سویا تو رسولؐ عالمین کی زیارت ہوئی انہوں نے فرمایا۔ عبد اللہ پریشان کیوں ہے۔ تو نے میری غریب بیٹی کی امداد کی ہے۔ میں نے اللہ سے دعا کی ہے۔ اللہ نے تیری شکل کا ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جو قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کرے گا۔ اب تو حج کو جایا نہ جاتا میرے نام اعمال میں ہر سال حج کا ثواب لکھا جاتا رہے گا۔

۸۔ خوش نصیب محوسی اور بد نصیب مسلمان؛

ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ بلخ میں ایک سیدزادہ رہتا تھا۔ اس کی ایک بیوی اور چہرہ بچیاں تھیں وہ فوت ہو گیا۔ سیدزادی کا بیان ہے کہ میرے لیے بلخ میں رہنا مشکل ہو گیا۔ کیونکہ سہارا اللہ نے لے لیا تھا۔ بچوں کے لیے روٹی کمانے والا کوئی نہ تھا۔ تمام شہر واقف تھا اس لیے شہر سے امداد سے بچنے کی خاطر میں نے بچوں کو ساتھ لیا اور سمرقند آگئی۔ موسم سردی کا تھا۔ برف باری ہو رہی تھی۔ میں نے بچوں کو مسجد میں بٹھایا اور خود باہر کھانے اور ٹھکانے کی نگر میں گئی ایک جگہ بہت سے لوگ جمع تھے میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔

مجھے بتایا گیا سمرقند کا مسلمان امیر ہے۔ ارد گرد ضرورت مند افراد میں وہاں چلی گئی۔ اور اس سے تعاون کی درخواست کی اور اسے بتایا کہ میں ذریت رسولؐ اور اولاد علیؑ و بتولؑ سے ہوں۔

اس نے بڑی رکھائی سے جواب دیا۔ مجھے کیا معلوم کہ تو اولاد پیغمبرؐ و زہراؑ ہے اگر کوئی گواہ ہو تو لے آ میں امداد کروں گا میں نے کہا۔ بندہ خدا! اس سفر میں میرا یہاں کون گواہ ہوگا۔

اس نے کہا۔

اگر گواہ نہیں ہے تو میرے پاس تیرے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

ضبط کے باوجود میری آنکھوں سے آنسو ٹپک ہی پڑے۔ میں مایوس ہو کر واپس پٹی اگے ایک جگہ پھر کچھ لوگ جمع تھے میں نے پوچھا یہاں کون ہیں؟

بتایا گیا کہ سمرقند کا پولیس افسر ہے اور مجوسی ہے۔

میں نے سوچا کہ اب کسی مسلمان سے تو کسی تعاون کی امید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو ہو سکتا ہے اب مجھ سے مسلمان ہونے کا بھی گواہ مانگیں۔ یہ غیر مسلم ہے ممکن ہے یہ کسی قسم کا گواہ نہ مانگے اور ایک ضرورت مند انسان کی حیثیت سے تعاون کر دے۔ یہ سوچ کر میں دہاں گئی۔ جتنے مرد کھڑے تھے سب نے مجھے مستور سمجھ کر راستہ دے دیا۔ میں اس کے سامنے گئی اور اسے بتایا کہ میں مسلمانوں کے بیٹائی اولاد سے ہوں۔ تم لوگ اگرچہ غیر مسلم ہو لیکن ایک معاشرہ کی وجہ سے وہ سلوک تو دیکھتے اور سنتے رہتے ہو۔ جو مسلمان اپنے نبی کی اولاد سے کہہ رہے ہیں۔ میں بخ سے آئی ہوں میرے ساتھ میری کمسن بچیاں ہیں۔ جو مسجد میں بیٹھی ہیں۔ امیر سمرقند سے مدد مانگی ہے اس نے گواہ مانگے ہیں۔ میں نے اسے کہا بھی ہے کہ۔ بھلے آدمی گواہ انہی سے مانگے جاتے ہیں جنہیں کوئی پہچانتے والا ہو۔ جو مسافر ہوتے ہیں۔ انہیں کون پہچانتا ہے اور ان کی گواہی کون دیتا ہے پھر اگر مرد ہو تو اور بات ہوتی ہے عورت وطن سے دور گواہ کہاں سے لائے گی۔ لیکن اس نے میری کوئی نہیں سنی اگر تو امداد کر سکتا ہے تو کر دے۔

وہ مجوسی اٹھ کھڑا ہوا۔ نوکر کو بھیجا کہ جا کر میری بیوی کو ساتھ لے آ۔ وہ گیا کچھ دیر بعد اس کی بیوی آگئی اس نے کہا۔ اس بی بی کے ساتھ جا مسجد میں اس کی بچیاں بیٹھی ہیں انہیں ساتھ لے کر آ۔ اپنے گھر میں علیحدہ کر دے۔ سفر کی تنگی ہوتی ہیں انہیں غسل کے لیے گرم پانی دو۔ نئے کپڑے دو۔ کھانے کا انتظام کرو۔ وہ مستور میرے ساتھ آئی۔ اس نے بچیوں کو اپنے ساتھ لیا۔ ہمیں اپنے گھر لے گئی۔ ایک کمرہ کمرہ دیا گرم پانی دیا۔ نئے کپڑے دیئے۔ کھانے کو بہت کچھ دیا۔

تنگی ہوئی بچیاں جلدی سو گئیں۔ میں نے مصلا پچھایا۔ اور مجوسی کے لیے اللہ سے دعا کرنے لگ گئی رات ڈھلی ہوئی تھی کہ دروازہ پردق الباب ہوا۔ مجوسی خود دروازہ پر گیا۔ دروازہ کھولا تو مسلمان امیر اپنے نوکروں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔

مجوسی نے پوچھا:

کیا بات ہے؟

اس نے کہا، میرے ہمارے آپ کے پاس ہیں انہیں لینے آیا ہوں۔

مجوسی نے کہا:

وہی جن سے کل تو نے گواہ طلب کئے تھے؟

اس نے کہا۔ ہاں میں شرمندہ ہوں۔ مجھے میری مذہبی غیرت نے شرمندہ کیا ہے کہ تو نے مجھ کو مجوسی ہونے کے باوجود اتھیں گھر میں جگہ دے دی اور میں مسلمان ہو کر ان کی مدد نہ کر سکا۔
یہ سن کر مجھ کو مجوسی مسکرا دیا۔

یہ سن کر مجھوسی مسکرا دیا۔

اس نے پوچھا اس میں مسکرا نے کی کیا بات ہے ؟
مجوسی نے کہا :

محبوسی نے کہا :

ابھی تک تیرا ذہن درست نہیں ہوا۔ اور تو فریب سے باز نہیں آیا۔

اس نے کہا۔ میں نے تو سیدھی بات کی ہے۔ اس میں بھلا فریب کی کون سی بات ہے؟

مجموعی نے کہا۔ فریب نہیں تو ادر کیا ہے۔ تو نے اس دستور سے اولاد نہرا ہونے کا گواہ مانگا تھا تب اب یہ کیسے پتہ چلا کہ وہ مسلمان تھی۔ ممکن ہے۔ وہ مسلمان ہی نہ ہو۔ اگر سیدھی بات کرنا چاہتا ہے تو یوں کر کہ تو نے خواب میں میدانِ محشر دیکھا ہے۔ اس میں نبی کونین کو دیکھا ہے۔ تو نے ان سے پانی مانگا ہے انہوں نے نفرت سے منہ دوسری طرف کر لیا ہے۔ تو نے کہا کہ میں آپ کی امت سے ہوں۔ مجھے پانی پلائیے انہوں نے تجھ سے گواہ مانگے ہیں۔ تو نے دائیں بائیں دیکھ کر کہا ہے کہ حضور مجھے یہاں کو پہچانتا بھی نہیں میں گواہ کہاں سے لاؤں۔ آنحضور نے تجھے فرمایا۔ کہ اگر تجھے یہاں کوئی نہیں پہچانتا تو میری بیٹی کو تیرے شہر میں کون پہچانتا تھا۔ اگر تو میری اولاد سے گواہ مانگ سکتا ہے تو کیا میں تجھ سے گواہ نہیں مانگ سکتا پھر انہوں نے تجھے جنت میں میرا مکان دکھایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ دیکھ یہ اس مجوسی کا مکان ہے جس نے صرف یہ سن کر کہ وہ مسافر میری اولاد سے ہے۔ بلا مطالبہ گواہ اسے ارہنے کو جگہ۔ پہننے کو کپڑے اور کھانے کو طعام دیا ہے۔ اس وقت بھی میری بیٹی اس مجوسی کے لیے مصلی پر بیٹھی دعا مانگ رہی ہے۔ خواب ایک ہی ہے میں نے بھی دیکھا ہے اور تو نے بھی دیکھا ہے تو چھپا رہا ہے۔ اب بتا کیا یہی سیدھی بات ہے یا نہیں اس نے کہا۔ واقعا مجھے یہی خواب اس وقت تیرے دروازہ پر لایا ہے تو ایسا کر تجھ سے ایک ہزار دینار لے لے اور بی بیوں مجھے لے جانے دے۔

مجرس نے کہا: اگر تو ایک لاکھ دینار بھی دے تو بھی میں اپنے گھر آئی ہوں برکت تجھے نہ دوں۔ بھلا میں تجھے وہ بیبیاں دیدوں جن کے قدم کے طفیل میرے کنبہ نے کلر پڑھ لیا ہے۔ جن کی برکت سے میں نے خاتم النبیینؐ کی زیارت اپنے گھر مرقد میں کر لی ہے۔ جن کے صدقے میں نے زندگی میں جنت میں اپنا مکان دیکھ لیا ہے۔ جاگھڑا رام کہ۔ آئینہ خیال رکھنا۔

۹۔ متوکل کی مال:

تذکرۃ الخواص ہی میں سبط ابن جوزی نے مادر متوکل کے منیجر ابن خضیب سے روایت کی ہے کہ ایک رات میں اپنے گھر بیٹھا تھا کہ ایک غلام میرے پاس ایک تھیلی لایا اور کہا۔

آقا زادی کہہ رہی ہے۔ یہ میرا خالص ملال کا مال ہے اسے مستحقین میں تقسیم کر دے اور جن حقداروں کو دینا ان کے نام کھ لینا تاکہ آئندہ بھی اسی مال سے ان کی امداد کی جاتی رہے۔

میں نے وہ تھیلی لے لی اور اپنے ساتھیوں سے حقداروں کے نام پوچھے۔ جتنے نام انہوں نے بتائے میں نے ان میں تین سو تقسیم کر دیئے۔ باقی سات سو میرے پاس بچ رہے۔ نصف شب کے قریب دق الباب ہوا میں دروازہ پر گیا۔ دیکھا تو میرا پڑوسی سید کھڑا تھا۔

میں نے پوچھا:

کیا بات ہے؟

اس نے کہا۔ تجھے معلوم ہے کہ تمہارے بادشاہ سے ہماری جان محفوظ نہیں ہے۔ تمہارے جاسوس انعام کے لالچ میں ہماری بوسنگھتے پھرتے ہیں۔ دن کو کہیں جا نہیں سکتا اور رات کو مزہوری نہیں ملتی آج کتنے دن ہو رہے ہیں نہ ہم میاں بیوی نے کچھ کھایا ہے اور نہ بچوں نے کچھ کھایا ہے۔ اس وقت جب کہ ہر ایک سوہا ہے۔ میرے بچے بھوک سے بلک رہے ہیں اگر تیرے گھر کھانا ہو تو کچھ دیے دے۔

میں نے ایک دینار اس سید کو دے دیا۔ وہ خوش ہو کر واپس چلا گیا۔

جب میں اپنے بستر پر واپس آیا تو میری بیوی نے مجھ سے پوچھا۔ اس وقت کون غصا؟ میں نے بتایا:

ہمارا پڑوسی سید تھا۔ کہتا تھا کچھ کھانا دو۔ کھانا تو اس وقت نہ تھا میں نے ایک دینار دیا ہے۔ وہ ٹرپ کر بستر سے اٹھی اور رونے لگ گئی۔ اور کہنے لگی ظالم تجھے شرم نہیں آئی کہ تو نے بیدار دے کو ایک دینار دیا تھا۔ جب کہ تجھے معلوم ہے کہ یزید کے بعد تیرا بادشاہ یزید مزاج بنا ہوا ہے۔ اور جو کوئی اسے کسی سید کی اطلاع دے صرف اولاد رسول کو قتل کرنے کی خاطر وہ مخیر کو انعام دیتا ہے بھلا جو مظلوم اپنے گھر سے باہر قدم بھی نہیں رکھ سکتے اسے تو نے صرف ایک دینار دیا ہے اور جن کے گھر بھرے ہوئے ہیں۔ ان میں تو تقسیم کرتا ہے بیوی کی باتیں سن کر میرے جذبات کھول اٹھے میں نے بقیہ تمام دینار اٹھائے اور جا کر اس سید کو دے دیئے۔ دینے کو تو میں نے تمام وہ رقم دے دی لیکن جب میرا جوش ٹھنڈا ہوا تو میں نے سوچا کہ اب کیا ہوگا۔ متوکل نام سادات کا دشمن ہے اگر اسے پتہ چل گیا تو وہ میرے بچوں کو تک کو لہو میں پسوا دے گا۔

میری بیوی نے مجھے حوصلہ دیا۔ اور کہا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مرنا تو ایک دن ہے ہی۔
متوکل کے ہاتھوں بے گناہ اولاد رسولؐ بھی قتل ہو رہی ہے اگر ہم اولاد رسولؐ سے مدد کے جرم میں مارے
گئے۔ تو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اللہ اور رسولؐ پر توکل کرو اور آرام سے سو جاؤ۔

ہم انہی باتوں میں تھے کہ مادر متوکل کے دو تین غلام ہاتھوں میں روشنی لئے آگئے اور کہنے لگے جلدی چل
آقا زادی بلا رہی ہے میرا دل دھڑکنے لگا اور ذہن میں نے اپنے کو موت کے لیے تیار کر لیا۔ میں ان کے
ساتھ چل دیا ابھی ہم راہ میں تھے کہ غلاموں کی ایک ٹولی آگئی۔ اور کہنے لگی مادر متوکل کو آرام نہیں ہے وہ تجھے
جلد از جلد دیکھنا چاہتی ہے۔ جب میں وہاں پہنچا اور پردہ کے باہر کھڑے ہو کر سلام کیا۔ تو اس نے کہا۔

اے ابن خضیب اللہ تجھے اور تیری بیوی کا شکریہ ادا کیا ہے۔ مجھے بتا کیا بات ہے؟
اگر میرا تیرا اور تیری بیوی کا شکریہ ادا کیا ہے۔ میں نے مادر متوکل کو تقسیم رقم کی تمام تفصیل سنادی۔

اس نے ایک لاکھ دینار اور دیا اور کہا۔ یہ سب جا۔ ایک حصہ تیرا ہے۔ ایک تیری بیوی کا ہے اور ایک حصہ
اس سید کو جا کر دیے دے۔ میں خوش ہو کر واپس سیدھا اس سید کے دروازہ پر آیا میں نے وق الباب کیا۔ اندر
سے سید نے کہا۔ ابن خضیب کافی دیر ہو چکی ہے۔ جو کچھ تیرے پاس ہے دروازہ پر رکھ دے میں آ رہا ہوں اٹھا
لوں گا۔

میں حیران ہو کر رک گیا۔ جب سید دروازہ سے باہر آیا۔ تو میں نے پوچھا۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں ہوں۔
اس نے بتایا کہ۔ جب تو مجھے رقم دے کر گیا۔ تو میری بیوی نے مجھے کہا۔ کہ اٹھ وضو کر۔ اور ابن خضیب اور اس
کی بیوی کے لیے دعا مانگ۔ میں نے اور میری بیوی نے وضو کر کے تیرے لیے دعا مانگی اور سو گئے خواب میں
ابھی ابھی آنکھوں نے اگر فرمایا ہے کہ تم نے احمد ابن خضیب کا شکریہ ادا کیا ہے۔ میں نے مادر متوکل کو دعا کی ہے
اب احمد کچھ اور لارہا ہے اٹھ اور اس سے ملے۔

۱۰۔ دوبارہ آنکھ مل گئی:

کتاب الروض میں منقول ہے کہ ۱۵۲ھ میں واسطہ میں ابن سلام فرازی محتاج کی دایں آنکھ ختم ہو گئی تھی
ابن سلام ایک آنکھ سے معذور ہونے کی وجہ سے کوئی کام نہ کر سکتا تھا۔ اور ابن حنظلہ کا مقروض تھا ایک دن
ابن حنظلہ نے قرظ کے سلسلہ میں زیادہ سختی کی۔

ابن سلام نے حضرت علیؑ کے نام استغاثہ کیا۔ خواب میں اس نے عزالدین طیبی کو ایک اور شخص کے ساتھ
دیکھا۔ اس نے عزالدین سے پوچھا یہ کون ہیں؟

عبدالین نے بتایا کہ یہ تیرے آقا حضرت علیؑ ہیں۔
ابن سلام آپ کے قدموں میں گرا اور عرض کی۔ قیدہ آنکھ بھی چاہیئے اور ادائیگی قرض بھی۔ آپ نے فرمایا۔
نہ گھبرادونوں کام ہو یا پیش گے۔ صبح آنکھ بھی مل جائے گی اور قرض بھی ادا ہو جائے گا۔ آپ نے دائیں آنکھ
پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

دہی ذات اسے دوبارہ صبح وسلامت کر دے گی۔ جس نے پہلی مرتبہ عنایت کی تھی۔
ابو سلامہ کہتا ہے کہ میں صبح کو اٹھا تو میری دائیں آنکھ پہلے کی طرح روشن تھی۔ سر ہانے کے نیچے دیکھا تو
قرض کی جملہ رقم بھی موجود تھی۔ اٹھا کر ابن خلفہ کے پاس گیا اور اس کا قرض ادا کر دیا۔ واسطہ کے ہر باشندہ نے
ابن سلامہ کی در سنت شدہ آنکھ دیکھی۔

۱۱۔ قرض بنام حضرت علیؑ

کتاب الروفۃ میں ابراہیم ابن مہران سے مروی ہے کہ کوفہ میں ایک تاجر رہتا تھا جو ابو جعفر کی کنیت سے
معروف تھا بڑے کھلے ہاتھ کا مالک تھا۔ سادات میں سے جو بھی کچھ قرض مانگنے آتا وہ اسے دے دیتا اور اپنے
منشی سے کہتا کہ یہ قرض حضرت علیؑ کے نام لکھ دے۔

حالات نے اسے نادار کر دیا۔ وہ اپنے قرض کا رجسٹر لے کر بیٹھا اور جو مقروض زندہ تھے ان کے نام علیحدہ
لکھے اور جو فوت ہو چکے تھے ان کے نام کاٹ دیئے۔

ایک دن وہ اسی پریشانی میں بیٹھا تھا کہ ایک خارجی اس کے پاس سے گزرا اور اذراہ طنز کیا۔ وہ علیؑ
نے تیرا قرضہ ادا کر دیا ہے یا نہیں؟

یہ طعنہ سن کر وہ زیادہ غمزدہ ہو گیا۔ اندر جا کر بستر پر پڑ گیا۔ جب رات ہوئی اور اسے نیند نہ آئی اس نے
خواب میں دیکھا کہ آنحضرتؐ حسینؑ کے ساتھ آ رہے ہیں اور ان سے پوچھا۔

بیٹے تمہارا باپ کہاں گیا؟

پچھنے سے حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا:

یا علیؑ اس بیچارے کا قرض کیوں نہیں چکاتے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا نہ

قبلہ میں اس کے قرض کی تمام رقم لے کر حاضر ہوا ہوں۔ اور آپ کے سامنے اسے دے رہا ہوں۔

حضرت علیؑ نے مجھے تھیلی دی اور فرمایا۔ پھر بھی میری اولاد سے اگر کوئی مانگنے آئے تو مجھ نہ کیا کر کہی نادار

نہیں ہوگا۔

یہ کہہ کر وہ واپس چلے گئے۔ میں بیدار ہو گیا دیکھا تو قبیل میں سے ہاتھ میں تھی۔ میں نے بیوی کو جگایا اور اسے قبیل دکھائی کہ اس میں ایک ہزار دینار ہے۔

اس نے کہا۔ دیکھ عزت یوں کسی کو دھوکا دیتے سے نہیں نکلتی۔ بہتر ہوگا جس سے فریب کیا ہے اسے واپس کر دے۔ میں نے اسے اپنے خواب پر واقعہ سنایا۔

اس نے کہا اگر تو سچ کہہ رہا ہے تو وہ رجسٹر لے آج میں سادات مقدوس کے نام ہیں۔ اگر ان کے ذمہ رقم اتنی بنتی ہے تو پھر درست ہے ورنہ میں تیری بات نہ مانوں گی۔ میں اٹھا رجسٹر لایا۔ دیکھا تو تمام ناموں پر کاٹا لگا ہوا تھا۔ جب قرضہ کی رقم گئی تو پورا ایک ہزار بنی۔

۱۲۔ محبت علیؑ میں پانی!

بحار میں اعمش سے مروی ہے کہ میں نے مدینہ میں ایک جشن کینز دیکھی جو نابینا تھی اور کندھے پر مشکیزہ اٹھا کر پانی پلا رہی تھی اور کہہ رہی تھی لوگو محبت علیؑ میں پانی بیو۔

میں ج پرکھ چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا تو لایم ج میں وہی کینز نابینا تھی پانی پلا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ آؤ اس کے نام پر پانی بیو جس نے مجھے بیٹا کیا ہے۔

میں اس کے قریب گیا۔ اور پوچھا ابھی چند دن پہلے مدینہ میں تو تو نابینا تھی اور محبت علیؑ میں پانی پلا رہی تھی آج تو بینا ہے اور کہہ رہی ہے جس نے مجھے آنکھیں دی۔ میں اس کے نام پر پانی بیو یہ کون ہے؟ کینز نے کہا۔ ایک دن جب میں پانی پلا کر شام کو گھر گئی تو ایک شخص آیا اس نے پانی پیا اور مجھ سے پوچھا کیا بچے دل سے علیؑ سے محبت رکھتی ہے؟

میں نے کہا۔ اگر دل چیر کر دکھانے کی چیز ہوتا تو میں تجھے دکھاتی میرے دل میں علیؑ کے سوا کسی کی محبت پیدا ہی نہیں ہوئی۔ اس نے دعا مانگی اور کہا۔ بار الہا اگر یہ عورت اپنے دعویٰ میں سچی ہے تو اسے بینا کر دے۔ میں اسی وقت بینا ہو گئی وہ شخص میرے سامنے کھڑا تھا۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس نے کہا میں خضر ہوں اور شیعہ علیؑ ہوں۔





حیرت انگیز معجزات

۱۔ جنت کی سیر:

ہمارے جناب سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے حضرت علیؓ کی خدمت میں عرض کیا۔ قبیلہ آج دل پڑا ادا اس ہے کوئی ایسا معجزہ دکھائیے کہ پریشانی جاتی رہے۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد باہر آئے تو آپ نے سفید قبا اور سفید ٹوپی پہن رکھی تھی۔ آپ مشکلی گھوڑے پر سوار ہوئے۔ قنبر سے فرمایا سلمان کو بھی مشکلی گھوڑا لاکر دے۔

قنبر نے عرض کیا۔ قبیلہ کہاں سے لاکر دوں گھوڑا تو یہی ایک ہے؟
آپ نے فرمایا:

ذرا جا کر دیکھ تو سہی جہاں سے یہ گھوڑا لایا ہے وہاں اس جیسا دوسرا گھوڑا موجود ہے۔ ساز و براق سے آراستہ ہے صرف کھول کر لاتا ہوگا۔

قنبر واپس گیا۔ گھوڑا کھول کر لایا حیرت سے اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔ بہت کوشش کی ہے مگر ابھی تک پہلے کچھ نہیں پڑا۔ ایک وقت دیکھو تو قافے میں اور دوسرے وقت دیکھو تو شاہانہ بٹھا بٹھا ہے۔ خدا معلوم قافوں کے وقت شاہی کہاں جاتی ہے اور شاہی میں قافے کیسے گھس آتے ہیں۔

آپ نے مسکرا کے فرمایا:

بس یہی سوچتا رہا کہ اس سے آگے کچھ نہ سوچنا۔ کہیں آخرت نہ گنوا بیٹھے۔ پھر مجھے فرمایا۔ سلمان سوار ہو جا۔ میں سوار ہو گیا۔ آپ نے گھوڑوں کو اشارہ کیا۔ گھوڑے ہوا میں بلند ہو گئے۔ بنیر پروں کے پرواز کرنے لگے۔ مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے ہم عرش کے نیچے پہنچ گئے ہیں۔ ملائکہ کی صدائے تسبیح صاف سنائی دے رہی تھی پھر آپ نے اشارہ کیا گھوڑوں نے اتنا شور مچا دیا۔ ہم موزن سمندر کے ساحل پر اتنے سمندر کی موجیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ آپ نے اشارہ کیا۔ سمندر اطاعت شعار بچے کی طرح یوں خاموش اور ساکن ہو گیا۔

جیسے اس میں حرکت کا نام نہ تھا۔

خود آگے بڑھے مجھے فرمایا آجا۔ میں پیچھے چلا۔ سطح سمندر پر چلتے ہوئے ایسے محسوس ہوا جیسے فرش پر چل رہے ہیں۔ نہ ہمارے پاؤں بھیگے اور نہ گھوڑوں کے سم۔ گھوڑے آزاد ہو کر ہمارے پیچھے انتہائی سکون سے چل رہے تھے۔ ہم ایک جزیرہ میں آئے۔ اس جزیرہ میں بکثرت اشجار و سبزی تھا۔ درختوں پر رنگارنگ پھل تھے ایک ایک درخت پر کئی کئی قسم کے میوے تھے عجیب و غریب قسم کے پرندے حیرت انگیز نغمے گارہے تھے انہی درختوں میں ایک بہت بڑا درخت تھا۔ جس کی ٹہنیاں حدنگاہ تک جاتی تھیں۔ آپ نے اشارہ فرمایا ایک بہت بڑی طویل و عریض ناقہ سامنے آگئی۔

آپ نے فرمایا:

سلمان ناقہ کا دودھ پی لے۔ میں آگے بڑھا۔ دودھ پیا۔ یہ دودھ مکھن سے زیادہ نفیس اور شہر سے زیادہ
 شیریں تھا۔

آب نے فرمایا:

سلمان کچھ گنجائش رکھنا۔ یہ عمدہ دودھ ہے۔ عمدہ تراہی باقی ہے۔ پھر آپ نے آواز دی۔ اے حنا
باہر نکل۔ پہلی ناقہ سے بڑی ناقہ باہر آئی۔ میں تو اسے دیکھ کر حیران ہوتا رہا۔ اس فاقہ کا سر یا قوت کی طرح سرخ
تھا۔ سیدہ عنبر اشہب کی مانند درخشاں تھا۔ اس کی ٹانگیں سبز زریعہ جیسی تھیں۔ مہار یا قوت درو سے تھی۔ دائیں
جانب سونے کی طرح تھی۔ بائیں جانب چاندی کی طرح چمکدار تھی۔ بال ابرار موتیوں کی مانند براق تھے۔

آپ نے فرمایا:

سلمان اس کا دودھ پی لے۔ میں آگے بڑھا۔ اس کے تھنوں کو ہاتھ لگا۔ دودھ نکالنا تو ایسے معلوم ہوا جیسے شہد نکل رہا ہو۔ سیر ہونے کے بعد میں پیچھے ہٹا۔

آپ نے فرمایا:

بیس اپ جا۔

میری آنکھوں کے سامنے ناقہ یوں غائب ہوئی جیسے وہاں تھا ہی کچھ نہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ ماقائیں کس کی ہیں؟

آپ نے فرمایا:

مسلمان ہمارے شیعوں کے علاوہ کس کی ہو سکتی ہیں۔

ہم آگے بڑھے۔ ایک اور بہت بڑا درخت تھا جس پر ایک انتہائی خوبصورت پرندہ بیٹھا تھا۔ وہ پرپر میٹر پٹرا کر ہمارے قریب آیا۔

اسلام علیک یا امیر المؤمنین کہہ کر آپ کو سلام کیا اور واپس اپنی جگہ پر چلا گیا
میں نے عرض کیا۔ قبلہ پر پرندہ کیسا ہے؟
آپ نے فرمایا:
یہ ملک ہے جو اس علاقہ کا محافظ ہے۔

اس جزیرہ کے بعد آپ مجھے دوسرے جزیرہ میں لے گئے۔ اس جزیرہ میں بڑے بڑے محلات تھے۔ سبزہ
نکھا۔ کشادہ سڑکیں تھیں۔ جگہ جگہ پارک بنے ہوئے تھے۔ ہر مکان کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی تھی۔
زرد عقیق کے کنگے تھے۔ پیرستون کے ساتھ ملائکہ کی ایک قطار تھی۔ ہر قطار میں ستر ملائکہ تھے۔ جونہی انہوں نے
ہمیں دیکھا دوڑ کر آئے حضرت علیؑ کو سلام کیا اور واپس اپنی جگہ پر جا کر کھڑے ہو گئے۔
آپ ایک محل میں داخل ہوئے ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے یہ مستقل بستی ہو۔ آرام و آسائش اور لطیف نظر و جذب
دل کا ہر سامان موجود تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ ہم کتنا پیلیں ہوں گے؟
آپ نے فرمایا:

اس وقت تک تو کہہ ارنی کے گرد دس پکر لگا چکا ہے۔ حیرت سے میرے دیدے پھیل گئے، اور عرض کیا قبلہ دس پکر؟

آپ نے فرمایا :
 قرآن میں تو نے پڑھا ہے کہ سکندر ذو القرنین کو ارض کے مشرق کے نقطہ آغاز سے مغرب کے آخری نقطہ تک پہنچ گیا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قیدہ پڑھا ہے
آپ نے فرمایا:

شکدر سے میرا علم زیادہ ہے کیونکہ مجھے خانم الانبیاءؑ نے اپنا تمام وہ علم عنایت کیا ہے جو انہیں اللہ کی طرف سچائی ہوا تھا۔

کیا اللہ نے یہ وعدہ نہیں کیا کہ میں اپنا مخفی خزانہ غیب اپنے نبی مرقضیٰ کو دے سکتا ہوں؟ میں نے عرض کیا۔ قیلہ قرآن میں موجود ہے۔

آپ نے فرمایا :

تیرا کیا خیال محمدؐ اللہ کا نبی مرتضیٰ تھا یا نہیں؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اگر ان حضورؐ نبی مرتضیٰؑ نہ ہوں تو پھر تو نبی مرتضیٰؑ کا کوئی مصداق ہی نہ ہو گا۔

آپ نے فرمایا :
اگر اللہ اپنا غیب اپنے نبی مرثیٰ کو دیتا ہے اور محمد اللہ کے نبی مرثیٰ تھے تو پھر محمد غیب خدا کے عالم تھے ؟

میں نے عرض کیا - قبلہ یقیناً تھے -

آپ نے فرمایا :
اگر وہ غیب کے مخزن تھے تو پھر اس غیب کا دروازہ میں ہوں یا نہیں ؟ کیونکہ خود انہوں نے فرمایا ہے
اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلٰی بَابِهَا -

میں نے عرض کیا - قبلہ آپ یقیناً علم نبی کے در ہیں -

آپ نے فرمایا :
آصف ابن برخیا نے تخت بلقیس سے طرفۃ العین میں منگوایا تھا ؛
میں نے عرض کیا - قبلہ منگوایا تھا -

آپ نے فرمایا :
ازروئے قرآن تخت علم ہی کے ذریعہ منگوایا گیا تھا کیونکہ قرآن نے آصف کو عالم من الکتاب بتایا ہے ؟
میں نے عرض کیا - قبلہ یقیناً علم سے نسبت ہے -

آپ نے فرمایا :
ازروئے قرآن آصف صرف ایک کتاب کا معمولی علم جانتا تھا ناں - کیونکہ - آیت میں لفظ من جزئیت کے لیے ہے -

میں نے عرض کیا - ہاں قبلہ ازروئے آیت آصف کے پاس صرف ایک کتاب کے علم کا کچھ حصہ تھا -

آپ نے فرمایا :

میرے پاس آدم سے لے کر خاتم تک آنے والے ایک سو چوبیس صف اور کتب کا علم ہے -
اگر آصف ایک کتاب کے معمولی سے علم کی بدولت ملک سبا سے تخت بلقیس طرفۃ العین میں منگواسکتا ہے - تو کیا ایک سو چوبیس کتاب کا عالم کامل چند لمحات میں دنیا کے گرد دس چکر بھی نہیں لگا سکتا - پھر فرمایا -
سلمان یہ نصیب ہے وہ شخص جو ہماری ولایت سے ناواقف ہے - اور ہمارے علوم و کمالات میں شک کرتا ہے - اللہ نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر ہمارے حقوق کو صراحت سے بتا دیا ہے -

۲۔ جہنم کا معائنہ:

بحار میں اصبع سے مروی ہے کہ ایک دن میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا کہ آپ کے پاس چند اصحاب آئے جن میں ابو موسیٰ اشعریؓ، ابن مسعودؓ، انس ابن مالکؓ، ابو ہریرہؓ، مغیرہ ابن شعبہؓ اور حذیفہ یمانیؓ بھی تھے آئے اور کہا۔ یا علیؑ آنحضرتؐ کے بعد مدت گزر گئی ہے۔ کوئی معجزہ نہیں دیکھا۔ آج دل بہت چاہتا ہے کہ آپ کوئی معجزہ دکھائیں۔

آپ نے فرمایا: دیکھو اپنے کو کیوں آزمائش میں ڈالتے ہو۔ اور ایسی چیز کیوں دیکھنے کی خواہش کرتے ہو جو تمہارے دل قبول نہیں کرتے۔ یقین رکھو! اللہ نے تم کو کھار کھی ہے کہ وہ اس وقت تک کسی کو معذب نہیں کریگا جب تک اس پر اتمام حجت نہیں ہو جائے گا۔ میں جب کوئی نبی بھیجتا ہوں تو اسے ناقابل تردید دلائل دیکر بھیجتا ہوں۔ جو لوگ وہ دلائل دیکھ کر مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لے آتے ہیں۔ وہ فلاح یافتہ ہیں اور جو لوگ دلائل کے مشاہدہ کے بعد بھی انکار پر ڈٹے رہتے ہیں وہ ناقابل معافی ہیں۔

ان لوگوں نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! ہم اللہ اور اس کے رسول پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ آپ ہمیں ضرور معجزہ دکھائیں۔

آپ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا۔ بار الہا جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں تو گواہ رہنا۔ ویسے تو یہی جانتا ہے اور تیرے عنایت کردہ علم کی بنیاد پر مجھے بھی معلوم ہے کہ انکا ظاہر باطن سے مختلف ہے۔

پھر فرمایا: اللہ کا نام لے کر اٹھو۔ ہم اٹھے۔ آپ ہمیں بیرون کوفہ لے آئے عراق کا ہر باشندہ جانتا ہے کہ محلے عراق پانی سے خالی ہے۔ آپ نے ہمیں فرمایا۔ ذرا اپنے سامنے دیکھو۔ ہم نے جو بھی دیکھا۔ ہمارے سامنے باغات تھے۔ محلات تھے چٹھے تھے۔ درخت تھے۔ چھپا لے پرندے تھے۔ پانی کی نہریں تھیں۔ جو یہ تھیں اور غلخان تھے جو تہی حوروں اور غلاموں نے ہمیں دیکھا۔ ڈر کر آئے اور حضرت علیؑ کو سلام کر کے عرض کرنے لگے قبلہ آج ذرا دیر سے تشریف لائے ہیں۔ خبریت تو تھی؟

آپ نے فرمایا:

کچھ مسائل میں مصروف تھا۔ کچھ ساتھیوں نے الجھا دیا تھا۔

ہم سب دیکھ دیکھ حیران ہو رہے تھے کہ بیرون کوفہ تو کچھ بھی نہیں یہ سب کچھ کہاں سے آگیا اور کیسے آگیا پھر آپ نے زمین پر پاؤں سے ٹھوکر ماری زمین شکاف ہو گئی۔ ہمیں ایسے معلوم ہوا جیسے ہم زیر زمین چلے گئے ہیں۔ وہاں بھی ایک خوبصورت ترین باغ تھا۔ محلات تھے۔ نردوار درخت تھے۔ رنگارنگ پرندے تھے یا تو ت سرخ سے منبر رکھا تھا۔ آپ بالائے منبر تشریف لے گئے۔ اور ہمیں فرمایا۔ آنکھیں بند کر لو۔ ہم نے آنکھیں بند کیں

آپ نے حکم دیا۔

داروغہ جہنم سے کہو۔ ذرا ہمیں کچھ دکھائے۔ پھر ہمیں فرمایا۔ آنکھیں کھول دو۔ اب جو آنکھیں کھولیں تو نظارہ ہی اور تھا۔ ایک طرف جنت کے باغات اور دوسری طرف جہنم کے شعلے، مگر انان جہنم کے ہاتھ میں آگ کے سرخ کوڑے تھے پیچ و پکار تھی۔ آہ و زاری تھی۔ دھواں ہی دھواں تھا۔ آپ نے داروغہ جہنم کو حکم دیا۔ دھوئیں کو ختم کر دے۔ ہم حیران رہ گئے۔ کہ دھوئیں کا نام و نشان تک نہ رہا۔ آگ میں جلتے ہوئے افراد دیکھے جن کے جسم سیاہ تھے۔ ملائکہ کوڑے بوسا رہے تھے۔ جب ہم نے غور سے دیکھا تو کچھ جانے پہچانے چہرے بھی نظر آئے حضرت علیؑ نے فرمایا۔ دیکھ لو یہ لوگ نہیں جانتے ہیں۔ اور نہ ان کو جانتے ہو۔ ان میں سے کچھ تو حضرت علیؑ کی منت و سماجت کرنے لگے۔

حضرت علیؑ نے داروغہ جہنم سے فرمایا۔ انہیں یہاں سے ہٹا دے۔ پھر آپ منبر سے نیچے اترے اور فرمایا آداب چلیں۔ میرے خیال میں اتنا ہی کافی ہے۔ ہم چند قدم ہی چلے گئے کہ مسجد کوفہ کا دروازہ آگیا۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا کہ ہم کہاں تھے اور کہاں آگئے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

آپ لوگوں کو یہ تو معلوم ہے کہ نبی اسرائیل پر اس وقت مسخ وغیرہ کا عذاب آیا تھا۔ جب انہوں نے معجزات دیکھے کہ انکار کیا تھا؟ ہم سب نے عرض کیا قید قرآن میں صراحت سے موجود ہے۔ آپ نے مسکرا دیا اور فرمایا پھر بھی کبھی ضرورت ہو تو میرے پاس وہ سب علم ہے جو اللہ نے آنحضرتؐ کو دیا تھا اور آپ نے اپنی کمال عنایت و شفقت سے مجھے نوازا ہے۔

۳۔ امیر شام کی واڑھی:

بحار میں طبری سے مروی ہے کہ عظیم تمار نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک نوجوان سا آیا۔ اور حضرت علیؑ سے کہنے لگا۔ آپ بھی خلیفہ رسولؐ بنتے ہوئے ہیں جب کہ آپ کے پاس نہ کچھ کھانے کو ہے نہ پینے کو۔ خلافت کا اہل تو وہ شخص ہے جس کے پاس شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ ہے۔ لنگر چل رہا ہے اور لوگ کھا رہے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

تو نے سچ کہا ہے ہمیں خلافت کا یہی تصور دیا گیا ہے۔ رشادہ تو یہ سمجھنا ہے کہ یہی حق ہے جب کہ خلافت الہی منصب ہے۔ الہی منصب دار کے لیے اللہ کی طرف سے الہی مظاہر ہونا چاہئیں۔ دولت فرعون اور غزوہ کے پاس زیادہ تھی۔ جب کہ ابراہیمؑ و موسیٰؑ دولت کے بحالہ میں تہی دست تھے علم الہی کے خزانہ کے

ہاں! تھے۔ اور یہی وہ خزانہ تھا جس نے ابراہیمؑ کو آتشِ فرود سے محفوظ رکھا اور موسیٰؑ کو فرعون کے جبر و ظلم سے بچایا۔ میں وفاتِ رسولؐ سے آج تک یہی کہتا چلا آ رہا ہوں کہ میں خلیفہٴ رسولؐ ہوں۔ میں نے کبھی نہیں کہا کہ میں فرعون و غرود کا خلیفہ ہوں۔ میرا رسولؐ دولت کے اعتبار سے نادار تھا۔ نادار بایں معنی تھا کہ اس کے پاس جو کچھ آتا تھا وہ مستحقین کو دے دیتا تھا۔ اس نے کل کی فکر کبھی نہیں کی تھی۔ کل کے لیے کبھی آج بچا کر نہ رکھا تھا۔ لیکن دوسری طرف اگر اس نے چاہا تو چاند کے ٹکڑے کو دیئے اگر اس نے چاہا درخت سے کلمہ پڑھوا لیا۔ خلیفہٴ رسولؐ کو ان کاموں میں خلیفہ ہونا چاہیئے۔ جو کام وہ کرتے تھے۔

خلیفہ رسول کا حق ہے جب چاہے بارگش بر سادے۔ خلیفہ رسول جب چاہے مرنے زندہ کر دے خلیفہ رسول ہر وہ کام کر کے جس سے دوسرے لوگ قاصر اور عاجز ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ اس اعتبار سے میں ہی آیت الہیہ۔ اللہ کا کلمہ نامہ۔ اور حجت خدا ہوں۔

اگر میں چاہوں تو کوفہ میں بیٹھ کر معاویہ کی ہڈیاں پیس ڈالوں۔

اگر میں چاہوں تو معاویہ کے بیٹے سے زمین کھینچ لوں۔

اگر میں چاہوں تو معاویہؓ کو زمین میں اس طرح دھنسا دوں کہ اس کا نام و نشان تک نہ رہے۔ لیکن تمہیں معلوم نہیں ہے کہ جاہل کا برداشت کرنا بھی اولیائے خدا کے لیے حد قدر ہے۔ تم لوگ جانتے ہوئے آپس میں باتیں کرتے ہو تو کہتے ہو۔ جب علیؓ یہ سب کچھ کر سکتا ہے تو پھر معاویہؓ سے جنگ میں لوگوں کو کیوں لے جاتا ہے؟ یہ صرف تمہارے لیے اللہ کا امتحان ہے۔ میں جو کچھ چاہوں کر سکتا ہوں۔ اللہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم جہاد میں کہاں تک آگے بڑھ سکتے ہو۔ اللہ تمہیں آزمانا چاہتا ہے کہ کیا تم کفار سے جہاد کر سکتے ہو؟

کیا تم منافقین کو پہچان کر ان سے رٹ سکتے ہو؟

کیا تم بیعت توڑنے والوں کو پہچان کر ان سے جہاد کر سکتے ہو؟ اور

کیا تم بغاوت کرنے والوں کو پہچان کر ان کے خلاف صف ارا ہو سکتے ہو؟

اگر معاملہ صرف مجھ تک محدود ہوتا تو بخدا اگر میں اپنا یہ مختصر سا ہاتھ تمہاری اسی وسیع و عریض زمین میں بٹھاؤں تو معاویہ کے سینہ پر جا پڑے اسے منبر پر بیٹھنا نصیب ہو۔ منبر سے گر کر بیہوش ہو جائے۔ اور جب میرا ہاتھ واپس تمہارے سامنے آئے تو اس میں معاویہ کی داڑھی اور مونچھوں کے بال ہوں۔ اور لوہہ دیکھو یہ میرے ہاتھ میں معاویہ ہی کی داڑھی اور مونچھوں کے کچھ بال ہیں۔ پھر فرمایا جو آج کا دن۔ اور وقت نوٹ کر لو۔ شام جا کر ہتھ کر لینا۔ کہ کیا جب میں نے ہاتھ فضا میں لہرایا تھا اور تمہیں دکھانے کی خاطر معاویہ کی طرف بٹھایا تھا۔ معاویہ کے سینہ میں ہاتھ

لگا تھا یا نہیں؟ معاویہ منبر سے فرش پر گر کر بیہوش ہوئے تھے یا نہیں؟ اور معاویہ کی دائرہ سی اور مونچھوں سے بال اکھڑے تھے یا نہیں؟

یہ دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے۔ فرستادہ معاویہ تو مبہوت ہو گیا۔ اس نے کہا۔ حضور! میں جا کر پتہ کروں گا۔ اگر یہ درست ہوا تو میں مان جاؤں گا کہ آپ ہی امام حق اور علیہ رسول ہیں۔
آپ نے فرمایا:

تیرے ماننے یا نہ ماننے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ویسے جا کر پتہ بھی کر لیتا اور دو تین دن کے بعد یہاں بھی تجھے اطلاع مل جائے گی کہ آج کے دن دربار شام میں یہ حادثہ ہوا تھا۔

وہاں وہ ابھی تک تو معاویہ کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں جب وہ ہوش میں آجائیں گے تو پھر تیری طرح کے ایک دو باسوس اور بھی بھیجیں گے جو کوفہ میں آکر معلوم کریں گے کہ آج کے دن کوفہ میں کیا ہوا تھا اور علی نے کیا کہا تھا۔

۴۔ کن فیکون:

سرکارِ نعمۃ اللہ جزاؤں نے اپنی بعض تصنیفات میں جناب سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ ایک دن جناب خولہ بنت جعفر نے عرض کیا۔

یا علی! آپ کو تو معلوم ہے کہ میں نے وقت ولادت سے پیشگوئی کی تھی کہ میں آپ کی زود بہ بنوں گی۔ اور آپ سے میرا بچہ ہوگا۔

پھر آپ نے بھی میری پیشگوئی کی تصدیق فرمادی تھی۔ لیکن تا حال میں بچہ سے محروم ہوں۔
آپ نے فرمایا: خولہ اتنی جلدی کیوں ہے؟

خولہ نے عرض کیا۔ قبلہ شادی کے بعد ہجرت کی پہلی اور آخری خواہش ماں بننے کی ہوتی ہے اور میں بھی ایک عورت ہی ہوں۔

آپ نے فرمایا: اچھا تو پھر اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھا۔

جناب خولہ نے دایاں ہاتھ آگے بڑھایا۔ آپ نے اپنا ہاتھ جناب خولہ کے دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا۔ اعلیٰ محمد! محمد سے حاملہ ہو جا۔ جناب خولہ اسی وقت حاملہ ہو گئی۔ پھر فرمایا۔ خولہ صنّیٰ محمد! محمد جن دسے اور محمد حنیفہ پیدا ہو گئے۔



ایچیرا

جناب خاتم نے وہیں کھڑے ہو کر تمام جی ہاشم کو بلایا۔ جب ہاشمی مرد اور خواتین سب جمع ہو گئے تو نبی نے کہا ذرا اگر میرے لال کی ہمت و شجاعت تو دیکھو۔ کہ گہوارے میں کیا کر دیا ہے۔ سب نے وہی کچھ دیکھا جو ماں نے دیکھا تھا۔ پھر نبی آگے بڑھیں۔ بچے کی انگلیاں سانپ کے سر سے نکالیں۔ اڑدہا کو دور پھینکا اور حضرت علیؑ کو گود میں لے کر بوسہ بھی دیا اور فرمایا۔

کانک حیدرہ۔ بیٹے تو توحید ہے۔

۲-۲- کشتی:

ایک دن جناب ابوطالب نے دل میں خیال کیا کہ جب علی وصی نبیؐ سے اور آسمانی پیشگوئوں کے مطابق آخری نبیؐ کو کفار سے جنگ کرنا ہوگی۔ اور یہ جنگ وصی نبیؐ کے ذریعہ فتنہ ہوگی۔ کیوں نہ ابھی سے علیؑ کا تعارف کرانا شروع کروں۔ تاکہ ابھی سے قوت و طاقت علیؑ کی دھاک بیٹھ جائے چنانچہ جناب ابوطالب ایک دن رسم عرب کے مطابق حضرت علیؑ جب چند برس کے کس بچے تھے اکھاڑا میں لے گئے اور انکے ہم سنوں سے کشتی لڑنے کو کہا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ ابا جان! میں آپ کے حکم سے سرتابی تو نہیں کر سکتا ویسے اگر آپ میری

کشتی دیکھنا چاہتے ہیں تو اس مجمع میں موجود جو زیادہ طاقتور ہو آپ اسے میرے ساتھ کشتی ٹرنے کو کہیں جناب ابو طالب نے مکمل منہ چوم کر فرمایا: بیٹے تجھے میں جانتا ہوں۔ تیرا خالق جانتا ہے اور جس کا تو نائب بن کر آیا ہے وہ جانتا ہے۔ اور تو تجھے کوئی نہیں جانتا کہ تو کون ہے۔ تیرے تعارف ہی کی خاطر تو میں تجھے یہاں لایا ہوں۔ ابتداء میں کوئی بھی بڑا تجھ سے آمادہ نہیں ہوگا تو ایسا کر اپنے ہم سنوں کو چیت کرنا شروع کر دے۔ آہستہ آہستہ بڑے بڑے تیرے مقابلہ میں آتے چلے جائیں گے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ اباجان! پھر یہ سب کچھ آج ہی ہو جانا چاہیے۔ اور روز روز میں یہاں نہیں آسکوں گا کیونکہ میری منزل یہ اکھاڑا نہیں ہے۔

جناب ابو طالب نے فرمایا:

بیٹے ٹھیک ہے آج ہی میں یہ فیصلہ کر دوں گا۔

ایک ہم سن سے کشتی مہوئی دو منٹ میں چیت ہو گیا۔ دوسرے سے جو کچھ بڑا تھا کشتی مہوئی وہ بھی چیت ہو گیا۔ ایک یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ اور لوگ ایک طرف حیران و ششدر رہتے گئے اور دوسری طرف مرعوب بھی ہوتے گئے۔ آخر میں اس وقت مکہ کے معروف پہلوان آپ کے مقابلہ میں آیا اور آپ نے اسے چیت کر کے عرض کیا۔

اباجان! ذرا دیکھئے میرے کپڑوں پر کہیں مٹی تو نہیں لگی؟

جناب ابو طالب نے بڑھ کر آپ کا منہ چوم لیا۔ اور فرمایا۔ بیٹے میرا مقصد پورا ہو گیا ہے اب ان لوگوں میں سے کبھی بھی کوئی تیرے سامنے نہیں آئے گا اور آج کے بعد ہر گھر میں تیری ہی طاقت و شجاعت کے قصے ہوں گے۔

جنہوں نے آج تجھے دیکھ لیا ہے یا جو تیرے مقابلہ میں آپکے ہیں ان میں سے تو خیر ویسے بھی تیرے مقابلہ میں کوئی نہیں آئے گا۔ ان کے علاوہ بھی جو ماٹوں کی گود میں ہیں یا جو سن لیں گے آئندہ بھی کوئی تیرے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ بیٹے تیرے مولا و آقا کے آئندہ دشمن کے لیے یہ ضروری تھا کہ ان لوگوں کے دل میں تیرا عجب ہو اس دن کے بعد ابو جہل لوگوں کو بتایا کرتا تھا۔

خبر دار علیؑ کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کرنا۔ میں نے آج علیؑ کا انداز اور اس کی طاقت دیکھ لی ہے جب اس کشتی میں اس نے اپنی عمر سے دس گنا بڑے طاقتوروں کو بچھا دیا ہے۔ تو پھر اس کی جوانی میں کون اس کا مقابلہ کرے گا۔

۳۔ پختہ پر نشان:

ایک مرتبہ ایک بڑی چٹان آپ نے اٹھائی۔ چٹان ایسی تھی جسے دس طاقتور آدمی مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے

تھے۔ اسے راستہ پر لائے اور انگلی سے اس پتھر پر ہاتھیں علی ابن ابی طالبؑ کھاجو کندہ ہو گیا۔ ایک بہادر کو ایک بغل میں دوسرے کو دوسری بغل میں اور تیسرے کو پاؤں میں رکھ کر چکرو دیتے تھے۔ مسجد کوفہ میں ایک ستون مسجد پر جو پتھر سے تھا۔ پنجہ مارا تھا جو اس پر پنجہ کا نشان پڑ گیا تھا اور کئی صدیوں تک وہ پتھر مسجد میں رہا لوگ اسے دیکھتے رہے۔

سکریت اور موصل میں کئی صدیوں تک وہ پتھر زیارت گاہ عوام و خواص بنے رہے جن پر آپ کے پنجہ کے نشان تھے۔ کوہ ثور میں ایک پتھر پر آپ نے تلوار ماری تو پتھر میں تلوار کا انتہائی گہرا گھاؤ پڑ گیا۔ جو کئی صدیوں تک رہا۔

ایک پہاڑ پر دوران قیام آپ نے پتھر میں نیزہ مارا پتھر میں سوراخ ہو گیا۔

۴۔ لوہے کا طوق :

بحار میں ابو سعید خدری۔ جابر انصاری اور ابن عباس سے مروی ہے کہ حکومت ابوبکرؓ میں خالد ابن ولید جب حضرت ابوبکرؓ کو زکوٰۃ نہ دینے والوں کو قتل کر کے واپس مدینہ پہنچا تو حضرت علیؑ بیرون مدینہ اپنی اراضی میں تھے خالدؓ نے حضرت علیؑ کو دیکھا تو دل میں خیال کیا کہ۔ آج میرے ساتھ فوج بھی ہے اور لشکر بھی کافی ہے علیؑ تنہا مل گیا ہے کیوں نہ اس سے دو ہاتھ کر لوں۔ پھر ایسا موقع نہ ملے گا۔

خالد ابھی یہ خیال کر رہی رہا تھا کہ۔ حضرت علیؑ جس کام میں مصروف تھے انہوں نے وہ چھوڑ دیا اور خالد کی طرف بڑھے۔ گھوڑے ہی پر اس کے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور کھینچتے ہوئے قریب ہی مارا ثابن کلاہ کی چکی تک لے گئے۔ خالد یوں سہما ہوا تھا کہ جیسے اس میں ہاتھ پلانے کی سکت ہی نہیں ہے۔ آپ نے خالد کو گھوڑے سے نیچے بیٹھ دیا۔ پھر کھینچ کر چکی کے قریب گئے۔ چکی سے وہ کیل نکالی۔ جس پر چکی گھومتی ہے وہ لوہے کی تھی۔ اسے خالد کے گلے میں ڈال کر اس طرح رنگ بنا دیا جیسے تاکہ ہو پھر چھوڑ دیا۔ تمام فوج خالد کے پیچھے تھی کسی میں بھی یہ ہمت نہ تھی کہ وہ حضرت علیؑ کو ایسا کرنے سے روکتا۔ خالد گلے میں طوق ڈالے داخل مدینہ ہوا۔ ابوبکرؓ کے پاس آیا اور اہمیں تمام ماجرا سنایا۔ ابوبکرؓ نے لوہاروں کو بلایا اور ان سے کہا کہ خالد کے گلے سے یہ طوق نکالو۔ تمام لوہاروں نے کوشش کی مگر وہ طوق نہ نکلا۔ بالآخر انہوں نے کہا جب تک اسے آگ سے گرم نہیں کیا جائے گا اس وقت تک نہیں نکلے گا۔ کئی دن تک وہ طوق خالد کے گلے میں پڑا رہا۔ جو بھی دیکھتا ہنسنے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

حضرت علیؑ اپنی اراضی سے واپس تشریف لائے تو ابوبکرؓ خالد کو لے کر آپ کے پاس آئے اور خالد کی سفارش کی حضرت علیؑ نے فرمایا۔ جب اس شخص نے مجھے تنہا دیکھا اور اپنے ارد گرد اسلحہ اور اسلحہ

برداروں کی کثرت دیکھی تو یہ اپنے آپ میں نہ رہا اور دل میں سوچنے لگا کہ آج موقع ہے علیؑ کو ختم کر دوں اس نے دل میں سوچا اور میں نے اس کے عمل سے قبل اسے سبق سکھا دیا۔ اب ممکن ہے یہ لوہا مجھ سے بھی نہ نکل سکے۔

حضرت ابو بکرؓ اور عتھے افراد ساتھ تھے سب اٹھے آپ کے قدموں پر گر گئے۔ اور کہنے لگے آپ کو مزار رسولؐ کا واسطہ آپ اسے معاف کر دیں۔ اگر چند روز پہلے لوہا آپ کے ہاتھوں میں موم ہو گیا تھا تو آج بھی لوہا موم ہو سکتا ہے۔ نہ آپ بدلے میں نہ آپ کے ہاتھ اور نہ لوہا۔

جب انہوں نے مزار رسولؐ کا واسطہ دیا۔ تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے اور خالد کے گلے سے طوق اتار دیا۔

۵۔ باب خمیر:

تاریخ بلاذری۔ تذکرۃ الخواص۔ مطالب السؤل۔ بحار مناقب شہر آشوب۔ روض الجنان۔ اور خراج کی مختلف روایات کا خلاصہ یوں ہے۔

جب نبیؐ کو یمن فتح خمیر کی خاطر خمیر کے قریب پہنچ گئے۔ یہود خمیر نے اپنے تحفظ کی خاطر متعدد قلعے بنائے ہوئے تھے وہ ان میں قلعہ بند ہو گئے۔ سب سے مضبوط اور محفوظ ترین قلعہ کا نام قنوص تھا۔ اسی قلعہ میں مرحب رہتا تھا۔

قدرت نے حضرت علیؑ کو آشوب خیم میں مبتلا کر دیا تھا۔ شاید ذاتِ احدیت کا مقصد یہ ہو کہ علیؑ کے علاوہ دیگر مسلمان بہادر بھی اپنی شجاعت دیکھ لیں۔ اور دوسرے لوگ جو موجود ہیں وہ بھی بڑے بڑے پغدار یوں کی شجاعت دیکھ لیں۔

چنانچہ پہلے دن ابو بکرؓ علم اسلام لے کر گئے۔ ان کے ساتھ آٹھ ہزار سات سو کا لشکر تھا۔ مرحب نے قلعہ سے باہر نکلے بغیر ہی لٹکارا یہودیوں نے حملہ کر دیا۔ ابو بکرؓ مع لشکر کے واپس آ گئے۔

دوسرے دن عمرؓ لا ر شکر بن کر گئے۔ لشکر وہی تھا۔ وہ بھی واپس آ گئے۔ ابو بکرؓ و عمرؓ سپاہیوں کا شکوہ کرتے تھے کہ یہ جاگ جاتے ہیں اور سپاہی کہتے تھے کہ اگر سالار کے قدم جھے ہوں تو سپاہی کہاں بھاگتے ہیں پہلے سالار کے قدم اکھڑتے ہیں پھر ہم کیسے ثابت قدم رہ سکتے ہیں

اس دن آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کل میں علم ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسولؐ کا محب بھی ہوگا اور محبوب بھی ہوگا۔ رات کو کافی صحابہ اس خواہش میں کر وہیں بیٹے رہے کہ کل کا ش علم مجھے مل جاتا۔

جب سورج نکلا آنحضرتؐ علم ہاتھ میں لے کر خمیر سے باہر آئے۔ اور پوچھا۔ علیؑ کہاں ہے؟

در قنوس کے سوراخ میں بائیں ہاتھ کی دوا انگلیاں ڈالیں۔ اس سوراخ میں گنجائش ہی اتنی تھی۔ دوا انگلیاں ڈال کر دروازہ کو ایک جھٹکا دیا۔ بعد میں صغیر بنایا کرتی تھی کہ میں اوندر سے منہ لگائی۔ قلعہ کے اندر موجود تمام یہودی لڑ گئے۔ ہم نے یہی سمجھا کہ زلزلہ آگیا ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ علیؑ نے در قنوس کو جھٹکا دیا ہے۔ پہلے جھٹکا سے یہودیوں نے تیر کمان پھینک دیئے۔ اور اپنی جان بچانے کی فکر میں ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ پھر حضرت حضرت علیؑ نے دوسرا جھٹکا دیا۔ دروازہ نے دیواروں کو پھوڑ دیا تب ہی مرتبہ دروازہ حضرت علیؑ کے ہاتھ میں آگیا۔ آپ نے اسے دھال بنا لیا۔ اور یہودیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ یہودی ادھر ادھر بھاگ بھاگ حملہ کرنے لگے۔ جب سب یہودی بھاگ گئے۔ تو آپ پیچھے ہٹے۔ خندق میں کودے دروازہ کی ایک جانب خندق کے ایک کنارے پر رکھی۔ دوسری جانب کو اپنے اسی بائیں ہاتھ پر اٹھائے رکھا۔ آٹھ ہزار سات سو اسلامی سپاہی گورنے لگے۔ ابو بکر نے حیرت سے کہا۔ کمال ہے علیؑ نے دروازہ کو ایک ہاتھ سے اٹھا رکھا ہے۔ آنحضرتؐ چند قدم آگے تھے۔ آپ نے ہلٹ کر فرمایا۔ ابو بکر علیؑ کا ہاتھ دیکھو علیؑ کے پاؤں بھی دیکھو۔ ابو بکر کے ساتھ دیگر صحابہ بھی خندق میں بھاگنے لگے۔ جب دیکھا تو علیؑ کے پاؤں ہوا میں تھے۔ حیرت سے کہنے لگے۔ قبلہ علیؑ تو کمال کر رہا ہے۔ اتنا وزنی دروازہ ایک ہاتھ پر اٹھا رکھا ہے اور علیؑ کے پاؤں زمین پر بھی نہیں ہیں ہوا میں ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: علیؑ کے پاؤں ہوا میں نہیں۔ جبریل کے پردوں پر نہیں۔ جب تمام لشکر گزر گیا۔ تو پھر آپ نے اسی دروازہ کو دھال بنا لیا اور بچے کچھے یہودیوں کا صفایا کر کے دروازہ کو ہاتھ سے دور اچھال دیا۔ صحابہ کا بیان ہے کہ۔ دروازہ خندق سے پار جا کر گرا تھا۔ جب جنگ سے فارغ ہو گئے۔ تو ہم نے جہاں سے علیؑ نے دروازہ پھینکا تھا۔ اس جگہ سے لے کر جہاں جا کر گرا تھا فاصلہ ناپا تو چالیس ہاتھ بنا۔ ستر صحابہ نے مل کر دروازہ کو الٹنا چاہا تو ان سے الٹا نہ گیا۔



شجاعت اور ہدایت حیدریہ

۱۔ ضربہ علیٰ:

حضرت علیؑ کی شجاعت کے لیے سردارِ نبیاءؐ کا دیا گیا یہ تمغہ ہی کافی ہے جو آپؐ نے جنگِ خندق میں عمرو ابن عبدودؓ کے قتل پر دیا تھا۔ ضربہ علیٰ یوم الخندق افضل بن عبادة الثقلیین۔

۲۔ تمام سردار:

جنگِ احد میں کفارِ قریش کے ۶۵ یا ستر مقتولین میں سے اکا دن تو صرف حضرت علیؑ کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوئے بقیہ چودہ یا انیس مقتول تمام مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ اور حضرت علیؑ کے ہاتھ سے مرتے والے سب سردار تھے۔ بھلا خود اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جن کے باپ یا بھائی حضرت علیؑ کے ہاتھوں اپنے کیفرِ کردار کو پہنچے تھے وہ کسی وقت حضرت علیؑ سے راضی رہ سکتے تھے۔ خواہ ان کی تربیت و تعلیم کتنی ہی کیوں نہ کی جاتی۔ اب ان مقتولین کے نام ایک نظر میں دیکھ لیجئے۔

۱۔ ولید ابن عقبہ: یہ ہند اور خالد کا باپ ہے۔ سوادِ اعظم کے موجودہ رشتہ کے مطابق موجودہ امپلا کے مطالبہ ہند جدۃ المؤمنین ہے اور مقتول خال المؤمنین معاویہ کا نام ہے۔

۲۔ غاص ابن سعید: یہ عمرو ابن عاص کا باپ ہے۔

۳۔ خظلد ابن ابوسفیان: یہ معاویہ کا بھائی ہے۔ اور یہ بھی خال المؤمنین ہے۔

۴۔ زمعہ ابن اسود: یہ ام المؤمنین اسودہ بنت زمعہ کا باپ ہے۔ اسودہ ام المؤمنین ہے اور زمعہ جد المؤمنین ہے۔

۵۔ حارث ابن زمعہ: یہ ام المؤمنین اسودہ کا بھائی ہے۔ گویا یہ بھی خال المؤمنین ہے۔

۶۔ عمیر ابن عثمان: یہ طلحہ اور عثمان کا چچا ہے۔

۷۔ طعمہ ابن عدی۔

- ۳۴۔ طلحہ ابن ابی طلحہ
- ۳۵۔ ابوسعید ابن طلحہ
- ۳۶۔ خالد ابن ابی طلحہ
- ۳۷۔ محمد ابن ابی طلحہ
- ۳۸۔ مجالس ابن حبیہ
- ۳۹۔ عبد الرحمن ابن حمید
- ۴۰۔ حکم ابن احنس
- ۴۱۔ ولید ابن ارطاط
- ۴۲۔ امیہ ابن ابی مذلیفہ
- ۴۳۔ ارطاة ابن شرجیل
- ۴۴۔ ہشام ابن امیہ
- ۴۵۔ سافع ابن عبد اللہ
- ۴۶۔ عمرو ابن عبد اللہ
- ۴۷۔ بشیر ابن مالک
- ۴۸۔ عید الدار کا غلام صواب
- ۴۹۔ ابو مذلیفہ ابن مغیرہ
- ۵۰۔ قاسط ابن شریح
- ۵۱۔ مغیرہ ابن مغیرہ

ان اکاون مقتولین میں صرف صواب غلام ہے باقی سب کے سب سرداران قریش اور روسائے عرب تھے

۳۔ جنگ خندق:

جنگ خندق میں معروف تو صرف عمرو ابن عبدود ہے لیکن عمرو کے علاوہ بھی کفار حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں۔ مقتولین خندق کے مؤرخین کو جو نام مل سکے ہیں وہ یہ ہیں۔

- ۱۔ عمرو ابن عبدود
- ۲۔ نوفل ابن عبد اللہ
- ۳۔ منبہ ابن عثمان
- ۴۔ ابن عمرو ابن عبدود
- ۵۔ ابیرہ ابن ابوسیرہ

۴۔ جنگ حنین:

یہ وہ جنگ ہے جس میں تمام مسلمان بھاگ گئے تھے۔ تنہا حضرت علیؓ بنی کونین کے ارد گرد چمکھی لڑائی لڑتے رہے۔ اس دن لشکر کفار کی تعداد چوبیس ہزار تھی۔ چوبیس ہزار کے درمیان حضرت علیؓ تنہا لڑے اور چالیس کفار کو واصل جہنم کیا۔ ان چالیس میں ان کا سالار ابو جریول بھی تھا۔

۵۔ جنگ ذات السلاسل:

اس جنگ میں صرف حضرت علیؓ نے سات سالاروں کو واصل جہنم کیا۔ ان سات میں سے سب سے آخری اور انتہائی شجاع سعید ابن مالکؓ بھی تھا۔

۶۔ جنگ بنی نضیر:

اس جنگ میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں گیارہ سردار اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔

۷۔ جنگ بنی قریظہ:

اس جنگ میں حمی ابن الخطیب اور کعب ابن اشرف جیسے دلیر آپ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

۸۔ جنگ بنی مصطلق:

اس جنگ میں آپ نے مالک اور اس کے بیٹے کو واصل جہنم کیا۔

۹۔ جنگ وادی الرمل:

اس جنگ میں جو بھی مقابل میں آیا وہ بچ کر نہ گیا۔

۱۰۔ جنگ خیبر:

اس جنگ میں آپ نے مرحب۔ ذوالخمار۔ اور عنکبوت کو ترغیب کیا۔

۱۱۔ جنگ طائف:

اس جنگ میں آپ نے ضیفم کے لشکر کو تنہا آگے بڑھنے سے روکا شہاب ابن عباس اور نافع ابن غیلان

۱۲۔ ہجرت کے وقت:

جب آپ ہجرت کر کے مکہ سے آرہے تھے آپ کے ساتھ مستورات تھیں۔ کفار قریش نے آپ کو واپس مکہ لانے کی خاطر حملہ کیا تو آپ صلح اور جناب کو قتل کیا اور مستورات کو بحفاظت لے کر مدینہ آ گئے۔

۱۳۔ جنگ حبل:

اس جنگ میں آپ ہی وہ تھے جنہوں نے ام المومنین عائشہؓ کے اونٹ کے گرد حلقہ توڑ کر جس اونٹ پر ام المومنین سوار تھی اس کا پہلے ایک پاؤں پھر دوسرا پاؤں کاٹا تھا

۱۴۔ اصول جنگ :

حضرت علیؑ کے شریک جنگ ہونے سے پہلے کوئی اصول جنگ نہ تھا۔ جب سے آپؑ نے میدان جنگ میں قدم رکھا۔ آپؑ نے جنگ کو اصول دیئے۔ شیجاعان عرب کہتے ہیں کہ جنگ کے چھ اصول ہیں۔ اور تمام کے بانی و خالق حضرت علیؑ ہے۔

۱- علویہ - ۲- سقلیہ - ۳- غلیہ - ۴- مالہ - ۵- مالہ - ۶- حمامیہ -

حضرت علیؑ کی ذرہ پشت کی طرف سے بالکل نہ تھی۔ آپ کا جنگ میں گھوڑا ہمیشہ کمزور اور مرل سا ہوتا تھا۔

۱۵۔ انتہائے کرم:

ہمارے میں علامہ مجلسیؒ نے اپنے سلسلہ سند سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ عین میدان جنگ میں جب کہ حضرت علیؑ ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے۔ اور آپؑ حملوں کا جواب دے رہے تھے۔ ایک یہودی نے کہا۔

یا علیؑ اللہ کے نام پر اپنی تلوار تو دے دے۔

حضرت علیؑ نے صرف دُھال پر اکتفا کر لی اور تلوار اسے دیدی۔

اس نے عرض کیا۔ یا علیؑ! آپ اس قیامت خیز وقت میں بھی تنوار دے رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا :

مددت الی ید المسئلہ ولیس من الکوم ان یرد السائل۔ تو نے دست سوال دراز کیا ہے اور کرم کا تقاضا یہ تھا کہ میں تجھے خالی لوٹاتا۔

یہ سن کر وہ کافر حضرت علیؑ کے قدموں میں گر کر بوسے دینے لگا اور کہنے لگا۔ اس کا نام اشاعت دین ہے۔ جس دین کی خاطر آپ جنگ کر رہے ہیں اس دین سے انحراف انسانیت کے خلاف ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کلمہ پڑھ لیا۔

۱۶۔ اشداء علی الکفار کا مصداق:

صحیح تاریخ نسوی میں عبدالرحمن ابن عوف سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے اہل طائف سے فرمایا۔
والذی نفسی بیدہ لتقیمن الصلوۃ
تتوون الزکوۃ اولایعشن الیکم
رجلاً منی قبض من اعناق
مقاتلکم ولیبین ذراریکم
ثم احذ بید علی ابن ابیطالب
وقال هذا هو۔
مجھے اس ذات کی قسم ہے! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ نمازیں پڑھو اور زکوۃ دو روزہ میں تمہارے لیے ایسا مرد بھیجوں گا جو تمہارے بہادروں کو قتل کرے گا تمہارے بچوں کو گرفتار کرے گا۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا اور وہ شخص یہ ہے۔

۱۷۔ دشمن کا اقرار:

حضرت معاویہؓ نے جنگ صفین میں اپنے ارد گرد بیٹھنے والوں سے کہا۔
بخدا! میں چاہتا ہوں کہ نیروں سے علیؑ کی بوئیاں نوح لو۔ تاکہ جنگ ختم ہو جائے۔
مروان نے یہ سن کر غصہ میں اٹھتے ہوئے کہا معاویہؓ کیا تم ہم سے تنگ آگئے ہو؟ کیا ہم تمہارے لیے بوجھ بن چکے ہیں؟ آج تم ہمیں شیرِ پیشہ شجاعت سے جنگ پر آمادہ کر رہے ہو۔
مروان کی یہ بات سن کر ولید ابن عقبہؓ نے یہ اشعار پڑھے۔

یقول لنا معاویۃ ابن حرب
اما فیکم لواء ترکھ طلوب
یشد علی ابی حسن علی
باسمر لا تلجئہ الکعوب
فقلت له ا تلعب یا بن ہند
ہمیں معاویہؓ ابن حرب کہتے ہیں کہ تم سب میں سے ایسا کوئی نہیں ہے جو اپنے مقتول کا بدلہ لینے والا ہو ایسا شخص جو ابوالحسنؑ علیؑ پر ایسے گندم گون نیرہ نیزے مار کرے کہ جس کی پوری نہ جھٹھیں میں نے انہیں کہا اے ہند زاوے کیا تم تو ہمارے ساتھ ایسے مذاق کر

كَانَكَ بَيْنَنَا رَجُلٌ غَرِيبٌ
أَتَا مَرْنَاهِمَا بِحِمَاةٍ وَادٍ
يَتَاحَ لَنَا بِهِ اسْدَمْهِيْبٌ
كَانَ الْخَلْقُ لَهَا عَايِنُوهُ
خِلَالِ النَّقْرِ لَيْسَ لَهُمْ قُلُوبٌ

کہ رہے ہو جیسے تو ہمارے مابین مسافر ہوا اور حقیقت حال
سے بے خبر ہو کیا تم ہمیں وادی میں اڑوہا کے کھلے میں
دھکیلنا چاہتے ہو اس کے عوض ہمارے لیے بھوکے
شیر کے سامنے جانا آسان ہے حالانکہ تمہیں معلوم ہے
کہ جب غبار جنگ میں بھی لوگوں کی نگاہ ان پر پڑ جاتی ہے
تو ان کے دل دھڑکنا چھوڑ دیتے ہیں۔

عمر نے کہا۔ بخدا! علیؑ سے شکست کھا کے بھاگنا بھی معیوب نہیں ہے۔

جب شام میں حضرت علیؑ کی غیر شہادت پہنچی تو عمر و ابن عامر معاویہؓ کو مبارکباد دینے آیا اور کہنے لگا جو شیر
اپنے دونوں بازو پھیلا کر عراق میں قابض بیٹھا تھا اپنے پیشہ میں واپس چلا گیا ہے معاویہؓ سن کر خوش ہوئے اور
کہنے لگے:

قَدْ لَلَا رَأْيَ تَرْبَعِ حَيْثُ
مَاسَلَكْتُ وَ لِلطَّبِئِ بِلَاخُوفٍ
وَلَا حَذَرٍ

جاؤ غرگوش سے کہہ دو اب جہاں جی چاہے منہ مارتے
پھر واور ہر نبیوں سے کہہ دو بلا خوف و خطر چوڑیاں بھرتی
پھر و۔

۱۸۔ وہ بلا گھوڑا:

بحار میں انس ابن مالک سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ سے کسی نے سوال کیا۔ قبیلہ آپ عمدہ گھوڑا کیوں
نہیں رکھتے؟

آپ نے جواب دیا:

لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ لَا فِي لَأَفْرَمِنْ
كَرْ عَلِيٍّ وَلَا أَكْرَ عَلِيٍّ مِنْ خَرْمَتِي

مجھے اس کی ضرورت نہیں کیونکہ نہ کبھی حملہ آور سے بھاگا
ہوں اور نہ کبھی بھاگنے والے کا تعاقب کیا ہے۔



جہادِ حیدری

بشت کے بعد حیات نبوی میں کوئی ایسی جنگ نہیں جس میں حضرت علیؑ شامل نہ رہے ہوں۔ صرف غزوہ تبوک میں حکم رسالت کے پیش نظر آپ مدینہ میں رہ گئے تھے۔ از روئے تاریخ حضرت علیؑ کی مجاہدانہ زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

وہ جہاد جو آپ نے حیات رسولؐ میں تنزیہی قرآن پر کئے۔

وہ جہاد جو آپ نے بعد از وفات رسولؐ تاویل قرآن پر کئے۔

جہاں تک حیات رسولؐ میں آپ کے جہادوں کا تعلق ہے تو ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ صرف ان جہادوں کو جمع کرنے کی خاطر مستقل کئی جلدیں درکار ہوں گی۔ جب کہ ہم زیر نظر کتاب میں تمام ائمہ کرام کی زندگی کے مختصر ابواب نذر قارئین کرنا چاہتے ہیں۔

بنابریں ہم صرف آپ کی پانچ معروف جنگوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

غزوہ بدر:

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ وَإِنْ قَرَيْقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ يُجَادِلُونَكَ بِالْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَانَمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ - لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِثَاءَ النَّاسِ يُصْذَرُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ -

ترجمہ :- جیسا کہ اللہ تجھے تیرے گھر (مکہ) سے باہر لایا۔ اور مومنین کا ایک گروہ مکہ چھوڑنے کو پسند نہ کرتا تھا حتیٰ بات پر تجھے اب کھتے تھے حالانکہ حقیقت ان پر ایمان ہو چکی تھی۔ ہجرت اسی طرح کر رہے تھے جیسے موت کی طرف دھکیلے جا رہے ہوں۔ اور وہ دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے (اے) ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو اپنے گھروں سے جنگ کے لیے اُڑوئے یا چلے ہیں اور دوسرے لوگوں کو راہ خدا سے روکتے تھے۔ اللہ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔ شیخ مفید کے مطابق حرث بن مغرب نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے

کہ جنگ بدر میں ہماری اسلامی فوج میں صرف ایک مقدار کے پاس ایک کھڑا تھا باقی تمام فوج پیادہ تھی۔ میدان بدر میں تمام صحابہ نبند کے مزے لیتے رہے صرف سرورانیاء ایک درخت کے نیچے نوافل پڑھ کر دعا مانگتے رہے۔

ابورافع سے مروی ہے کہ جب میدان بدر میں صبح ہوئی۔ اور اسلامی و کفار کے لشکر بالمقابل صف بستہ ہوئے۔ تو کفار کی طرف سے۔ عقبہ ابن ربیعہ۔ ولید ابن عقبہ اور شیبہ ابن ربیعہ میدان میں آئے اور مقابل طلب کیا۔ تو تین جوان انصاری مقابلہ میں آئے۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ جب انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ تو ان لوگوں نے کہا۔ محمدیم قریش سے ہیں۔ ہمارے مقابلہ میں ہمارا ہمسریہجو۔

یہ سن کر آنحضورؐ نے ان انصاریوں کو واپس بلا لیا۔ اور فرمایا علیؑ! چپا حمزہ! اور عبیدہ، بہر لوگ آپ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یہ تینوں مقابلہ پر آئے۔ چونکہ انہوں نے خود پہن رکھے تھے اس لیے قریش انہیں پہچان نہ سکے انہوں نے مطالبہ کیا کہ آپ اپنا تعارف کرائیں۔ ان تینوں نے باری باری اپنا تعارف کرایا جب تعارف ہو چکا تو مقابلہ شروع ہو گیا۔

عقبہ نے ولید سے کہا۔ بیٹے اٹھو اور مقابلہ کرو۔ ولید آگے بڑھا اس طرف سے حضرت علیؑ آگے بڑھے تمام مسلمانوں میں اس وقت حضرت علیؑ مکس ترین سپاہی تھے ولید نے وار کیا حضرت علیؑ نے خالی دیا اور وار کیا۔ ولید نے اپنے بائیں ہاتھ سے وار روکنا چاہا۔ ہاتھ کٹ گیا۔ پھر آپ نے دوسرا وار کیا اور اسے اپنے انجام کو پہنچا دیا۔

عقبہ نے جناب حمزہؑ کو دعوت دی۔ جناب حمزہؑ نے عقبہ کو اگلے جہان پہنچا دیا۔ پھر شیبہ نے جناب عبیدہ سے مقابلہ کیا۔ شیبہ کی تلوار جناب عبیدہ کی ٹانگ پر پڑی آپ کی ٹانگ کٹ گئی۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ شیبہ کے سر پر آئے اور اسے دونیم کر دیا۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے مطعم بن عدی کو نیزہ سے مارا۔

ذہری سے مروی ہے کہ جب آنحضورؐ نے نوفل ابن خویلد کے متعلق سنا تو آپ پریشان ہوئے کیونکہ یہ اپنے وقت میں لاثانی پہلا تھا۔ آپ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کی۔ اللہم اقفی من شرہ۔ بارالہا اس کے شر سے محفوظ رکھنا جب قریش سامنے آئے تو حضرت علیؑ نے نوفل کو دیکھ لیا۔ آپ تلوار لے کر اس پر حملہ آور ہوئے سر پہ وار کیا خود کی وہر سے تلوار سر کے پار نہ ہوئی۔ آپ نے سر سے نکال کر ٹانگ پر وار کیا وہ سنبھل نہ سکا گر گیا آپ نے سر کاٹ لیا۔

آپ جب آنحضورؐ کی خدمت میں آئے تو آپ پوچھ رہے تھے۔

کسی کو نفل کے متعلق کچھ معلوم ہے؟

ابھی تک کسی نے جواب نہ دیا تھا کہ حضرت علیؑ نے قریب آکر عرض کیا۔ قبلہ اسے میں اپنے انجام تک پہنچا آیا ہوں۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

اللہ کی حمد ہے جس نے میری دعا تیرے ذریعہ قبول کر لی ہے۔

بحار میں گارزونی سے مروی ہے کہ عبدالرحمن ابن عوفؓ نے بتایا ہے کہ دو انصاری نوجوان میرے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے۔

دونوں نے مجھ سے پوچھا۔ آپ نے ابو جہل کو دیکھا ہوا ہے؟

میں نے کہا۔ ہاں دیکھا ہوا ہے۔ تم کیوں پوچھتے ہو؟

انہوں نے کہا:

ہم نے سنا ہے وہ نبی کریمؐ کے خلاف بیہودہ بکثرت ہوتا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم اسے قتل کریں اتنے میں ابو جہل لشکر کفار کے سامنے آیا۔ اور انہیں جنگ پر آمادہ کرنے کی تقریر بھارتے لگا۔

میں نے ان دونوں سے کہا۔ دیکھ رہے یہ شہسوار جو گھوڑے کو دائیں بائیں دوڑاتا ہے۔ یہی ابو جہل ہے۔ وہ دونوں نوجوان دوڑے اور ابو جہل پر حملہ کر دیا۔ اور اسے قتل کر دیا۔ دونوں آنحضورؐ کے پاس آئے۔ اور ہر ایک مدعی تھا کہ میں نے قتل کیا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ مجھے اپنی تلواریں دکھاؤ۔ جب دونوں نے تلواریں دکھائیں تو آپؐ نے فرمایا۔ تم دونوں نے قتل کیا ہے۔ اور ابو جہل سے حاصل کردہ سامان دونوں میں برابر تقسیم کر دیا۔

ابو جہل کے قتل کے بعد تو کفار جیسے پھیر گئے اور انہوں نے یکبارگی حملہ کر دیا اور حضرت علیؑ نے تلوار کی بارٹھ سے کفار کو مارنا شروع کیا۔ اور تنہا اکاون افراد کفار کو واصل جہنم کیا۔ ان کے ناموں کی مکمل فہرست سابقاً پیش کر چکے ہیں۔

جب ذاتِ اصیبت نے مسلمانوں کی قلت کو دیکھا تو ملائکہ امداد کے لیے بھیج دیے۔ ایک طرف ملائکہ اور دوسری طرف حضرت علیؑ آخر کفار کو اپنی جان بچانے کی فکر ہوئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

۲۔ جنگ احد؟

سنہ ۳ھ شوال۔ سبب جنگ انتقام بدر

ریش مشرکین۔ ابوسفیان۔ معاذ بن جگ۔ ہند۔ جدۃ المومنین۔ مادرِ معاویہ۔ روز

۲۰ مشرکین - خمیس

پوم آغاز جنگ سینچر

تعداد مشرکین -

تین ہزار سوار دو ہزار پیادہ

تعداد مسلمین - سات سو

علمبردار مشرکین - معاویہ

علمبردار مسلمین - علی ابن ابی طالب

سن حضرت علی - ۲۸ برس

واقعہ جنگ:

۲ - بحار

۴ - خراج

۱ - شرح ابن الحمید

۳ - ارشاد شیخ مفید

۵ - اعلام الوری اور

۶ - مغازی واقعی - کی روایات کے مطابق - زید ابن دہب - عبداللہ ابن مسعود - امام صادق علی ابن

ابراہیم - ربان ابن عثمان - واقعی - ابن عباس اور حجاج ابن علاط سلمیٰ بیان کردہ واقعہ

جب کفار اور مسلمانوں کی صفیں بالمقابل آراستہ ہو گئیں کفار کا علمبردار طلحہ ابن ابوطلمہ اور لشکر اسلام کا پرچم دار

حضرت علی تھا۔

کوہ احد کے درہ پر بنی کونین نے عبداللہ ابن جمیر کو پچاس سپاہی دے کر فرمایا کہ اگر ایک مسلمان بھی نہ بچے

تم اس درے کو مت چھوڑنا۔ جب تک میری طرف سے درہ چھوڑنے کی اجازت نہ ملے اس وقت تک

کچھ بھی ہو جائے۔ درہ سے نہ ہلنا۔

حضرت علی آگے بڑھے اور طلحہ ابن ابوطلمہ سے نام پوچھا۔ اس نے اپنا تعارف کر لیا۔ پھر طلحہ نے حضرت

علی سے نام پوچھا حضرت علی نے اسے اپنا تعارف کر دیا۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھے۔ طلحہ نے

پہلا وار کیا جسے حضرت علی نے خالی دیکر اس کے سر پر وار کیا اس کے سر سے اگلا حصہ کٹ گیا۔ اور انکھیں

بھی سر سے جدا ہو گئیں۔ وہ گھوڑے سے زمین پر گر گیا۔ اس کے ہاتھ سے علم بھی چھوٹ گیا۔

طلحہ کے بھائی مصعب ابن ابوطلمہ نے علم کو اٹھایا۔ جونہی وہ سیدھا ہوا۔ عامر ابن ثابت نے اسے

تیر مارا وہ فی النار ہو گیا۔ پھر عثمان ابن ابوطلمہ نے علم اٹھالیا۔ اسے بھی عامر نے تیر مار کر زمین پر گر دیا۔ پھر ان کا

غلام صواب آگے بڑھا یہ غضب کا بہادر تھا۔ اسے علمبرداری کرتے دیکھ کر حضرت علیؑ آگے بڑھے۔ آپ نے پہلا وار کر کے اس کا دایاں ہاتھ کاٹا، اس نے علم بائیں ہاتھ میں لیا۔ آپ نے بائیں ہاتھ پر وار کر کے اسے کاٹا اس نے دونوں بازوؤں میں علم کو ختم لیا۔ آپ نے تیسری ضرب سر پہ لگائی اور وہ فی النار ہو گیا۔

جب مسلسل نو علمبردار حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوئے تو کفار قریش کے حوصلے جواب دے گئے اور انہوں نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ مسلمان آگے بڑھنے لگے۔ مادرِ معاویہ ہند نے ایک ہاتھ میں سرمہ دانی اور دوسرے ہاتھ میں میل لے کر ہٹتے ہوئے کفار کو کہنا شروع کر دیا۔ لا سرمہ لگا کر عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھ جانا۔ کفار اس قدر پیچھے ہٹے کہ ان کے کیپ خالی ہو گئے۔ مسلمانوں نے مارنا شروع کر دیا اور کفار نے بھاگنا شروع کر دیا۔ جب کفار بھاگ گھرے ہوئے مسلمانوں نے مالی غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا۔

درہ پر متعین پچاس افراد نے عبداللہ ابن جبیر سے کہا۔ اب جنگ ہم حیرت چکے ہیں۔ کفار بھاگ رہے ہیں مسلمان مال غنیمت لوٹ رہے ہیں اور ہم غنیمت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ عبداللہ نے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ نبی اکرمؐ تمام مال غنیمت عدالت سے تقسیم فرماتے ہیں۔ اگر ہم تکلف کئے بغیر اپنا حصہ مل جائے تو ہمیں کیا نقصان ہے۔

انہوں نے کہا۔ عبداللہ! آپ کی بات درست ہے کہ آنحضورؐ ہمیں پورا پورا حصہ دیں گے لیکن جو لطف اپنے ہاتھ کی لوٹ سے ہوتا ہے وہ صرف حصہ لے لینے میں کہاں ہوتا ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ جنگ میں ہمیں فتح ہو یا شکست دونوں صورتوں میں تم در پر رہو گے اور جب تک میرا حکم نہ آئے اس وقت تک درہ کو نہ چھوڑو گے۔ انہوں نے کہا۔ عبداللہ! یہ تو ایک تاکید ہی حکم تھا۔ آنحضرتؐ کو کیا معلوم تھا کہ ہم اتنی جلدی جنگ فتح کر لیں گے۔ اب وہ مصروف ہیں ممکن ہے انہیں خیال نہ رہا ہو لہذا ہمارا یہاں کھڑے رہنا اب سود مند نہیں ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ جب تک آنحضورؐ کا حکم نہیں آئے گا۔ اس وقت تک میں خود اس جگہ سے ہٹوں گا اور نہ تم میں سے کسی کو بخوشی اجازت دوں گا۔ اپنی مرضی سے اگر کوئی جانا چاہے تو میں جبراً نہ کسی کو روک سکتا ہوں اور نہ روکوں گا یہ سنتے ہی تمام لوگ غنیمت کی طرف دوڑ پڑے۔ دوسری طرف سے کفار قریش کی جانب سے اسی درہ کی نگرانی پر خالد ابن ولید مامور تھا۔ جو شاید اسی انتظار میں گھاٹ لگائے کھڑا تھا کہ کب یہ درہ خالی ہوتا ہے۔

ممکن ہے صحابہ میں سے کچھ لوگ اندرونی طور پر کفار مکہ سے ملے ہوئے بھی ہوں۔ اور انہوں نے جب یہ دیکھا کہ اب پھر کفار جنگ ہار رہے ہیں تو انہی افراد نے اپنے ساتھیوں کو آمادہ کر لیا ہو کہ ہمیں اب

غنیمت پر توجہ دینا چاہیے کیونکہ حفاظت کی اب ضرورت باقی نہیں رہی۔ جونہی خالد نے درہ کو خالی دیکھا درہ کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس کے حملہ کو دیکھ کر مادر معاویہ ہند نے کفار کا گرا ہوا علم اٹھا کر باؤاز ملند کہا کہاں بھاگتے ہو۔ ابھی تک تو ایک علمدار موجود ہے جب بھاگتے ہوئے کفار نے پلٹ کے دیکھا تو ایک طرف انہیں اپنا علم ہر اتانظر آیا اور دوسری طرف خالد کے اپنا تک حملہ سے مسلمانوں کو کٹے دیکھا۔ بھاگتے ہوئے کفار واپس پلٹ آئے۔ اور مسلمانوں کو کاٹنا شروع کر دیا۔

ہند نے جبرین مطعم کے وحشی غلام کو مالی لالچ دے کر کہہ رکھا کہ۔ حمزہؑ۔ اور علیؑ میں سے جس کو جی قتل کرے گا اتنی دولت کے علاوہ میں اپنے آپ کو تیرے حوالہ کر دوں گی۔

اسی وحشی نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ جہاں تک محمدؐ کا تعلق ہے میں اپنے اندر اس پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں پاتا۔ جہاں تک علیؑ کا تعلق ہے میں نے اسے جنگ کرتے دیکھا ہے اس کی نگاہ سے کوئی دشمن چھپ نہیں سکتا۔

رہا حمزہ تو اس کے لیے میں کوشش کروں گا بشرطیکہ تم مجھے سے کئے جانے والے ہر وعدہ کی ضمانت دے جدۃ المؤمنین ہند نے وحشی کو اس کی خواہش کے مطابق ایفائے عہد پر مطمئن کیا تھا۔ بقول وحشی میں نے حمزہ کو دیکھا کہ ہر ایک سے بے نیاز کفار قریش کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ اور بری طرح کاٹ رہا تھا۔ اہیں صرف حمزہ کے تعاقب میں رہا۔ ایک مقام پر جب میرے نیزہ کی زد میں آیا۔ تو میں نے موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور ہرا کر نیزہ جناب حمزہ کی طرف پھینکا۔ نیزہ ان کے شکم میں پیوست ہو گیا۔ وہ سنبھل نہ سکے ابھی گرے ہی تھے کہ میں سر پہ پہنچ گیا۔ اور پھر نیزہ شکم سے نکال کر گلے میں پیوست کر دیا۔ ہند کو جا کر اطلاع دی کہ حمزہ کو میں شہید کر آیا۔

ہند اسی جگہ فرط مسرت سے جھوم کر رہ گئی اور بھرے میدان میں بٹھے گلے لگا لیا پھر مجھے کہا چل مجھے اس کی لاش دیکھا۔ میں اسے جناب حمزہ کی لاش پر لایا۔ ہند نے جناب حمزہ کے تمام اعضا کاٹے انہیں ایک تار کے میں پرو کر گلے میں پہن لیا۔ پھر جگہ نکال کر منہ میں چبانے کو ڈالا لیکن اللہ نے اسے پتھر بنا دیا۔

خالد جونہی درہ سے حملہ آور ہوا۔ آنحضرتؐ ایک جگہ کھڑے فتح شدہ جنگ کا منظر دیکھ رہے تھے۔ خالد نے اپنے سپاہیوں کو آپ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ وہ دیکھو اسے جو جو چند صحابہ کے گھیرائیں کھڑا ہے بس وہی

ہمارا نشانہ ہے۔ یہ اشارہ ملتے ہی ان لوگوں نے تیرا درپتھر برسانے شروع کر دیئے۔ جب مسلمانوں نے یہ ناگہانی حملہ دیکھا تو قدم نہ ٹکاسکے کوہ احد کی راہ لی۔ دوڑ دوڑ کر چڑھنے لگے اور چڑھ چڑھ کر دوڑنے لگے۔ سردار کوئین ایک ایک پیارے کا نام لے لے کر پکارنے لگے لیکن کسی نے پیچھے پلٹ کر دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہ کی۔ اس وقت ہائف غیبی نے آنحضورؐ سے مخاطب کر کے فرمایا۔

ناد علیاً مظہر العجائب (اور کسی کو کیا بلاتے ہو) علی مظہر العجائب کو پکارو۔
تجدد عو نالک فی التوائب اسی کو اپنے ہر درد و غم میں معاون پاؤ گے۔
کل ہم وغم۔ سینجلی بولا تیک (یوں کہو) اے علی! اے علی! اے علی! ہر درد و غم
یا علی یا علی یا علی تیری ہی ولایت کی وجہ سے دور ہوتا ہے۔

یہ آواز غیب سے سننے ہی آنحضورؐ نے فرمانا شروع کیا۔ یا علی! اس طرف سے حملہ ہو رہا ہے۔ اور حضرت علیؑ آپ کی طرف آئے تو سعید ابن طلحہ حملہ آور ہو رہا تھا آپ نے اسے قتل کیا۔

پھر آپ نے فرمایا: یا علی! یہ کفار اسی طرف سے آرہے ہیں۔
آپ اس طرف بڑھے تو کلدہ ابن ابی طلحہ، اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ آپ نے اسے تہ تیغ کیا
پھر آپ نے فرمایا: یا علی! وہ دیکھو اب کفار اسی طرف سے بڑھ رہے ہیں۔

آپ اس طرف متوجہ ہوئے عبداللہ ابن حمید اپنے قبیلہ کو لے کر حملہ آور ہو رہا تھا۔
حضرت علیؑ نے عبداللہ کو قتل کیا تو اس کے قبیلہ والے عبداللہ کا لاشہ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔
آپ نے پھر فرمایا:

یا علی! اب پھر مشرک شمال سے آرہے ہیں۔

حضرت علیؑ اس طرف متوجہ ہوئے تو ابالحکم ابن اسن بنی ثقیف کو لے کر حملہ کرنے آ رہا تھا۔ آپ نے اسے
واصل جہنم کیا۔

پھر آنحضورؐ کی آواز آئی یا علی! اب جنوب کی طرف سے آرہے ہیں۔
آپ نے جنوب کی طرف دیکھا تو حذیفہ ابن یمان اپنے قبیلہ کے ساتھ تیرا ندازی کر رہا تھا۔
حضرت علیؑ حذیفہ پر گئے اسے قتل کیا۔ ابھی اس کے قتل کے افراد سے جنگ جاری تھی کہ
آنحضورؐ کی آواز آئی یا علی! اب مغرب کی طرف سے آگے بڑھ رہے ہیں
حضرت علیؑ نے دیکھا تو ارطاة ابن شرجیل بڑھا آ رہا تھا۔ آپ نے اسے فی النار کیا
آنحضورؐ نے فرمایا:

یا علی! اب مشرق کی طرف سے حملہ آور آرہے ہیں۔

حضرت علیؑ کی نظر پڑی تو دیکھا ہشام ابن امیہ وندنا تھا ہوا آکر ہاتھ تھا۔ آپ نے اسے واصل جہنم کیا۔ پھر نبی کریمؐ نے فرمایا:

یا علیؑ! دائیں طرف خیال رکھو اس طرف سے بڑھ رہے ہیں۔

آپ نے دیکھا نبی جمع عمرو ابن عبد اللہ کی سرکردگی میں آگے بڑھ رہے تھے۔ آپ نے عمرو کو قتل کیا۔ باقی قبیلہ بھاگ کھڑا ہوا۔

پھر آنحضورؐ نے فرمایا:

یا علیؑ! ذرا عقب پر توجہ رکھو اب یہ پیچھے سے آرہے ہیں۔

آپ نے دیکھا تو قبیلہ بنی عامر بشر ابن مالک کے ساتھ شمشیر بکف آرہے تھے۔ آپ نے بشر کو اپنے انجام کو پہنچا۔

اسی اثنا میں آنحضورؐ پتھروں اور تیروں کی کثرت کی وجہ سے غش کھا گئے۔ قریب ہی ایک گڑھا تھا۔ آپ اس میں جا لیٹے۔ حضرت علیؑ نے جب دائیں بائیں دیکھا اور سرور انبیاءؑ نظر نہ آئے تو دل میں خیال کیا کہ بھاگنے والے تو وہ ہرگز نہیں تھے۔ اور نہ ہی انہیں کسی نے قتل کیا ہے۔ یہی ہو سکتا ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کی طرح آسمان پر اٹھا لیا ہو۔ آپ نے اپنی تلوار کا نیام توڑ کر پھینک دیا اور کفار پر حملہ آور ہو گئے۔ یہی فرماتے تھے اگر محمدؐ ہمارے درمیان نہیں رہا تو میں کسی لیے زندہ ہوں۔

ادھر بھاگنے والوں نے مدینہ جا کر دم لیا اور لوگوں کو بتایا کہ نبی اکرمؐ شہید ہو گئے ہیں اب تو اہل مدینہ کا تانتا بندھ گیا بچے بوڑھے اور مستورات تمام میدان احد کی طرف دوڑے۔ ہر طرف گہرام مچا ہوا تھا۔

حضرت علیؑ لڑ رہے تھے کہ آپ اس گڑھے کے قریب آئے جس میں آپ تھے۔ آپ کو غش سے آفاقہ آچکا تھا۔ حضرت علیؑ نے دیکھا فوراً آگے بڑھے آنحضورؐ کو اٹھایا۔ اور فرمایا

لوگو! دیکھو! یہ محمدؐ موجود ہیں۔ اور آپ کی شہادت کی افواہ غلط ہے۔

آپ نے آنکھیں کھولیں حضرت علیؑ کو دیکھا آنکھوں میں آنسو آگئے اور پوچھا۔ یا علیؑ تم تنہا عرض کی۔ قبلہ اور کوئی نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا:

کچھ کفار کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور کچھ بھاگ گئے ہیں۔

آنحضورؐ نے پوچھا۔ یا علیؑ! تو کیوں نہیں بھاگا؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ اکفر بعد الایمان۔ کیا اعلان اسلام کے بعد پھر کافر ہو جاتا۔

اسی دوران حضرت علیؑ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ قبلہ تلوار ٹوٹ گئی ہے اور تلوار

کے بغیر جنگ نہیں ہوتی۔ قریب ہی کھجور کی ایک شاخ پڑی تھی۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو دی اور فرمایا۔ اس کا نام ذوالفقار ہے اور اب یہ کبھی نہ ٹوٹے گی۔ آپ پھر کفار کشی میں مصروف ہو گئے۔ جب کفار کے پرے چھٹ گئے۔ اور وہ اپنے زخم چاٹنے لگے تو۔

صحابہ میں سے سب سے پہلے ہٹتے والے عاصم بن ثابتؓ ابو دجانہ اور سہل بن حنیف تھے۔ سب سے آخر میں آنے والے عثمانؓ غنی تھے جو تین دن بعد مدینہ میں آئے۔ جب جنگ ختم ہو گئی۔ مسلم شہداء کو گئے گئے۔ تو ستر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: کسی کو سعد بن ربیع کا بھی علم ہے؟ ایک صحابی نے عرض کیا۔ قبلہ میں جا کے تلاش کرتا ہوں آپ نے فرمایا:

فلاں جگہ چلا جا۔ میں نے وہاں اس تنہا کو بارہ نیزے بازوؤں میں گھیرا ہوا دیکھا تھا۔ وہ اس جگہ آیا اور دیکھا تو سعد پڑا تھا۔ اس نے آواز دی۔ سعد۔ سعد نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے دوسری مرتبہ نام لے کر آواز دی۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ اس نے کہا۔ سعد تجھے نبی کریمؐ یاد کر رہے ہیں۔

اس وقت تڑپ کر اس نے آنکھیں کھولیں۔ اور پوچھا۔ کیا آپ زندہ ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں زندہ ہیں۔ اور انہی نے مجھے اس مقام پر آپ کی تلاش میں بھیجا ہے فرما رہے تھے بارہ نیزے بازوؤں میں گھیرا ہوا تھا۔

سعد نے کہا۔ انہوں نے سچ فرمایا ہے۔ بارہ ہی نیزے مجھے لگے ہیں جو سب کے سب میرے پیٹ ہی سے پار ہوئے ہیں۔ تو انصار کو میرے سلام کہہ دینا۔ اور ساتھ ہی میرا یہ پیغام بھی دے دینا کہ

آج میدان سے جھاگ جلنے اور آنحضرتؐ کو تنہا چھوڑ دیتے کے سلسلہ میں تمہارے پاس کوئی ایسا عذر نہیں جو تم بارگاہ خالق میں کر سکو۔ بخدا! اگر نبی کو نبین کو تمہاری سرزمین میں ایک کاٹلا بھی چھب گیا تو تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہوگا۔ اس کے بعد اس نے جان جان آہن کے حوالہ کر دی۔

اس نے اگر آنحضرتؐ کو بتایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللہ سعد کو حوائج خیر دے۔ زندگی اور موت کے بعد ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا:

کسی کو چچا حمزہؓ کا بھی علم ہے؟

حارث ابن حمدؓ نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے انہیں نیزہ کھا کر دراز ہونے ہوئے دیکھا تھا میں پتہ کرنے جاتا ہوں

اس نے جب اگر جناب حمزہؑ کا حال دیکھا۔ تو اس میں یہ جرات نہ رہی کہ آنحضورؐ کو جا کر اس کیفیت سے آگاہ کرے۔ وہ اسی جگہ کھڑا رہ گیا۔

جب اس کے آنے میں دیر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: یا علیؑ حمزہؑ چچا کا پتہ کرو۔ جب حضرت علیؑ نے بھی اگر ان کا حال دیکھا تو آپؐ بھی واپس نہ جاسکے۔

اتنے میں مدینہ سے مستورات بھی پیچ گئیں۔ انہی میں جناب سیدہ دختر رسولؐ اور جناب صفیہ بنت عبدالمطلبؑ بھی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: صفیہؑ کو میرے پاس آنے سے روک دو۔ میں اسے نہ تو بتا سکوں گا اور نہ ہی اس کے ہمراہ سن سکوں گا۔ البتہ زہراؑ کو میرے پاس آنے دو۔

جب جناب زہراؑ آئیں اور آپؐ کی پیشانی پر زخم اور ایک دانت مبارک شہید شدہ دیکھا۔ تو دابتہا کر کے آپؐ کے گلے لگ گئیں۔

آپؐ نے سر پہ ہاتھ رکھا اور فرمایا:

بیٹی یہ کون سا رونے کا مقام ہے میرے بھائی اور آپؐ کے شوہر کو جتنے زخم آج لگے ہیں شاید پھر کبھی اتنے زخم نہیں آئیں گے۔ تنہا وہ مارنے والا تھا۔ اور سیکڑوں کا قریحہ پرچہ کرنے والے تھے۔ بیٹی جب مجھے غش سے افادہ ہوا اور میں نے علیؑ کو تنہا زہرہؑ کفار میں لڑتے دیکھا تو بے ساختہ میں نے بارگاہ خالق میں دست دعا بلند کئے۔ اور عرض کیا:

اللهم ان محمدًا عبدك ورسولك جعلت لكل نبي وزيراً من اهله تشد به ازراً وتشرکه في امره وجعلت لي وزيراً من اهلي علي ابن ابي طالب اتحي فنعمة الاخر ونعمه الوزير اللهم وعدتني ان تمدني باربعة الاف من الملائكة مردفين اللهم وعدك انك لا تخلف الميعاد ووعدتني ان تظهر دينك علي الدين كله ولو كره الكافرون۔

بارالہا! یہ محمدؐ تیرا عبد اور رسولؐ ہے تو نے میری ہر نبی کا وزیر اس کے اہل سے قرار دیا ہے جس کے ذریعہ تو نے نبی کا بار و مضبوط فرمایا اور اسے شریک کار رسالت قرار دیا ہے۔ تو نے میرے اہل سے میرے بھائی علیؑ ابن ابی طالب کو میرا وزیر بنایا ہے جو قابل فخر بھائی بھی ہے اور وزیر بھی۔ بارالہا! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں چار ہزار ملائکہ سے میری مدد فرمائے گا۔ بارالہا ایفائے عہد کا وقت ہے وعدہ پورا فرما۔ تو وعدہ خلافی نہیں کرنا۔ تو نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ مخالفت کفار کے باوجود اپنے دین کو ہر دین پر غالب کرے گا۔

جو تہی میں نے دعا مانگی۔ ایک طرف ہاشم بنی نے مجھے۔ ناد علیا۔ کہا۔ اور دوسری طرف میں نے دیکھا جبریلؑ چار ہزار ملائکہ کے ساتھ علیؑ کی مدد کو پہنچا۔ اور میرے شوہر زہراؑ کی عظمت کو اجاگر کرنے کی خاطر جس ملک نے

بھی کفار پر حملہ کیا۔ علیؑ کی شکل کے کرملہ کیا۔ آج تمام کفار مکہ تک جاتے ہوئے اور مکہ پہنچنے کے بعد اپنے اپنے گھروں میں تیسرے ہی شوہر کی تعریف کرتے رہیں گے بیٹی میں سن رہا تھا۔ جب جبریل چار ہزار ملائکہ کو لے کر نازل ہوا تو تیسرے شوہر کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ لا فتنی الا علی لا سیف الا ذو الفقار۔

اس کے بعد نبیؐ نے ایک چٹانی جلائی۔ اس کی راکھ جمع کی۔ حضرت علیؑ ڈھال میں پانی لے کر آئے۔ حضرت علیؑ نے آنکھوں کے زخم پر پانی ڈالا۔ سیدہ کائنات نے زخم دھویا۔ اور بیٹی باندھ دی۔

اتنی دیر میں پلٹ کر آنے والے صحابہ نے شہید صحابہ کی لاشیں جمع کرنی تھیں۔ آنکھوں کے حکم سے ہر شہید کو اس کے کپڑوں کے ساتھ رکھا۔ آپؐ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دس دس شہداء اوپر آپؐ پانچ بجیر پڑھتے تھے، تو جنازے اٹھایے جاتے تھے اور جناب حمزہؓ کا جنازہ رکھا رہتا تھا۔ یعنی جناب حمزہؓ کا جنازہ اول بجیر سے لے کر آخری دس کے گروپ کی آخری بجیر تک نبیؐ کوئین کی بجیرات جنازہ کے شرف سے مشرف ہوتا رہا۔

آپؐ نے جناب حمزہؓ کے سوا دیگر تمام شہداء کو دو دو اور تین تین کے حساب سے ایک ایک قبر میں دفن کرایا۔ جناب حمزہؓ کا مزار علیحدہ بنایا۔ چونکہ جناب حمزہؓ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اور بیوی پہلے فوت ہو چکی تھی اس لیے جناب حمزہؓ کا گھر خالی تھا اور اس میں سے کسی نوحہ و بکا کی آواز نہ آتی تھی۔ جب آپؐ نے دیگر صحابہ جبریلؑ و انصار شہداء کے گھروں سے صدائے نوحہ و بکا سنی تو آہ سرد کھینچی۔ آپؐ کے آنسو گر پڑے اور بصد حسرت فرمایا:

لکن حمزہ لا بواک لہ الیوم۔ لیکن افسوس ہے آج حمزہؓ کے گھر کوئی نوحہ خوانی کرنے والا نہیں سعد بن معاذؓ اور اسید ابن خبیرؓ یہ بات سن کر اٹھے اپنے گھروں میں آکر کہا۔ کوئی عورت اپنے شہید کو نہ روئے تمام دفتر رسولؐ کے گھر جاؤ اور جناب حمزہؓ پر خانہ نہرا۔ میں نوحہ خوانی کروں تمام مستورات جناب نہرا لے کے گھر آئیں اور جناب حمزہؓ پر نوحہ خوانی کریں گی۔

۳۔ جنگ خندق:

اذ یقول المنافقون والذین فی قلوبہم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا۔ جب منافق اور مریض دل صحابہ کبار رہے تھے اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے جو وعدہ بھی کیا ہے وہ فریب ہی تھے۔

ماہ جنگ۔ شوال۔ سنہ جنگ۔ ۵ھ۔ تعداد کفار۔ اٹھارہ ہزار۔ تعداد مسلمان تین ہزار۔ شتر کاٹے جنگ۔ قریش۔ بنی نضیر۔ بنی غطفان۔ بنی غیلان۔ بنی عامر۔ چونکہ اس جنگ میں مذکورہ بڑے قبائل کے علاوہ دیگر چھوٹے چھوٹے اور غیر معروف قبائل بھی شریک تھے۔ اس لیے اس جنگ کو جنگ ازاب بھی کہا جاتا ہے۔

محركات جنگ:

کفار قریش تو جنگ احد کے بعد کسی قدر ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ لیکن جب نبی اکرمؐ نے نبی انصیر کو مدینہ بدر کیا اور وہ خیبر میں جا ٹھہرے۔ نوان لوگوں نے اپنی یہودی برادری کو اکسایا۔ چنانچہ یہودیوں میں سے جو سردار تھے انہوں نے باہمی مشورہ کر کے دیگر قبائل کو ساتھ ملا کر متحدہ جنگ کی تجویز کی اس سلسلہ میں جو لوگ پیش پیش تھے مورخین نے ان کے یہ نام بتائے ہیں۔

سلام ابن حقیق - حی ابن اخطب - کثانہ ابن ربیع - ہودہ ابن قیس - اور ابو عمارہ والسی چند دیگر افراد کے ساتھ سب سے پہلے مکہ میں آئے۔ اور انیس الکفار البسفیان سے ملے۔ اسے جنگ پر آمادہ کیا۔ البسفیان نے کہا۔ مجھے محمدؐ سے لڑنے پر آمادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تو عہد کر رکھا ہے کہ دین محمدؐ اور اس کا کافی مذہب ہر اس شخص کو نابود کر دوں گا جو دین محمدؐ کی حمایت میں ایک لفظ بھی بولے گا۔ میں نے تازہ زندگی اس لڑائی کا عہد کر رکھا ہے اور مرنے کے بعد بھی امید ہے میری یہ آرزو نہیں مرے گی اور زندہ رہے گی۔ میں محمدؐ اور اہل محمدؐ کے خلاف ہر وہ حربہ استعمال کروں گا۔ جو میرے بس ہیں ہوا۔ جب تک کھل کر سامنے آ سکتا ہوں۔ کھل کر مقابلہ کروں گا۔ اور جب کھل کر سامنے نہ آ سکتا تو پھر جیسے حالات ہوں گے ویسے مخالفت کروں گا میرا اگر دنیا میں کوئی نصیب العین ہے تو وہ صرف اوصاف دین محمدؐ کی مخالفت ہے۔

آپ لوگ جائیں قریش کے دیگر سرکردہ افراد سے بات کریں انہیں آمادہ جنگ کریں۔ میں ہمیشہ اگلی صف میں رہوں گا۔ ابوسفیان کے بعد وہ دیگر سربراہان قریش سے فرداً فرداً ملے۔ پھر ایک مجموعی ملاقات لی۔ اور ان سے کہا۔ ہم ایک جان دو قالب ہمارے محمد کی مخالفت میں کمر بستہ ہیں۔ آپ لوگ صرف افرادی تعاون کریں ہم آپ کا افرادی تعاون بھی کریں گے اور مالی تعاون بھی۔ آپ نے فکر نہیں کیا ہے اپنے بہادروں کی فہرست دیے دیں ہم سامان جنگ اور سواریاں بھی فراہم کریں گے۔ دوران جنگ ہمارا ترخان ہر ایک کے لیے بچھا ہوگا۔

قریش سے یقین حاصل کرنے کے بعد یہ لوگ بیرون مکہ تمام قبائل عرب میں ایک ایک قبیلہ کے پاس گئے ان کی نقد مالی امداد بھی کی اور فتح جنگ کے بعد مزید مالی امداد کرنے کا وعدہ بھی کیا۔

ذاتِ احدیت نے آنحضورؐ کو بذریعہ وحی اطلاع دی۔ آپؐ نے اپنے تمام صحابہ کو جمع کیا اور ان سے جنگ کے طریق کا مشورہ لیا۔ ہر صحابی نے مختلف مشورہ دیا۔ جناب سلمانؓ نے متوقع مقامات پر خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ بلاشبہ اسی مشورہ پر اتفاق رائے ہو گیا۔ خندق کھودی گئی۔ ادھر پانچ شوال کو تمام قبائل عرب تمام یہودی اور تمام قریش ابوسفیان کی علمداری میں جنگ کے لیے جمع ہو گئے۔ نبی عامرؓ سے عمر ابن عبدود بھی اس جنگ میں شریک ہوا تھا۔ یہ انتابہادر تھا کہ اس کے متعلق عام شہرت یہ تھی کہ تنہا ایک ہزار آدمی کا مقابلہ کرنا تھا۔

من لهذا السکلب - اس کتے کا منہ کون بند کرے گا؟

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علیؑ نے عرض کی۔ انا یا رسول اللہ۔ قبلہ میں اس کا مقابلہ کروں گا
آنحضورؐ نے فرمایا:

یا علیؑ! یہ عمرو ابن عبدود ہے۔

آپؐ نے عرض کیا۔ قبلہ میں علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوں۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

میرے قریب آؤ۔ حضرت علیؑ قریب ہوئے۔ آپؐ نے اپنا عامہ علیؑ کے سر پہ رکھا۔ علیؑ کا عامہ خود لے لیا اور

فرمایا۔ بسم اللہ یا علیؑ جاؤ۔ پھر دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

اللهم احفظه من فوقه ومن بين يديه ومن خلفه وعن يمينه وعن شماله اے اللہ علیؑ کو اوپر

نیچے۔ آگے۔ پیچھے اور دائیں بائیں ہر طرف سے محفوظ فرما۔

جب حضرت علیؑ اذواتہ ہوئے تو آپؐ نے صحابہ سے پوچھا۔ من یرز۔ کون جارہا ہے؟

سب نے عرض کیا۔ قبلہ علیؑ ابن ابی طالبؑ جارہا ہے۔

آپؐ نے فرمایا:

یہ بھی سچ ہے۔ لیکن آج یرز الایمان کلہ الی الکفر کلہ۔ پورے کا پورا ایمان کل کفر کے مقابلہ میں

جارہا ہے۔

حضرت علیؑ عمروؓ کے مقابلہ میں آئے۔ عمروؓ نے پوچھا تو کون ہے؟

آپؐ نے تعارف کرایا۔ ابو طالبؑ کا بیٹا علیؑ ہوں۔

عمروؓ نے کہا۔ تیرے باپ کے ساتھ میرے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ میں تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تو تو قتل نہیں کرنا چاہتا لیکن میں تجھے اس وقت تک قتل کرنے کی خواہش کرتا رہوں گا۔ جب تک تو اپنی

حالت کفر پر ہے۔ میں نے سنا ہے تو نے خلافت کعبہ ہاتھ میں لے کر قسم کھائی ہے کہ میرا مقابل مجھ سے جو بھی

تین خواہشات کرنے گا میں ایک ضرور مان لوں گا۔

عمروؓ نے کہا۔ واقعات میں نے یہ قسم کھا رکھی ہے اب میں آج تک اس پر قائم ہوں۔ تو اپنی خواہشات پیش کر

میں تیری ایک خواہش ضرور پوری کروں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

میری پہلی خواہش یہ ہے کہ تو دائرہ اسلام میں داخل ہو جا۔

عمر نے کہا۔ یہ میں کبھی قبول نہیں کر سکتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اپنے قبیلہ کو لے کر واپس چلا جا اور نبی اکرمؐ سے مقابلہ نہ کر۔

عمر نے کہا۔ عرب تو تیرے طعنہ زنی کریں گی۔ اور شعراء ہجو یہ شعر لکھیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

پھر میری طرح پیدل ہو کر مجھ سے مقابلہ کر۔

یہ سن کر عمروؓ چھڑ کھوڑے سے اترا۔ گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور مقابلہ شروع ہو گیا۔

یہ مقابلہ اتنا سنگین تھا کہ میدان جنگ میں اس قدر خراب چھا گیا کہ دونوں مقابلہ کرنے والوں میں سے کوئی بھی

نظر نہ آتا تھا۔ جناب جابر انصاریؓ سے مروی ہے کہ اسی دوران حضرت علیؑ کی صدائے تکبیر بلند ہوئی میں نے سمجھ

لیا کہ حضرت علیؑ نے عمروؓ کو فی النار کر دیا ہے۔ لیکن جب عتار جنگ چھڑا اور ہم نے دیکھا تو عمروؓ کے سینہ پر حضرت

علیؑ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے دیکھا تو حضرت علیؑ عمروؓ کے سینہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دائیں بائیں ٹہلنے

لگے۔ صحابہ میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ طرح طرح کی باتیں بننے لگیں۔ کچھ دیر بعد پھر مقابلہ شروع ہوا۔ اس

مرتبہ حضرت علیؑ نے عمروؓ کو کھڑے ہونے کی ایسی ضرب لگائی کہ عمروؓ کا سر جسم سے جدا ہو کر دو درجا گرا۔ صدائے تکبیر بلند

ہوئی۔ نبی اکرمؐ سجدہ ریز ہو گئے۔ صحابہ حضرت علیؑ کو داؤ تحسین دینے لگے۔

حضرت علیؑ عمروؓ کا سر لے کر انتہائی ناز کے انداز میں سوئے آنحضورؐ چلے۔

حضرتؑ نے عرض کیا۔ قبلہ ذرا علیؑ کو دیکھیں بڑے تکبر سے چل رہے ہیں۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

عمرؓ تجھے علیؑ اس رفتار میں اچھا نہیں لگ رہا ہو گا لیکن تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اس وقت کی یہ رفتار علیؑ کا

قدرت میں بڑی محروم اور حسین ہے کیونکہ علیؑ اس شخص کو قتل کر کے آ رہا ہے جس کے قتل پر حیات اسلام کا

دار و مدار تھا اور تم لوگوں میں سے کوئی بھی اس کے مقابلہ پر جانے کو تیار نہ تھا۔

ضمیرۃ علیؑ فی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین علیؑ آج یوم خندق کی ایک ضرب عبادت ثقلین سے

افضل ہے۔ جب حضرت علیؑ آگئے آنحضورؐ نے اُٹھ کر علیؑ کا استقبال کیا۔ پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا۔ یا علیؑ جب

تو نے عمروؓ کو گرانے کے بعد چھوڑ دیا تھا۔ یہ صحابہ بہت پریشان تھے۔ طرح طرح کی باتیں بنا رہے تھے۔

ذرا وضاحت کر دو کہ کیوں چھوڑ دیا تھا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ جب میں اسے گرا کر اس کے سینہ پر سوار ہوا اور تلوار چلانے کا ارادہ کیا تو

اس نے لمبا دھن سے حسارت کی۔ مجھے غصہ آ گیا۔ جونہی غصہ آیا میں اُٹھ کھڑا ہوا میں نہیں چاہتا تھا کہ جسے

۴۱۸ والی العصر ترست والی العصر ترست والی العصر ترست والی العصر ترست والی العصر ترست

میں نے صرف رضائے الہی کی خاطر نپیر کیا ہے اسے قتل کرنے میں میرا ذاتی غصہ بھی شامل ہو۔ جب میرا غصہ ٹھنڈا پڑا تو میں نے اسے دوسری مرتبہ دعوت جنگ دی۔ اور قتل کیا۔
حضرت نے کہا: یا علی! عمرو کی ذرہ بڑی قیمتی تھی پورے عرب میں اس جیسی ذرہ نہ ملے گی آپ نے نہ اس کی تلوار لی نہ سامان جنگ لیا۔ نہ لباس لیا۔ اور نہ زرہ لی۔ کم از کم یہ سامان تو لے لیا ہوتا۔
حضرت علیؑ نے فرمایا:

جب میں نے اسے گرایا تھا۔ اور اس کے سینہ پر بیٹھا تھا۔ تو اس نے درخواست کی تھی کہ یا علی! میری لاش کو بوہند نہ کرنا۔ تو مجھے شریف النفس نظر آتا ہے۔ اس لیے سوال کر رہا ہوں۔ چونکہ اس نے درخواست کی تھی اس لیے میں نے اس کی لاش کو بوہند نہیں کیا۔
ارشاد شیخ مفید میں ربیعہ سعدی سے مروی ہے کہ میں جناب حذیفہ یمانی کے پاس آیا۔ اور اسے کہا: کہ اہل بصرہ ہمیں غالی ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔ آپ مجھے حضرت علیؑ کی کوئی ایسی فضیلت بتائیں کہ میں انہیں سناؤں اور وہ قائل ہو جائیں۔
جناب حذیفہ نے کہا:

اے ربیعہ تو مجھ سے اس ہستی کے بارے میں کیا پوچھتا ہے اور میں کیا بتاؤں گا جس کے متعلق ترجان دمی زبان پیغمبرؐ نے یہ فرمایا ہو کہ۔ اگر علیؑ کا صرف ایک عمل میزان عدل کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور آدم سے لے کر قیامت تک تمام انسانوں اور جنوں کے اعمال دوسرے پلڑا میں رکھ دیئے جائیں تو علیؑ کا ایک عمل ان سے زیادہ وزنی ہوگا۔
میں نے کہا۔ حذیفہ یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟
جناب حذیفہ نے کہا:

میں غلط نہیں کہہ رہا۔ اہل بصرہ کے عدو صحابہ عمرو ابوجبر یا میں خود حذیفہ اس دن کہاں تھے۔ جب میدان خندق میں عمرو لٹکار رہا تھا۔ اس نے چند بزرگوں کے نام لے کر بھی لٹکارا تھا۔ نبی اکرمؐ بھی ہمیں اس کے مقابلہ میں جانے کو فرماتے رہے لیکن تین ہزار صحابہ میں سے ایک بھی تو عمرو کا مقابلہ کرنے کی خاطر نہ اٹھا تھا پھر بھی اگر گیا تو صرف علی ہی گیا تھا۔ جب حضرت علیؑ عمرو کے مقابلہ میں جا رہے تھے اس وقت آنحضرتؐ نے علیؑ کو ایمان کل فرمایا اور جب واپس آئے تو علیؑ کی ایک ضرب کو عبادت ثقلین سے افضل قرار دیا۔

ابوجبر ابن عباسؓ کہا کرتا تھا۔ اسلام میں دو ضربیں ایسی لگائی گئی ہیں کہ ایک ضرب کی عزت میں اس کا مقابلہ کوئی ضرب نہیں کر سکتی اور وہ ضرب ہے جو حضرت علیؑ نے عمرو ابن عبدود کو لگائی تھی۔ اور ایک ضرب کی بدترختی اور شہادت میں کوئی نظیر نہیں اور وہ ضرب ہے جو ابن جہلؓ نے حضرت علیؑ کو لگائی تھی۔

۴۔ جنگ خیمہ:

یوں تو جنگ خیمہ تفصیل کے ساتھ ہم سابقاً پیش کر چکے ہیں۔ اس جگہ چونکہ دو ایک روایات ایسی آگئی ہیں جو سابقاً پیش نہیں کی گئیں اس لیے انہیں پیش کر رہے ہیں۔

شیخ طوسی نے امالی میں مکمل سے روایت کی ہے کہ یہودیوں میں مرحب بے مثال اور بے نظیر بہادر تھا تمام یہودیوں نے مرحب ہی کے بن بوتے پر اسلام سے مخالفت کی تجویز کی تھی۔ قہر قامت میں اس جیسا کوئی قہر آور نہ تھا۔ یہ ڈھال کی جگہ سر پر ایک بڑی پتھر کی چٹان رکھتا تھا۔

مرحب کی دایہ جو کاہنہ بھی تھی۔ اس نے اسے کہہ رکھا تھا کہ تو دنیا کے جس بھی بہادر سے لڑے گا کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ ہاں حیدر نامی کسی شخص کے مقابلہ میں نہ جانا۔ تیرا قاتل جب بھی کوئی ہوا وہ حیدر نامی ہو ہوگا۔

جنگ خیمہ میں اس کا طریقہ واردات پہلے تو یہ رہا کہ انھوں کی طرف سے جو بھی جنگ کرنے کو جاتا تھا مرحب قلعہ سے باہر اگر صرف اتنا کہتا تھا۔ کہ میں مرحب ہوں آؤں۔ یہ کہہ کر وہ ایک دو قدم تیزی میں اٹھاتا اور مسلمانوں کے سالار بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ جب حضرت علیؑ اس کے مقابلہ میں آئے تو اس نے اپنا پہلا سا طریقہ استعمال کیا۔ لیکن حضرت علیؑ پیچھے دوڑنے کی بجائے آگے کو بڑھے۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ بھاگ نہیں رہا تو اس نے جوش میں آکر دھاڑ کر یہ شعر پڑھا۔

میرا نام میری ماں نے مرحب رکھا ہے۔

انا الذی سمعتنی امی مرحبا

جو اب حضرت علیؑ نے اسی انداز میں فرمایا:

میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔

انا الذی سمعتنی امی حیدرہ

حیدر کا نام سنتے ہی یہ ڈھیلا پڑ گیا۔ اور پیچھے کودوڑنے لگا۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اور یہودیوں کو پسینہ آنے لگا۔ مرحب بھاگتا جا رہا تھا کہ شیطان ایک یہودی عالم کے لباس میں سامنے آیا اور پوچھنے لگا کیا بات ہے کیونکہ دوڑ رہا ہے۔ کل تک تو کسی کو کہتے تھے دیتا تھا آج کیا ہوا؟

مرحب نے کہا۔ آگے سے ہٹ چھے جانے دے۔ وہ حیدر ہے۔

شیطان نے کہا۔ کیا ہو رہا ہے تیرے حواس ٹھکانے ہیں۔ چھے جانے دے وہ حیدر ہے۔ یہ کیا بات ہے اس نے شیطان کو دھکا دینا چاہا۔ اور کہا۔ جلدی ہٹ وہ آجائے گا۔ وہ حیدر ہے۔

شیطان چند قدم پیچھے کو ہٹ گیا۔ اور کہنے لگا۔ جب تک سبھی بات نہیں بتائے گا نہیں جاؤں گا۔ مرحب نے کہا۔ بات کیا ہے۔ وہ حیدر ہے اور جس کا نام حیدر ہو گا میں اس سے نہیں لڑوں گا۔

شیطان نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔ ارے جاہل یہ کیا ہے۔ اگر دنیا کا ہر انسان اپنا نام حیدر

رکھ لے تو سر پہ دوپٹہ اور کھڑکھرا اندر بیٹھ رہے گا۔
مرحب نے کہا۔ نہیں یہ بات نہیں۔ مجھے میری دوائی اماں نے بتایا ہے کہ حیدر نامی شخص تیرا قاتل ہوگا۔
شیطان فقہ مار کھینسا اور کہا۔ اب بات سمجھ آئی ہے کہ تیری دوائی اماں نے تجھے سبق دیا ہے۔ بے وقوف
کہیں کا عورتوں کی باتوں میں آکر اپنی قوم کو ڈوبور رہا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ عورتیں ایک ایک دن میں کتنے جھوٹ
بولتی ہیں۔ اور کتنے مکر کرتی ہیں۔ کیا معلوم کہ تیری دوائی اماں اندرونی طور پر مسلمانوں سے ملی ہوئی ہو اور وہ تجھے حیدر
سے ڈرا کر قوم کی توہین کرنا چاہتی ہو۔

مرحب نے کہا۔ مولوی صاحب آپ مفت میں میرا وقت برباد کر رہے ہیں وہ آجائے گا میں کہاں جاؤں
گاہ۔ مسلمان بیچارے تو اب پیدا ہو رہے ہیں اور وہ غریب۔ بچنے سے مجھے بھجھا رہی ہے۔
شیطان نے کہا۔ اچھا جلدی بھاگ جا۔ پھر عرب کی عورتیں اور عرب کے شعراء تیرے متعلق جو کچھ
لکھیں گے اس سے گھبرانا نہیں۔ میرا کام تجھے سمجھانا تھا۔ میں نے کر دیا ہے۔
مرحب کے قدم رک گئے اور سوچنے لگا۔ بات مولوی صاحب کی سچی معلوم ہوتی ہے۔ کیا بھروسہ عورت
ذات ہے۔ اسے کیا معلوم کہ حیدر کسی ایک کا نام ہے یا بہت سے حیدر موجود ہیں۔ یہ تو جا کے تمام بچوں کو
بتا دیے گا اور بچے گلیوں میں تالی بجا بجا کر حیدر حیدر کہہ کے مجھے پاگل کر دیں گے۔ اس پاگل پن سے بہتر
بھی ہے کہ مقابل کروں۔ اگر مارا گیا تو بھی اس پاگل ہونے سے نجات ملی جائے گی اور مار دیا تو دایا۔ اماں کو سزا
دوں گا۔ یہ سوچ کر واپس ہٹا اور حضرت علیؑ پر حملہ کیا۔

حضرت علیؑ نے مرحب کا دھار روک کر اس کی پتھر سے بنی ہوئی ڈھال پر وار کیا۔ وار ڈھال کو کاٹ کر مرحب
کے سر میں آیا۔ سر و دو ٹکڑے ہوا جب ناف تک تلوار پہنچی تو آپؑ نے کھینچ لی۔ پس مرحب کے مرنے کے
بعد یہودی۔ مرحب مارا گیا۔ مرحب مارا گیا۔ کہتے ہوئے دم دبا کر بھاگ گئے۔

۱۔ جنگ وادی یابس؛

قسم ہے وقت صبح دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم ہے ان کی چنگاریاں اگلنے والے سموں کی قسم ہے
صبح غارت کرنے والوں کی تفسیر قرأت میں ابو بصرہؓ نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے۔
سورۃ عادیات وادی یابس کی جنگ فتح کرنے والے حضرت علیؑ ان کے سابقین اور ان کے گھوڑوں کا قصیدہ ہے
میں نے عرض کیا۔ قبیلہ وادی یابس کا کیا واقعہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

وادی یابس کے بایسوں کی تعداد بارہ ہزار تھی ان لوگوں نے جب اسلامی فتوحات اور قریشی شکستوں کے
واقعات سے انہوں نے ایک مقام پر جمع ہو کر لات وعزنی کے نام کی فینیں کھائیں۔ اپنے رسم و رواج کے

مطابق ناقابل شکست معاہدے کئے، کہ
کوئی ایک بھاگے گا نہیں۔

کوئی ایک اپنے مال اور جان میں بخل نہیں کرے گا۔

کوئی ایک دوسرے کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔

کوئی ایک دوسرے کا گلہ نہیں کرے گا۔

ہر ایک باہمی تنازعات میں سے ہر تنازعہ بھول جائے گا۔

جب تک محمدؐ و علیؑ دونوں قتل نہیں ہو جاتے اس وقت تک ہمارا یہ اتحاد قائم رہے گا۔

بصریل نے آنحضرتؐ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور کہا اپنے احباب میں سے کسی کو بھیج نہ کہ وہ ان سے مقابلہ

کرے۔ آنحضرتؐ نے تمام مسلمانوں کو جمع کیا۔ انہیں یہ تمام واقعہ سنایا۔ اور فرمایا۔ میں ابوبکرؓ کو بھیجتا ہوں۔ چار ہزار کا لشکر

ساتھ ہو گا۔ اگر اس نے میرے کہنے کے مطابق عمل کیا تو فاتح ہو کر واپس آئے گا۔

پھر فرمایا، ابوبکرؓ تیار کر دو۔ آپ نے مجاہدین و انصار میں چار ہزار جوان تیار کئے۔ اسکا فی طور پر تمام کو ہر

محکم اسلحہ سے لیس کیا۔ ہر سپاہی کو سواریاں مہیا کیں۔ اور فرمایا،

ابوبکرؓ! کچھ ہدایات تو عوامی ہیں جو ہر ایک کے سامنے تھے دیتا ہوں اور کچھ ہدایات مخصوص ہیں جو صرف

بیتھے دوں گا۔

عوامی ہدایات یہ ہیں کہ: ان کے پاس جا کر پہلے انہیں دعوت اسلام دو اگر وہ قبول کر لیں۔ تو تمہارا ورثہ ان سے

جنگ کر دو۔ اللہ اسلام کو شرمسار نہیں کرے گا۔ فاتح واپس آؤ گے۔

پھر تنہائی میں مل کر خصوصی ہدایات دیں اور لشکر کو روانہ کر دیا۔

اسلامی لشکر ابوبکرؓ کی سالاری میں بڑی کروفر اور شان و شوکت سے طے منازل کے بعد وادی یابیس میں

پہنچا۔ بڑے آرام سے ایک جگہ قیام کیا۔ وادی یابیس والوں کو بھی اسلامی لشکر کا پتہ چل گیا۔ انہوں نے اپنا

تمام لشکر ان کے مقابلہ لگا دیا۔ اور دوسو مسلح آدمی اسلامی لشکر سے بات کرنے کو بھیجے۔

ان لوگوں نے اسلامی سپاہیوں سے آکر پوچھا۔ تمہارا سالار کون ہے؟

انہوں نے ابوبکرؓ کی نشاندہی کی

وادی یابیس والوں نے کہا۔ اپنے سالار سے کہو چارے ساتھ بات کرے۔

حضرت ابوبکرؓ اپنے چند سپاہیوں کو لے کر ان کے پاس آئے

وادی یابیس والوں نے کہا۔ آپ لوگ کون ہیں؟ یہاں کیوں آئے ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ ہم مکہ سے مہاجر اور مدینہ سے انصار ہیں۔ آپ لوگوں کے پاس اسلام کی دعوت لے کر

آئے ہیں۔ ہمیں ہمارے نبیؐ نے بھیجا ہے۔

انہوں نے کہا۔ اگر ہم اسلام قبول نہ کریں تو؟

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ پھر ہمیں جنگ کا حکم ہے۔

انہوں نے کہا۔ کیا تم جنگ کرو گے؟

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔

تمہاری تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہماری تعداد کم ہے اس قبیل تعداد سے ہم کیسے جنگ کر سکتے ہیں ویسے

اگر جنگ کے بغیر تم کلمہ پڑھ لیتے تو بڑی مہربانی ہوتی۔

انہوں نے کہا۔ ابوبکرؓ! تمہیں معلوم ہے کہ آپؐ ہمارے دور پرے کے بھی رشتہ دار ضرور ہیں۔ اگر یہ رشتہ

کا حیا نہ ہوتا تو ہم آپؐ کو آپ کے ساتھیوں کو یہیں قتل کر دیتے۔ پھر آپ کو پتہ چلتا کہ ہم کیسی مہربانی کرتے ہیں۔

اگر آپؐ کو اور آپ کے ساتھیوں کو جان پیاری ہے تو چپ کر کے واپس چلے جاؤ ورنہ کل یہ میدان تمہارا قبرستان

ہوگا۔

حضرت ابوبکرؓ کا موٹا ہونٹ واپس آئے اور اسلامی فوج کو واپس کوچ کرنے کا حکم دیا۔

سچا ہیوں نے کہا:

آپؐ حکم خدا و رسولؐ کی نافرمانی کر رہے ہیں ایسا نہ کریں۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ تمہیں کیا معلوم ہے۔ جو کچھ میں دیکھ اور سن کر آیا ہوں۔ وہ تمہیں معلوم نہیں ہے جلدی کرو

یہاں سے واپس چلو۔ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔ انہوں نے ہمیں بہت کم مہلت دی ہے۔ اگر انہوں نے

حملہ کر دیا تو بے موت مارے جائیں گے۔ ادھر لشکر اسلام واپس ہوا۔ ادھر جبریلؑ نے اگر اطلاع دے دی

کہ آپؐ کا لشکر بے نیل و مرام واپس آ رہا ہے۔

آنحضرتؐ نے صحابہ کو جمع کر کے اطلاع دے دی کہ جبریلؑ نے مجھے بتا دیا ہے کہ وادی یا پس والوں اور

ابوبکرؓ کے مابین کیا بات چیت ہوئی ہے اور ابوبکرؓ اور سچا ہیوں کے درمیان کیا گفتگو ہوئی ہے۔ اب وہ

واپس آ رہے ہیں۔ آپؐ نے فریقین کی پوری گفتگو سے صحابہ کو آگاہ کر دیا۔

جب یہ لوگ واپس آ گئے۔ تو انہیں کسی کو کچھ بتانا نہ پڑا کیونکہ ہر شخص مطلع ہو چکا تھا۔ البتہ کچھ منافقین

نے تصدیق کی خاطر آنے والوں سے پوچھا۔ اور انہوں نے آنحضرتؐ کی تصدیق کر دی کہ جو کچھ آپؐ نے بتایا ہے

وہ بالکل صحیح ہے۔ آپؐ پھر بالائے منبر تشریف لے گئے اور فرمایا۔ ابوبکرؓ نے میرا حکم نہیں مانا جو کہ میرا نہ تھا۔

اللہ کا حکم تھا۔ اب میں مٹے سے کہوں گا کہ وہ ذہبی سپاہی لے جائے جو ابوبکرؓ لے گئے تھے اور میری ہدایات پر عمل کرے

اگر اس نے ایسا کیا تو قاتل واپس آئے گا۔

حضرت عمرؓ گئے۔ وادی یابس والوں نے وہی گفتگو کی جو ابو بکرؓ سے کی تھی۔ عمرؓ نے واپسی کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے عمرؓ سے بھی وہی گفتگو کی۔ اور عمرؓ نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ابو بکرؓ نے دیا تھا۔ ادھر یہ لوگ واپس ہوئے ادھر جبریلؑ نے آنحضورؐ کو ان کی واپسی سے بھی مطلع کر دیا۔ آنحضورؐ نے صحابہ کو جمع کر کے عمرؓ کی واپسی سے بھی مطلع کر دیا۔ جب یہ لوگ مدینہ پہنچ گئے تو آنحضورؐ پھر بالائے منبر تشریف لے گئے حمد و ثنائے الہی کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ کی طرح عمرؓ نے بھی وہ کام کیا ہے جو منشاۓ خدا و رسولؐ کے خلاف تھا۔ اب میں اسی لشکر کے ساتھ علیؑ کو وادی یابس بھیج رہا ہوں۔ اور حضرت علیؑ کو وہی عمومی اور خصوصی ہدایات دیں جو ابو بکرؓ کو عمرؓ کو دی تھیں۔ اور حضرت علیؑ کو وہی یابس بھیج دیا۔ وہی لشکر جو پہلے دوسرے جا چکا ہے حضرت علیؑ کے ساتھ تھا۔ پھر اسے تازہ دم سپاہی مفت میں گھوڑے دوڑا دوڑا کے خستہ حال ہو چکے تھے۔ لیکن حضرت علیؑ نے جو رفتار رکھی اس نے انہیں اور بھی بر حال کر دیا۔ دو دنوں کا سفر آپؐ نے ایک دن میں کیا۔ سپاہیوں نے شکوہ کیا۔

یا علیؑ! اسی راہ پر ہم اور ہماری سواریاں دوڑو وڑکے بے حال ہو چکے ہیں۔ اگر آپ کی رفتار یہی رہی تو ہم راستہ ہی میں مرجا بیٹھ گئے۔

آپ نے فرمایا:

گھبراؤ مت۔ خیر سے زیادہ غنیمت ملے گی۔ اور ہم فتح کے بغیر واپس نہیں بلٹیں گے۔ جب آپ وادی یا بس پہنچے۔ تو انہیں بھی بت چل گیا کہ اب علی آیا ہے۔ لیکن حسب معمول انہوں نے دوسرا آدمی مذاکرات کی خاطر بھیجے۔ اور واپس جانے کو کہا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جو واپس جانے والے تھے وہ چلے گئے ہیں۔ اور میں یا تمہیں دفن کر کے جاؤں گا یا میری لاش یہاں سے جائے گی۔

انہوں نے پوچھا۔ آپ ہیں کون ؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

میں بہادر رسولؐ اور داماد نبیؐ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوں۔

انہوں نے کہا۔ اچھا میں اب پتہ چلا۔ ہم نے آپ کو غلط مشورہ دیا ہے۔ ہم تو آپ کی تلاش میں آئے
 والے تھے آپ خود چل کر ہمارے پاس آ گئے ہیں۔ ہمیں لات و مزی کی قسم ہے۔ آپ بالکل نہ جائیں اور کل ہماری
 اور آپ کی جنگ ہوگی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

دیکھو اسلام قبول کر لو۔ خدا بھی نہیں ہرتی۔

انہوں نے کہا۔ اب باتیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں اپنا مطلوب مل گیا ہے۔ کل صبح میدان جنگ میں ہماری آپ سے ملاقات ہوگی۔ پھر جیسے لات دغزائی نے فیصلہ کیا ہمیں قبول ہوگا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا،

بھیک ہے۔ وہ لوگ واپس چلے گئے۔ اور حضرت علیؑ واپس اپنے خیمہ میں آگئے۔ مصلائے عبادت بچایا اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔ رات ڈھلی نماز تہجد سے فارغ ہوئے۔ اذان کہی۔ سپاہیوں کو جگایا اور فرمایا۔ جلدی نماز سے فارغ ہو کر زینیں کسو۔ ہمیں طلوع آفتاب سے پہلے جنگ فتح کرنا ہے۔ سپاہی مصروف کار ہو گئے۔ آدھ گھنٹہ میں اسلامی فوج تیار ہوئی اور آپؑ نے حملہ کا حکم دیا۔ شب خون ایسا کامیاب ہوا کہ وہ ابھی خواب غفلت میں سو رہے تھے کہ بارہ کا بارہ ہزار تر تیغ ہو گیا۔ صرف دو آدمی بچے جنہیں گرفتار کر لیا گیا۔ بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا گیا۔ تمام مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ گھروں کو منہدم کر دیا گیا۔ سورج نکلا تو بارہ ہزار کی آبادی کو سایہ فراہم کرنے والے مکانات میں سے ایک بھی موجود نہ تھا۔ ادھر فتح کا نقارہ بجا۔ ادھر جبریل صبح ہی صبح ابھی تک آنحضرتؐ مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے۔ سورہ والعادیات لے گئے آگیا۔ آپؐ نے تمام مجاہد کو مسورت بھی سنائی اور فتح وادی یابس کا مژدہ بھی دیا۔

جب حضرت علیؑ واپس تشریف لائے آنحضرتؐ تین میل بیرون مدینہ استقبال کو گئے۔ حضرت علیؑ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ سورۃ والعادیات سنائی اور فرمایا یا علیؑ بلا جنگ گئے بغیر واپس آنے والوں کا بھی اس سورہ میں تذکرہ ہے۔

انہ علی ذلک لشہید -

انہ علی ذلک لشہید -

کیا وہ نہیں جانتا کہ جب تمام افراد کو قبروں سے اٹھایا جائے گا جو کچھ سینوں میں پوشیدہ ہے وہ اگلوایا جائے گا۔ یقیناً اللہ ان کی نسبت ان کے رازوں سے زیادہ

افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور و

حصل ما فی الصدور ان رہم

یومئذ الحبیر -

باجرہ -

۱۔ جنگ وادی ذی شیب:

تفسیر فرات میں زہری سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرمؐ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضرت علیؑ کے سوا تمام مجاہد بھی آپؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک مسافر عرب آیا۔ اور آنحضرتؐ کے سامنے دو زانوں ہو کر جھکا اور کہنے لگا۔

اے رسول خدا! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں میرا سلام ہو۔

آنحضورؐ نے جواب سلام کے بعد پوچھا۔ کہاں سے آیا ہے اور کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے؟
اس نے عرض کیا۔ قبیلہ وادی ذی خشب سے آیا ہوں اور نبی شتم سے تعلق رکھتا ہوں۔
آپؐ نے فرمایا:

تیرا اندازہ بتا رہا ہے کہ تو کوئی اطلاع دینا چاہتا ہے

اس نے عرض کیا۔ قبیلہ آپؐ صحیح سمجھے ہیں۔ میں نبی شتم کے قریب سے گزرا ہوں وہ بھی وادی ذی خشب
ہی میں رہتے ہیں۔ ان لوگوں نے پانچ سو ایسے جری اور بہادر تیار کیے ہیں جنہوں نے لانت و عزنی کو
سامنے رکھ کر قسم کھائی ہے کہ وہ مدینہ میں جا کر آپؐ کو اور علیؑ کو قتل کئے بغیر واپس نہ ہٹیں گے۔
یہ سن کر آپؐ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور تمام صحابہ سے فرمایا کہ کیا تم نے اس عرب کی اطلاع سن لی ہے؟
تمام نے عرض کیا۔ قبیلہ سن لی ہے۔

آپؐ نے فرمایا:
کوئی ہے تم میں سے جو ان پانچ سو کو ٹھکانے لگا سکے آئے اور انہیں یہاں مدینہ میں بے چینی پھیلانے
سے قبل اپنے انجام کو پہنچا دے۔

دھری نے بتایا ہے کہ مجھے جناب سلمان نے بتایا ہے کہ بھری مسجد میں سے کوئی صحابی نہ اٹھا۔
آپؐ نے دوسری مرتبہ پھر فرمایا:

تم سب نے اس عرب کی بات سن لی ہے؟
سب نے عرض کیا۔ ہاں حضورؐ سن لی ہے۔

آپؐ نے فرمایا:
کوئی ہے جو ان لوگوں کو اپنے ارادہ پر عمل کرنے سے پہلے دخول مدینہ سے روک لے اور ہمیں بھی بچالے۔
جو بھی جائے گا میں محمدؐ اس کی فتح اور جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔
کوئی صحابی نہ اٹھا۔

آنحضرتؐ آبدیدہ ہو گئے اور تیسری مرتبہ پھر پوچھا۔ کیا تم نے اس عرب کی خبر سن لی ہے؟
سب نے کہا قبیلہ سن لی ہے۔ اتنے میں حضرت علیؑ داخل مسجد ہوئے۔ آپؐ نے آنحضورؐ کی آنکھوں سے
ڈھلکتے ہوئے دو موتی دیکھے آگے بڑھے اپنا سر آپؐ کے قدموں پر رکھ کر عرض کیا۔
قبیلہ اللہ آپؐ کو نہ رلائے کہیں امت کے سلسلہ میں تو کچھ نازل نہیں ہوا؟
آپؐ نے فرمایا:

یا علیؑ امت پر جو کچھ گزر رہی ہے اگر اس کم سلسلہ میں بھی کچھ اترے تو بعید نہیں ہے۔ اس عرب نے اطلاع

دی ہے کہ نبی ختم نے پانچ سو جوان تیرے اور میرے مارنے کی خاطر تیار کیا ہے اور وہ مسلح ہو کر سوئے مدینہ روانہ ہیں۔ میں نے دوسرے تہہ حجاب سے پوچھا ہے۔ کہ کوئی ہے جو انہیں مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے روک لے اور ان کو اپنے انجام تک پہنچائے۔ میں نے جنت کی ضمانت بھی دی ہے اور فتح کی بشارت بھی سنائی ہے لیکن کسی نے مجھے جواب تک نہیں دیا۔ اب یہ بھی بتا رہا ہوں کہ جو شخص اس ہم پر جائے گا جنت میں اسے بارہ محلات بھی ملیں گے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: قبلہ آپ محلات کی تعریف تو فرمادیں ممکن ہے کسی کے دل میں ان کی تعریف سن کر شوق پیدا ہو جائے۔

آپ نے فرمایا:

ان محلات کی دیواریں ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی سے چنی ہوں گی۔ مشک و عنبر کا گارا ہو گا۔ درد یا قوت کی چسپ سے فرش ہو گا۔ زعفران کی مٹی ہو گی۔ ان محلات میں سے ہر محل کے صحن میں چار نہریں بہتی ہوں گی۔ ایک نہر دودھ کی۔ ایک شراب لہو کی۔ ایک خالص شہد کی اور ایک خالص ٹھنڈے اور میٹھے پانی کی ہو گی۔ ان نہروں کے کناروں پر نوبہ خور کے درخت ہوں گے۔ نہروں کی زمین پر مرجان ہو گا۔ نہروں کے کناروں پر در سفید کے نیچے نصب ہوں گے ان خیروں میں ایسی عوریں ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کی ہڈی میں گودا نظر آئے گا۔ ہر غیبی میں چاندی کا پلنگ ہو گا۔ ہر پلنگ کے پائے یا قوت سرخ سے بنے ہوں گے۔ ایک پلنگ پر ایک عورت ہو گی۔ ہر عورت پر ستر حملہ زبرد بہن سے جڑا ہوا ہو گا ہر عورت کی ستر مینڈھیاں ہوں گی۔ ہر مینڈھی ایک کنیر کے ہاتھ میں ہو گی جسے وہ سنوار رہی ہو گی۔

جب آپ نے فرمایا:

صحابہ کی طرف دیکھا لیکن کوئی بھی ٹپس سے مس نہ ہوا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ مجھے اجازت دیں اور کوئی بھی جانے پر راضی نہیں ہے۔ آپ منبر سے اترے ڈیڑھ سو سپاہی تیار رکھے اور حضرت علیؑ کو بھیج دیا۔ ابن عباس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ ان پانچ سو افراد کے مقابلہ میں علیؑ کو ڈیڑھ سو دے کر بھیج رہے ہیں جن کی کمان حادث ابن کبیرہ جیسا تناس کر رہا ہے جو تہما پانچ سو کا مقابلہ کرتا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا:

ابن عباس اب خاموش رہ کسی کے بولنے کی ضرورت نہیں ہے جو بھی جاتا محمدؐ کی دعا اس کے ساتھ ہوتی اور وہ فاتح ہو کر واپس آتا۔ علیؑ کے ساتھ دعا ہے محمدؐ ہی ہو کر آئے گا۔

حضرت علیؑ ڈیڑھ سو سپاہی کو لے کر روانہ ہوئے۔ مدینہ سے دو منزل کے فاصلہ پر گئے تو سورج غروب ہو گیا۔ آپ نے اسی جگہ قیام کا حکم دیا۔ رات گزر گئی صبح کو حضرت علیؑ نے اذان کہی۔

نے ان پر حملہ کر دیا۔ لڑنے والوں کو اپنے تہ تیغ کر دیا۔ پھر جانے والوں کو قیدی بنایا۔ اور واپس پلٹے۔ جبریل نے آنحضورؐ کو وادی ذی شنب کی فتح کی اطلاع دی۔ آنحضورؐ نے بیرون مدینہ اگر استقبال کیا۔ اور فرمایا۔ یا علی! میں نے حضرت موسیٰ کی طرح اللہ سے دعا کی تھی کہ تجھے میرا زور کمزور اور میرا شریک کار بنائے۔ اللہ نے میری دعا قبول کر لی ہے۔ پھر آپ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

علیؑ کی محبت میں مجھے طعنہ زنی نہ کیا کرو۔ میں اپنی طرف سے محبت نہیں کرتا مجھے اللہ کا حکم ہے کہ میں علیؑ سے محبت کروں یا در کھو۔ جو علیؑ سے محبت رکھے گا گویا اس نے مجھ سے محبت رکھی ہے۔ جو مجھ سے محبت رکھے گا گویا اس نے اللہ سے محبت رکھی ہے اور جو اللہ سے محبت رکھے گا وہ اللہ کا محبوب ہوگا جس نے علیؑ سے بغض رکھا گویا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے مجھ سے بغض رکھا گویا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔ اور جس نے اللہ سے بغض رکھا وہ اللہ کا مبغض ہوگا۔ اس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔

یقین رکھو اگر مجھے اپنی امت کے افراد کا خیال نہ ہوتا کہ وہ علیؑ کو حضرت عیسیٰؑ کا مقام دے کر اس کی عبادت کرنا شروع کر دیں گے تو میں محبت علیؑ کے وہ فضائل بیان کرتا کہ علیؑ میں گلی سے گزرتا رنگ علیؑ کی خاک پا کر تہ کاٹھاٹے جاتے۔

۸۔ جنگ بئر الالم:

کنز الواعظین میں ابوسعید خدری اور حذیفہ ابن یمان سے مروی ہے کہ جب نبی اکرمؐ جنگ ذات السلاسل سے فاتح و کامران واپس پلٹ رہے تھے۔ تو ایک ایسے صحرائے گزرے جہاں دور دور تک پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ درخت تھے۔ مگر خشک ہوکا ہر جھونکا آگ سے مل کر آنا تھا۔ گرمی کی شدت و حدت ہر لمحہ بڑھتی محسوس ہو رہی تھی۔ نہ کہیں سایہ نظر آتا تھا اور نہ سایہ دار درخت۔ زمین آگ اگل رہی تھی اور آسمان آگ برسا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ پیاس نے ستانا شروع کر دیا۔ اور پانی کا ذخیرہ ختم ہونے لگا اور گھنٹہ بھر گزرتا تھا کہ پورے لشکر میں پانی کی ایک بوند تک نہ رہی۔ صحابہ کی پیاس سے زبانیں نکلنے لگیں۔

آنحضورؐ نے پوچھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اس صحرا کا کیا نام ہے؟

عمر بن ابی امیہ نے عرض کیا۔ قبلہ اسے وادی کثیب ازرق کہتے ہیں۔ یہاں آنے والوں کو جانے کا راستہ نہیں ملتا۔ ٹھہرنے والوں کو ایک پتے کا سایہ میسر نہیں آتا۔ اگر کوئی قافلہ آتا ہے تو نابود ہو جاتا ہے اور کوئی لشکر آتا ہے تو فنا ہو جاتا ہے۔ یہاں کسی طرف جانے کا نہ کوئی راستہ ہے اور نہ ہی آنے کی حد دیکھ سکتی ہیں۔ انسان کبھی یہاں آباد نہیں ہوئے اور جنوں نے کبھی اس جگہ کو چھوڑا نہیں۔

جب آنحضورؐ اور مسلمانوں نے یہ بات سنی تو انہیں پیاس بھول گئی اور جان کے لالے پڑ گئے۔ بعض افراد تو بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگے اور کہنے لگے۔ قبلہ یہاں تو ہمارا نشان قبر بھی نہیں بنے گا انسانوں

سے تو ہم لڑتے رہے ہیں اب جنوں سے مقابلہ کون کرے گا۔ پھر سب کے سب آنحضورؐ کی خدمت میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرنے لگے۔ قبضہ نہیں یہاں سے نجات دلوائیں۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا:

اے مسلمانو! کسی کو معلوم ہے کہ یہاں ایک کنواں ہے وہ کہاں ہے؟ میں اطلاع دینے والے کو جنت کی بشارت دوں گا۔

عمر دین امیہ نے عرض کیا۔

قبضہ کنواں بھی مجھے معلوم ہے کہ کہاں ہے اور اس کا نام بھی میں جانتا ہوں۔ اس جگہ سے فلاں طرف اتنے فاصلہ پر کنواں ہے اور اسے تہرا لام کہتے ہیں۔ اس کا پانی تو برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا اور لذیذ ہے۔ لیکن آج تک کوئی خوش نصیب اسے چکھ تک نہیں سکا۔ کیونکہ یہاں جنات کا قبضہ ہے اور یہ وہ جنات ہیں جنہوں نے جناب سلیمان کی اطاعت سے بھی انکار کر دیا تھا۔ جو بھی پانی لینے جاتا ہے اس پر آگ کے شعلے پھینکتے ہیں۔ ہر طرف دھواں دھار کر دیتے ہیں۔ پانی کے خواہشمند دھواں میں گھر کر پانی بھول کر جان بچانے کی فکر میں پڑ جاتے ہیں۔ لشکروں کو جلا ڈالتے ہیں۔

و۔ تبع یانی اپنے لشکر کے ساتھ اترا تھا جنات نے اس کے لشکر میں سے دس ہزار سپاہی پھونک ڈالے تھے۔

ب۔ بہام ابن فارس کو بھی کنوئیں کی فتح کا شوق تھا جنات نے اس کے لشکر کے چار حصے نذر آتش کر دیئے تھے۔

ج۔ سعد ابن برزق کنوئیں کو فتح کی کوشش میں بیس ہزار سے زائد سپاہیوں سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

مقتولوں کی کھوپڑیاں شتر مرغ کے انڈوں کی طرح کنوئیں کے ارد گرد بکھری پڑی ہیں۔

آنحضورؐ نے یہ سن کر لاجول و لا فؤاد پڑھا۔ پھر کہا۔ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بے فکر ہو کر یہیں خیام لگا دو اب مزید سفر کرنے کی ہمت سوار یوں میں نہیں ہے۔ جو اللہ مناسب سمجھے گا وہی کرے گا۔

اترے کو تو مسلمان اتر گئے۔ ٹیٹھے بھی لگا دیئے۔ لیکن پیاس کے مارے برا حال تھا۔ ایک طرف خوف کی شدت تھی اور دوسری طرف پیاس کی حدت تھی۔ گرمی تھی کہ کم ہونے کا نام نہ لیتی تھی۔ ہر لمحہ انگاروں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

اے مسلمانو! کوئی ہے جو کنوئیں سے پانی لائے اگر وہ اس راہ میں شہید ہو گیا یا زندہ واپس آ گیا۔ جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

دیتا ہوں۔

ابوالعاص ابن ربیع اٹھا اور عرض کی۔ قیلہ میں نے یہ کنواں دیکھا ہوا ہے۔ میں پہلے بھی ایک قافلہ کے ساتھ اس کنواں پر آچکا ہوں۔ اور ہم اپنے کافی ساتھیوں سے محروم ہو کر رہ گئے تھے۔ کیونکہ وہی بچے تھے جنہیں ان کے گھوڑے ہی لے کر گئے تھے۔ لیکن اس وقت مسلمان نہ تھے۔ اب محمد اللہ مسلمان ہیں اور آپ جیسنا راہبر و راہنما ہمارا نگران ہے۔ آپ اجازت دیں میں جاتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے ابوالعاص کو ڈھیر دل و دعائیں دیں اور فرمایا۔ ایمان اسی طرح ہونا چاہیے جس طرح تیرا ہے۔ بسم اللہ دس ساتھی اور کچھ مشکینے لے جاؤ اگر کامیاب ہو گئے تو فہما ورنہ ہمارے لیے جنت سے جنگ کرنا آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ میں اپنی طرف سے ابتداء نہیں کرنا چاہتا۔

ابوالخاص دس صحابہ اور سفینے لے کر کنوئیں کی طرف چلا۔ عمرو بن امیہ بھی ان میں تھا۔ عمرو کا بیان ہے کہ جب ہم کنوئیں کے قریب پہنچے تو خوفناک قسم کی آوازیں آنے لگیں۔ ہم نے تلاوت قرآن شروع کر دی ہم گے بڑھتے گئے اور آوازیں بلند تر ہوتی گئیں۔ جب ہم کنواں کے کنارے پہنچے تو ایک سیاہ دیو کنواں سے باہر نکلا جو بڑھتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ہمارے سروں تک چھا گیا۔ اس کا قد کچھور کی مانند اور آنکھیں انگاروں کی طرح چمکدار تھیں اور ان سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ بجلی کی گرج کی طرح اس نے ایک ایسی ہمیب آواز نکالی کہ زمین میں زلزلہ آگیا۔ ہم لرز کر بیٹھ گئے۔ اب ہمارے اندر تو لوٹ الی کا حوصلہ بھی نہ تھا۔ ابوالخاص نے کہا میرے بھائیو! موت کا قرب ہمیں قدم قدم پر اللہ کے قریب کرتا ہے۔ تم ایسا کرو واپس قافلہ میں چلے جاؤ اور مجھے ان کے پاس رہنے دو اگر میں کامیاب ہو گیا تو آجاؤں گا اور اگر کامیاب نہ ہو سکا تو میرا آخری سلام آنحضرت کی خدمت میں پہنچا دینا۔

یہ کہہ کر ابو العاص نے تلوار بے نیام کی اور دیو کی بڑھڑکھڑ جڑخوئی کی۔

دوینے کہا۔ شاید تجھے معلوم نہیں کہ اس کنوئیں میں سرکش حکمرانوں کی حکومت ہے؟

کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم نے سلیمان ابن داؤد کی اطاعت کرنے سے کھلا انکار کر دیا تھا،

شاید تو نہیں جانتا کہ قوم عاذ کو ہم نے بے موت مار ڈالا تھا،

کاش تجھے معلوم ہوتا کہ گزشتگان میں سے جو بھی یہاں آیا ہے اس کا کیا حشر ہوا ہے؟

ابوالعاص نے کہا: میرے جاننے اور جاننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اب

ابھی تک ابو العاص نے بات مکمل نہیں کی تھی کہ دیو نے ایک خوفناک آواز نکالی جس سے ہمارے دلوں

نے دھڑکنا بھی چھوڑ دیا۔ ہم بیساختہ وہیں گر گئے۔ پھر وہ دیوار کے بڑھا اور ابو العاص کو اپنے سینہ کے نیچے دے لیا۔ ہمیں ایسے نظر آتا تھا کہ ابو العاص اس کے مقابلہ میں اس طرح ہے جس طرح باز کے پنجہ میں چڑیا ہوتی ہے۔ چند سکینڈ ہی گزرے تھے کہ ہم نے ابو العاص کو کونڈہ کی طرح بے جان دیکھا۔ دیو ہماری نظروں سے غائب ہو گیا۔ ہم لرزتے کانپتے آہستہ آہستہ ابو العاص کی طرف بڑھے۔ ہم قریب گئے اور دیکھا تو ایسے معلوم تھا جیسے ابو العاص جل چکا ہو۔ ہم وہیں کھڑے ہو کر بین کرنے لگے۔ اسی اثنا میں ہمیں اس وقت پتہ چلا جب دھوئیں کا ایک طوفان کنوئیں سے برآمد ہو کر ہمارے گرد پھیلنے لگا۔ اور کنوئیں سے مختلف قسم کی صورتیں اور شکلیں باہر نکلتے لگیں۔ یہ دیکھ کر ہم تو جھاگ کھڑے ہوئے ہم روتے پیٹتے اور چیختے چلاتے قافلہ میں آئے۔ دیکھا تو آنحضرت اور صحابہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ہم نے عرض کیا۔ قبیلہ یہاں کیا ہوا ہے۔

آخصور سے فرمایا :

جو خبر تم نے کہ آئے ہو جبریل ہمیں بتا گیا ہے۔ ابو العاص کو جنات نے شہید کر دیا ہے اب ہمارے لیے ان سے جہاد جائز بلکہ واجب ہو گیا ہے۔

اکثر صحابہ تو غمگین رہے تھے۔ اور کچھ پریشان حال تھے۔ جب ایک مطمئن اور ابوالعاص کے غم میں نوحہ کمانے لگے۔

حضرت علیؓ جو آنحضورؐ کے حکم سے لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اسی دوران دور سے آتے ہوئے نظر آئے آنحضورؐ نے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں اب مشکل کشا آگیا۔ اتنے میں حضرت علیؓ قافلہ میں پہنچ گئے۔ تمام مسلمان آپؐ کو دیکھ کر رونے لگے۔ نبی کریمؐ نے حضرت علیؓ کو تمام واقعہ سنایا۔ اور فرمایا۔ یا علیؓ اگر تمھکان ہو تو تار لو اور پانی لاؤ حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ قید جب مجھے آپؐ کی طرف سے کوئی حکم مل جاتا ہے۔ میری تمھکان دور ہو جاتی ہے۔ اب میں تازہ دم ہو گیا ہوں۔ آپؐ اجازت مرحمت فرمائیں۔ تاکہ میں اس پیلا سے لشکر کو پانی پلاؤں۔ تمام لشکر کی باچیں کھل گئیں اور حضرت علیؓ کو دعا میں دینے لگے۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ بسم اللہ یا علیؓ جاؤ۔ اور انہی صحابہ کو ساتھ لے جاؤ۔ جو ابوالعاص کے ساتھ گئے تھے۔

عمر و ابن امیہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت علیؑ کے ساتھ روانہ ہوئے آپ نے علم ہاتھ میں لے لیا۔ اس کا پھیر سیرا لہرایا اور ہمیں فرمایا اس کے پیچھے آ جاؤ ہم علم کے سایہ میں چلنے لگے۔ ہم تلاوت قرآن کر رہے تھے اور حضرت علیؑ زبیر لب کچھ پڑھتے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ ہم ستر لاکھ پر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت علیؑ نے باواز بلند بکیر کہی اور جاعا الحق کی آیت پڑھی۔

یہ ایت سنتے ہی جیسے جنہوں میں طوفان آگیا۔ تمام کنواں کھولنے لگا۔ پھر وہی جن جس نے ابو العاصی کو شہید کیا تھا۔ کنوئیں سے باہر نکلا۔ لیکن اب ہیبت اور قد میں پہلے سے کئی گنا زیادہ تھا۔ حضرت علیؑ کی طرف

بڑھ کر کہنے لگا۔

اے ہمارے گھر میں آنے والے! ہمارے پاس آنے والے! تو کون ہے؟ ہم نے آج تک کسی کو اس طرف قدم نہیں دھرنے دیا۔ شاید تجھے معلوم نہیں کہ اس طرف تو آنکھ اٹھا کر بھی کوئی نہیں دیکھنا۔ اس طرف تو بکری کو پر خے کی خاطر کوئی نہیں چھوڑتا۔ ہم نسل ابلیس سے جن ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اے سرکش شیطان! جھک نہ مار۔ تجھے شاید معلوم نہیں کہ میں کون ہوں؟

آج تک جن سے بھی تیری ملاقات ہوئی ہے۔ میں ان تمام سے مختلف ہوں۔ میں نہ بچنے والا نور خدا ہوں۔ میں گہوارے میں خطرات سے کھیلنے والا بچہ ہوں۔ میرا نام سن کر بڑے بڑے شہ زوروں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔ میرے سامنے بڑے بڑے لشکروں کے قدم نہیں ٹککتے۔ میں مظہر العجاظ علی ابن ابی طالب ہوں۔ میرا سن کر دیو نے ابوالعاص کی طرح حضرت علیؑ پر حملہ کرنا چاہا۔

حضرت علیؑ نے یہ دیکھ کر ہاشمی گرج سے اسے دور کر دیا۔ ہمیں ایسے محسوس ہوا جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ پھر آپؑ نے ذوالفقار سے وار کیا۔ اور وہ حضرت دو نیم ہو گیا۔

پھر آپ نے ہمیں فرمایا: مشکیزے لے آؤ۔ قیس ابن سعد کہتا ہے کہ ہم نے اس دن حضرت علیؑ کا غصہ دیکھا آنکھیں انکارہ کی طرح سرخ تھیں۔ پیشانی عرق آلود تھی۔ اسی آشنا میں ایک اور دیو کنوئیں سے برآمد ہوا ساتھ ہی دھوئیں کا بادل بھی نکلا۔ دھوئیں کے بادل سے آگ کے شعلے ہم پر برسے گئے۔ ہم آیات قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور حضرت علیؑ زیر لب کچھ پڑھ رہے تھے۔ پھر ہر شکل صورت میں جنات کنوئیں سے برآمد ہونے لگے۔ غول درغول، خنزیر، بندر، ریچھ، ہاتھی، شیر، چیتے، بھیڑیے اور نامعلوم کیا کیا ہم نے دیکھا۔ ہم قرآن بھی پڑھتے تھے اور کانتے بھی تھے۔ حضرت علیؑ نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا: گھبرا مات۔ اب ہر لمحہ سنگین تر ہوتا جائے گا لیکن بالآخر فتح اسلام کی ہوگی۔ اور ہم صرف پانی لے کر نہیں جائیں گے بلکہ انہیں دائرہ اسلام میں بھی داخل کریں گے۔

ہماری آواز نہیں نکل رہی تھی رہم پسینہ سے شرابور تھے۔ لیکن کمال بہہ کر علی کے چہرے پر پریشانی اور گھبراہٹ کا نام و نشان نہ تھا۔ پھر کنوئیں سے ایک عظیم شہاب ثاقب نکل کر آسمان کی طرف گیا جس کے بعد ہمارے درمیان تاریکی کا ایسا جال بچھ گیا کہ نہ تو ہم ایک دوسرے کی آواز سن سکتے تھے اور نہ ہی ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

حضرت علیؑ نے باواز بلند فرمایا:

اے گروہ جن دشیا طین - ہم تمہاری ان رنگارنگ شکلوں سے نہیں ڈریں گے۔ بھلا خود ہی بتاؤ کیا تمہارا

خالق نے تمہیں یہ اجازت دی ہے کہ کسی مسافر کو پانی نہ لینے دو۔ یا تم نے اس لٹری پر بہتان باندھ رکھا ہے۔ پھر آپ نے کچھ پڑھنا شروع کیا۔ ابھی تک آپ کی تلاوت ختم نہیں ہوئی تھی کہ وہ تاریکی کا بادل یکایک چھٹ گیا۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ آگ ختم گئی۔ دھواں غائب ہو گیا۔

حضرت علیؑ نے ہمیں اپنے قریب بلایا۔ ہم کنوئیں کے کندے پر جا کھڑے ہوئے۔ آپؑ نے رسی کے ساتھ ڈول باندھا۔ اور اسے کنوئیں میں لٹکایا۔ ابھی تک ڈول تر تک نہ پہنچا تھا کہ رسی کٹ گئی اور ڈول خالی باہر آگیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

رسی کاٹنے والے! اب باہر کر مقابلہ کر۔ ایک دیو باہر نکلا اس نے رجز خوانی کی بھی تک وہ رجز خوانی کر رہا تھا کہ حضرت علیؑ نے تلوار کے وار سے اسے فی النار کر دیا۔ آپ نے پھر ڈول ڈالا۔ جنات نے پھر رسی کاٹ کر ڈول کو خالی باہر پھینک دیا۔ حضرت علیؑ نے پھر فرمایا۔ جس نے رسی کاٹی ہے میں اسے دعوت دیتا ہوں۔ باہر آ کر لڑے۔ پھر ایک دیو باہر آیا۔ حضرت علیؑ نے اسے بھی واصل جہنم کیا۔ پھر آپ نے ڈول ڈالا۔ جنات نے پھر ڈول کو رسی سے کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ آپ نے پھر دعوت مبارزت دی۔ لیکن ابھی بار باہر کوئی نہ نکلا آپ نے دوسری مرتبہ دعوت دی۔ پھر بھی کوئی نہ نکلا۔ آپ نے تیسری مرتبہ دعوت دی۔ کوئی نہیں آواز آئی اگر اتنے بہادر ہوتے تو کوئی میں آجاتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

میرا کنوئیں میں آنا تمہیں ہنگام پرے گا۔ بہتر تھا۔ کلمہ پڑھ لیتے اور مجھے پانی لے کر جانے دیتے اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔ حضرت علیؑ نے اسی اپنی کمر سے باندھی۔ بے نیام تلوار ہاتھ میں لی اور ہمیں فرمایا: مجھے کنوئیں میں لٹکا دو۔

ہم تے قدموں میں پڑ کر عرض کیا۔ قیلہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ کنوئیں سے باہر پکیا سونکر رہے ہیں۔ کنوئیں کے اندر توان کی جارحیت اور بڑھ جائے گی۔ ہم کس منہ سے آنحضورؐ کو جواب دیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا :

تمہیں میرے آقا و مولیٰ کی قسم ہے۔ مجھے لٹکا دو ورنہ میں چھلانگ مار دوں گا۔ جب ہم نے دیکھا کہ حضرت علیؑ باز نہیں آ رہے۔ ہم نے مجبوراً آپ کو کنوئیں میں لٹکایا۔ ابھی چند ہاتھ ہی رسی گئی ہو گی کہ انہوں نے رسی کو کاٹ دیا۔ اب ہمارے نو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ ہم بین کو کر کے رونے لگے۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ اب حضرت علیؑ کو نہ دیکھ سکیں گے۔

کافی دیر بعد ہم نے آواز دی۔ اسے ابوالحسن! ہمیں کوئی جواب نہ ملا۔ ہم نے مسلسل آوازیں دینا شروع

کرویں۔ لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ ہم یہی سمجھے کہ حضرت علیؑ ہم سے جدا ہو گئے۔ ہم ارادہ کر رہے تھے کہ اب واپس جائیں کہ اچانک کنوئیں کے اندر سے حضرت علیؑ کی صدائے تکبیر بلند ہوئی۔ ہمیں حوصلہ ہو گیا کہ تاحال زندہ نہیں پھر ہم نے ایک شور سننا ہر طرف سے آواز آرہی تھی۔

اسے فرزند ابوطالب ہمیں امان دیں۔

حضرت علیؑ فرما رہے تھے۔ اب کلمہ کی امان۔ اب وہ وقت گزر چکا ہے۔ جب تک کلمہ نہیں پڑھو گے اس وقت تک کوئی امان نہیں۔ جب تک مجھے قسم نہ دو گے کہ آج کے بعد تاقیامت جو بھی کنوئیں سے پانی لینے آئے گا اسے تنگ نہیں کرو گے۔ اس وقت تک امان نہیں ملے گی۔

پھر یکایک خاموشی چھا گئی۔ نہ حضرت علیؑ کی آواز سنائی دیتی تھی اور نہ بھات کی۔ اسی اثناء میں کافی وقت گزر گیا کہ ہم نے دیکھا۔ آنحضورؐ چند صحابہ کے ساتھ مسکراتے ہوئے تشریف لارہے تھے۔ ہم پھر مطمئن ہو گئے کہ خیریت ہے اور سب اچھا ہے۔ اگر حضرت علیؑ کو کچھ ہو گیا ہوتا تو جبریلؑ نے ضرور آکر آنحضورؐ کو مطلع کیا ہوتا اور آپ اس طرح نہ مسکراتے۔

کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہو کر آنحضورؐ نے فرمایا۔ یا ابا الحسن! کنوئیں سے حضرت علیؑ نے عرض کی۔ لبیک لبیک یا رسول اللہ۔ السلام علیک یا نبی اللہ فداک ابنی و دامی و روحی یا خیر الانبیاء ابھی حاضر ہوا۔ پس اب میرا کام ختم ہو چکا ہے۔ اب ہمیں پانی اپنے قافلہ میں ملے گا ہم کنوئیں کے اندر جھانک رہے تھے کہ حضرت علیؑ کو رسی سے نکالیں گے کہ ہم نے دیکھا حضرت علیؑ آنحضورؐ کے پہلو میں کھڑے مسکرا رہے تھے۔ یا علیؑ! ہمیں ہزار قتل ہوئے ہیں۔ اور جو ہمیں ہزار قبائل نے کھڑ پڑھ لیا ہے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا قبلہ آپ پہنچ فرما رہے ہیں۔

آنحضورؐ نے صحابہ سے فرمایا۔ او واپس چلیں۔

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ پانی لیتے آئے تھے۔ لشکر پیاسا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اب ہم پانی لے کر نہیں جائیں گے۔ ہمیں وہیں پانی ملتا رہے گا۔ جب ہم قافلہ میں واپس آئے تو پورے قافلہ کے مشکیزے پانی سے پُر تھے۔

۹۔ جنگ قصر الذہب؛

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ کے حکم سے حضرت علیؑ سرسبز و فوات الخط پر گئے۔ اور کامیاب و کامران واپس پلٹ رہے تھے کہ راستہ میں عرب کے چند لوگ آئے انہوں نے عرض کیا۔

یا علیؑ!

ہمارے قریب میدان میں ایک محل ہے اس میں ایک سانپ رہتا ہے۔ اس نے ہماری زندگی اجیرن کر دی ہے۔ ایک بھونک سے سب کچھ جلا ڈالتا ہے۔ اب تو اس نے راستہ روکنا بھی شروع کر دیا۔ جو مویشی جاتے ہیں انہیں نگلی لیتا ہے جو انسان جاتا ہے اسے نگلی لیتا ہے۔ ہماری زندگی موت سے بدتر ہو چکی ہے فی سبیل اللہ آپ ہمیں اس سے نجات دیں۔

جناب عارف فرماتے ہیں کہ۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: عارفِ مقدار، اور ذمیرِ بچے صبح تک اس محل کی پوری حقیقت سے واقفیت نہ چاہتے۔ ہم حضرت علیؑ کے حکم سے گھوڑوں پر سوار ہو کر قصر الذہب کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم قصر الذہب کے قریب پہنچے تو ہم نے گھوڑوں سے اتر کے قیام کا ارادہ کیا۔ اور خیال یہی تھا کہ اب دیر ہو چکی ہے۔ صبح قصر الذہب کے اندر جائیں گے۔ اب یہیں قیام کرتے ہیں۔

اس مشورہ کے بعد ہم سو گئے۔ جب صبح کو اٹھے تو ایسے معلوم ہوا جیسے قصر الذہب ہم سے تین میل دور ہٹ گیا ہے۔ جس زمین پر ہم بیٹھے تھے اسے دیکھا تو وہ مٹی نہیں بلکہ راکھ تھی۔ ہم اسی حیرت میں تھے کہ قصر الذہب کی طرف سے ایک چنگاری سی ہماری طرف بڑھی بڑھتی بڑھتی شعلہ بن گئی۔ پھر دھواں اٹھنے لگا۔ دھوئیں سے ہم توبہ دیکھ کر غرق حیرت میں غرق ہو گئے۔ ہماری آنکھیں جیسے مسخود ہو گئیں۔ پھر ہم نے دیکھا کہ کالی رات کی طرح سیاہ پہاڑ ہے جو کبھی دم کے بل اور کبھی سر کے بل کھڑا ہوتا ہے کبھی پیٹ کے بل ریگنے لگتا ہے۔ جب معاملہ ذرا واضح ہوا تو ہم نے دیکھا کہ وہ اژدہا ہے۔ جس کا سر کم از کم ہماری تو فیض سے ماورائے اس کا رخ ہماری طرف تھا جو نہی ہمارے گھوڑوں کے نتھنوں میں اس کی بوسی آتی تمام گھوڑے بدک کر جھاگ کھڑے ہوئے اب جو ہم نے محل کو دیکھا تو وہ ہمیں کوسوں دور نظر آیا۔ اور اژدہا کی آنکھوں سے نکلنے والی چنگاریوں کی گرمی ہمیں اپنے قریب محسوس ہونے لگی۔ اور دھواں ہمارے مسام میں سرایت کرنے لگا۔ ہم سب کے سب بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا۔ تو سب نے یہی فیصلہ کیا کہ واپس چلیں اور آقا کو اس بلائے بید و ماں سے مطلع کریں۔ ہم واپس اپنے نقش پائمانش کرتے ہوئے کافی دور پیدل چلے تو جب کہیں ہمیں اپنے گھوڑے پھٹکارتے ہوئے نظر آئے گھوڑوں کی حالت ایسی تھی جیسے ان سے خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ ہم گھوڑوں پر سوار ہوئے اور حضرت علیؑ کے پاس بڑی مشکل سے پہنچے۔

حضرت علیؑ نے ہمارے اڑے ہوئے رنگ اور موت دیدہ صورتیں دیکھ کر فرمایا: کیا بات ہے تمہارے جسم میں خون نظر نہیں آتا چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں؟
ہم نے عرض کیا: قبلہ جو کچھ ہم پر ہوتی ہے اور جو کچھ ہم نے دیکھا ہے۔ ہماری زبان اسے بیان کرنے سے

مفاد ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جو کچھ بھی تم نے دیکھا ہے وہ بتاؤ۔ میں اب ضرور جاؤں گا اور اپنی آنکھوں سے اس چیز کا مشاہدہ کروں گا۔ جس نے تمہیں موت کے کنارے پہنچایا ہے۔

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ وہ محل نہیں ہے موت کا اڈہ ہے۔ اس کے گرد اگر وہ پانی کی بہتات ہے وافر مقدار میں چراگاہیں ہیں۔ لیکن کوئی اس پانی اور ان چراگاہوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ پھر جو ہم بتا سکتے تھے بتایا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا :

آنحضرتؐ مجھ سے عہد لے رکھا ہے کہ میں کبھی بھی ان کے مشورہ اور ان کے علم میں لائے بغیر تلوار لے نیاں نہیں کروں گا۔ تم میں سے کوئی میرا خط آنحضرتؐ کے پاس لے جائے اور ان سے حکم لائے اگر انہوں نے اجازت دے دی تو پھر قصر الذہب کو فتح کئے بغیر مدینہ نہیں جاؤں گا

عمر و ابن امیہ نے عرض کیا۔ قیل یہ خدمت میں کرنے کو تیار ہوں۔ بشرطیکہ آپ ایسی دعا فرمائیں کہ میرا سفر کم سے کم ہو جائے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تو ابھی مدینہ پہنچ جائے گا۔ پھر حضرت علیؑ نے حسب ذیل خط لکھا۔
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ عَلٰی اَبْنِ اَبِی طَالِبٍ الْفَضْلُ مَخْلُوْقُ هٰذَا۔ اَمِنْ ذَاتِ اَحَدِیَّتٍ۔ نُوْرِ هِدَايَتٍ اور چراغِ رَہنمائی
 کی خدمت میں عرض یروداز ہے کہ

میں عامر ابن حجاج کے قید کے پاس آپ کے حکم کی تعمیل میں گیا۔ انہیں دعوت اسلام دی۔ لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ میں نے ان کی جماعت کو پراگندہ کر دیا۔ ان سے حق خدا و رسول وصول کر لیا۔ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ صرف سن رسیدہ بوڑھے ان میں سے بچ گئے تھے۔ یا کم سن بچے رہ گئے تھے۔

مجھے اطلاع ملی ہے کہ ان کی سرزمین کے عمدہ اور شاداب ترین علاقہ میں ایک قصر الذہب ہے۔ اس پر ایک عظیم اثر دہانے قبضہ کر رکھا ہے۔ آج تک اس سے عظیم اثر دہانہ سننے میں آیا ہے اور نہ دیکھنے میں۔ میرے خیال میں یہ جن سے اثر دہا ہے اور اس قوم کے سرکش جنات نے راستے روک رکھے ہیں بہت سی انسانی جانیں تلف کر چکے ہیں۔ میں محمد ادا اور چند دوسرے صحابہ کو وہاں بھیجا تھا۔ انہوں نے اسے دیکھا تو ہے۔ لیکن اس کے قریب نہیں جاسکے۔ گھوڑے دھوئیں کی بو پا کر واپس بھاگ کھڑے ہیں۔ تمام مسلمان

غش کھا گئے تھے۔ حال رقعہ عمرو نے بھی بچشم خود اسے دیکھا ہے۔ جس وقت یہ میرے پاس آئے ہیں میں نے بلاتا خیر عمرو کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اب مجھے حکم فرمایا اللہ کی بے شمار رحمتیں آپ کے شامل نہیں انشاء اللہ ہر حکم میں آپ مجھے اپنا مطیع اور فرمانبردار پائیں گے۔ والسلام اور عمرو خط لے کر شکر سے باہر آیا۔ حضرت علیؑ نے دعا مانگی طی الارض ہوا اور اسے سلمے مدینہ کے در و دیوار نظر آنے لگے۔

ادھر ذات باری کی طرف سے جبریلؑ نے اگر آنحضرتؐ کو خالق اکبر کے سلام پہنچانے کے بعد عرض کیا۔

ذاتِ احیت کا ارشاد ہے تو نے اپنا بھائی میری امان میں دیا تھا اور وہ تاحال میری امان میں محفوظ اور

سالم ہے۔ اس نے تیرے پاس عمرو ابن امیہ کو بھیجا ہے۔ اور تجھ سے جنات میں سے ایک جن شکیل اثر دیا

ہے کہ بارے میں اذن چاہا ہے۔ یہ جن قصر الذہب پر قابض ہے۔ اس نے اپنے علاقہ سے تمام قبائل

کو بھگا دیا ہے۔ کوئی ایک اس کے قریب بٹھک تک نہیں سکتا۔ وہ اس علاقہ کا تنہا مالک بنا ہوا ہے۔

اس کے ساتھ پچاس ہزار جن ہیں۔ جو موشیوں اور وحشی حیوانوں کی شکل میں رہتے ہیں۔ اگر میں چاہوں تو ایک

ملک کے ذریعہ اسے تباہ کر سکتا ہوں۔ لیکن میری مشیت یہ ہے کہ تیرے بھائی کے ہاتھوں یہ جن اپنے انجام

کو پہنچے۔ اور تاریخ اسلام میں تیرے بھائی کے لیے ایک اور باب رقم ہو جائے۔ اسے حکم دیں کہ وہ قصر الذہب

جائے۔ تنوار ساتھ رکھے۔ میری کتاب سے آیاتِ محافظہ کی تلاوت کرتا رہے۔ فتح اس کے قدم چومے گی۔

جبریلؑ یہ پیغام دے کر واپس ہوا اور عمرو ابن امیہ نے وق الباب کیا آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جاؤ عمرو کے سامنے

دروازہ کھولو۔ عمرو سامنے آیا۔ خط دیا۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ قلم کا غذا اور دوات لائی جائے۔ جب سب کچھ حاضر

ہو گیا۔ تو آپ نے حضرت علیؑ کو خط لکھنے کی خاطر امام حسنؑ کو بلایا۔ قریب بٹھایا۔ اور فرمایا۔ بیٹے اپنے بابا کو مانا کی

طرف سے خط لکھو۔

امام حسنؑ نے عرض کیا۔ قبلہ کیا لکھوں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:

بیٹے جیسے میں نکھواتا جاؤں ویسے لکھتے جاؤ۔

امام حسنؑ نے عرض کیا قبلہ فرما بیٹے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا:

بیٹے لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ آپ کا خط موصول ہوا ہے۔ میں آپ کا مقصود سمجھ گیا ہوں۔ جو کچھ آپ

نے دشمنانِ خدا سے سلوک کیا ہے۔ اللہ اس پر بہتہ صرف راضی ہے۔ بلکہ خوش ہے۔ اور تمام واقعات

سے مجھے ہر گاہ کر دیا ہے۔ اب حکم خدا ہے کہ قصر الذہب کی طرف جاؤ۔ اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ یہ

سرکش جنات کا پچاس ہزار نفوس پر مشتمل ایک گروہ ہے۔ جو مختلف نسلوں اور رنگوں میں یہاں رہ کر مخلوق

خدا کے لیے باعث اذیت بن چکے ہیں۔ آیات حکمت اور جنات سے متعلق آیات کی تلاوت کئے رکھتا۔ جنات کو جلانے والی آیات پڑھتے رہتا۔ اپنے ساتھ صرف انہی صحابہ کو رکھتا جن پر مکمل اعتماد ہو۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے خط عمر کو دیا۔ اور فرمایا۔ جابر بن عبد اللہ مدینہ تیرا سفر پہلے کی طرح مختصر ہو جائے گا۔ عمرو خط لے کر بیرون مدینہ آیا۔ ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ دیکھا سامنے حضرت علیؑ اپنے لشکر میں قبیلہ عامر ابن حجاج سے حاصل کردہ مال کی فہرست بنا رہے ہیں۔ حضرت علیؑ نے اس فہرست کو ایک طرف رکھا اور فرمایا۔ دیکھو عمرو ابن امیہ آ رہا ہے۔ اور اس کے پاس آنحضرتؐ کا نام مبارک ہے آؤ چلیں قاصد رسولؐ اور نامہ بر نبیؐ کا استقبال کریں۔ تمام صحابہ اور حضرت علیؑ اٹھ کر عمرو کے استقبال کو آگے بڑھے۔ عمرو قریب آیا۔ جھک کر زمین ادب کو بوسہ دیا۔ خط حضرت علیؑ کے سپرد کیا۔ آپ نے خط لیا۔ پہلے آنکھوں پر لگایا۔ پھر بوسہ دیا۔ پھر کھولا۔ دیکھا بیٹے کا لکھا ہوا خط تھا۔ مسرت سے آنسو جھپک پڑے خط پڑھا۔ پھر تمام صحابہ میں منادی کرائی۔ جب سب جمع ہو گئے تو فرمایا۔ سب جا کر اپنی اپنی جگہ بیٹھو تاکہ میں تم میں سے ارشاد رسالت کے مطابق اپنے ساتھیوں کی انتخاب کر لوں اور قصر الذہب فتح کرنے کی خاطر جاؤں۔ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ حضرت علیؑ نے۔

عمار یاسر۔ زبیر ابن عوام۔ قیس ابن سعد۔ سعد ابن عبادہ اور مقداد کو حکم دیا اپنے گھوڑے تیار کرو۔ اور میرے ساتھ چلو۔ پھر آپ نے نبی اکرمؐ کی ذرہ۔ جناب حمزہ کا خود۔ جعفر طیار کا کمر بند یا منہ صفا ذوالفقار ہاتھ میں لی نبی اکرمؐ کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور منتخب کردہ صحابہ کو لے کر قصر الذہب کی طرف روانہ ہوئے۔ علم ہاتھ میں لیا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ نصر من اللہ وفتح قریب۔

جب قصر الذہب کا فاصلہ ایک میل سے بھی کم رہ گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اب گھوڑوں سے اتراؤ۔ آپ نے ایک بالوں سے بنی ہوئی درمی بچھائی اس پر تمام صحابہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔

عمار کہتا ہے کہ جوڑی ہم بیٹھے۔ ہم نے قصر کے دروازہ سے آگ کی بڑھتی ہوئی زبان دیکھی جو کبھی بلند ہوتی تھی اور کبھی نیچے آتی تھی۔ اس سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ جو چیز بھی ارد گرد تھی سب کو آگ لگ گئی۔ پھر وہ ہماری طرف بڑھنے لگی۔ حتیٰ کہ مدت ہم تک پہنچنے لگی۔ گرمی سے ہمارا پسینہ دہانہ مشک کی طرح بہنے لگا۔ پیاس بڑھ گئی۔ گھوڑے بدک کر بھاگ گئے۔ سوائے نبی اکرمؐ کے گھوڑے کے باقی تمام گھوڑے دو میل تک دور نکل گئے۔ جب حضرت علیؑ نے دیکھا تو۔

آپ نے فرمایا:

ایما الخیل ارجعی باذن اللہ واطیعی
امراہن عم رسول اللہ۔
اے گھوڑا واذن باری سے واپس آؤ اور براہِ رسولؐ کا حکم مانو۔

یہ سنتے ہی تمام گھوڑے واپس آگئے۔ جو کچھ ہم دیکھ رہے تھے لمحہ بلمحہ ہمارے قلبی ضعف میں اضافہ ہو رہا تھا اور خوف بڑھتا جا رہا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

دیکھو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ جن ہے۔ البتہ یہ بات یاد رکھو کہ آج تم ایسے ہولناک مناظر دیکھو گے کہ اگر بچے دیکھ لیں تو بوڑھے ہو جائیں۔ اور قوم جن مجھ سے پناہ مانگنے لگے گی۔

حضرت علیؑ یہ بات کر رہے تھے کہ قصر کے دروازہ سے ایسا تاریک دھواں نکلا جس سے پوری فضا تاریک ہو گئی اور ہمارے دم گھٹنے لگے۔ ہم ایک دوسرے کو نظر بند نہیں آ رہے تھے ہم نے چیخنا چاہا لیکن ہماری آوازیں ہمارے گلے سے باہر نہیں نکل رہی تھیں۔ یہ سلسلہ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ رہا ہر دو گاہ لیکن جب ختم ہوا تو ہم سب بیہوش ہو چکے تھے۔ جب ہمیں ہوش آیا۔ ہم نے حضرت علیؑ کو دیکھا ان کے چہرہ پر خوف و پریشانی کی ہلکی سی کیڑ تھیں۔ البتہ غصہ سے ان کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔

اس محل میں بارہ دروازے تھے۔ عمار کہتا ہے میں نے عرض کیا۔ قبیلہ جو کچھ کرنا ہے ابھی کر گزریں کس بات کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت علیؑ زبیر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اب گھوڑے سے اترا۔ زبیر گھوڑے سے اترا۔ آپ نے حکم دیا اپنے ہتھیار ایک مرتبہ اچھی طرح پھر سے سنبھال لے۔ اور تلوار کو گلے میں داخل کر لے۔ آپ نے زور دے گا عامہ سر پر رکھا اور فرمایا۔ اے قیس تو میرے بائیں رہنما عمار سے فرمایا۔ تو میرے پیچھے چل۔ مقتدا کو حکم دیا تو میرے دائیں آ جا اور دیکھو اللہ آپ لوگوں پر رحم فرمائے اب موت کے لیے تیار ہو جاؤ۔

پھر آپ نے اپنے دوسرے صحابہ سے فرمایا۔ تم لوگ زمین میں ایک گڑھا کھود کر اس میں بیٹھ جاؤ۔ آنکھیں بند رکھنا۔ تلاوت قرآن کئے رکھنا۔ کسی بھی بات سے ڈرنا مت۔ پھر آپ نے انہیں ایک جگہ جمع کیا۔ ان کے گرد سورہ طہ کا حصار کھینچا۔ پھر زبیر۔ قیس۔ عمار۔ اور مقتدا سے فرمایا۔ اب تم لوگ میرے پیچھے آؤ۔ حضرت علیؑ آگے بڑھے اور ایک ایسی بلند تکبیر کہ تمام صحرا لرز گیا۔ اس وقت قصر سے ایک دیو برآمد ہوا اس نے بھی ایک آواز لگائی اسے مختلف اطراف سے مختلف زبانوں میں جواب ملنے لگے۔

پھر حضرت علیؑ آگے بڑھے اور زبیر اب کچھ پڑھنے لگے۔ اب ہم پر پیچھروں کی بارش شروع ہو گئی حضرت علیؑ اپنی ڈھال سے ہمیں اور اپنے آپ کو بچاتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ لیکن آگ کے شعلوں کی گرمی سے آگے قدم بڑھانا مشکل ہو گیا تھا۔ پھر مختلف صورتیں اور شکلیں ہمارے ارد گرد پھرنے لگیں۔

جب حضرت علیؑ نے ہمیں دیکھا تو ہمارے جسم بے جان سے ہو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ تم لوگوں کو میرے حتیٰ کی قسم ہے اسی جگہ رک جاؤ اور میرے ساتھ نہ چلو۔ مجھ کو برحق نبی مبعوث کرنے والے کی قسم! میرے بغیر اس

کا مقابلہ کوئی بھی نہ کر سکے گا۔ اگر میں پنج گیا تو آپ کی فتح ہے۔ اور اگر میں واپس نہ آسکا تو نبی اکرم کو میرے سلام عرض کرتا اور یہ بھی عرض کر دینا کہ آپ کے حکم کی تعمیل میں جان دی ہے۔
جب ہم نے یہ بات سنی تو ہمارے ہوش اڑ گئے۔ ہمیں دیو بھول گیا۔ اور ہم نے رونا شروع کیا۔ اور عرض کیا یا علی! ہم کس منہ سے آنحضرت کو یہ بتائیں گے کہ آپ آخری سلام عرض کر رہے تھے۔
عمار کہتا ہے میں نے عرض کیا۔
قبیلہ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے آپ سے کتنی محبت ہے۔ میری خواہش ہے آپ مجھے اپنے قدموں سے دور نہ کریں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

عمار! ایک شرط ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ فرمائیے۔

آپ نے فرمایا:

اس شرط پر ساتھ سے جاؤں گا کہ نہ تو تلوار چلائے گا اور نہ کمان میں تیر رکھے گا۔

میں نے جب آپ کی یہ نوازش دیکھی تو عرض کیا۔ قبلہ مجھے آپ کی ہر شرط قبول ہے۔ آپ کے بعد مجھے

زندگی اچھی نہیں لگ رہی۔

آپ چند قدم آگے بڑھے ہیں آپ کے ساتھ تھا۔ کبھی آپ فرماتے عمار میرے دائیں آجا کہیں اس کے وار کی زد میں نہ آجائے اور کبھی فرماتے عمار اب میرے بائیں طرف آجا وہ اس طرف سے تجھ پر وار کرنا چاہتا ہے میں تیری ڈھال بناؤں گا میں اصحاب رسولؐ پر اپنی جان نثار کرتا ہوں۔ جب ہم قصر کے قریب پہنچے۔ تو مجھے ایسے لگا جیسے ہمارے قدموں کے نیچے زمین زلزلہ میں ہے۔ ہماری طرف آگ کی ایک زبان بڑھی۔ جب ابھی طرح ہمارے قریب آگئی تو آپ نے خنجر سے وہ زبان کاٹ کر میری طرف پھینکی اس سے اتنی آگ ٹپک رہی تھی کہ میرے کپڑے جلنے لگے۔ حضرت علیؑ نے وہ آگ بجھائی اور فرمایا:

عمار تیرا تحفظ میرے لیے ایک مسئلہ بن گیا ہے۔ تو واپس اپنے ساتھیوں کے پاس جا اھو مجھے تنہا چھوڑ دے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ تجھ پر رہے ہیں۔ اب میں کیسے جاسکتا ہوں۔ آپ کے ساتھ تو پھر بھی تحفظ ہے

جب میں تنہا گیا تو میں ساتھیوں تک پہنچنے سے قبل مارا جاؤں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تو یا میں تیرا تحفظ کروں گا۔

جب واپس ہوا حضرت علیؑ میرا تحفظ کرتے رہے۔ جب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو مجھ میں بولنے کی طاقت تو بجائے خود کھڑے ہونے کی ہمت بھی نہ تھی میں گر گیا۔ اور بیہوش ہو گیا جب ہوش آیا تو دیکھا پانی میں شرابور تھا۔ مجھے ساتھیوں نے بتایا کہ تجھ پر پانی پھڑک پھڑک کر بہہ مشکل تھے ہوش میں لائے ہیں۔ میں نے کہا۔ جتنا عرصہ میں غش میں رہا ہوں۔ مجھے اتنے وقت کا حال سناؤ حضرت علیؑ نے کیا کیا ہے۔ مقدار نے بتایا کہ حضرت علیؑ اس آگ کے قریب ہونے لگے۔ جوں جوں آپ آگے بڑھتے گئے پتھروں کی بارش میں اضافہ ہوتا گیا۔ پھر حضرت علیؑ نے ایک ایسی گرجہ انجیر کہی کہ ہمیں ایسے محسوس ہوا جیسے آسمان پھٹ کر زین پر گر جائے گا۔ پھر آپ نے لا حول ولا پڑھا۔ حضرت علیؑ نے قصر الذہب کی طرف جاتے ہوئے ہم سے فرمایا تھا کہ اگر ضرورت میں واپس آ جاؤں تو فیہا ورنہ مدینہ جا کر آنحضرتؐ کی خدمت میں میرے آخری سلام کہہ دینا اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے آنحضرتؐ کو سنا دینا۔

سعد کہتا ہے کہ جب انجیر کے بعد ہمیں ایک ذوالفقار کی چمک۔ دوسرا حضرت علیؑ کی وائیں بائیں پکرائی کلائی اور تیسرا صدائے تکبیر سنائی دیتی تھی۔ ہم دعا مانگ رہے تھے۔

بار الہا اپنا وعدہ پورا فرما۔ اپنے نبیؐ کو دختر نبیؐ اور فرزند ان نبیؐ کے دل شہادت علیؑ سے آتش نہ فرما۔ عاز کہتا ہے کہ پھر آپ کی آواز آنا بند ہو گئی۔ ہمیں تو صرف آواز ہی کا سہارا تھا۔ جونہی آواز بند ہوئی۔ دھواں پہلے سے زیادہ بڑھنے لگا۔ حتیٰ کہ اس پورے علاقہ پر اتنا دھواں چھایا کہ ہمیں اپنا جسم تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہم نے اپنے کان پوری طرح قصر کی طرف لگائے لیکن ہمیں نہ کچھ نظر آتا تھا اور نہ کچھ سنائی دیتا تھا۔

زبیر نے کہا: دیکھو اب تک آرام سے بیٹھے رہے ہواب مناسب ہی ہے کہ آہستہ آہستہ محل کی طرف بڑھو دروازہ کھولیں اور دیکھیں کہ حضرت علیؑ کے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ ہم سب نے زبیر کا مشورہ پتہ کیا۔ اور آہستہ آہستہ محل کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ جونہی ہم محل کے دروازہ پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کا ارادہ کیا۔ دروازہ سے ایک اژدہا نکلا۔ اور ہماری طرف بڑھنے لگا۔ ہم ڈر سے آتا دیکھ کر پیچھے کو بھاگے اور اپنی پہلی جگہ پر آکر دم لیا۔ اژدہا ہمارے قریب آیا۔ اور اپنے منہ سے بھکنے والی آگ سے ہمارے گھوڑوں کو جلا کر واپس چلا گیا۔ صرف سرور لیاؤ کا گھوڑا بچ گیا۔ باقی تمام گھوڑے جل گئے۔

اژدہا پھر واپس محل میں چلا گیا۔ اب ہم تقریباً حضرت علیؑ سے بائیں مایوس ہو گئے تھے۔ اور ہم سوچنے لگے کہ اب ہم کبھی حضرت علیؑ کو نہ دیکھ سکیں گے۔ یہ تصور کرتے ہی ہماری آنکھوں سے ٹپ ٹپ آسو گرنے لگے۔ پھر ہمیں ذاتِ احدیت کا آنحضرتؐ سے کیا گیا وہ وعدہ یاد آجاتا کہ میں علیؑ کو تیرے پاس صبح و سالم واپس پہنچاؤں گا یہ وعدہ یاد کر کے ہمیں کچھ حوصلہ آجاتا۔

انس ابن مالک سے مروی ہے کہ حضرت نبی جناب ام سلمہ کے حجرہ میں سو رہے تھے کہ عالم خواب میں ذاتِ احدیت نے جناب زہرا کو فخرِ الذہب کا منظر دکھایا منظرِ الذہب کے ہولناک مناظر اور حضرت علیؑ کو تنہا ان میں گھرا دیکھ کہ جناب زہرا گھبرا گئیں۔ اور بیساختہ رو رو کر کہنے لگیں۔ اے ابوالحسن میری جان آپ پر قربان۔ میری جان آپ پر قربان۔

جناب ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے بہت عرصہ دیا لیکن جناب زہراؑ کا گریہ تھکنے میں نہ آیا میں نے ففتہ سے کہا ر ففتہ جلد ہی مسجد میں جا اور سرور کو تین گواہوں کے ساتھ لے کر فاطمہؑ کی خبر لیجیے۔

جناب فاضل نے جا کر جب آنحضورؐ کو اطلاع دی تو آپؐ اتنی جلدی میں آئے کہ فعلین زیب پا کرنے کی بجائے ہاتھ میں لے لیں۔ عبادوش مبارک سے ایک طرف دھٹک گئی۔ گھر تشریف لائے۔ دیکھا تو جناب زہراؑ کی آنکھوں سے آنسو بارش کی طرح گر رہے تھے۔ آپؐ قریب آئے۔ جناب زہراؑ کا سر چوہا۔ کندھے سے لگایا اور فرمایا۔ کیا بات ہے جناب زہراؑ صرف اتنا کہہ سکیں۔ بابا جان خدا کے لیے علیؑ کی امداد کیجئے کہیں میرے کمسن حسین یتیم نہ ہو جائیں۔ آپؐ کا دین تو پرج جائے گا۔ لیکن میرے یہ کمسن کہاں جائیں گے۔ بابا آپؐ کی زہراؑ کا سہارا کون ہوگا؟

نبی اکرمؐ نے سر کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا۔ بیٹی بھلا کیسے ہو سکتا ہے علیؑ اتنی مصیبت میں گرفتار ہوا اور جبریلؑ مجھے اطلاع نہ دے۔ میں نے علیؑ کو حکم فائق سے قصر الذہب بھیجا ہے۔ جب تک جبریلؑ نہیں آئے گا میں کچھ بھی نہیں کروں گا۔ حوصلہ رکھ میری بیچی اللہ علیؑ کا نگہبان ہے۔ میری دعائیں علیؑ کے ساتھ ہیں۔ کچھ بتا تو سہی ہوا کیا ہے بی بی نے عرض کیا:

بابا میں سو رہی تھی کہ عالم خواب میں میں نے ابوالحسن کو سرکش اور باغی جنات میں تنہا کھڑا ہوا دیکھا ہے۔ وہ جنگ بھی کر رہے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں۔ فاطمہ دیکھ رہی ہو میں تنہا ہوں اور یہ پچاس ہزار ہیں۔ اگر میں بہال سے واپس نہ آسکا تو خود بھی میرا آخر سلام قبول کر لو۔ حسین کو بھی میری طرف سے پیار کر لینا اور اپنے بابا کو بھی میرے آخری سلام پہنچا دینا۔

بابا آپ مجھ پر ترس کھائیں میرے بچوں کی کمسنی پر رحم فرمائیں علیؑ کی مدد فرمائیں وہ انتہائی تکلیف اور مصیبت میں گھرے ہوئے کسی جنگ میں ہیں نے علیؑ کو اس طرح مایوس انداز میں نہیں دیکھا جیسے آج دیکھا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

بیٹی تجھے معلوم ہے کہ میں وحی الہی کے بغیر ایک لفظ بھی نہیں کہتا اور ایک قدم بھی نہیں اٹھاتا میں وحی کے انتظار میں ہوں میرا اللہ مجھے تنہا نہیں چھوڑے گا۔

جناب حسنینؑ نے ہاتھ جوڑ کے عرض کیا - نانا جان آپ کو اپنی نبوت کا واسطہ آپ ہمیں ہمارے بابا تک پہنچا دیں آپ کو اللہ نے اس قدرت سے نوازا ہے - ہمارا بابا تمہارا ہے ہم اپنی جان بابا کے قدموں میں قربان کر دیں گے۔

آنحضورؐ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہہ پڑے دونوں شہزادوں کو اٹھا کر گود میں لیا دونوں کے منہ چومے اور فرمایا میرے بچو! تمہارے بابا تمہاری نسبت اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ عزیز ہیں۔

اتنے میں جبریل امینؑ نے آکر آنحضورؐ کو ذاتِ احدیت کی طرف سے سلام پہنچانے کے بعد عرض کیا - ارشاد قدرت ہے - فاطمہؑ میری کینر سے کہو - اطمینان رکھے - علیؑ جس طرح مدینہ سے روانہ ہوا تھا اسی سلامتی و عافیت سے واپس مدینہ آئے گا - میں نے فتح کو علیؑ کے قدموں میں رکھا ہے۔

سرورِ انبیاءؐ نے دست دعا بلند کر کے عرض کیا - بارالہا - میری درخواست ہے کہ اب مجھے زہراؑ اور حسنینؑ کو قصر الذہب میں علیؑ کی جنگ اس طرح دکھا کہ ہم اسے لڑتا ہوا قریب سے دیکھ سکیں۔

جبریلؑ نے آکر عرض کیا - ذاتِ احدیت کا ارشاد ہے - میرے حبیب! مجھ سے دُعا مانگنے کی کیا ضرورت ہے کائنات تیرے حکم کی تابع ہے زمین کو حکم دے وہ قصر الذہب اور مدینہ کے درمیان سے نیچے ہو جائے تو بھی دیکھ اپنی بیٹی کو بھی دکھا اور حسنینؑ کو بھی قصر الذہب کا منظر دکھا۔

آنحضورؐ سعد ابن عبادہ کے مکان کی چھت پر گئے جناب حسنینؑ اور جناب زہراؑ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے زمین کو حکم دیا - زمین درمیان سے نیچے ہو گئی - قصر الذہب ایک تیر کے فاصلہ پر نظر آنے لگا۔ آنحضورؐ نے دیکھا حضرت علیؑ درمیان میں ہیں اور گردِ جنات ہیں حضرت علیؑ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے ہیں۔

عمار کا بیان ہے کہ میں نے آنحضورؐ کی صدائے تکبیر بھی سنی اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہوئے سنا یا علیؑ دائیں طرف سے ایک موذی اژدہا حملہ کرنے والا ہے - حضرت علیؑ نے دائیں طرف حملہ کر کے اسے فی النار کیا - پھر ذاتِ احدیت نے ہماری آنکھوں کے سامنے سے حجاب دور کر دئے ہم بھی حضرت علیؑ کی جنگ آنکھوں سے دیکھنے لگے - حضرت علیؑ نے تین تکبیریں کہیں آپ کے ان ساتھیوں نے بھی تین مرتبہ اللہ اکبر کہا جو قصر الذہب سے باہر گرے میں بیٹھے دیکھ رہے تھے۔

ان تین تکبیروں کے بعد آگ بجھ گئی - دھواں ختم ہو گیا - مختلف شکلوں میں کچھ افراد نظر آنے لگے۔ جو مختلف قسم کی زبائیں بولتے تھے۔ اور حضرت علیؑ دائیں بائیں تلوار سے انہیں اصل جہنم کر رہے تھے کہ یکایک ان کی طرف سے آوازیں آنے لگیں - امیر المؤمنین الامان - امیر المؤمنین الامان -

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اور محمدؐ کی نبوت کے قائل نہیں ہے۔

مصطفیٰ کو مانتا ہے۔ حضرت علیؑ اس کے قریب گئے تلوار سے وار کر کے اس ہاتھی کو قتل کر دیا۔ کنڈی نیچے گرا آپ نے اسے گرفتار کر لیا جو نہی آپ نے گرفتار کیا۔ مدینہ کی طرف سے سردار نیاؤ کی آواز آئی۔ یا علیؑ اپنا قیدی مجھے بخش دو۔

حضرت علیؑ نے کنڈی کو چھوڑ دیا۔

وہ حیرت سے حضرت علیؑ کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ یا علیؑ! اس وقت آپ نے مجھے چھوڑ دیا ہے جب کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ کا دشمن ہوں اور آپ مجھے گرفتار کر چکے تھے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ذرا مدینہ کی طرف دیکھ۔ میں نے تجھے نہیں چھوڑا۔ میرے آٹا نے تجھے تیری سفارش کی ہے۔

کنڈی نے جب مدینہ کی طرف دیکھا تو ذاتِ احدیت نے اس کے سامنے سے جہا بات دور کر دیئے اسے بالکل اپنے قریب آنحضرتؐ جنابِ حسینؑ اور دیگر صحابہ سوائے مدینہ پر کھڑے نظر آئے جو سب جنگ دیکھ رہے تھے۔ کنڈی نے حیرت سے پوچھا۔ یا علیؑ! یہ کون ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جو سامنے کھڑے ہیں اور اس کے ہاتھ دو بچوں کے ہاتھوں میں ہیں یہی ہمارا آقا و مولا نبیؐ کو میں ہے دونوں بچے میرے حسینؑ ہیں اور ارد گرد تمام صحابہ ہیں۔

کنڈی نے کہا۔ یہ کہاں کھڑے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

اپنے گھر۔ مدینہ کی حد پر کھڑے ہیں۔

کنڈی نے پوچھا۔ یہاں سے مدینہ کتنا سفر ہے؟

آپ نے فرمایا: چالیس دن کا سفر ہے۔

کنڈی نے کہا۔ اور یہ چالیس دن کے سفر کے فاصلہ پر اپنے گھر کھڑے ہو کر ہمیں دیکھ رہے ہیں آپ سے باتیں بھی کر رہے ہیں اور آپ ان کی باتیں سن بھی رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

دیکھ لے۔ میں نے نبیؐ الہی کا حکم سن کر ہی تجھ کو چھوڑا ہے۔

کنڈی نے کہا۔ ایک مرتبہ آپ مجھے بھی ان کی آواز سنا دیں۔ تاکہ مجھے پورا اطمینان ہو جائے۔

آپ نے فرمایا: وہ تیری بات سن رہے ہیں۔ اگر انہوں نے مناسب سمجھا تو تجھے جواب دیں گے درنہ

میں انہیں مجبور نہیں کر سکتا۔

۴ مختصراً نے فرمایا:

کنڈی تو کس بات کا اطمینان کرنا چاہتا ہے؟

کندی حضرت علیؑ کے قدموں پر گرا اور عرض کی۔ بس یا علیؑ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ مجھے یقین ہے آپ کا دین حق ہے۔ اور آپ کا نبیؐ نبی حق ہے۔ مجھے کلمہ پڑھاؤں۔

آپ نے اسے کلمہ پڑھایا، پھر جلدی کو قتل کیا۔ کندی کی شادی جلدی کی اسی بیٹی سے کرائی جس سے جلدی نے وعدہ کیا تھا۔ پہنچ جانے والے اہل عمان مسلمان ہو گئے۔ آپ نے وہاں چند آدمی مامور کئے۔ جو انہیں احکام اسلام سکھائیں اور خود واپس پلٹ کر مدینہ آ گئے۔

۱۲۔ قاتلانِ نبیؐ

امالی صدوق میں زید ابن علیؑ سے منقول ہے کہ ایک دن نبی کو نین نماز صبح سے فارغ ہوئے تو تمام صحابہ سے فرمایا کہ تین افراد تے خلاف کعبہ ہاتھ میں لے کر لات و مزی کی قسم کھاؤں ہے کہ وہ مجھے قتل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ اور وہ اپنے اپنے گھروں سے میری طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ اگرچہ انکی قسم جھوٹی اور ارادہ ناکام ہے لیکن تم میں سے کون ہے جو انہیں ان کے ارادہ میں ناکام کرے اور مجھ تک پہنچنے سے قتل یا گرفتار کر لے۔ اس روز حضرت علیؑ کو بخار تھا وہ مسجد میں تشریف نہیں لائے تھے۔ کسی صحابی نے آپ کی حامی نہیں بھری سب خاموش ہو کر کھڑے رہے۔

آنحضرت نے فرمایا:

آج علیؑ نظر نہیں آ رہا۔

عاصرین قناد نے عزم کیا۔ قبل رات سے حضرت علیؑ کو کچھ تکلیف تھی اگر اجازت دیں تو میں انہیں بلا لاؤں
آنحضورؐ نے فرمایا :

یہی تیری مرضی ہو۔

عامر نے جا کر دوق البار

عرض کیا۔ آپ کو سہارا رسالتؐ نے یاد فرمایا ہے۔ آپ اسی طرح مسجد میں آ گئے۔
آنحضورؐ کو سلام کیا۔ اور عرض کیا قیلہ خیریت تو ہے۔

نبی کریمؐ سے فرمایا:

یا علی! ۱۰۰۰۰ افراد سے

وَالْعَصْرِ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ وَالْعَصْرِ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ وَالْعَصْرِ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ وَالْعَصْرِ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ وَالْعَصْرِ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ

وہ گھروں سے روانہ ہو چکے ہیں۔ میں نے اپنے صحابہ سے کہا ہے کہ کوئی ہے جو مجھے ان سے نجات دلائے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سب خاموش ہیں۔ میں کئی بار ان سے پوچھ چکا ہوں لیکن کوئی بھی آمادہ نہیں ہوا۔ جب آج کی خاموشی دیکھی تو قویا دا گیا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قتل ہیں جاتا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو لباس پہن لوں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ تو میرا لباس نہیں لو۔ یہ کپڑے ہیں یہ ذرہ ہے۔ یہ عامر ہے۔ یہ تنوار ہے۔ اور گھوڑا بھی میرا ہی ہے جاؤ۔

آنحضورؐ نے خود حضرت علیؑ کو سوار کیا، حضرت علیؑ کو گئے ہوئے تین دن گزر گئے۔ لیکن کوئی اطلاع نہ آئی جناب زہراؑ اور حسنینؑ گھیر کر نبی اکرمؐ کے پاس آئے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

بیٹی گھرانے کی کوئی بات نہیں ہے علیؑ ابھی آنے ہی والا ہے۔ کچھ دیر بعد حضرت علیؑ پہنچ گئے آپ کے ہاتھ میں ایک سرتقا اور دو قیدی تھے۔

آپؐ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا۔ یا علیؑ! تو واقعہ سنائے گا یا میں سناؤں۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قتلہ آپ کی زبان سے زیادہ مناسب ہے گا

آنحضورؐ نے فرمایا:

جب تو فلاں جگہ گیا تو یہ تینوں اونٹوں پر سوار تھے۔ انہوں نے تجھے دیکھ کر تجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور

تو نے جواب میں انہیں بتایا کہ میں علیؑ ابن ابی طالبؑ برادر رسولؐ ہوں۔

انہوں نے کہا۔ ہم کسی رسولؐ کو نہیں جانتے۔ ویسے ہم نے تیرے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ ہمارے لیے تو

اور محمدؐ ایک ہی ہو۔ اگر تجھے مار لیا تو پھر محمدؐ کا مارنا مشکل نہیں رہے گا۔ یہ کہہ کر اس مقتول نے تجھ پر حملہ کیا۔ تیرے اور

اس کے مابین کئی وار چلے۔ پھر ایک سرخ ہوا چلی اس سے آواز آئی جو میری آواز کے مشابہ تھی۔ یا علیؑ! اس کی ذرہ

بغل کے نیچے سے پھٹی ہوئی ہے۔ اسی جگہ وار کر تو نے موقع پا کر اسی جگہ وار کیا۔ پھر زرد آمد چلی اس سے

آواز آئی یا علیؑ! میں نے اس کی ران سے ذرہ الٹ دی ہے۔ اس جگہ وار کر تو نے ران پر وار کیا۔ یہ گر گیا تو

نے اس کا سر کاٹ لیا۔ پہلی آواز جبریلؑ کی تھی اور دوسری میکائیلؑ کی تھی پھر تیجھے ان دونوں نے کہا کہ تو ہمیں قتل

نہ کر کہ ہم نے سنا ہے کہ محمدؐ بہت رحیم اور کریم ہے ہمیں اسی کے پاس بے چل جیسے وہ فیصلہ کر دے۔ ہمیں منظور

ہوگا تو نے ان کی مشکیں کس لیں اور انہیں بے گئے آگیا۔

آنحضورؐ نے ایک گرفتار کو اپنے سامنے بلایا اور فرمایا۔ کلمہ پڑھ لے۔

اس نے کہا۔ میرے لیے کوہ ابو قیس کو سر پر رکھ لینا آسان ہے لیکن کلمہ پڑھنا مشکل ہے۔



بعد از نبی غزوات حیدریہ

۱۔ جنگ جمل:

نبی اکرم کی وفات کے بعد چھبیس برس حضرت علیؑ خاموش گھر میں بیٹھے رہے۔ اس عرصہ میں امت مسلمہ نے جتنی جنگیں بھی لڑیں کسی جنگ میں حضرت علیؑ کو شامل نہیں کیا گیا۔ اور یہ سب کچھ سیاسی مصالح کی وجہ سے تھا۔ ابوقتیبہ دینوری کی الامامت والی سیاست کے مطابق عثمانؓ نے ملت مسلمہ کا شیرازہ اندرونی طور پر کھوکھلا کر دیا تھا۔ اور امت مسلمہ اس حد تک کمزور ہو چکی تھی کہ اس میں کوئی سکت باقی نہ رہی تھی۔

قتل عثمانؓ کے بعد حالات اتنے نازک تھے کہ ان پر کنٹرول کرنا کسی کے بس میں نہ تھا۔ چنانچہ ان کٹھن حالات میں اہل مدینہ کے انہی ارباب بسبت و کشتار نے جنہوں نے ابوجہر و عمر و عثمانؓ کی بیعت کی تھی حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اہم المؤمنین مالشہ قتل عثمانؓ کا فتویٰ دینے کے بعد مکہ حج کو چلی گئیں تھیں۔ جب مصریوں نے خانہ عثمانؓ کا گھیراؤ کر رکھا تھا تمام اہل مدینہ گھروں میں بیٹھے تھے۔ کسی نے عثمانؓ کی حمایت میں ایک لفظ تک نہ کہا تھا۔

حضرت علیؑ کو جب بیعت لینے کے لیے کہا گیا۔ تو آپؑ نے کھلے لفظوں میں انکار کر دیا۔ لیکن آپؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر مجبور کر کے آپؑ کو بیعت لینے کی درخواستیں کی گئی ان درخواست گزاروں میں سب سے آگے طلحہ اور زبیر تھے۔

اگرچہ شیعہ ذرائع سے بھی جنگ جمل کے واقعات موجود ہیں۔ لیکن ہم اس جگہ صرف اور صرف اہلسنت کے معروف مورخین کے منقولات میں سے مختصر سا خاکہ پیش کر رہے ہیں۔

کشف الغمہ از علی ابن عیسیٰ اربلی شافعی کے مطابق جب بیعت علیؑ پر جمع ہونے والوں نے بیعت کو توڑ دیا جس کا پورا کرنا ان پر واجب تھا۔ ان لوگوں میں پیش پیش طلحہ اور زبیر تھے۔ یہی دونوں بیعت کرتے ہی بھی

سب سے علی کو مجبور کرنے والے تھے اور بیعت شکنی میں بھی یہی دونوں ابتداء کرنے والے تھے۔ انہوں نے قتل عثمان کو علیؑ کے گلے میں ڈالنے کی کوشش کی۔

ام المومنین عائشہؓ جو قتل عثمان پر لوگوں کو آمادہ کرتی تھی اس کے پاس مکہ میں گئے۔ ام المومنین مکہ سے واپس مدینہ آرہی تھی راستہ میں پہلے اسے قتل عثمان کی اطلاع ملی۔ اس نے پوچھا۔ بیعت کس کی ہوتی ہے۔ بتایا گیا کہ علیؑ کی بیعت ہوتی ہے تو ام المومنینؓ نے کہا۔ عثمان مظلوم قتل ہوا ہے۔ میں اس کے قتل کا بدلہ لوں گی۔

ساتھیوں نے عرض کیا۔ پہلے تو آپؐ نے فتویٰ دیا تھا کہ عثمان کو قتل کر دو۔ اب آپ قتل عثمان کے بدلہ کی بات کر رہی ہیں۔

ام المومنینؓ نے جواب دیا۔ عثمانؓ نے توبہ کر لی تھی۔ اسی شخص نے عرض کیا۔ آپ کو اس کی توبہ کا پتہ کیسے چلا جب کہ آپ فتویٰ دیکر مکہ علی آئیں۔ قتل عثمان کی اطلاع بھی آپ کو ابھی مل رہی ہے۔ کہیں بیعت علیؑ آپ کے غصہ کا باعث تو نہیں بن گئی؟ ام المومنینؓ نے کوئی جواب نہ دیا۔

اتنے میں طلحہ اور زبیر بھی آئے۔ ان کے مشورہ سے ام المومنینؓ نے مدینہ کی بجائے بصرہ کا رخ کیا۔ جب حضرت علیؑ کو اطلاع ملی کہ ام المومنینؓ طلحہ اور زبیر فوج جمع کر رہے ہیں۔ تو آپؐ نے ایک خطہ طلحہ اور زبیر کو مشترک کر اور ایک خطہ ام المومنینؓ عائشہؓ کو علیحدہ لکھا۔

طلحہ اور زبیر کے نام حضرت علیؑ کا مکتوب۔
اما بعد تم دونوں اچھی طرح جانتے ہو کہ میں نے لوگوں سے اپنی بیعت کرنے کی درخواست نہیں کی تھی۔ بلکہ لوگوں نے مجھ سے بیعت لینے کی درخواست کی تھی۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس سلسلہ میں مجھے کتنا مجبور کیا گیا کہ تم دونوں بھی میرے بیعت لینے پر مجھے مجبور کرنے والوں سے تھے تم نے بھی بیعت کی ہے۔ تم جانتے ہو کہ تم دونوں نے میری بیعت بلا کسی جبر و اکراہ کے کی ہے اگر تم نے بقائمی ہوش و حواس اور بلا جبر و اکراہ بیعت کی تھی تو اپنی بیعت شکنی پر توبہ کر دو۔ اور اپنی موجودہ روش سے باز آ جاؤ۔ اور اگر تم نے کسی جبر و اکراہ کے پیش نظر بیعت کی تھی تو تم خود اس بات کا گویا اعتراف کر رہے ہو کہ تم نے ظاہر الحق کو تسلیم کیا لیکن باطن کو مضمر رکھا۔

اے زبیر آپ تزلزل کے شہسواروں میں شمار ہوتے ہیں۔ اے طلحہ آپ کا مہاجرین میں ایک ممتاز مقام ہے۔ اگر تم سرے سے بیعت میں داخل ہی نہ ہوتے تو تمہارے لیے داخل ہونے کے بعد نکلنے سے بہتر تھا۔ تمہارا یہ الزام کہ میں قاتل عثمان ہوں۔ تو اس سلسلہ میں آؤ مدینہ کے ان غیر جانبدار افراد کا فیصلہ قبول کر لو

جو اس وقت نہ میرے ساتھ ہیں اور نہ تمہارے ساتھ ہیں۔ پھر جس کا جتنا جرم ہوگا اسے اتنی سزا دے دی جائے گی۔

جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں اگر واقعاً بقول آپ کے عثمان مظلوم قتل ہوئے ہیں تو تمہیں معلوم ہے کہ عثمان کے شرعی وارث موجود ہیں تم دونوں نہ تو عثمان کے شرعی وارث ہو اور نہ ہی تمہارے پاس عثمان کا کوئی وصیت نامہ ہے۔ پہلے تم دونوں نے میری بیعت کی۔ پھر بیعت توڑ دی۔ اور اپنی ماؤں کو چار دیواریوں میں بیٹھا کر مادر امت کو کھلے میدان میں لے آئے ہو۔ تم جانتے ہو کہ نص قرآن کے مطابق اللہ نے اور امت کو گھر کی چار دیواری میں رہنے کی واضح ہدایت کی ہے۔ میری طرف سے تمہیں اللہ ہی کافی ہے۔

ام المؤمنین کے نام حضرت علی کا خط۔
اما بعد آپ خانہ نبوی سے باہر آ گئی ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ اللہ اور رسول نے آپ کو اس گھر میں رہنے کا پابند کیا تھا۔ پھر آپ نے ایک ایسے معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ جو کسی بھی لحاظ سے آپ کے فرائض سے نہیں ہے۔

آپ یہ بھی فرماتی ہیں کہ میں امت میں اصلاح کی کوشش کر رہی ہوں۔ اگر آپ واقعاً اصلاح کرنا چاہتی ہیں۔ تو آپ یہ تو بتائیں کہ یہ فوجیں کس لئے جمع کی جا رہی ہیں۔

اگر آپ قتل عثمان کا بدلہ لینا چاہتی ہیں تو آپ کو معلوم ہے کہ عثمان بے وارث نہیں تھے۔ اور نہ ہی آپ عثمان کی شرعی وارث ہیں۔ عثمان بنی امیہ سے تھے۔ اور آپ بنی تمیم ابن مرہ سے ہیں۔ آپ تقویٰ اختیار کریں۔ گھر واپس آجائیں۔ اور پردہ میں آرام سے بیٹھ جائیں۔

ان دونوں خطوط کا حضرت علی کو ایک جواب ملا جو یہ تھا
یا علی! ہم کسی بھی طرح آپ کی باتوں میں نہیں آئیں گے اور نہ ہی آپ کی اطاعت کریں گے۔ آپ جو کچھ کرنا چاہیں کریں۔ جب یہ خط آپ کو ملا تو آپ نے اپنے صحابہ کو جمع کیا اور انہیں یہ خطہ دیا۔

تمہیں معلوم ہے کہ میں نے ان لوگوں کو جنگ سے باز رکھنے کی کتنی کوشش کی ہے۔ میں نے ان کی کتنی غلطیوں کی ہیں اور کتنی قسمیں دی ہیں تاکہ جنگ نہ چھڑے۔ اور یہ لوگ اس روش سے باز آجائیں۔ میری ہر منت و سماجت کے جواب میں ہر دفعہ مجھے ان کی طرف سے یہی جواب ملا۔ علی اب میدان میں نکل آ۔ تمہیں معلوم ہے کہ مجھے نہ تو جنگ سے ڈرایا جاسکتا ہے نہ ہی میں کسی گھبراہٹ کا شکار ہو سکتا ہوں۔ میں وہی ابوالحسن ہوں جس نے ان کی ہر دھار کو کند کیا ہے۔ میں نے ہی زمانہ کفر میں ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا تھا۔ آج بھی میری پسلیوں میں وہی دل ہے۔ اللہ کی طرف سے میرا موقف واضح اور حق ہے۔ مجھے اپنے موقف میں رائی برابر بھی شک نہیں

مجھے یہ بھی یقین ہے کہ گھر میں بیٹھ رہنے والے موت سے بچ نہیں جاتے اور موت سے بھاگ جانے والے موت کو دھکیل نہیں دیتے جو قتل ہونے سے بچ جاتے ہیں وہ بھی مضر و مہلک جاتے ہیں مجھے اس موت سے بڑا پیار ہے تو لوہار سے آئے مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! مجھے ایک ہزار زخم کھا کر مرنا بشر کی موت کی نسبت کہیں زیادہ عزیز ہے۔ اس کے بعد آپ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا۔

بارالہ! طلحہ ابن عبید اللہ نے برصا و عربیت میری بیعت کر کے توڑ دی ہے تو اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہے میرے اللہ! اب اسے مہلت نہ دے اور اسے جلد از جلد اپنا انجام دکھا۔

بارالہ! زبیر ابن عوام نے خود بیعت کر کے توڑ دی ہے۔ میری قرابت کا پاس نہیں کیا میرے خلاف آتش جنگ بھڑکا دی ہے اسے یقین ہے کہ وہ حق پر نہیں ہے۔ بارالہ! تو ہی اسے سنبھال جیسے چاہے اور جہاں چاہیے۔

حضرت علیؓ دونوں لشکروں کے مابین کھڑے ہوئے تھے دونوں لشکروں میں تنہا حضرت علیؓ تھے جنہوں نے ذرہ وغیرہ کچھ بھی نہیں پہننا ہوا تھا گلے میں تھیں تھی۔ کتہے پر عیا تھی۔ سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ گھوڑے پر سوار تھے۔

جب آپ نے دیکھا کہ ام المومنین عائشہؓ کے سپاہی نیزہ زنی اور تلوار زنی پر آمادہ ہیں۔ کوئی نصیحت اور اور کوئی موعظہ ان پر اثر انداز نہیں ہو رہا۔ تو آپ لشکر ام المومنین عائشہؓ کی طرف بڑھے۔ اور باد آزدیلند فرمایا: زبیر کہاں ہے ایک مرتبہ میرے پاس آئے۔ مالک اشتر نے عرض کیا قبلہ یہ سب لوگ آپ ہی کے خون کے پیاسے ہیں اور آپ بلا اسلحہ ان کی طرف جارہے ہیں جب کہ ادھر ہر سپاہی اسلحہ سے لیس ہے آپ نے فرمایا:

مالک مطمئن رہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو میرے سامنے ہاتھ اٹھانے کی ہمت کر سکے۔ آپ نے دوسری مرتبہ پھر زبیر کے نام آواز دی۔ زبیر فوج سے باہر آیا۔ آپ نے فرمایا: زبیر تو دیکھ رہا ہے کہ میں لباس جنگ میں نہیں ہوں۔ میرے قریب آجا۔ جب زبیر قریب آگیا۔ تو

آپ نے فرمایا:

زبیر تو کیوں اس راستہ پر چل پڑا ہے؟

زبیر نے کہا۔ خون عثمان کا انتقام ہمیں اس جگہ لے آیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

کیا تو بے سمجھتا ہے کہ جو کچھ تم کرتے رہے ہو میں اس سے بے خبر ہوں؟ کیا تو طلحہ اور ام المومنین عائشہؓ قتل

عثمانؓ میں شریک نہیں ہو۔ ام المومنین عائشہؓ کا فتویٰ تھا کہ اس وقت موبود تھے۔ جب عثمانؓ کے گھر کا گھیرا ہوا ایک دو دن انہیں چالیس دن گھیرا رہا۔ تو اور طلحہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے اور خاموش بیٹھ کر قتل عثمانؓ کا انتظار کرتے رہے۔ اگر تم قصاص عثمانؓ میں مخلص ہو تو پھر پہلے تم دونوں اپنے آپ کو نبی عثمانؓ کے پیش کر دو۔

ہر صورت یہ مغالہ اور سہمے میں نے تجھے جس لیے بلایا ہے وہ اور بات ہے اور یہ ہے کہ میں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں۔ کیا تجھے وہ دن یاد ہے۔ جب نبی اکرمؐ نے تجھ سے پوچھا تھا۔ زبیر کیا تجھے علیؓ سے محبت ہے؟

اور تو نے کہا تھا۔ قبلہ علیؓ میرا خالہ زاد بھائی ہے مجھے علیؓ سے محبت میں کیا رکاوٹ ہو سکتی ہے؟ اس وقت آنحضرتؐ نے تجھ سے فرمایا تھا کہ ایک دن تو علیؓ کے خلاف صف آرا ہوگا اور تو ناجی ہوگا؛ زبیر نے کہا۔ مجھے وہ دن بھی یاد آ رہا ہے اور یہ بات بھی یاد آ رہی ہے۔ حضرت علیؓ فرمایا:

میں تجھے اس اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں جس نے اپنے حبیب پر قرآن نازل کیا ہے اور جو مبعود کیا ہے۔ کیا تجھے وہ دن یاد ہے۔ جب آنحضرتؐ ابن عوف کے پاس سے تشریف لائے تھے تو ان کے ساتھ تھا۔ تیرا ہاتھ آنحضرتؐ کے ہاتھ میں تھا۔ میں نے سامنے آکر آنحضرتؐ کو سلام کیا تھا۔ سر دو کو نبیؐ مجھے دیکھ کر مسکرا دیئے تھے اور میں آنحضرتؐ کو دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔ اور تو نے کہا تھا۔ قبلہ! علیؓ کبھی طعنہ سے باز نہیں آتے آنحضرتؐ نے تجھے فرمایا:

زبیر ایسی بات نہ کر علیؓ کبھی طعنہ نہیں کرتا۔ تو ایک دن علیؓ کے خلاف محاذ ارا کرے گا اور تو ناجی ہوگا؛ زبیر نے کہا:

بالکل مجھے وہ دن ابھی طرح یاد ہے۔ اب میں آپ کے مقابلہ میں نہیں لڑوں گا اور میں ابھی ابھی شکر سے نکل جاؤں گا۔ زبیرؓ سر جھکا کر واپس آیا۔ ام المومنین عائشہؓ نے پوچھا۔ زبیر کیا بات ہے؟ زبیر نے کہا۔ مجھے پوری زندگی میں کبھی شک نہیں ہوا۔ لیکن آج علیؓ کے مقابلہ میں مشکوک ہو گیا ہوں۔ لہذا میں اس جنگ سے دست بردار ہوں۔ یہ کہہ کر زبیر صفوں سے نکل کر چلا گیا۔ مدینہ کی طرف آ رہا تھا۔ بنی تمیم کے ایک فرد عمر دان جرموز کے ہاں مہمان ٹھہرا جب سو یا تو عمرو نے یہ کہہ کر اسے قتل کر دیا کہ۔ امت مسلمہ کو دواخت کر کے ان کے درمیان آتش جنگ کو بھڑکا کر اب خود یہاں آرام سے سو رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں غیر جانبدار ہوں۔ مگر غیر جانبدار ہے تو پھر یہ جنگ کی لگ کس نے بھڑکا کی ہے؟ ام المومنین کو گھر سے کون یہاں لایا ہے؟ اور علیؓ کی ہر مصالحتانہ پیشکش کو کس نے ٹھکرایا ہے۔

طلحہ کو مروان نے موقع پاکر جنگ کے دوران تیر مارا وہ وہیں قتل ہو گیا۔
ام المومنین عائشہؓ کے لشکر سے عبداللہ نامی ایک شخص نکلا اور جرنوائی کرتے ہوئے حضرت علیؓ کو دعوت
جنگ دی۔ حضرت علیؓ اس کے مقابلہ میں آئے اور اسے قتل کیا۔ آپؐ واپس لشکر میں پلٹ رہے تھے کہ پیچھے
سے آواز آئی یا علیؓ کہاں جاتے ہو آپؐ نے پلٹ کر دیکھا تو ابن ابی خلف خزامی کھڑا تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

اے تم کہاں آگئے؟

ابن ابی خلف نے کہا:

میدان میں آیا ہوں اور آپؐ سے لڑنے آیا ہوں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

ابن ابی خلف میں تجھے اس جگہ اس انداز میں بات کرتے ہوئے دیکھ کر حیران ہو رہا ہوں۔

ابن ابی خلف نے کہا۔ یا علیؓ اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ آپؐ باتیں کرنا چھوڑیں اور مقابلہ پر آئیں۔
حضرت علیؓ نے فرمایا اتم میں سے جو بھی آئے گا میں کبھی پہل نہیں کروں گا پہلے دار پر دفاع کروں گا اور دوسرے
دار پر حملہ کروں گا۔ میں نہ پہلے لڑنا چاہتا تھا۔ اور نہ اب لڑنا چاہتا ہوں۔ اگر تجھے شوق ہے تو بسم اللہ
پورا کرے۔ ابن ابی خلف نے حملہ کیا۔ آپؐ نے وار دیکھا۔ پھر دوسرے حملہ میں اس کا دایاں ہاتھ کاٹا۔ دوسرے
وار میں بائیں ہاتھ کاٹا۔ اور تیسرے وار میں سر تن سے جدا کر دیا۔ پھر گھمسا لی پہلے لڑائی شروع ہو گئی۔ جو کتب
تاریخ میں پوری تفصیل سے مذکور ہے۔

اس عالم پیری میں بھی حضرت علیؓ نے خود جا کرام المومنین عائشہؓ کے اونٹ کے پاؤں کاٹے۔

مطالب السؤل میں محمد ابن طلحہ شافعی نے لکھا ہے کہ۔ ام المومنین عائشہؓ کی فوج میں تیس ہزار اور حضرت
علیؓ کی فوج میں بیس ہزار سپاہی تھے۔ ام المومنین عائشہؓ کی فوج سے سولہ ہزار سات سو نوے قتل ہوئے اور
حضرت علیؓ کی طرف سے ایک ہزار ستر شہید ہوئے۔ جنگ ختم ہوئی آپؐ نے ام المومنین عائشہؓ کو انتہائی احترام
سے محل میں سوار کر کے مدینہ بھیج دیا۔ شرح فقہ اکبر کے مطابق ام المومنین عائشہؓ جنگ محل کو یاد کر کے روتی رہتی
تھیں۔

۲۔ جنگ صفین:

مقام جنگ۔ صفین۔ سنہ جنگ ۳۵ھ۔ مدت جنگ۔ چار ماہ۔ ذیقعد۔ ذی الحجہ۔ محرم۔ صفر
ابن جوزی کے مطابق لشکر امیر المومنینؓ۔ اسی ہزار۔ لشکر معاویہؓ۔ ایک لاکھ بیس ہزار۔

بدری صحابہ لشکر امیر المومنینؑ میں شامل تھے۔ ان کی تعداد ستاسی تھے۔ جن میں سے سترہ مہاجر اور ستر انصار تھے۔

معروف صحابہ جو جنگ صفین میں لشکر معاویہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ عمار یاسر۔ ہاشم ابن غنیمہ۔ خزیمہ ابن ثابت اور یس قرقی دیگر صحابہ حضرت علیؑ کے ساتھ اٹھا رہے تھے۔ ان میں سے نوے وہ صحابی تھے جو بیعت رضوان سے مشغوف ہوئے تھے۔ حضرت علیؑ کے لشکر سے کل پچیس ہزار شہید ہوئے۔ لشکر معاویہ سے ستر ہزار قتل ہوئے۔ ایک سو بیس دن کی اس جنگ میں ستر جنگیں ہوئیں۔

چونکہ ان جنگوں کو صرف شجاعت حیدریہ کے ذریعہ پیش کیا جا رہا ہے اس لیے ہم اختصار کو مد نظر رکھ رہے ہیں۔ ورنہ مذکورہ جنگوں میں ہر جنگ کے لیے ایک علیحدہ جلد کی ضرورت ہے اور مورخین کی یہ کاوش پیچھے سے موجود ہے۔ جنگ صفین بھی ہم مختصر اکتب اہل سنت ہی سے پیش کر رہے ہیں۔ مقدمات جنگ۔ جنگ کا پس منظر اور پیش منظر۔ محرکات جنگ وغیرہ ہر شے سے گریز کر کے ہم صرف ایام پیری میں حضرت علیؑ کی شجاعت پیش کرتے ہیں۔

کمال الدین نے اپنی جنگ صفین۔ نامی تالیف میں لکھا ہے کہ جب دونوں صفین آراستہ ہو گئیں۔ تو معاویہ کی طرف سے معروف شجاع محزان ابن عبدالرحمنؑ نے سامنے آکر مبارز طلبی کی۔ حضرت علیؑ کے لشکر سے مؤمل ابن عبید مرادی مقابلہ میں آیا رد و قرح کے بعد مؤمل محزان کے ہاتھوں شہید ہو گیا۔ محزان نے مؤمل کا سر کاٹ کر اسے زمین پر رگڑا اور اندھا رکھ دیا۔ پھر محزان کے مقابلہ میں مسلم ابن عبد ربیع آیا محزان نے اسے بھی شہید کیا اور اس کا سر بھی کاٹ کر زمین پر رگڑ کر اندھا رکھ دیا۔

جب حضرت علیؑ نے محزان کی یہ خباثت اور شقاوت دیکھی تو آپ خود اس کے مقابلہ میں آئے محزان آپ کو پہچانتا نہیں تھا۔ ایک دو وار کے بعد حضرت علیؑ نے اسے اپنے کیف کر دار کو پہنچایا گھوڑے سے اترے اس کا سر کاٹا اور سیدھا کر کے رکھ دیا۔ پھر باری باری معاویہ کے لشکر سے بہادر آتے گئے اور حضرت علیؑ ان کے سر کاٹ کر آسمان کے رخ سیدھے رکھتے گئے۔ حتیٰ کہ سات سروں کی ایک قطار لگ گئی۔

حضرت معاویہ کا حرب نامی غلام تھا جس سے اسے بہت محبت تھی۔ معاویہ نے حرب سے کہا اس سے نجات دلا تو خود جا۔

حرب نے کہا۔

حضرت معاویہ میں اسے جانتا تو نہیں ہوں۔ لیکن اس کا انداز بتا رہا ہے کہ اگر ایک ایک کر کے تیرے لشکر سے لگ اس کے مقابلہ میں جاتے رہے تو تیرے سوا کوئی نہ رہے گا۔ مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ میں اگر گیا تو قتل ہو جاؤں گا۔ جیسے آپ کا حکم ہو۔ میں تمہیں کے لیے حاضر ہوں۔ معاویہ نے کہا ذرا ٹھہر میں کسی اور کو بھیجتا ہوں۔ حضرت علیؑ

مبارز طلبی کر کے واپس چلے گئے۔

حضرت معاویہؓ کے لشکر سے کریب ابن صباح آیا۔ اس کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کے لشکر سے بوقع خولانی آیا۔ کریب کے ہاتھوں شہید ہو گیا۔ پھر حارث بھی آیا وہ بھی شہید ہو گیا۔ اب حضرت علیؓ خود تشریف لائے۔ پہلے کریب کو عظ و نصیت کی لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ مقابلہ ہوا کریب اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ پھر چار آدمی اور آئے جو آپ کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے۔

پھر حضرت علیؓ نے باواز بلند فرمایا:

معاویہؓ لوگوں کو نہ مرواؤ تم خود آ جاؤ میں اور تم مقابلہ کر لیں جو مارا جائے گا۔ دوسرا بلا شرکت غیرے حکمران ہو گا اور یہ نزع ختم ہو جائے گا۔

عمر و عاص نے کہا:

معاویہؓ علیؓ نے بات انصاف کی ہے۔

حضرت معاویہؓ نے کہا۔

تو نے مجھے کبھی غلط مشورہ نہیں دیا۔ آج کیا تو حکومت شام کا خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ معاویہؓ نے عمرو ابن داؤد سے کہا۔ جا کیا دیکھ رہا ہے علیؓ مقابلہ کے لیے بلا رہا ہے۔ عمرو مقابلہ میں آیا۔ لیکن زیادہ دیر نہ لگی کہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ ایک دن حضرت علیؓ نے اپنے کوا جنبی بنا لیا۔ اور میدان جنگ میں مبارز طلبی کی۔ طلحی سے عمرو ابن عامر مقابلہ میں آ گیا۔ حضرت علیؓ نے اسے آتا دیکھ کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ عمرو سمجھا کہ مجھ سے ڈر گیا ہے اس نے تعاقب میں گھوڑا ڈال دیا۔ اور رجز خوانی کرنے لگا۔ آج تو اگر علیؓ بھی مقابلہ میں آتا تو میں اسے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے گھوڑے کی باگ موڑی اور فرمایا عمرو اگر تو علیؓ ہی کو مارنا چاہتا ہے تو پھر آ میں ہی علیؓ ہوں یہ سن کر عمرو کے ہوش اڑ گئے۔ اور اس نے گھوڑے کو دوسری طرف بھگا دیا۔ حضرت علیؓ نے تعاقب کر کے گھوڑا پیچھے لگایا۔ اور پیچھے سے نیزہ کا وار کیا۔ نیزہ درہ میں اٹک گیا۔ جونہی حضرت علیؓ نے نیزہ نکالنے کی خاطر جھٹکا دیا۔ عمرو گھوڑے سے گر گیا۔ اور گرتے ہی الٹ ہو کر کپڑا اٹھا دیا۔ حضرت علیؓ نے منہ دوسری طرف پھیر لیا اور واپس آ گئے معاویہؓ یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ معاویہؓ کا ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا۔ جب عمرو پہنچا۔ اور معاویہؓ کو ہنستا دیکھا تو کہنے لگا کہ کیا بات ہے؟ معاویہؓ نے کہا۔ اگر علیؓ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ پیچھے سے نیزہ گزار ہی دیتا لیکن یہ علیؓ کی جیاطی کہ تو بچ کر آ گیا ہے۔

حضرت معاویہؓ کا ایک پہلوان بسر ابن ارطاة بھی تھا۔ (اس سے صحاح ستہ میں کافی احادیث مروی ہیں۔ مترجم ابیہر جازوی) اس نے اپنے غلام سے مشورہ لیا کہ علیؓ کے مقابلہ میں جانے کے لیے تیرا کیا مشورہ ہے؟ غلام نے کہا اگر تو آپ زندگی سے اکتا چکے ہیں تو پھر بس اللہ۔ اور اگر آپ اس خواہش میں جاتا چاہتے ہیں کہ ممکن ہے آپ علیؓ

کو مارکیں گے یہ خیال انتہائی خام ہوگا۔ بسر نے کہا۔ تعجب ہے تو مجھے موت سے ڈرا رہے ہو موت ہی ہے کوئی بات تو نہیں مرنے کا تو ہر صورت ہے ہی تو اسے نہیں تو بستر پر یہ کہ کہ بسر مقابلہ کے لیے میدان میں آگیا حضرت علیؑ نے جب اسے اپنے مقابلہ میں دیکھا تو آپ نے حملہ کیا۔ بسر پہلے حملہ ہی میں گھوڑے پر نہ ٹھہر سکا زمین پر گر گیا۔ جب بسر کو اپنا انجام نظر آنے لگا تو فوراً اوندھے منہ ہو گیا اور کپڑا ہٹا دیا۔ حضرت علیؑ نے منہ پھیر لیا اور پلٹے گئے۔ بسر جب سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے سر سے خود گر گیا۔ جب شیعیان علیؑ نے دیکھا تو عرض کیا۔ قبل! یہ تو بسر تھا۔ اسے تو کسی حالت میں نہیں چھوڑنا چاہئے تھا۔

آپ نے فرمایا:

دفع کرو۔ جو طریقہ جان بچانے کا ان لوگوں نے اختیار کیا ہے وہ انہی کو مبارک ہو مجھ سے بے شرمی نہیں ہو

سکتی

حضرت معاویہؓ کو دیکھ کر کہنے لگے۔ اور بسر شرمانے لگا۔ معاویہؓ نے کہا بسر شرمانے کی کوئی بات نہیں ہے تو پہلا شخص نہیں بلکہ تجھ سے پہلے عمرو عاص بھی اسی ذریعہ سے جان بچا کر آیا ہے۔ بسر عمر کو دیکھ کر اور عمرو بسر کو دیکھ کر کہنستا تھا۔ حضرت علیؑ کے لشکر میں سے ایک نوجوان نے کہا۔

اے شامیو! تمہیں شرم ہے تو چلو پھر پانی میں ڈوب مرنے چاہیے۔ عمرو عاص نے تمہیں جان بچانے کا تیار کر رکھا یا ہے۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

افى كل يوم فارس ذو كرى مهة - کیا جنگ کے ہر دن تمہارے جنگو بہادر اسی طرح لڑیں گے کہ اس کی شرمگاہ بھرے میدان میں غواہی معائنہ کے لیے کھلی ہوگی۔

يكف لها عنه على سنانه - اور ہر بہادر سے علیؑ اپنا تانا ہوا نیزہ اس حالت میں روک لے گا اور

ويضحك منها في الخلا معاويه - حضرت معاویہؓ خیمہ میں تنہا بیٹھ کر۔ یہی قہقہے لگاتے رہیں گے لعنت ہو اس قویٰ امیر ایسی بری صورت حال پر جس کی رسوائی تا قیامت نہ ملے گی۔

فقلوا لعنوا ابن اوطاة ابصرا - اب عمرو عاص اور بسر ابن اوطاق سے کہہ دو کہ اب تہی راہ لو اور

سبيلكما لا تلقيا الليث ثانيه - دوسری مرتبہ کبھی شیر کے سامنے نہ آنا تم دونوں اور کسی کا شکریہ ادا نہ کرنا اگر شکریہ ادا کرنا تو لبک

فلا تحمدا الا الحيا وفرجا كما

ہما کانتا واللہ للنفس واقیہ علی کے جیاء

اور اپنی شرمگاہوں کا شکریہ ادا کرنا انہی دو چیزوں نے تمہیں دوسری زندگی دی ہے۔

اگر تمہاری شرمگاہ کی نمائش اور علیؑ کی جیاء دو چیزیں نہ ہوتیں تو تم نیزہ سے بچ نہیں سکتے تھے اور یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ علیؑ کو کبھی دوسرا دار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

قلوا سہا کم تنجوا من سبائہ وتلك بما فیہا عن العود ناہیہ

حضرت عثمانؓ کا ایک غلام تھا جس کا نام امیر تھا وہ میدان میں مبارز طلبی کے لیے آیا۔ مقابلہ میں حضرت علیؑ کی فوج سے ایک مجاہد آیا۔ عثمانؓ کے غلام نے نیزہ کے دار سے اسے شہید کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ خود آگے بڑھے اس نے تلوار سے دار کرنا چاہا۔ آپ نے ڈھال پر تلوار کو روک کر تلوار اس کے ہاتھ سے چھین لی اس کی ذرہ بین ہاتھ ڈال کر گھوڑے سے اٹھایا اور زمین پر ریخ دیا اس کی ہڈیاں چٹخ کر ٹوٹ گئیں۔

معاویہؓ کا حریت نامی غلام بڑا بہادر تھا معاویہؓ نے اسے کہا علیؑ سے بچ کے رہنا۔ جب حضرت علیؑ کے مقابلہ میں کوئی آنے پر تیار نہ ہوا تو آپ نے لباس اور گھوڑا بدل لیا۔ اور میدان میں آگئے۔ عمرو عاصؓ نے پہچان لیا کہ علیؑ تھے جو اجنبی بن کر کھڑے ہیں۔ عمرو نے حریت غلام سے کہا۔ اس جوان کا مقابلہ کر۔ حریت مقابلہ میں آیا حضرت علیؑ کے ایک دار سے کھوپڑی اڑ کر دور جا گری۔ بعد میں جب معاویہؓ کو پتہ چلا کہ حریت کو عمرو ہی نے علیؑ کے مقابلہ میں عدا بھجیا تھا تو معاویہؓ عمرو عاصؓ سے کہا کرتے تھے۔ حریت کا قاتل تو ہے۔

ایک مرتبہ عباسؓ ابن ربیعہؓ مقابلہ میں آیا معاویہؓ کی طرف سے مقابلہ کے لیے غزا دین ادم نکلا اور بڑے تکبر سے کہنے لگا۔ عباسؓ اور عباسؓ مقابلہ کرو گے؟

عباسؓ نے کہا تو کیا تو گھوڑے سے اڑ کر مقابلہ کرے گا؟

غزا دینے کہا۔ کیوں نہیں جیسے تو کہے دیتے ہیں دونوں اپنے اپنے گھوڑوں سے اترے مقابلہ شروع ہوا کوئی ایک دوسرے کو زیر نہ کر سکا کافی دیر کے بعد عباسؓ کو غزا دین کی ذرہ بین ایک شکاف نظر آیا۔ عباسؓ نے اسی شکاف پر وار کر کے اسے دو ٹکڑے کر ڈالا۔

حضرت معاویہؓ نے اعلان کیا جو شخص اسے قتل کرے گا میں اسے اتنا انعام دوں گا۔ میں سے نبیؐ کے دشمن آگے بڑھے اور کہنے لگے ہم اسے قتل کریں گے۔

حضرت معاویہؓ نے کہا۔

جاؤ جو پہلے قتل کر کے آیا انعام اسی کو دوں گا۔ دوسرے کو بھی محروم نہیں کروں گا جب دونوں عباسؓ کے سامنے

آئے اور دعوت جنگ دی تو عباس نے کہا۔ میں جب تک اپنے آقا سے اجازت نہیں لوں گا۔ اس وقت تک نہیں لڑوں گا۔

انہوں نے کہا۔ پھر جا اور اجازت لے کے آ۔

عباس چلا گیا۔ حضرت علیؑ سے اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا۔ تو اسی خیمہ میں بیٹھ رہنا لباس۔ اسلحہ۔ اور گھوڑا مجھے دے وہ دو ہیں ان کا مقابلہ میں خود کروں گا۔ حضرت علیؑ نے عباس کا لباس پہنا اسی کے گھوڑا پر سوار ہو کر میدان میں آئے جب لڑیوں نے دیکھا تو انہوں نے عباس ہی سمجھا کہنے لگے۔ بن اگیا ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ ہاں اگیا ہوں مقابلہ شروع ہوا۔ پہلے ایک آدمی سامنے آیا۔ اس نے وار کیا حضرت علیؑ نے اس کا وار خالی دے کر اس کے پیٹ پر عرضاً وار کیا جس سے وہ دو نیم ہو گیا۔ لوگوں نے سمجھا کہ علیؑ کا وار خالی کیا ہے۔ لیکن جب گھوڑے نے ایک قدم اٹھایا تو وہ شخص دو حصے ہو کر گر گیا۔ گھوڑا بدک کر حضرت علیؑ کے لشکر میں اگیا۔ پھر دوسرا آگے بڑھا۔ اسے بھی حضرت علیؑ نے بلاتا خیر اپنے ساتھی کے پاس پہنچا دیا۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے عام حمد کا حکم دیا یہ وہ حمد تھا جو تمام رات جاری رہا۔ اور لڑائی ہوتی رہی۔ اسی رات کو لیلۃ الہریر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تنہا حضرت علیؑ نے اس رات پانچ سو شامیوں کو قتل کیا۔ یہ وہ سنگین رات تھی جب صبح ہوئی اور لاشوں کو گنا گیا تو اس رات کے مقتولین کی تعداد چھتیس ہزار تھی۔

جابر انصاری سے مروی ہے کہ اسی رات ذو الفقار بار بار بیڑھی ہو جاتی تھی اور حضرت علیؑ فرماتے تھے اگر جبریل امین اور رسول عالمین نے اس تلوار کی تعریف میں لاسیف الاذوالفقار نہ کہا ہوتا تو ان میں اس سے جنگ نہ کرتا۔ بار بار اسے سیدھے کرنے میں میرا کافی وقت لگ جاتا ہے۔ دوسرے دن بھی جنگ جاری رہی دوسری رات بھی شدت جنگ میں فرق نہ آیا۔ حتیٰ کہ مسلسل جنگ چار دن اور تین راتیں رہی۔ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ نہ کسی کے پاس نیرہا نہ کمان رہی۔ نہ نیزہ رہا نہ تلوار رہی۔ نہ ہاتھوں میں سکتے تھے نہ قدموں میں طاقت رہی دونوں فریق ایک دوسرے کو کھڑے دیکھتے تھے اور کوئی کسی پر حملہ کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔ اتنی شدت کے باوجود بھی ہم نے حضرت علیؑ کے چہرے پر نہ ٹھکاوٹ کے آثار دیکھے اور نہ گہلیں پریشانی نظر آئی۔

جب معاویہؓ نے اپنی فوج کی بد حالی دیکھی تو اس نے اشعث ابن قیس کنذی البجر کے بہنوئی کو خفیہ پیغام بھیجا کہ تجھ سے ابھی تک کچھ نہیں ہو سکا۔ ادھر ہماری فوج کا بڑا حال ہے۔

ادھر معاویہؓ نے فوج کو حکم دیا کہ نیزوں پر قرآن بلند کرو۔ پانچ سو قرآن نیزوں پر بلند کیا گیا۔ اشعث نے حضرت علیؑ سے کہا اب قرآن کا فیصلہ ہو گا۔

حضرت علیؑ اور قرآن؛

اس سلسلہ میں کتب اہلسنت کے مطابق جتنی آیات حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہیں انہیں ایک الگ کتاب علیؑ اور قرآن میں جمع کیا گیا ہے جسے والی العصر ٹرسٹ رتہ متہ نے شائع کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

نبی الانبیاء اور شہادت حضرت علیؑ کی پیشگوئی؛

۱۔ امالی میں شیخ صدوق نے امام رضاؑ کے ذریعہ حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول کو نبیؐ مسجد نبویؐ میں منبر پر ماہ رمضان کی فضیلت بیان فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ قبلہ اس ماہ میں افضل الاعمال کونسا عمل ہے؟

آپؐ نے فرمایا:

یا علیؑ! افضل الاعمال محرمات الہیہ سے پرہیز ہے۔ یہ فرما کر آپؐ رونے لگے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

یا علیؑ! میں دیکھ رہا ہوں کہ اسی ماہ رمضان میں تیرا خون بہایا جائے گا۔ مجھے وہ بد نصیب اس وقت بھی نظر آ رہا ہے آپؐ مصروف نماز ہیں سجدہ سے سر اٹھا رہے ہیں اور وہ ستون مسجد کی اوٹ سے نکل کر آپؐ کے سر پر حملہ کر رہا ہے آپؐ کی ریش مبارک خون سے رنگین ہو گئی ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! میں دین و ایمان پر ہوں گا؟

آنحضورؐ نے فرمایا:

یا علیؑ! تو دین و ایمان پر ہوگا۔ یا علیؑ! جو تجھے قتل کرے گا گویا اس نے مجھے قتل کیا ہے۔

جو تجھے بغض رکھے گا گویا اس نے مجھ سے بغض رکھا ہے۔

جو تجھے سب کرے گا گویا اس نے مجھ سے سب کیا ہے۔

کیونکہ تو میرا نفس ہے۔ تیری روح میری روح کا برہ ہے۔ تیری طبیعت میری طبیعت کا حصہ ہے۔

اللہ نے تجھے اور مجھے ایک نور سے پیدا کیا ہے۔

اللہ نے مجھے نبوت کے لیے اور تجھے امامت کے لیے منتخب کیا ہے۔

یا علیؑ! تیری امامت کا منکر گویا میری نبوت کا منکر ہے۔

یا علیؑ! تو میرا وحی میرے بیٹوں کا باپ ہے۔ اور میری بیٹی کا شوہر ہے۔

یا علیؑ! تو میری زندگی اور میرے بعد میری امت کا خلیفہ ہے۔

تیرا امیر ام اور تیری نبی میری نبی ہوگی۔

۱۔ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے مجھے برحق مبعوث برسات کیا ہے اور جس نے افضل کو نبی قرار دیا ہے تو مخلوق خدا پر محبت خدا ہے۔ تو اسرار الہیہ کا امین ہے اور بندگان خدا پر خلیفہ خدا ہے۔

۲۔ فرقتہ القری میں عبد الکبیم ابن طاؤس نے ابن عباس کے سلسلہ سند سے نبی کو نبی سے روایت کی ہے کہ ایک دن سرور انبیاء نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

یا علیؑ میری اور میرے اہلبیت کی محبت ذات احدیت نے ارض و سما پر پیش کی۔ سب سے پہلے آسمان ہفتم نے ہماری محبت کو قبول کیا اللہ نے اسے عرش و کرسی سے مزین کیا۔ دوسرے نمبر پر چوتھے آسمان نے قبول کیا اسے اللہ نے بیت المعمور سے آراستہ کیا۔ تیسرے نمبر پر آسمان اول نے قبول کیا اسے اللہ نے ستاروں کا صحن عطا فرمایا:

چوتھے نمبر پر وادی حجاز نے قبول کیا اللہ نے اسے بیت اللہ سے نوازا۔ پانچویں نمبر پر سرزمین شام نے ہماری محبت کو قبولیت کی سعادت بخشی ساتویں نمبر پر سرزمین عراق نے قبول کیا اسے اللہ نے تیسرے جسم کا امین قرار دیا حضرت علیؑ نے عرض کیا:

قبلہ کیا میں عراق میں دفن ہوں گا؟

آنحضورؐ نے فرمایا:

ہاں یا علیؑ وادی نجف تیرا مسکن ہوگی کوفہ میں تجھے عبد الرحمنؓ ابن ملجم میری امت کا شقی ترین شخص شہید کرے گا۔ ۳۔ مناقب میں ہے جنگ خندق میں جب عمرو بن عبد ود کی ضرب سے حضرت علیؑ کا سر زخمی ہوا تو آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کے سر پر پٹی باندھی آپ کے آنسو ٹپک پڑے اور فرمایا۔ یا علیؑ! کاش میں اس وقت بھی ہوتا جب تیری یہ ریش تیرے سر کے خون سے رنگین ہوگی۔

۴۔ سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں روایت کی ہے کہ احمد نے بتایا ہے کہ ایک دن افضل الانبیاءؑ نے فرمایا یا علیؑ کیا تجھے معلوم ہے کہ اولین و آخرین میں سے بد نصیب ترین شخص کون ہے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا:

قبلہ! اللہ اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا:

یا علیؑ جو تیرے سر کے خون سے تیری ریش کو خضاب کرے گا وہ کائنات کا بدترین بد نصیب ہوگا۔

۵۔ خصال صدوق میں منقول ہے کہ جنگ نہروان کے بعد ایک یہود نے حضرت علیؑ سے مسجد کوفہ میں سوال کیا یا علیؑ کیا آپ واقعا دھمی نبی ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

میرے علاوہ کسی اور نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا۔

رائس الیہود نے عرض کیا۔ یا علیؑ ہر نبی کے وہی پر سات امتحانات حیات نبی میں اور سات وفات نبی کے بعد آتے ہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ حیات نبی میں آپ پر کون کون سے سات مصائب آئے۔ اور وفات نبی کے بعد کون سے سات مصائب آئے۔

حضرت علیؑ نے حیات نبی میں سات امتحانات گنوائے۔ پھر وفات نبی کے بعد چھ مصائب گنوا کر اپنے صحابہ سے نصیحت کرائی اور فرمایا۔ ساتواں ابھی باقی ہے۔ اور وہی ساتواں امتحان میرا اور میری زندگی کا آخری امتحان ہوگا۔ اس کے بعد مجھے کوئی نہ دیکھ سکے گا۔

رائس الیہود یہ سن کر رو دیا۔ انہیں رونادیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ ہم نے عرض کیا قبیلہ ممکن ہے رائس الیہود کو تو اشارہ سے معلوم ہو گیا ہو لیکن ہمیں معلوم نہیں ہوا آپ مہربانی فرما کر ہمیں بھی بتادیں۔

آپ نے فرمایا:

میری یہ ریش میرے سر کے خون سے خضاب ہوگی۔

رائس الیہود نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔ اور مسجد کوفہ میں رہنے لگا۔ حضرت علیؑ کی شہادت کے وقت وہ مسجد ہی میں موجود تھا۔ ضرب کے بعد جب ابن ملجم گھبرا کر آیا تو رائس الیہود نے عرض کیا۔

میرے آقاؐ سے فی النار کر دیں کیونکہ میں نے صحیفہ موسیٰؑ میں پڑھا ہے کہ وہی محمد کا قاتل۔ قابل اور ناقہ صالح کے قاتل قیدار سے زیادہ بدتر شخص ہوگا۔

۵۔ ارشاد مفید میں عامر ابن وائل سے مروی ہے کہ کوفہ میں حضرت علیؑ نے لوگوں کو بیعت کے لیے جمع کیا۔ جب لوگ بیعت کرنے لگے تو ابن ملجم بھی انہی میں تھا۔ آپ نے ایک مرتبہ ابن ملجم کو واپس کیا۔ وہ دوسری مرتبہ آیا۔ آپ نے دوسری مرتبہ بیعت کے لیے بغیر واپس کر دیا۔ وہ تیسری مرتبہ آیا۔ آپ نے تیسری مرتبہ واپس کر دیا۔ چوتھی مرتبہ پھر آیا۔ آپ نے بیعت لی اور بیعت لیتے وقت فرمایا۔ بخدا میری یہ ریش میرے خون سے خضاب ہوگی۔ جب ابن ملجم واپس جانے لگا تو آپ نے یہ ارشاد پڑھا۔

۱) موت کے لیے کمر بستہ ہو جا۔

اشدد حیا ز یماتک للموت

موت تجھے ملاقات کے رکھے گی۔

فان الموت لا یمیکا

۲) جب موت تیرے صحن میں قدم رکھے۔

ولا تجزع من الموت

تو پھر اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

اذا حل بوا دیکا

۶۔ ارشاد ہی میں امینؑ سے مروی ہے کہ جب ابن ملجم بیعت کر کے واپس جانے لگا تو حضرت علیؑ نے اسے

والپس بلایا اس سے مزید وعدے اور علف لی کہ بیعت شکنی نہیں کرے گا۔ جب وہ تیسری مرتبہ جانے لگا تو آپ نے پھر واپس بلا کر بیعت تہ توڑتے کے سنگین وعدے اور قسمیں لیں۔ اس وقت ابن ملجم نے کہا۔ اے امیر المؤمنین آپ نے میرے سوا اور کسی سے بھی ایسا سلوک نہیں کیا۔

آپ نے آہ سرد کھینچ کر فرمایا۔ اتنی تاکید اور توثیق کے باوجود مجھے تجھ میں بیعت کی وفات نظر نہیں آرہی جا کام کر۔ کشف الغم میں ہے کہ جب حضرت علیؑ جنگ نہروان سے واپس آئے تو امام حسنؑ سے پوچھا بیٹے ماہ رمضان سے کتنے دن گزر گئے ہیں؟

امام حسنؑ نے عرض کیا۔ قبلہ تیرہ دن گزر گئے ہیں۔

پھر امام حسینؑ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ بیٹے ماہ رمضان کے باقی کتنے دن رہتے ہیں؟ امام حسینؑ نے عرض کیا؟

اے امیر المؤمنین سترہ دن رہ گئے ہیں۔

ابن ملجم مسجد میں زیر منبر ہی بیٹھا تھا۔ آپ نے ابن ملجم کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ شقی امت محمدؐ اس ریش کو اس سر کے خون سے خضاب کرے گا۔ یہ فرما کر آپ نے ابن ملجم کی طرف دیکھا۔ ابن ملجم اٹھا منبر کے سامنے آیا۔ اولاد کہا۔

یا امیر المؤمنین آپ ایک عرصہ سے میری طرف دیکھ کر ہمیشہ یہ فرمایا کرتے ہیں رب میرے ہاتھ میں اور یہ میں ہوں۔ آپ چاہیں۔ تو میرے ہاتھ کاٹ دیں اور چاہیں تو مجھے قتل کر دیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں سب کچھ جاننے کے باوجود بھی تجھے کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ ابھی تک تو نے ازحکاب جرم نہیں کیا۔ اچھا ایک بات بتا۔ بچکنے میں تیری دایہ یہودی تھی۔

ابن ملجم نے عرض کیا۔ یہودی یہی تھی۔

آپ نے فرمایا: ایک دن تو نے کسی بات پر اسے ناراض کیا اور اس نے غصہ میں تجھے کہا تھا اے ناقہ صالح کو قتل کرنے والے سے زیادہ بد نصیب انسان؟

ابن ملجم نے کہا یا امیر المؤمنین اس نے بالکل اسی طرح کہا تھا۔

۸۔ ارشاد ہی میں بنی کندہ کے بوڑھوں سے مروی ہے کہ ہم نے مسجد کوفہ میں بیس سے زیادہ مرتبہ حضرت علیؑ کی کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ وہ کہاں گیا جو ناقہ صالح کے قتل سے بھی زیادہ سیاه بخت ہے تاکہ میری ریش کو میرے سر کے خون سے خضاب کر دے۔



وصیت:

منجملہ دیگر وصایا کے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ نشان قبر ظاہر نہ کیا جائے۔ ابتدا میں کسی کو معلوم نہ تھا عباسی دور حکومت میں امام صادقؑ کی نشان دہی پر مزار کو ظاہر کیا گیا۔ پہلے محمد بن زید نے مختصر سی چار دیواری بنائی پھر عضد الدولہ نے مزید وسعت دیکر پر عظمت و زیارت گاہ تعمیر کرائی۔ آنحضرتؐ کی خاطر حضرت علیؑ نے اپنی زندگی کی پہلی جنگ مکہ میں ۱۶ برس کی عمر میں کی۔ باب خیر کو ۲۹ برس کی عمر میں اکھیڑا۔

غسل:

جناب حسینؑ نے غسل دیا۔ اور محمد حنفیہ نے آب غسل مہیا کیا۔ حیات نبیؐ میں کفار سے برسر پیکار رہے اور شہادت رسولؐ کے بعد ناکشیں۔ مارتین۔ اور منافقین سے بردار رہے۔

کیفیت شہادت:

یوں تو مورخین نے شہادت حضرت علیؑ پر پردہ ڈالنے کی خاطر واقعات کی تراش خراش میں کافی غریزی کی ہے اور شہادت حضرت علیؑ کو خارجی سازش قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں تین خارجیوں کا نام بھی لیا جاتا ہے کہ انہوں نے خلاف کعبہ کو کپڑے کھائی تھی۔ حضرت علیؑ عمر وعاص۔ اور معاویہ ہر سہ کو قتل کریں گے اور منصوبہ کے مطابق انیس ماہ رمضان کی رات طے پائی تھی۔

لیکن جب ایک منصف اور حقیقت پر نگہران واقعات کا جائزہ لیتا ہے تو اسے یہ سب کچھ خود ساختہ کہانی نظر آتی ہے۔ اور حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خارجی سازش نہ تھی بلکہ اس سازش کی جڑیں کہیں اور تھیں۔ حیرت کا مقام ہے کہ قسم کھانے والے تین افراد میں سے صرف ایک کامیاب ہوتا ہے اور دوسری طرح ناکام ہوتے ہیں کہ انیس ماہ رمضان کی صبح کو معاویہ کے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے۔ وہ سرے سے مسجد میں نماز پڑھانے ہی نہیں آتا۔ اور عمر وعاص پر در کیا جاتا ہے لیکن دارا وچھا پڑتا ہے۔ اور زہج جاتا ہے۔ اس کے بعد قسم کھانے والے صفحات تاریخ سے مرٹ جاتے ہیں اور پھر کبھی انہیں اپنی وہ قسم یاد تک نہیں آتی۔

اشعث ابن قیس کندی کا کردار مختصر ہی آپ دیکھ چکے ہیں کہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے سانفہ ہونے

کے باوجود معاویہؓ کے لیے کام کرتا ہے۔ اور معاویہ سے مربوط ہے۔ امام حسنؑ کے حالات میں دیکھیں گے کہ ابوبکرؓ کی بھانجی اور اپنی محنت جگر بیٹی جمدہ کو مدینہ میں خود اشعثؓ ہی شام سے نہر پہنچانے گیا تھا۔ تاریخ کربلا میں دیکھیں تو محمد ابن اشعثؓ بڑی دربار سے گہرے تعلقات کا حامل نظر آئے گا۔

کیا یہ سب اتفاقات ہیں؟ یہ بھی اتفاق ہے کہ قطاع بننت انصرا بنم سے حق مہر میں علی کا سر مانگتی ہے یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ قطاع دس ماہ رمضان سے مسجد کوفہ میں اعتکاف کے لیے خیمہ لگا کر بیٹھی ہے؟ یہ بھی اتفاق ہی ہے کہ شبیب ابن مجرہ اور ابن لمم کے ساتھ اشعث انیس ماہ رمضان کی رات کو قطاع کے نیچے میں باہم ملاقات کرتے ہیں۔

یہ بھی اتفاق ہے کہ اشعثؑ پوچھتے ہی ابنِ یحیٰمؑ سے کہتا ہے کہ کام جلدی ختم کر صبح رسوا کر دے گی۔ اور حجاز ابنِ عدی یہ بات سن لیتا ہے۔

یہ ایک سازش تھی جس کے آلہ کار خارجی تھے۔ اور خارجی اپنی خارجیت کا معاوضہ اموی دستِ خزان سے لیتے تھے۔ بہر صورت ہم واقعہ شہادت کو جیسے کوفہ میں پیش آیا ہے۔ تھوڑے سے سیاق کے ساتھ پیش کر رہے ہیں چونکہ اسے کوفہ میں اپنے گروہ کو بھی تحفظ دینا تھا۔ اور حصول مقصد تک کوئی ٹھکانا بھی بنانا تھا اس لیے یہ قلعہ بنت اخضر پر فریضہ ہو جانا ہے۔ قلعہ نام کا باب اختر جنگ نہروان میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں فی النار ہوا تھا قلعہ نام اپنے باب کے غم میں سیاہ پوش ہو کر سو گوار نبی ہوئی تھی ! ابنِ عجم قلعہ نام سے شادی کی درخواست کرتا ہے۔

قطاع جواب میں کہتی ہے۔ میرا حق مہر بہت زیادہ مہنگا ہے تو ادا نہیں کر سکے گا۔
ابن تیمیہ کہتا ہے۔ تو مانگ کیا حق مہر مانگتی ہے؟
قطاع نے کہا:

مجھے تین ہزار درہم ایک نوکر اور علی کا سر چاہیئے۔ (اگر پہلے سے ایک دوسرے کے ساتھ شناسائی نہ ہو تو بھلا کون ایسی حرکت کر سکتا ہے کہ حکمت اسلامیہ کے حکمران کا سر نہ ہرے مانگے۔ قسطام کو کیا معلوم تھا کہ ابن مجیمیری اس بات کو لازمی رکھے گا۔ مترجم)

ابن مجیم نے کہا۔ مجھے منظور ہے۔

قطاؑم نے نبی ٲیم الرباب کے ایک فرد ورو ابن مؑال کو بلایا۔ اسے ابن یؑؑم سے تعاون پر آمادہ کیا ورو
آمادہ ہو گیا۔ قطاؑم مسجد کوفہ میں اعتکاف میں جا بیٹھؑ۔ انیس ماہ رمضان کی رات ورو شہید اور ابن یؑؑم
تینوں قطاؑم کے پاس اس کے خیمہ میں آئے۔ قطاؑم نے انہیں تحفظ کی خاطر رشیم کے تین ٹکڑے ہیا کے
جوانہوں نے اپنے سینوں پر باندھے۔ تلواریں لٹکائیں اور خیمہ سے باہر نکل آئے۔

لیکن میں بیٹھا رہا۔ کچھ دیر کے بعد امام حسنؑ دوبارہ دروازہ پر آئے اور فرمایا کیا آپ کے مولیٰ نے آپ کو جانے کے لیے نہیں فرمایا؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اجن کے پاؤں ساتھ دیتے تھے وہ چلے گئے ہیں۔ لیکن میرا نہ تو دل جانے پر اکادہ ہو رہا ہے اور نہ ہی ٹانگیں ساتھ دے رہی ہیں۔ آپ مجھے ایک مرتبہ زیارت کی اجازت ملے کر دیں۔

امام حسنؑ اندر گئے۔ پھر باہر کر فرمایا۔ آپ تشریف لے آئیں۔ میں اندر گیا۔ آپ کی ریش مبارک اب رنگین نہیں تھی شاید بیٹیوں ہی نے خون صاف کیا ہوگا۔ میں اپنے پر قابو نہ رکھ سکا اور بے ساختہ رونے لگا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا :

اصنیغ کیوں رو رہا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قید آپ کو تو ہمارے عوض اچھی جگہ مل جائے گی لیکن میں اپنی بدبصی کو رو رہا ہوں کہ اب ہمارا کیا ہوگا۔ یہیں کہاں بای مدینہ علم نبی نظر آئے گا۔ قید اگر نعمت نہ ہو تو مجھے اس وقت تیری اکرم سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنا دیں تاکہ جیب وہ حدیث کسی کو سناؤں تو آپ کی یاد بھی تازہ ہو جائے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ہاں ابھی ایک دن انکھنور تے مجھے فرمایا۔ یا علی مسجد میں جاؤ میرے منبر پر بیٹھی جگہ بیٹھ کر لوگوں کو بلا توجیب وہ جمع ہو جائیں تو انہیں بتانا کہ۔ میں رسول خدا کا قاصد ہوں وہ فرما رہے ہیں۔

اللہ۔ ملائکہ۔ انبیاء اور میں محمدؐ اس شخص پر لعنت کرتے ہیں۔ جو غلط نسب اختیار کرے۔ اپنے آقا کو چھوڑ دے اور مزدور کی اجرت ادا نہ کرے۔

چنانچہ میں نے اگر آپ کا وہ پیغام پہنچایا۔ دوسرے لوگ تو سن کر خاموش ہو گئے۔ لیکن عمر ابن خطاب نے کہا۔ یا علیؑ مجھ پر پیغام ہے۔

میں نے کہا: اگر مجھے تفسیر کی اجازت ہوتی تو کر دیتا۔ اب جا کر تیری یہ بات آنحضرت کو بتاتا ہوں۔
میں نے جا کر آپ کو مطلع کیا۔

آپ نے فرمایا: یا علیؑ جا کر اسے بتا۔ کہ میں تمہارا باپ ہوں۔ میں تمہارا آقا ہوں۔ اور میں تمہارا مزدور ہوں۔ میرے سوا کسی کو باپ نہ بنانا۔ میرے سوا کسی کو آقا نہ بنانا۔ اور میری اجرت میں خیانت نہ کرنا۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں سلیم بن قیس سے مروی ہے کہ جب حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو وصیت کی میں اس وقت موجود تھا۔ آپؑ نے امام حسنؑ کو وصیت میں امام حسینؑ، محمد حنفیہؑ تمام اولاد اور اپنے تمام شیعوں کو گواہ بنا کر وصیت کی۔

پہلے حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو تبرکات انبیاء دیئے۔ پھر فرمایا:

بیٹے مجھے رسول کو نین نے یہ سب کچھ تیرے پہرہ کرنے کی وصیت کی تھی۔ اور انہوں نے مجھے حکم دیا تھا۔ کہ میں تجھے حکم دوں کہ دم آخر یہ تیرا کات اپنے بھائی حسین کے پہرہ کرے گا۔ پھر آپ کمن سجاد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ بیٹے تجھے اپنے نبی نانا کا اور میرا حکم ہے کہ تو دم آخر یہ تیرا کات اپنے بیٹے محمد کے پہرہ کر کے اسے نبی کو نین اور میری طرف سے سلام بھی کہہ دینا۔

پھر آپ امام حسنؑ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

بیٹے میرے بعد تو ادلی الامر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے قصاص کا معنی تو ہی مالک ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر فرمایا بیٹے کھڑے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ علی ابن ابی طالب کی وصیت ہے۔ میں اللہ کے واحد اور محمدؐ کے خاتم الانبیاءؐ ہوں کی گواہی دیتا ہوں۔ میری نماز، میری عبادت، میری زندگی۔ اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

حسن تجھے۔ اپنی تمام اولاد۔ اور تمام ان مومنین کو جن تک میری یہ وصیت پہنچ جائے میں وصیت کرتا ہوں کہ۔۔۔۔۔ تقویٰ نہ چھوڑیں۔۔۔۔۔ مسلمان ہو کر مریں۔۔۔۔۔ جیل اللہ سے ٹھیک رکھیں۔۔۔۔۔ اللہ کی اس نعمت کو نہ بھولیں جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اللہ نے تمہیں بھائی بنایا۔۔۔۔۔ میں نے نبی اکرمؐ سے سنا ہے کہ باہمی محبت نماز و روزہ سے افضل ہے۔۔۔۔۔ بغض دین کی تباہی اور باہمی محبت کی زہر ہے۔۔۔۔۔ صلہ رحمی کے ٹکے رکھنا قبر کے حساب میں تخفیف ہوگی۔۔۔۔۔ یتیموں کا خیال رکھنا۔۔۔۔۔ ان کے منہ سے لقمہ نہ چھیننا۔۔۔۔۔ میں نے جہی اکرمؐ سے سنا ہے جو شخص اتنی یتیم پروردی کرے کہ وہ خود کفیل ہو جائے اللہ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے۔۔۔۔۔ مال یتیم کھانے والے کے لیے جہنم واجب ہوتی ہے۔۔۔۔۔ خیال رکھنا عمل بالقرآن نہ چھوڑنا۔۔۔۔۔ پڑوسی کا خیال رکھنا اللہ اور رسولؐ نے پڑوسی کی وصیت کی ہے۔۔۔۔۔ نماز کی پابندی کرنا یہ ستون دین ہے۔۔۔۔۔ زکوٰۃ ادا کئے رکھنا غصب الہی کی ڈھال ہے۔۔۔۔۔ ماہ رمضان کے روزوں کا تحفظ کرنا آتش جہنم کی ڈھال ہیں۔۔۔۔۔ فقر اور مساکین کو اپنی معیشت میں شریک سمجھنا۔۔۔۔۔ مال اور جان سے جہاد فی سبیل اللہ میں جی نہ چرانا۔۔۔۔۔ ذریت رسولؐ پر ظلم سے بچنا۔۔۔۔۔ ان اصحاب نبیؐ کا احترام نہ بھولنا جنہوں نے کسی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا۔۔۔۔۔ نبی کو نبیؐ نے اپنے اصحاب سے احسان کرنے کے ساتھ ساتھ بدعت کے مرتکب پر لعنت بھیجی کی ہے۔۔۔۔۔ اپنی بیویوں سے حسن سلوک فراموش نہ کرنا۔۔۔۔۔ غلاموں پر سختی نہ کرنا۔۔۔۔۔ احکام الہیہ میں کسی لومہ لائٹم کی پروا نہ کرنا۔۔۔۔۔ اللہ کے سلسلہ میں کبھی بدگمان نہ ہوتا۔۔۔۔۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ چھوڑنا۔۔۔۔۔ عنقریب بدترین افراد تمہارے حکم ان بننے والے ہیں تمہاری کسی دعوت غیر کو قبول نہ کریں گے۔۔۔۔۔ بیٹو! ایک دوسرے سے محبت رکھنا۔۔۔۔۔ ایک دوسرے پر خرچ کرنا۔۔۔۔۔

ہوئی قبر لمے گی۔ مجھے اس میں رکھ دینا۔ جب سر ہانے کی آخری اینٹ بند کرنے لگنا تو بند کرنے سے پہلے قبر میں دیکھنا اور سننا۔

چنانچہ حسب وصیت جب ہم آپ کو قبر کے پہرہ کر چکے۔ آخری اینٹ رکھنے سے پہلے جب حسن بھائی نے قبر میں جھانکا تو انہیں قبر خالی نظر آئی۔ قبر سے ایک آواز آئی۔ اسے فرزند ان وصی رسول پریشان ترہوں۔ آدم سے لے کر آج تک اللہ کی یہ سنت ہے کہ جہاں بھی کوئی وصی نبی اس دنیا سے رحلت کرتا ہے تو اللہ وصی نبی کو اپنے نبی کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ اور ملاقات کے بعد پھر وصی نبی کو اپنے مقام میں لایا جاتا ہے۔

فرحۃ النعمی ہی میں امام صادق سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا تھا بیٹے بنی امیہ سے زیادہ بد طبیعت فرد کوئی نہیں۔ میرے بعد تو بے دست و پا کر دیا جائے گا مجھے رات کے وقت دفن کرنا۔ جہاں دفن کرنا وہاں نشان قبر باقی نہ رکھنا۔ ویسے لوگوں سے چار قبریں تیار کروانا۔ ایک مسجد کو نہ میں۔ ایک بیرون کو نہ قبرستان میں ایک جبرہ ابن ہبیرہ کے گھر میں۔ اور ایک نجف میں۔

فرحۃ النعمی ہی میں جناب ام کلثوم زینب سے مروی ہے کہ میرے بابائے تنہا ہی ہیں جو وصیت میرے بھائی حسنؑ اور بھائی حسینؑ کو کی تھی۔ اس وقت میرے بابا کا سر میری جھولی میں تھا۔ حسب وصیت جب میرے بھائیوں نے دیکھا کہ تابوت کا اگلا حصہ اٹھ رہا ہے تو انہوں نے پچھلا حصہ اٹھا لیا۔

میں نے دونوں بھائیوں کی خدمت میں دستہ بستہ عرض کیا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں بابا کے جنازہ کے ساتھ چلی آؤں دونوں بھائیوں نے مجھے اجازت دے دی۔ جب ہم نجف پہنچے تو ایک مقام پر تابوت کا اگلا حصہ زمین پر جھکا میرے بھائیوں نے پچھلا حصہ زمین پر رکھ دیا۔ حسن بھائی نے ایک جگہ کدال سے زمین کو کھودا تو ایک پتھر برآمد ہوا۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔

یہ قبر نوحؑ نے طوفان سے سات سو برس قبل وصی مصطفیٰ علیؑ ابن ابی طالب کے لیے تیار کی ہے۔ دونوں بھائیوں نے مل کر پتھر ہٹا لیا۔ بابا کو سپرد قبر کیا مجھے آج تک وہ آواز یاد ہے۔ ہائٹ غیبی نے کہا۔

اے اہلبیت نبی اللہ آپ کی تعزیت فرمائے۔ پھر آوازاں اب آپ واپس گھر جائیں قبر درست ہو جائے گی۔



بحار الانوار کے مطابق شہادت حضرت علیؑ:

جناب ام کلثوم زینب سے مروی ہے کہ ماہ رمضان میں امیر المومنین کا معمول تھا کہ ایک دن حسن بھائی کے ہاں۔ ایک دن حسین بھائی کے ہاں اور ایک دن میرے ہاں افطار فرماتے تھے۔ اٹھارہ ماہ رمضان کی رات افطار میرے ہاں تھا۔ میں جوکی دور روٹیاں۔ دودھ کا ایک پیالہ اور نمک لائی۔ نوافل سے فارغ ہونے کے

بعد افطار کی طرف متوجہ ہوئے۔ کھانے کو دیکھا۔ بہرہ چش دی اور بے ساختہ ہاوا بلند رونے لگے۔ اور فرمایا:

کبھی کوئی بیٹی اپنے باپ سے ایسا سلوک کرتی ہے جیسا تو نے کیا ہے؟

میں لرز گئی اور قریب اگر عرض کیا۔ بابا جان یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ میں اور آپ سے اچھا سلوک نہ کروں؟

بابا نے فرمایا:

بیٹی کیا تو روٹی کے ساتھ کھانے کے لیے دو چیزیں دودھ اور نمک لائی ہے تاکہ میدان حشر میں تیرا بابا حساب کی خاطر زیادہ دیر رہا رہے؟ بیٹی تجھے معلوم ہے کہ میں اپنے آقا و مولیٰ کے نقش قدم پر چلتا ہوں اور انہوں نے پوری زندگی اپنے دستروں پر روٹی کے ساتھ کھانے کی خاطر دو چیزیں جمع نہیں کی تھیں۔ بیٹی جس شخص نے اچھا کھایا۔ اچھا پہنا۔ اور اچھا پیا۔ میدان حشر میں اسے حساب دینے کی خاطر کافی وقت رکتا پڑے گا بیٹی مجھے وہ وقت یاد ہے جب بعثت کے بعد کفار نے میرے آقا کو ناداری کا طعنہ دیا تھا۔ تو جبریل نے اگر عرض کیا تھا ذات باری کا سلام کے بعد ارشاد ہے کہ پورا کرہ ارض تیرے تابع ہے جتنی دولت چاہے حاصل کر لے تیرے مراتب میں رائی برابر بھی کمی نہیں ہوگی۔

میرے آقا نے جبریل سے پوچھا تھا۔ جبریل اگر میرے لیے تمام کرہ ارض سونپا جائے اور میں اس سے خرچ کروں آخر انجام کیا ہوگا؟

جبریل نے عرض کیا تھا۔ انجام تو بہر صورت دینا سے رحلت ہی ہوگا۔

میرے آقا نے فرمایا:

جبریل اللہ سے کہدے مجھے اس فانی دولت کی کوئی ضرورت نہیں میں چاہتا ہوں ایک دن بھوک میں گزرے اور ایک دن کھانے کو مل جائے تاکہ بھوک والے دن اللہ سے مانگوں اور کھانے کے دن اس کی نوازش کا شکریہ ادا کروں۔

بیٹی! یہ دنیا مصائب کا گھر ہے۔ بیٹی میں اس وقت تک روٹی کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا جب تک تو ایک چیز اٹھانے لے گی۔

میں نے بابا کی رغبت تک میں دیکھی میں نے دودھ کا پیالہ اٹھالیا۔

نمک سے آپ نے کھانا کھایا شکر الہی کرنے کی بعد مصروف دعا و نوافل ہو گئے۔ وقفہ وقفہ کے بعد آپ جرم سے باہر نکلنے آسمان کی طرف دیکھتے انتہائی پریشانی سے واپس آجاتے۔ میں نے جب یہ حالت دیکھی تو دل میں خیال کیا۔ آج بابا کا انداز نیا ہی ہے۔ چنانچہ میں نے بھی مصلیٰ پچھالیا اور شب بیداری کا فیصلہ کر لیا۔ آپ نے سورہ یسین کی تلاوت کی وہیں مصلیٰ پڑھ گئے۔ زیادہ سے زیادہ چند منٹ ہی سوئے ہوں گے میں نے دیکھا بابا کا پتہ بیدار ہوئے۔ پہلے لاجل و لا قوتہ پڑھا۔ پھر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور معروف

نوافل ہو گئے۔ رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ پھر تعقیبات میں بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے اٹھ لگ گئی۔ پھر بھر بھر لے کر آٹھیں کھولیں۔ یہ رات پوری آپ نے جاگ کر نوافل اور ذکر خدا میں گزاری۔ کبھی باہر آتے آسمان کی طرف دیکھتے پھر مصلیٰ پر آجاتے۔ اور فرماتے۔ بخدا! آج تک میں نے کبھی نہ جھوٹ بولا ہے اور نہ جھٹلایا گیا ہوں میں نے بابا کی بے چینی میں اضافہ دیکھا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔

اور میں نے عرض کی۔ بابا جان! میں قربان جاؤں خیریت تو ہے۔ آج آپ خلات معمول بے چین نظر آ رہے ہیں اتنی رات گزر گئی ہے اور سونے کا ارادہ تک نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹی! اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ میں نے عرض کیا:

بابا جان! کیا آپ اپنی خیر موت دے رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا: بیٹی ہر انسان کو ایک دن دربار خالق میں جانا ہی تو ہے۔ میں سمجھتا ہوں اب وقت قریب تر ہو رہا ہے۔ یہ سن کر میں بیساختہ رونے لگی۔

آپ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا۔ پھر بوسہ دیا اور فرمایا۔ بیٹی اس میں رونے کی کیا بات ہے جو کچھ میرے آقا نے مجھے بتایا تھا میں نے وہی کچھ کہا ہے۔ ابھی نہ دو۔

پھر آپ مصلیٰ پر سو گئے۔ اور مجھے فرمایا۔ بیٹی تو بھی میرے ساتھ ہی جاگتی رہی ہے۔ اب میں کچھ دیر کے لیے سونے لگا ہوں۔ جب اذان کا وقت قریب ہو تو مجھے جگا دینا۔ اور آپ سو گئے۔

میں وقت اذان کا انتظار کرنے لگی۔ جب وقت قریب ہوا۔ میں آفتابہ میں پانی لے کے آئی بابا کو جگایا انہوں نے تجدید وضو کی۔ عمامہ سر پر رکھا۔ عبا کندھے پر ڈالی اور دروازہ سے باہر آئے۔ حسین بھائی کو کسی معتقد نے بطخوں کا ایک جوڑا دیا تھا۔ جو بھی بطخوں نے آپ کو باہر جاتے دیکھا تو بے تحاشا چیخنا شروع کر دیا اور بار بار آپ کے دامن عبا سے پٹنے لگیں۔

بابا نے فرمایا:

ہاں ہاں اب تم نوحہ خوانی کر لو پھر تمہارے ساتھ اور بھی شریک ماتم ہو جائیں گے۔ آپ نے دروازہ کی زنجیر کھولی۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب دروازہ میں نصب شدہ میچیں خود سے باہر نکل آئیں اور آپ کی عبا سے چمٹ گئیں۔

میں آپ کے پیچھے ہی تھی۔ بطخیں چلا رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو بیٹی اگر ان بطخوں کے وانہ اور پانی کا خیال رکھ سکو تو انہیں رکھنا ورنہ انہیں آزاد کر دینا جو مقدر ہو گا۔ اپنی کاوش سے تلاش کر کے کھالیں گی۔ پھر

آپ نے دہلیز سے قدم باہر رکھا اور ہار گاہ خالق میں عرض کیا۔

اللھم بارک لنا فی الموت

اللھم بارک لی فی لقاک

جب میں نے یہ لفظ سنے تو میرے منہ سے بیجاختہ و اغوا ناہ کی فریاد نکل گئی۔ اور میں نے عرض کیا۔ بابا جان ! ابتداءً شب سے آپ اپنی قبر موت دے رہے ہیں۔ یہ کیا ماجرا ہے ؟

آپ نے فرمایا :

بیٹے ! یہ موت کی خبر نہیں ہے چند علامات میں جو یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ یہ فزا کہ جلدی سے باہر نکل گئے۔

میں حسن بھائی کے پاس آئی وہ پہلے سے مصروف نوافل تھے۔ انہیں بابا کی تمام رات کی کیفیت سے آگاہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ ابھی رات کافی باقی ہے اور بابا ابھی سے مسجد میں چلے گئے ہیں۔ حسن بھائی جلدی سے باہر گئے۔ ابھی بابا مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ آپ نے ان کے قریب جا کر عرض کیا۔

بابا جان ! خیریت تو ہے ابھی تو تہائی رات باقی ہے آپ کیوں اس قدر جلدی مسجد میں تشریف لے جا رہے ہیں ؟

آپ نے فرمایا :

بیٹے میرا نور چشم ! میں بھی جانتا ہوں کہ میں جلدی کر رہا ہوں۔ لیکن کیا کروں ایک خواب دیکھا ہے جس کے بعد آرام نہیں کر سکا اور مسجد میں چلا آیا۔

امام حسن نے عرض کیا۔ اللہ آپ کو خیر ہی دکھاتا ہے کیا خواب تھا ؟

بابا نے فرمایا :

بیٹے میں نے جبریل کو دیکھا ہے وہ کہہ ابوقیس پر اترا ہے وہاں سے اس نے دو پتھر اٹھائے ہیں وہاں سے وہ بیت اللہ کی چھت پر آیا۔ دونوں پتھروں کو ایک دوسرے پر مارا۔ دونوں ریزہ ریزہ ہو گئے۔ پھر اس خاک کو ہر ا میں اچھال دیا۔ پیٹے میں نے دیکھا ہے مکہ اور مدینہ میں کوئی ایسا گھرنہ بچا جس میں وہ خاک نہ لگی ہو حسن بھائی نے عرض کیا۔ بابا جان ! اللہ خیر کرے۔ آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے ؟

آپ نے فرمایا :

بیٹے ! ویسے تو ارشاد قدرت ہے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں جان دے گا اگر میرا خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تیرا باپ شہید ہو گا اور اس کا تم شہادت میں مکہ اور مدینہ کے ہر گھر قائم کردہ بن جائے گا۔

حسن بھائی نے عرض کیا۔ بابا جان ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ایسا کب ہوگا ؟

آپ نے فرمایا:

بیٹے جو کچھ میرے آقا اور آپ کے ناتانے مجھے بتایا تھا وہ یہی ہے کہ ماہ رمضان کے دوسرے عشرہ کے آخر میں ابن عجمی مرادی کے ہاتھوں میری شہادت ہوگی۔ بیٹے اب واپس جا کر سو جاؤ ابھی کافی رات باقی ہے۔ حسنؓ نے عرض کیا۔ بابا آپ مجھے اجازت دیں میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔

بابا نے فرمایا:

بیٹے تجھے میرے حق کا واسطہ ہے واپس گھر چلے جاؤ۔

حسنؓ بھاٹی واپس آیا۔ میں دروازہ پر کھڑی تھی۔ اور چونکہ رات تاریک تھی۔ کسی طرف سے پردے کی فکر نہ تھی میں حسنؓ اور بابا کی باتیں سنتی رہی تھی۔ جب حسنؓ بھائی اندر آیا تو ہم دونوں بہن بھائی بیٹھ کر اسی موضوع پر باتیں کرنے لگے۔

مولف کے مطابق ابن عجمی نے شبیبؓ ابن بجر۔ وردانؓ ابن خالد اور اشعثؓ ابن قیس کے ساتھ یہ رات مسجد کوفہ میں گزاری۔ حضرت علیؓ نے اذان صبح کی۔ منبر اذان سے نیچے آئے۔ حسب معمول مسجد میں سونے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کو جگایا۔ جب آپ اس ملعون کے پاس پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ یہ منہ کے بل لیٹا ہوا ہے آپ نے فرمایا:

اوبندہ خدا! یہ شیطان کا انداز ہے۔ اہل جہنم اس طرح سوتے ہیں۔ علماء کی طرح دائیں کروٹ یا دائیں منہ کی طرح بائیں کروٹ اور یا پیٹھ کے بل انبیاءؑ کی طرح سویا کر۔ یہ خبیث اس طرح ہلایا جیسے اٹھنا چاہتا ہو۔

آپ نے فرمایا:

آج تو نے وہ ارادہ کر رکھا ہے جس سے عرش الہی لرز جائے گا۔ زمین میں زلزلہ آجائے گا۔ پہاڑ بکھر جائیں گے۔ اگر تو چاہے تو میں تجھے بتاؤں کہ تو نے کپڑوں کے نیچے کیا چھپا رکھا ہے۔

یہ فرما کر آپ آگے کو بڑھ گئے۔ محراب میں آئے نوافل صبح شروع کیں۔ جب اس خبیث نے دیکھا کہ حضرت علیؓ مصروف نوافل ہو گئے ہیں۔ تڑپ کر اٹھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس ستون کے قریب آیا جہاں آپ مصروف نماز تھے آپ دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ میں جا رہے تھے کہ اس خبیث نے تلوار کو لہرا کر سر مبارک پر وار کیا۔ تلوار اسی جگہ پڑی جہاں جنگ خندق میں عمرو ابن عبدود کی تلوار نے زخم لگایا تھا۔ جب آپ کو ضرب لگی آپ نے انتہائی صبر کا مظاہرہ کیا۔ آہستہ آہستہ جھکتے چلے گئے اور فراتے رہے۔

بسم الله وبالله على ملة رسول الله هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله فوزت رب الكعبة
پھر فرمایا: مجھے ابن عجمی نے قتل کر دیا ہے۔ لوگو خیال رکھنا بھاگنے نہ پائے۔ مسجد میں ہر طرف جھگڑا مچ گئی

کس نے بھی جمع ہو گئے۔ امام حسنؑ نے آپ کا سراپا بھولی میں رکھ لیا۔ زخم سے خون صاف کر دیا گیا۔ سر پہ ٹپی باندھ دی گئی تھی۔ خون بہہ جانے کی وجہ سے آپ کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ آپ کی نگاہیں سوئے آسمان تھیں اور زبان مصروف تسبیح رب ذوالجلال تھی۔ اسی دوران آپ کو نش آگیا۔ امام حسنؑ رو رو کر بابا کا منہ چومنے لگے۔ امام حسنؑ کے آنسو حضرت علیؑ کے چہرہ پر گرے آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا بیٹے کیا تو میرے ایک زخم پر روتا ہے جبکہ تو زہر سے شہید ہو گا۔ تیرے جنازہ پر تبریریں گے۔

تیرا حسینؑ بھائی بھوکا اور پیاسا شہید ہو گا۔

امام حسنؑ نے عرض کیا:

بابا جان! کیا آپ ہمیں بتائیں گے کہ یہ شقاوت کس نے کی ہے؟

آپ نے فرمایا:

بیٹے عید الرحمن ابن یحییٰ مرادی نے۔

امام حسنؑ نے عرض کیا بابا! کیا آپ نے دیکھا تھا کہ وہ کس راستے سے گیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

بیٹے گھرانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ کسی کو اس کے پیچھے بھاگنے کی ضرورت ہے وہ ابھی چند لمحوں بعد

باب کندہ سے تھماے پاس آ جائے گا۔

یہ کہہ کر حضرت علیؑ کو پھر غش آگیا۔

تمام لوگوں کی نگاہیں باب کندہ کی طرف لگیں کہ کچھ دیر بعد باب کندہ پر ایک شور بلند ہوا۔ چند لوگ اس خبیث کو اپنے گھیرے میں لا رہے تھے۔ اس کی زبان بند تھی۔ چہرے پر ہواٹیاں اڑ رہی تھیں۔ آنکھیں پتھر آگئی تھیں۔

شدت غم اور جذبات میں لوگوں کا برا حال تھا۔ جو نہی یہ خبیث سامنے آیا۔ کوئی طمانچہ مارتا تھا کوئی لعنت کرتا تھا کوئی اس کے منہ پر پھونکتا تھا۔ بعض لوگوں نے شدت جذبات میں اس کے جسم میں دانت تک گاڑ رہے۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پیچھے بندھے ہوئے تھے لوگوں کے طمانچوں کی وجہ سے اس کے چہرے سے خون بہنے لگا تھا۔

حذیفہؓ بھی لوگوں کو دور ہٹا کر اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ لیکن لوگ نفع کہ بھڑ بھڑ کر حملہ آور ہو رہے تھے۔ آخر حذیفہؓ نے تلواریں سے نکالی لی۔ اور کہا دیکھو امیر قاتل امام ہے۔ یہ قاتل امیر المومنین ہے۔

شعبی کہتا ہے کہ گویا میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔ اس کی شکل ایسے نظر آ رہی تھی۔ جیسے مجسم شیطان ہو۔

حذیفہؓ اسے امام حسنؑ کے سامنے لایا۔ امام حسنؑ نے دیکھ کر صرف اتنا فرمایا:

اے ملعون! اے دشمن خدا! تو نے میں سفر میں یتیم کو دیا ہے۔ بھلا خود ہی بتا۔

کیا امیر المومنینؑ نے مجھ سے کبھی نفرت کی تھی؟
کیا امیر المومنینؑ نے مجھے دوسروں پر ہمیشہ ترجیح نہیں دی تھی؟
کیا امیر المومنینؑ تیرے محسن نہ تھے؟
کیا امیر المومنینؑ تیرے اچھے امام نہ تھے؟
کیا محسن کی جزا ہی ہوتی ہے جو تو نے دی ہے۔

ابن مجثمؑ نے جواب میں صرف ایک جملہ کہا۔ اے ابو محمدؑ جو شخص جہنم میں جانے کی قسم کھا چکا ہو بھلا آپ اس کو بچا سکتے ہیں؟

یہ سنتے ہی ہر طرف سے صدائے گریہ و زاری بلند ہو گئی۔ آپ نے لوگوں کو خاموش رہنے کی ہدایت فرمائی اور مدلیخ غنمی سے پوچھا یہ تجھے کہاں ملا ہے؟ اور تو نے اسے کیسے گرفتار کیا ہے؟

ابن مجثم کی گرفتاری:

حذیفہؓ نے عرض کیا۔ قبیلہ میں سوراہا تھا۔ میری بیوی بیدار تھی۔ جب ایک دردناک آواز آئی قتل علی المرتضیٰؑ آئی میری بیوی نے مجھے جھجھوڑ کر جگایا اور کہا۔

اے جلدی اٹھ حضرت علیؑ شہید ہو گئے ہیں۔

میں جلدی سے اٹھا عورت کے منہ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔ خبردار ایسی کبوتر اس نہ کرنا۔ بھلا علیؑ کی کسی سے کیا دشمنی تھی۔ وہ یتیموں کا سہارا۔ بیواؤں کا معاون۔ غریبوں کی دولت۔ بے سہاروں کی نصرت۔ مظلوموں کا دادخواہ اور مسافروں کا مہمان نواز تھا۔

میری بیوی نے کہا۔ میں کب کہتی ہوں کہ مولائیں یہ اوصاف نہ تھے میں نے جو کچھ سنا ہے تجھے بتا دیا ہے اب اٹھ جا کے پتہ تو کر میرا دل بیٹھ رہا ہے۔

ہم اسی جھگڑے میں تھے کہ پھر آواز آئی قتل امیر المومنینؑ۔ اب مجھے کوئی شک نہ رہا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کا کوئی گھرا بیسانہ ہو گا۔ جس میں یہ آواز نہ گئی ہوگی۔ میں نے کپڑے پہنے تلوار اٹھائی اور باہر کو دوڑا۔ جب میں راستہ پر آیا۔ تو اس خبیثت کو راستہ کے عین وسط میں اندھوں کی طرح ادھر ادھر پھرتے ہوئے پریشان دیکھا۔

میں نے کہا۔ اے تو کون ہے؟

اس نے مجھے اپنا نام غلط بتایا۔

میں نے پوچھا۔ کہاں سے آ رہا ہے؟

اس نے کہا گھر سے آ رہا ہوں۔

میں نے کہا اس وقت کہاں جا رہا ہے؟

اس نے کہا جبرہ کو چارہا ہوں۔

میں نے کہا ابھی نماز کا وقت ہے امیر المومنین کی اقتداء میں نماز ادا کر کے کیوں نہیں جاتا؟

اس نے کہا کام بڑا ضروری ہے اگر دیر ہو گئی تو کہیں ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

میں نے کہا۔ میں نے ایک ادا ز سنی ہے کہ حضرت علی قتل ہو گئے ہیں کیا تجھے بھی کچھ معلوم ہے۔

اس نے کہا۔ مجھے کچھ نہیں معلوم۔

میں نے کہا پھر آنا چل کر مسجد میں پتہ کریں کہ یہ سچ ہے یا نہیں؟

اس نے کہا میرا کام اس تحقیق سے بہت ضروری ہے۔

جب اس نے یہ جواب دیا۔ اس وقت میں برداشت نہ کر سکا اور میں نے کہا ارے ظالم تیرا کام کیا اتنا اہم ہے کہ قتل امیر المومنین کی تحقیق اس سے کم ہے۔ یہ کہہ کر میں نے اس پر حملہ کر دیا۔ یہ مجھ سے بھپسل گیا۔ اسی اثنا میں ہوا کا ایک جھونکا آیا۔ جس سے اس کی چادر اڑی۔ میں نے دیکھا تو چادر کے نیچے چمک نظر آئی میں نے تلوار دیکھ کر کہا۔ ظالم یہ بغیر نیام کے تلوار تو نے کیوں چھپا رکھی ہے۔ کیا تو ہی تو بد نصیب قاتل نہیں۔

مجھے سمجھ نہیں آئی کہ اس نے انکار کے بجائے اقرار کیوں کر لیا۔ کہنے لگا: ہاں میں ہی قاتل ہوں۔ میں نے تلوار نکال کر دار کیا۔ اس نے بھی تلوار نکال لی۔ لیکن یہ وار کرنے سکا کہ میں چلانے لگا میری آواز سن کر حملہ والے نکل آئے میں نے کہا۔ یہ امیر المومنین کا قاتل ہے۔ اندھا ہو چکا ہے اسے راستہ نہیں مل رہا لیکن مجھے پکڑتے نہیں دیتا تمام لوگ جمع ہو گئے انہوں نے گرفتار کرنے میں مجھ سے تعاون کیا۔ میں نے اس کی مشکیں باندھیں اور اسے آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔

امام حسنؑ حضرت علیؑ پر تھکے آپ کی زخمی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور عرض کیا۔ بابا جان! یہ دشمن خدا حاضر ہے۔

آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا!

اے ابنِ محم کیا میں تیرا چچا امام نہ تھا ؟

کیا میں نے تجھے شکایت کا موقع دیا تھا؟

کیا جب لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے ہیں نے بھی تجھ سے کبھی نفرت کا اظہار کیا تھا؟

کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں نے کئی مرتبہ تجھے سنا کہ کہا تھا کہ یہ میرا قاتل ہے مگر میں نے کبھی تجھے کچھ نہ کہا تھا؟

جب لوگ تیرے متعلق مجھے بہت کچھ کہتے تھے میں کسی کی نہ سنتا تھا اور تو اچھی طرح جانتا ہے۔

تو غریب بٹھا کیا میں نے تجھے دولت مند نہیں بنایا تھا۔

کیا میرے تمام احسانات کی نیزے پاس یہی جزا تھی؟

فرمائی ایک ایک سے فرداً فرداً الوداع کہی۔ سب سے زیادہ توجہ آپ کی امام حسینؑ اور ام کلثوم زینبؑ پر رہی پھر امام حسنؑ کو وصیت فرمائی۔ (سابقہ پیش کی جا چکی ہے)

آپ نے دودھ مانگا ہم نے پیش کیا۔ پورا پیالہ پی کر فرمایا۔ بیٹے میں تے عمر اس میں سے تمہارے قیدی کے لیے کچھ نہیں بچا یا کیونکہ تمہاری دینا سے میرا بس یہ آخری توشہ تھا۔ لیکن بیٹے مجھے اس وقت اطمینان ہوگا جب تو اپنے قیدی کو بھی اتنا ہی دودھ پلا دے۔ امام حسنؑ نے پیالہ پر کیا اور ابن بلعم کے پاس لے گئے اس نے دودھ پی لیا۔ ہم نے آپ کے پاؤں کی طرف دیکھا تو وہ نہر کے اتر سے سرخ ہو چکے تھے۔ اور پیشانی عرق آلود ہونے لگی۔ آپ اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کرنے لگے۔

میں نے عرض کیا۔ بابا پینہ اگر ہم ہے؟

آپ نے فرمایا :

ہاں بیٹے میں نے اپنے مولا سے سنا ہے کہ جب مومن کا دنیا سے آخری وقت قریب آتا ہے تو اس کی پیشانی پر پسینہ کے قطرات نمودار ہوتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے اپنی اولاد میں سے ایک ایک کو قریب بلایا۔ ہر ایک سے الوداع کیا۔ اور غیر فاطمی اولاد کو بالعموم اور فاطمی اولاد میں سے امام حسینؑ کو بالخصوص امام حسنؑ کے سپرد فرمایا۔ اور فرمایا۔ بیٹے تیرا حسینؑ بھائی تم سب میں زیادہ مظلوم ہے۔ پھر ارم کلثوم زینبؑ کو قریب بلا کر فرمایا۔ بیٹی تمام اہلبیتؑ کا بالعموم اور حسینؑ کا بالخصوص تو ہی خیال رکھتا۔

جناب زہرا کے علاوہ دوسری ماؤں کی اولاد سے فرمایا۔ دیکھو کبھی اولاد زہرا کی مخالفت نہ کرنا۔

امام حسنؑ نے عرض کیا:

یابا جان! آپ ایسی باتیں کیوں فرما رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

بیٹے اٹھارہ کی رات میں نے خواب میں اپنے آقا کو دیکھا تھا اور عرض کیا تھا۔ قبیلہ میں اب تھک گیا ہوں میرے آقا نے مجھے فرمایا تھا۔ یا علی! ہم بھی آپ کے فراق میں غمرہ ہیں بس تین راتیں صبر کر گئے تو ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔ بیٹے تین راتیں گزر چکی ہیں۔ بیٹے میرے فراق کے بعد مجھے غسل و کفن دیکر اسی کا غور سے حنوط کرنا جو آپ کے ناما نے دی تھی۔

جناب ام کلثوم زینبؓ نے عرض کیا:

بابا جان! آپ تو جیت تھک گئے۔ آپ نے اپنے آقا سے شکوہ بھی کر لیا۔ لیکن آپ مجھے بتائیں کہ اگر میں جاؤں تو کسے شکوہ کروں گی۔

آپ نے بیٹی کا سراپتے سینہ سے لگایا۔ اور فرمایا میری بیٹی تو کبھی نہ ٹھکنا اگر تو تھک گئی تو یہ قافلہ اہلبیت کا سہارا کون ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے جناب زینبؓ کے سر کا بوسہ لیا اور فرمایا:

اچھا اب خدا حافظ میرا آخری سلام!

پھر فرمایا:

عليكم السلام يا رسول ربى لمثل هذا فليعمل العاملون ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون
یہ پڑھ کر آپ قبلہ رخ ہوئے۔ پیشانی پر سپینہ کے چند قطرے موتیوں کی طرح نمودار ہوئے۔ آپ نے آنکھیں بند کیں۔ پاؤں سیدھے کئے۔ دونوں بازو دراز کئے۔ اور پڑھا۔ اشہد ان لا اله الا الله وحده لا شریک
لہ و اشہد ان محمد عبده و رسولہ و اشہد انی علی ولی الله و وصی رسولہ خاموش ہو گئے۔ اور گھر میں کہرام
ماتمچ گیا۔ غلام کوفہ کے گلی کوچوں میں صدائے ماتم بند ہوئی۔

اہل کوفہ مرد۔ عورتیں اور بچے گروہ درگروہ ماتم کرتے ہوئے آنے لگے۔ جناب حسنینؓ نے غسل دیا۔ جب غسل
وکھن دیا جا چکا تو امام حسنؓ نے پکار کے فرمایا:

ہین زینبؓ! بابا بتا رہے تھے کہ ناتا اور ماں سے بچا ہوا کافر آپ کے پاس ہے۔ لے آئیے۔

جناب زینبؓ نے کافر لاکر دیا۔ جناب حسنینؓ نے حنوط کیا۔ تمام اہل کوفہ سے کہا گیا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔
آپ تمام اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ تمام اہل کوفہ واپس چلے گئے۔ جناب حسنینؓ نے انتظار کیا چونکہ حکم یہی تھا کہ مدفن
پوشیدہ رکھا جائے اور کسی کو مطلع نہ کیا جائے اس لیے جب تمام مرد اور عورتیں واپس چلے گئے۔ تو تابلوت کا
اگلا حصہ از خود اٹھنے لگا۔ اسے اٹھتا دیکھ کر جناب حسنینؓ نے پھلا حصہ اٹھا لیا۔ اور کوفہ کے عقب کی طرف روانہ ہو گئے
چونکہ بابا کا حکم یہی تھا کہ حسنینؓ کے سوا کوئی میرے جنازہ کے ساتھ نہ آئے اگر حسنینؓ کسی کو مناسب سمجھیں تو صرف ایک
کو ساتھ لاسکتے ہیں۔ اس لیے ہم تمام بھائی اس انتظار میں تھے کہ ممکن ہے ہمیں فرمائیں لیکن جناب امام مکتوم
زینبؓ نے امام حسنؓ سے کہا۔ بھئی! آپ کو معلوم ہے کہ بابا نے صرف ایک آدمی کی اجازت دی تھی جو آپ
کے ساتھ آسکتا ہے؟

امام حسنؓ نے فرمایا:

زینبؓ مجھے معلوم ہے۔

بی بی نے فرمایا۔

کیا وہ ایک میں نہیں ہو سکتی؟

امام حسنؓ نے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا: زینبؓ اگر چل سکے تو۔

رات کا وقت تھا۔ کوفہ کے گلی کوچے خاموش تھے۔ لیکن کسی گھر میں آگ نہ بجلی تھی۔ ہر گھر میں صفت ماتم بچھی ہوئی

ان لوگوں پر شیطان غالب تھا۔ وہ فکر خدا بھول چکے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ اب میں کیا کہہ سکتا ہوں اب میرا کسی کا نام لینا قابل قبول نہ ہوگا ورنہ مجھے معلوم ہے کہ شام کے کس لوہار نے تلوار بنائی تھی۔ اسے زہر کس نے مہیا کیا تھا۔ کتنی مرتبہ زہر میں بھجائی گئی تھی؟ شام سے یہاں کون لایا تھا؟ کب لایا تھا؟ مجھے کس کے ہاتھ سے ملی تھی؟ بہر صورت چونکہ میرے ہاتھ میں تھی۔ میں ہی امیر المومنین کا قاتل ہوں۔ اب مجھ سے جیسے چاہیں قصاص لیں۔ حکومت کسے ملی ہے؟ اور قتل کون ہو رہا ہے؟

یہی باتیں کر پائے تھا کہ ہر طرف سے لعن و طعن شروع ہو گئی۔ در مسجد پر لایا گیا۔ لوگوں کا رش تھا۔ امام حسنؑ نے گردن پر وار کرنا چاہا لیکن دھکم پیل کی وجہ سے گردن کٹ نہ سکی۔ گر کر ترپنے لگا۔

امام حسینؑ آگے بڑھے اور عرض کی۔ بھیا! جتنا آپ کا حق تھا اتنا ہی میرا بھی حق ہے۔ خدا کے لیے ایک ضرب تو مجھے بھی لگانے دیں۔ امام حسنؑ نے تلوار امام حسینؑ کو دی۔ امام حسینؑ نے ایک وار کیا اور گردن کٹ گئی۔ پھر تو لوگ ٹوٹ پڑے اور تلواروں۔ نیزوں۔ اور خنجروں سے اس کی مٹکا بونی کر دی۔ پھر ایک گڑھا کھود کر اسے دفن کر دیا گیا اہل کوفہ کئی ماہ تک اس کی قبر سے کتے کی سی بھونکیں سوننتے رہے۔





بعد از شہادت

خلافت نبویہ ختم ہوگئی:

امالی شیخ صدوق میں صحابی رسولؐ اسید ابن صفوان سے مروی ہے کہ جس دن حضرت علیؑ شہید ہوئے اس دن کوفہ میں کوئی ایسا گھڑہ تھا جس میں صفت ماتم نہ بچی ہو۔ اور کوئی گلی یا کوچہ ایسا نہ تھا جس میں رونے والوں کی کمی ہو۔ ایک شخص انتہائی حسین و جمیل آیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اَنَا لِلّٰہِ وَاَنَا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ بڑھ رہا تھا۔ حضرت علیؑ کے دروازہ پر آکر کھڑا ہوا اور کہتے لگا۔

آج براہ راست خلافت نبویہ کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔۔۔۔۔ اے ابوالحسن! اللہ آپ پر رحم فرمائے۔۔۔۔۔
آپؑ اول المؤمنین تھے۔۔۔۔۔ آپ مخلص المؤمنین تھے۔۔۔۔۔ آپ کا یقین ہر ایک سے محکم تھا۔۔۔۔۔ اللہ سے خوف میں سب سے زیادہ تھے۔۔۔۔۔ مصائب برداشت کرنے میں بردبار تھے۔۔۔۔۔ حفاظت رسولؐ میں بے نظیر تھے۔۔۔۔۔ اصحاب نبیؐ کے خیر خواہ تھے۔۔۔۔۔ فضائل میں سب سے بڑھ کر تھے۔۔۔۔۔ مراتب میں سب سے بلند تر تھے۔۔۔۔۔ نبی اکرمؐ سے اقرب تر تھے۔۔۔۔۔ ہدایت۔۔۔۔۔ ہدایت۔۔۔۔۔ کردار۔ اور گفتار میں شبیہ نبیؐ تھے۔۔۔۔۔ اللہ آپ کو اسلام۔ رسول کو یمن اور امت مسلمہ کی طرف سے جزائے خیر سے۔۔۔۔۔ جب تمام صحابہ کمزور پڑ جاتے تھے۔ آپ اس وقت بھی مضبوط ہوتے تھے۔۔۔۔۔ جب کوئی صحابی آگے نہ بڑھتا تھا آپ اس وقت بڑھ جاتے تھے۔۔۔۔۔ جب دیگر صحابہ کمزور پڑتے تھے آپ اس وقت بھی طاقتور رہتے تھے۔۔۔۔۔ جب دیگر صحابہ دایں بائیں ہونے لگتے تھے آپ اس وقت بھی نبی اکرمؐ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔۔۔۔۔ آپ برحق خلیفہ رسولؐ تھے۔۔۔۔۔ منافقین کی خواہشات کے علی الرغم آپ نے کسی بھی مقام پر امت مسلمہ میں تفریق کو گوارا نہ کیا۔۔۔۔۔ جب دوسروں کی زبان حق گوئی میں متلانے لگتی تھی آپ بیباکی سے حق گوئی کرتے تھے۔۔۔۔۔ آپ آواز کے اعتبار سے کم اور عمل کے لحاظ سے ہر ایک سے زیادہ تھے۔۔۔۔۔ آپ کم گو تھے مگر راست باز تھے۔۔۔۔۔ از رو ہمت آپ شجاع تھے۔۔۔۔۔

ازدوئے عمل آپ لائمانی تھے۔۔۔۔۔ آپ دین کا یعوب تھے۔۔۔۔۔ جنگ میں آپ صف اول میں رہتے تھے۔۔۔۔۔ جب دوسرے بھاگ جاتے تھے آپ پھر بھی میدان میں رہتے تھے۔۔۔۔۔ آپ مومنین کے مہربان باپ تھے۔۔۔۔۔ جو دوسرے نہیں اٹھا سکتے تھے آپ اٹھا لیتے تھے۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہیں۔ اللہ کی قضا کے سامنے ہمارے سر خم ہیں۔
بخدا! آپ کی شہادت جیسی عظیم مصیبت سے امت مسلمہ کبھی دوچار نہ ہوگی۔
جب تک وہ شخص کھتا رہا لوگ سنتے بھی رہے۔ اور روتے بھی رہے۔ پھر وہ خاموش ہو کر چلا گیا تلاشِ بسیار
کے باوجود بھی پھر وہ کسی کو نظر نہ آیا۔

بکار میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے ۔

مومن کی موت پر زمین و آسمان جالیس دن تک روتے ہیں۔

عالم کی موت پر چالیس ماہ روتے ہیں۔

نبی کی موت پر ارض و سماء چالیس برس روتے ہیں۔

یا علیؑ تیری موت پر کائنات چالیس برس تک روتی رہے گی۔

• ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد آسمان سے تین دن تک خون کی بارش ہوتی رہی ہے۔

سعد ابن مسیب سے مروی ہے کہ شہادت امیر المومنین کے بعد چالیس دن تک زمین خون اگلتی رہی۔

عبدالملک ابن مروان نے زہری سے پوچھا کہ علیؑ تو کوفہ میں داخل ہو چکا تھا۔ ندیبہ اور دیگر عداوتوں میں موت کا علم کیسے ہوا تھا؟

نہری نے کہا۔ چالیس دن تک زمین خون اگلتی رہی تھی۔

کامل الزیارت میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہشتام نے میرے والد کو بلایا اور کہا کہ میں آپ سے ایک ایسا سوال کرنا چاہتا ہوں جس کا جواب کوئی دوسرا نہیں دے سکتا۔

آپ نے فرمایا:

پوچھ کیا پوچھنا ہے۔

ہشام نے کہا۔ حضرت علیؑ کی شہادت علم کوفہ کے علاوہ دیر دراز کے لوگوں کو کیسے ہوا تھا؟

آپ نے فرمایا:

جس رات حضرت علیؑ کو ضرب لگی اس رات سے لے کر چالیس دن تک زمین نے خون اگلا

جس رات جناب ہارون شہید ہوئے تھے اس رات سے چالیس دن تک زمین نے خون اگلا تھا۔
جس رات یوشع ابن نون شہید ہوئے تھے اس رات سے چالیس دن تک زمین نے خون اگلا تھا۔
جس رات حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا گیا اس دن بھی زمین سے خون ابلا تھا۔
جس دن جناب شمعون کو شہید کیا گیا تھا اس دن بھی زمین سے خون ابلا تھا۔
جس دن حضرت علی شہید ہوئے اس دن بھی زمین سے خون ابلا تھا اور
جس دن امام حسین شہید ہوئے اس دن بھی زمین نے خون ابلا تھا۔

• خراج میں ابوالوفا سے مروی ہے کہ میں بیت اللہ میں تھا۔ میں نے دیکھا تو مقام ابراہیم پر لوگوں کا بے تحاشا اجتماع ہو گیا۔

میں نے کسی سے پوچھا۔ یہ کیا ہے؟

اس نے جواب دیا۔ ایک عیسائی راہب مسلمان ہوا ہے اور لوگ اسے گھیرے ہوئے ہیں۔
میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس راہب کے پاس گیا۔ دیکھا تو بہت کافی عمر رسیدہ شخص تھا اولیٰ کپڑے پہن رکھے
تھے اور سر پر ٹوپی رکھی ہوئی تھی۔ میں جب وہاں پہنچا تو وہ کہہ رہا تھا۔

ایک دن میں اپنے گرجا میں بیٹھا تھا غیر خیالی طور پر میں نے نیچے بھاٹک میں نے گدھ جیسا ایک پرندہ دیکھا
جو کنارہ سمندر پر رکھے ایک پتھر پر بیٹھا تھا اس نے قے کی جس سے ایک انسان کا چو تھا حصہ اس کے منہ سے
گرا پھر وہ اڑکچہ دیر بعد آکر پھر قے کی اور چونے تھے حصہ گرا۔ پھر اڑا گیا۔ پھر آیا اور قے کی تو آخری چو تھا حصہ گرا۔ پھر وہ
چاروں حصے ایک دوسرے کے قریب ہوئے۔ اور جیتا جاگتا انسان اٹھ کھڑا ہوا۔ میں اس کے قریب ہوا اور پوچھا
تو کون ہے۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا تجھے خالق کی قسم ہے۔ بتا تو کون ہے؟ اس نے کہا۔ میں ابن
محم ہوں۔

میں نے پوچھا تو نے کیا عمل کیا ہے جس کا یہ نتیجہ ہے؟

اس نے کہا۔ میں نے علی ابن ابی طالب کو شہید کیا تھا اس دن سے لے کر آج تک ہر پرندہ روزانہ مجھے قتل کرتا
ہے۔ ننگنا ہے۔ پھر اگلتا ہے۔

ابھی وہ یہی بات کہہ رہا تھا کہ وہی پرندہ آیا اور اس نے اس پر حملہ کر کے چو تھا حصہ اڑالیا۔ اسی طرح یکے بعد
دیگر وہ آتا رہا اور جاتا رہا اور ایک ایک حصہ لے جاتا رہا۔

میں نے بعد میں لوگوں سے علی ابن ابی طالب کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ وہی رسول تھے۔ چنانچہ
میں اس صداقت کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا ہوں۔



اولاد حضرت علیؑ

حقیقت یہ ہے کہ چونکہ تاریخ آل محمد پر وفات رسولؐ کے بعد پہلے اموی اور پھر عباسی گرد پڑھی رہی اور یہ عرصہ سالوں پر نہیں صدیوں پر محیط ہے۔ اس لیے کسی بھی مؤرخ کے لیے یہ کہنا انتہائی مشکل ہے کہ جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے یہی حقیقت حق ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب اموی اور عباسی اقتدار میں تاریخ سازی تو اپنے مقام پر رہی حدیث سازی کا کاروبار بھی پیشہ وارانہ بنیادوں پر کیا گیا ہو۔ کم و بیش نو سو برس تک دشمنان آل محمد تاریخ آل محمد کو مسخ کرنے میں مصروف عمل رہے۔

حضرت علیؑ کی اولاد بھی اسی اختلاف کی نذر ہو گئی۔ بہر صورت جو کچھ متعدد کتب تاریخ سے مل سکا ہے وہ پیش خدمت ہے کمی و بیشی اللہ ہی معاف فرمائے گا۔

انزواج :-

- ۱۔ فاطمہ زہرا بنت محمد رسول اللہ

- ۲۔ خولہ بنت جعفر تشفیہ -

- ۳۔ صبا کے تعلیم

- ۴ - بنت مسعود دارمیہ -

- ۵۔ اسماء بنت عمیس

- ۶۔ ام سعد بنت عروہ ثقفیہ

- ۷۔ امامہ بنت ابوالعاص ثقفیہ

- ۸۔ ام حبیبہ بنت ربیعہ

- ۹۔ فاطمہ بنت حزام کلابیہ



ضریح مظهر پر معجزات

۱۔ مزار علی کو کھودو:

ابوالحسن علی ابن حسین ابن ججاج سے مروی ہے کہ میں اور کچھ دیگر افراد میرے چچا زاد ابوعبداللہ محمد ابن عمران ابن ججاج کی محفل میں بیٹھے تھے۔ اس محفل میں کوفہ کے کچھ ایسے بزرگ بھی موجود تھے جو عباس ابن احمد عباسی کے ہاں منوہود رہتے تھے۔ یہ لوگ میرے چچا زاد کو ۲۳ھ کے ذی الحجہ میں امام حسین کے روضہ مبارک کی چھت گرنے کے بعد میرے چچا زاد کے پنج جلنے پر اسے مبارکباد دینے آئے تھے۔ کیونکہ اس وقت وہ بھی زیر چھت ہی تھا۔

مذہبی عنوان پر باتیں ہو رہی تھیں کہ اسماعیل ابن عیسیٰ عباسی بھی آگیا۔ چونکہ ہم تمام محبان اہلبیت تھے اور ہمیں ہر وقت ہر عباسی سے خوف رہتا تھا۔ اس لیے اس کے آتے ہی ہم سب خاموش ہو گئے۔ اسماعیل کافی دیر بیٹھا رہا اور کسی نے کوئی بات نہ کی۔ وہ اٹھا گیا اور کہنے لگا شاید میں تمہاری محفل میں غل ہوا ہوں اس لیے تم پرپ ہو گئے ہو؟

اس وقت ابوالحسن علی ابن کجی اسانی بزرگ ہونے کے تھے ہمارا صدر محفل بنا ہوا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ یقین کیجئے ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ میرا خیال ہے میری طرح ہر شخص موضوع گفتگو سوچ رہا ہو گا کہ کیا بات کریں۔

ہم نے اس کی تائید کی۔
اسماعیل نے کہا:

اللہ آپ لوگوں پر رحم فرمائے۔ ویسے حالات کا تقاضا بھی یہی ہے اور تم لوگ واقعا معذوز ہو آج کل تمہارے لیے انتہائی سنگین وقت ہے۔ ہماری حکومت نے تم لوگوں کی زندگی دو بھر کر رکھی ہے۔ لیکن یقین جانو جہاں تک مسک اور عقیدت کا تعلق ہے میں بھی تم جیسا اور تمہارا پیر بھائی ہوں۔ پھر اس نے ایسی عظیم قسمیں کھائیں

کہ ہمارے پاس اس کی بات ماننے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔

موضوع گفتگو چونکہ پیدا ہو گیا تھا اس لیے باتیں شروع ہوئیں اور مختلف مسائل پر مذاکرات ہوتے رہے بالآخر اسماعیل نے کہا۔ تم لوگوں کے پاس تو فضائل علیؑ اور آل علیؑ کی روایات ہیں میرے پاس یہ آنکھوں دیکھا ایک واقعہ ہے۔ امید ہے وہ سن کر تمہیں کم از کم میرے بارے کوئی شبہ نہیں رہے گا۔

ہم تمام سراپا سوال بن گئے۔

اس نے کہا۔ ایک جمعہ کو میں اپنے چچا دادو کے ساتھ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر آ رہا تھا جب ہم اپنے گھروں تک پہنچ کر جہاں ہونے لگے تو اس نے کہا۔ تم لوگ جو چاہو کرو اور جہاں چاہو جاؤ لیکن غروب آفتاب سے قبل تم سب میرے پاس آؤ گے۔

ہم نے کہا ٹھیک ہے غروب آفتاب سے قبل ہم اس کے پاس آ گئے وہ ہمارا منتظر تھا جب ہم سب جمع ہو گئے تو اس نے دو افراد کا نام لے کر کہا۔ انہیں بھی بلاؤ۔ جب وہ دونوں آئے تو ان کے پاس کدال وغیرہ جیسے آلات تھے جن سے زمین کھودی جاتی ہے۔

پھر اس نے کہا میرے غلام جیل کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ اور ابھی جاؤ۔ نجف میں کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ دفن ہیں۔ اور آج کل وہاں لوگ لاتعداد آنے جانے لگے۔ جاؤ قبر کھود کر جو کچھ اس میں ہو میرے پاس لے آؤ۔

ہم نے جیل کو ساتھ لیا۔ یہ جیشی غلام تھا۔ اور غضب کا طاقتور اور بیباک تھا۔ ہم نجف پہنچے جو معروف جگہ تھی وہاں گئے۔ دونوں مزدوروں نے کھودنا شروع کیا۔ کھودتے کھودتے وہ ایک چٹان پر پہنچے ان غریبوں نے بہت زور لگایا۔ لیکن نتیجہ صفر رہا۔ آخر انہوں نے جیل کو بلایا۔ اس نے گھینٹی بجائی اور اس سے چٹان پر ایک وار کیا۔ اس ضرب سے ایسی گرج پیدا ہوئی کہ ہم گھبرا گئے۔ جیل نے دوسری ضرب لگائی پہلے سے بھی زیادہ گرج پیدا ہوئی۔ جونہی اس نے تیسری ضرب لگائی اس کی پیچ بلند ہوئی۔ ہم دوڑ کر آئے وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ اسے اسی کی مدد سے باہر نکالا دیکھا تو اس کے دائیں بازو سے خون بہہ رہا تھا ہم نے بہت کوشش کی لیکن کہیں بھی زخم نظر نہ آیا۔ اسے کیلے چلائے لیکن نہ تھا۔ زبان سے گونگا ہو چکا تھا۔ ہم نے خچر پہ لا دا۔ اور واپس بنیاد کی راہ لی۔ راستہ میں اس کے دائیں جانب سے آہستہ آہستہ گوشت جھڑکا شروع ہو گیا۔ ہم دادو چچا کے پاس پہنچے خوف سے ہمارا برا حال تھا۔

اس نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟

ہم نے کہا۔ غلام جیل کو خود دیکھ لے۔ بات ہم سناتے ہیں۔ جب ہم نے اسے پورا واقعہ سنایا اور اس نے جیل کی حالت دیکھی اپنے سابقہ عقیدہ سے تو یہ کی۔ موالیان حضرت علیؑ سے ہو گیا اور ہم بھی اسی دن سے اپنے کو عقیدت مندان حضرت علیؑ سے شمار کرتے ہیں۔ غلام اسی دن ہی مر گیا۔ اور میرے چچا نے منازینا ب

امیر پر ایک صندوق بنوا دیا۔

۲۔ حیوانوں کی پناہ گاہ:

ارشاد شیخ مفید میں عبد اللہ ابن حازم سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہارون کے ساتھ ہم شکار پر گئے۔ صحرا میں کافی دور نکل آئے۔ سامنے ایک ٹیلہ نظر آیا اس ٹیلہ کے ارد گرد کافی تعداد میں ہرنیاں پھر رہی تھیں۔ ہم خوش ہو گئے کہ وافر تعداد میں شکار مل گیا ہے۔ ہم نے بازو رکتے چھوڑ دیئے۔ جو نہی بازو رکتے ان کے قریب گئے۔ ہرنیاں اطمینان سے ٹیلہ کے گرد جا کر کھڑی ہو گئیں اور بازو ایک طرف بیٹھ گئے اور کتے دور ہٹ گئے۔ ہم حیران ہوئے لیکن زیادہ ٹکرنہ کی۔ کتوں کو واپس بلایا۔ بازو ہاتھ میں لگے۔ جب ہرنیوں نے دیکھا کہ کتے اور بازو نہیں جا رہے تو وہ پھر ٹیلے کے گرد سے ہٹ کر چرنے میں مصروف ہو گئیں۔ ہم نے پھر کتے اور بازو چھوڑے ہرنیاں پھر ٹیلے کے پاس چلی گئیں۔ اور کتے اور بازو واپس آ گئے اب ہم نے سنجیدگی سے سوچنا شروع کیا کہ ٹیلے میں کیا بات ہے کہ ہرنیاں خوف نہیں کھاتیں اور کتے اور بازو ہاں جاتے نہیں ہیں جب ہرنیوں نے دیکھا کہ کتے اور بازو نہیں آ رہے وہ پھر ٹیلے سے ہٹ کر چرنے لگیں۔ ہم نے تیسری مرتبہ پھر کتے اور بازو چھوڑے ہرنیاں پھر ٹیلے کے گرد چلی گئیں اور کتے اور بازو واپس آ گئے۔ اب ہمیں یقین ہو گیا کہ اس ٹیلے میں کچھ ہے۔ ہارون نے ہمیں کہا گھوڑوں پر بیٹھو اور ہر طرف پھیل جاؤ۔ اس علاقہ میں جو بھی بے اسے میرے پاس لے آؤ۔

ہمیں ایک بوڑھا ملا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ ہم اسے ہارون کے پاس لائے۔

ہارون نے اس سے پوچھا۔ تو اسی علاقہ کا باشندہ ہے؟

بوڑھے نے کہا۔ ہاں کوفہ کے مضافات ہی میں رہتا ہوں۔

ہارون نے کہا۔ یہاں ٹیلے میں کیا ہے۔ کتے اور بازو ٹیلے کے قریب نہیں جلتے۔

بوڑھے نے کہا۔ اگر جان کی امان دو تو جو معلوم ہے بتا دوں گا۔

ہارون نے کہا۔ تجھے امان ہے بتا کیا ہے؟

بوڑھے نے کہا۔ یہ اللہ اور رسول کی طرف ایک مقدس حرم ہے۔ یہاں کوئی درندہ اور نجس جانور نہیں

جاسکتا۔

ہارون نے کہا تو پہیلیاں نہ بھجوا بتا یہ کیسا حرم ہے اور اس میں کیا ہے؟

بوڑھے نے کہا۔ ٹیلے میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا مزار ہے۔ جو چیز بھی اس کی پناہ لیتی ہے

محفوظ ہو جاتی ہے۔

یہ سن کر ہاروں گھوٹے سے اترا پانی لیا۔ دمنو کیا۔ وہاں نماز پڑھی اور اپنی پیشانی خاک پر رگڑ کر دعا مانگی

۳۔ یہ یہودی ہے اسے نکالو:

ارشاد ہی میں طحال مقدادی سے مروی ہے کہ میں حضرت علیؑ کے مزار کا کھدیر وار تھا۔ ایک دن ایک شخص انتہائی مقدس لباس اور مقدس شکل میں میرے پاس آیا۔ مجھے دو دینار دیئے اور کہا۔ ایسا کہ میں یہاں غلوت چاہتا ہوں تو دو مزار باہر سے بند کر دے اور مجھے اندر تنہا رہنے دے۔ میں نے دروازہ باہر سے بند کر دیا اور سو گیا۔ خواب میں حضرت علیؑ کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا:

میرے مزار پر نصرانی کو کیوں بٹھا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا قبدرجھے تو معلوم نہیں تھا اور نہ اس نے بتایا ہے کہ میں نصرانی ہوں۔ آپ نے فرمایا:

اسے ابھی میرے مزار سے باہر نکال۔ میں گھر کر اٹھا۔ دروازہ کھولا دیکھا تو وہ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ تو نے بڑا ظلم کیا ہے کہ مجھے بتایا نہیں۔

میں نے کہا۔ تو نصرانی ہے اور تجھے معلوم نہیں کہ غیر مسلم نجس ہوتے ہیں اور کوئی نجس حرم مطہر میں نہیں آسکتا اس نے کہا۔ میں کب نصرانی ہوں۔ میں نہیں نصرانی۔ تو جا۔

میں نے کہا۔ کیا تو مجھے دو دینار دے کر فریب دیتا ہے یہ لے اپنے دینار اور پل اٹھ یہاں سے۔ اس نے کہا۔ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں نصرانی نہیں ہوں۔

میں نے غصہ سے کہا۔ کیا تو میرے آقا کو جھوٹا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا۔ کون آقا؟

میں نے کہا۔ حضرت علیؑ۔

اس نے کہا۔ وہ تو اس مزار میں آرام کر رہے ہیں۔ میں انہیں کیسے جھٹلا سکتا ہوں؟

میں نے کہا۔ ابھی ابھی انہوں نے خواب میں مجھے بتایا کہ تو نصرانی ہے اور انہوں نے مجھے نکلنے کا حکم دیا ہے۔

وہ حیرت سے پوچھنے لگا۔ کیا واقعی تجھے حضرت علیؑ نے بتایا کہ میں نصرانی ہوں؟

میں نے کہا۔ اور کیا۔ اگر مجھے پہلے پتہ ہوتا تو میں تجھے کب جانے دیتا تھا۔

اس نے کہا۔ اب میرے لیے حقانیت اسلام کی اور کسی دیسل کی ضرورت نہیں ہے۔ پورے شام اور عراق میں کسی کو علم نہیں کہ میں نصرانی ہوں۔

اس کے بعد اس نے کلمہ شہادت پڑھا حضرت علی کی ولایت اور خلافت بلا فصل کی گواہی دیگر مسلمان ہو گیا۔

۴۔ میرے دوست کے لیے دروازہ کھول:

ارشاد معقید میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمران ابن شاہین کی عضد الدولہ سے سیاسی طور پر ان بن ہو گئی۔ عمران عضد الدولہ کے خوف سے چھپ چھپا کہ نجف میں آگیا۔ ادھر عضد الدولہ نے عمران کو کافی تلاش کیا لیکن عمران اس کے ہاتھ نہ لگا۔

عمران نے خواب میں حضرت علی کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔ فنا خسر و جو عضد الدولہ کے نام سے معروف ہے کل میری زیارت کو آئے گا۔ تو میرے حرم کے اس گوشہ میں زیر قبہ کھڑا ہو جانا۔ وہ تجھے نہ دیکھ پائے گا۔ وہ زیارت کے بعد دعا مانگے گا۔ اور دعا میں مجھے محمد کی قسم دے گا کہ۔ وہ تجھے تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ تو اس کے قریب جا کر کہنا اے بادشاہ یہ کون شخص ہے جس کی تلاش میں کامیابی پر آپ صاحب مزار کو محمد کی قسم دے رہے ہیں؟

وہ جواب میں کہے گا کہ میرا ایک سیاسی حریف ہے جو حکومت میں مجھ سے حصہ مانگتا ہے۔

تو اس سے پوچھنا۔ اگر کوئی آپ کو وہ شخص تلاش کر کے دیدے تو آپ اسے کیا انعام دیں گے؟

وہ جواب دے گا۔ کہ اگر تلاش کر کے دینے والا اس مفزور کی جان کی امان بھی مانگے تو میں دیدوں گا۔

جب یہ کہے۔ تو اپنا تعارف کرا کے سامنے آ جانا۔ تو جو چاہتا ہے تجھے اس سے مل جائے گا۔

عمران کا بیان ہے کہ دوسرے دن بالکل ویسے ہوا جیسے خواب میں آقا نے مجھے بتایا تھا۔ جب میں نے

اسے بتایا۔ کہ وہی مفزور میں ہوں۔ تو اس نے پوچھا تجھے کس نے بتایا ہے کہ میرا نام فنا خسر و ہے؟

میں نے کہا۔ سب کچھ اس صاحب قبہ نے رات خواب میں مجھے بتایا ہے اور اسی کی ہدایت کے مطابق میں آپ کے سامنے آیا ہوں۔

عضد الدولہ نے کہا تجھے اس صاحب قبہ کی قسم ہے تو سوچ کہ رہا ہے کہ تجھے اسی نے میرا نام فنا خسر و بتایا

ہے؟

میں نے کہا۔ مجھے اس کے حق کی قسم ہے مجھے انہی نے یہ نام بتایا ہے۔

عضد الدولہ نے کہا۔ اگر تو حق امیر کی قسم نہ بھی کھاتا تو میں مان لیتا کہ میرا یہ نام اللہ کے علاوہ مجھے۔ میری ماں اور میری دایہ کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔

عہد الدولہ نے عمران کو اپنا وزیر بنا کر خلعت و زارت دی۔ اور عمران کو لے کر کوثر چلا گیا۔ عمران نے مدت مان رکھی تھی کہ اگر عہد الدولہ نے اسے معاف کر دیا تو وہ سر وہا پر ہند حضرت علیؑ کی زیارت کو آئے گا چنانچہ جب رات چھا گئی تو عمران اٹھا اور سر وہا پر ہند زیارت کے لیے چلا آیا۔

میرزا دادا علی ابن طحال اپنے بستر پر سو رہا تھا۔ اس نے خواب میں حضرت علی کو دیکھا انہوں نے فرمایا۔ اٹھ میرا دوست عمران ابن شاہین میری زیارت کو آ رہا ہے دروازہ کھول دے۔ جب میں اٹھا اور دروازہ کھولا تو عمران دروازہ پر پہنچ چکا تھا۔

میرے دادا نے جھک کر اسے سلام کیا اور کہا بسم اللہ میرے آقا شریف ایسے

عمران نے کہا۔ مجھے پہچانا بھی ہے کہ میں کون ہوں۔ ایسے آقا کہہ رہا ہے۔

میرے دادا نے کہا۔ آپ عمران ابن شاہین نہیں ہیں؟

عمران نے کہا ہاں میں عمران ہی ہوں۔

میرے دادا نے کہا۔ پھر جسے میرا مولا اپنا دوست کہے میں اسے آقا نہ کہوں تو کیا کہوں؟

عمران نے کہا یہ کیا کہہ رہا ہے؟

میرے دادا نے اسے بتایا کہ ابھی خواب میں مولانا نے مجھے دروازہ کھولتے کا فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ

میرا دوست عمران ابن شاہین اگر ہا ہے دروازہ کھول۔

عمران یہ سن کر دہلیز پر گر کر بوسے دینے لگا۔ اور پھر بیرونی رواق تعمیر کرایا۔ جو رواق عمران ابن شاہین کے نام

۵۔ یا علی تیری اماں ہوں؛

۵۵۷ھ میں امیر مجاہدین سنقر کے واقعات میں لکھا ہے کہ گورنر کوٹہ سنقر اور نبی خواجه میں عداوت ہو گئی۔ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا کہ دونوں گروہوں میں سے جو بھی نجف اشرف میں حضرت علی کی زیارت کو آتا تھا۔ تنہا نہ آتا تھا۔ اپنے ساتھ دو تین نگران رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ اتفاق ایسا ہوا کہ نبی خواجه سے دو عرب زیارت کو آئے اور ادھر سنقر بھی زیارت کو آیا۔ نبی خواجه کا ایک عرب زیارت کے لیے صریح مقدس میں گیا اور دوسرا باہر حفاظت کے لیے کھڑا تھا کہ سنقر آگیا۔ باہر والے عرب نے دیکھا کہ سنقر کے ساتھ آدمی زیادہ ہیں۔ ہم ان کا مقابلہ کر سکیں گے۔ اس نے اپنے ساتھی کو آواز دی ایرانی آگئے میں نے کہا ان کی تعداد زیادہ

ہے اب واپس آ جا۔ یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو بیڑ لگا دی اور جگ گیا جو عرب اندر مصروف زیارت تھا۔ اس کے نکلنے کے تمام راستے سنقر نے بند کر دیئے کیونکہ اس نے ہر دروازہ پر اپنے سپاہی مقرر کر دیئے۔ اس عرب نے جب دیکھا تو اندر حضرت علی کی ضرب کے پاس ٹھہر گیا۔

سنقر گھوڑے پر سوار معن میں داخل ہوا۔ ضریح کے سامنے گھوڑے سے اترا اور سپاہیوں سے کہا جاؤ عرب کو بیٹھ لاؤ۔ جب سپاہی اندر گئے تو عرب نے حضرت علیؑ کی ضریح کو کپڑا لیا۔ اور عرض کرتے لگا۔

تھا۔ اب آپ کی امان میں ہوں۔ مجھے معلوم ہے آپ اپنی امان فدا نہیں کرتے۔ دخیلک یا علی۔ دخیلک یا علی۔

سنقر کے سپاہیوں نے اسے پکڑا اور باہر لانے کیلئے کھینچنے لگے۔ اس عرب نے حضرت علی کی ضریح کے پیچھے میں ہاتھ ڈال لیا۔ وہ ہاتھ پھڑپھڑاتے تھے اور عرب ہاتھ نہیں نکالتا تھا۔ بالآخر وہ زیادہ تھکے یہ تنہا تھا انہوں نے اس کی انگلیاں توڑ دوڑ کر پیچھے سے نکالیں اور گرفتار کر کے لے آئے۔

سفر کرتے اس کی مشکیں کسوائیں اور اپنے ساتھ کوفہ لایا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اسے ابھی قتل کر دوں پھر کسی خیال سے ارادہ بدل دیا اور دوسرے دن پر ملتوی کر دیا۔ ابھی رات ادھی باقی تھی کہ سفر گھر کر اٹھا۔ اپنے نائب سے کہا۔

جا ابھی زندان سے عرب کو لے آ۔ جب وہ عرب کو لے آیا۔ تو عرب تھر تھرا کر ناپ رہا تھا۔ سنقر نے اسے اپنا شاہانہ لباس ایک گھوڑا اور بیشمار دولت دے کر واپس گھر بھیج دیا۔ اور ناپ سے کہا۔ ابھی بہت ساسا مان لے جا اور مولا علیؑ سے میرے اس جرم کی معافی مانگ کر میں نے ان کے حرم سے ان کے زائر کو گرفتار کیا ہے۔ ناپ نے پوچھا۔ آخر بات کیا ہے؟

سنقر نے بتایا کہ ابھی خواب میں حضرت علیؑ آئے تھے۔ بڑے ناراض تھے۔ ان کے ہاتھ میں خنجر تھا اور انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ جس نے میری امان لی تھی اگر تو نے اسے قتل کیا۔ تو یہ خنجر تیرے پیٹ میں اتر جائے گا

4۔ عزت کا پاسبان:

منتخب میں زید نساج سے مروی ہے کہ میرا ایک پڑوسی تھا جو بہت سن رسیدہ تھا۔ ہر وقت مصروف عبادت رہتا تھا کسی سے ملتا جلتا تک نہ تھا۔ صرف جمعہ کے دن گھر سے باہر آتا تھا میں جمعہ کے دن امام زین العابدینؑ کی زیارت کو گیا۔ جب میں طہارت کے لیے گیا تو غسل خانہ میں اسی بوڑھے کو دیکھا جس نے قبض اتارا ہوا تھا اور غسل کی تیاری میں مصروف تھا۔ پانی بھرنا چاہتا تھا۔ لیکن سن رسیدگی کی وجہ سے

قاصر ہو رہا تھا۔ میں نے اس کی پشت پر ایک بہت بڑا زخم دیکھا جس سے پیپ رس رہا تھا جب اس کی مجھ پر نگاہ پڑی تو میں ذرہ شرمندہ سا ہوا۔ اور کہنے لگا ذرا مجھے پانی بھرنے میں مدد دے تاکہ میں غسل کر لوں میں نے کہا۔ میں فارغ نہیں ہوں۔ اگر مجھے یہ بتادے کہ یہ زخم کیسے لگا ہے اور کس نے لگایا ہے پھر غسل میں مدد کروں گا۔

اس نے بہت ٹانے کی کوشش کی لیکن جب میں اڑ گیا تو کہنے لگا ایسا کر مجھے غسل کرا دے۔ پھر تباہوں گا کوئی اور نہ آجائے میں نے پانی بھر کے دیا اس نے غسل کیا جب غسل سے فارغ ہو گیا تو باہر کھلی جگہ آکر بیٹھ گئے۔

اس نے کہا۔ نیٹے میرے تجھ پر دھتوی ہیں۔ میں تیرا پڑوسی بھی ہوں۔ اور تجھ سے عمر میں بھی بڑا ہوں۔ مجھ سے ایک وعدہ کر کہ میری زندگی تک کسی کو نہیں بتائے گا۔ میں نے وعدہ کیا۔

اس نے بتایا کہ جوانی میں میرا شمار اچھے خاصے لشکے قسم کے افراد سے ہوتا تھا۔ ہم دس جوانوں کا ایک گروپ تھا۔ ہم نے کبھی کچھ کمایا نہ تھا۔ بس کسی کو لوٹ لیا۔ کسی کے کپڑے اتار لیے۔ اور گزارا کر لیا۔ ہم دس آدمی کبھی تنہا نہیں کھاتے تھے بلکہ روزانہ ایک آدمی کے گھر کھانا ہوتا تھا۔ اور ہم سب مل کر کھاتے تھے۔ ایک رات میں شراب پی کر سو رہا تھا کہ مجھے میری بیوی نے جگا کر کہا۔

تو بڑے آرام سے سو رہا ہے۔ کل کھانا ہمیں پکانا ہے اور گھر میں کچھ نہیں ہے۔ یہ سن کر میرا نشہ برن ہو گیا۔ اور میں نے بڑ بڑانے کے انداز میں کہا۔ اب کیا ہو گا۔ میں کیا کروں اور کہاں جاؤں؟

بیوی نے کہا۔ آج شب جمعہ ہے اور مولانا علی کی ضریح پر ساری رات نائٹ آتے رہتے ہیں۔ راستہ میں بیٹھ جا اگر اور کچھ نہ ملے تو کسی کے کپڑے ہی اتار کر لے آ۔ کل بازار میں بیچ کر کھانا پکالیں گے۔ مجھے مشورہ پسند آیا۔ تلوار لے کر میں گھر سے نکلا اور صحرا میں راستہ پر بیٹھ گیا۔ بادل بھی تھا۔ بجلی بھی چمک رہی تھی۔ بجلی کی چمک میں مجھے دور دوسرے نظر آئے میں خوش ہو گیا کہ چلو کام بن گیا۔ میں پھر بجلی کے انتظار میں رہا کہ دیکھو ان کے پاس کون سے ہتھیار ہیں۔ جب دوسری مرتبہ بجلی چمکی اور میں نے دیکھا تو مارے خوشی کے اچھل پڑا کیونکہ وہ دونوں عورتیں تھیں۔

میں راستہ پر گیا۔ جب وہ قریب آئیں تو میں نے کہا۔ کتنے پیسے ہیں؟

انہوں نے کہا۔ ہم عورتیں ہیں ہمارے پاس کیا ہو گا۔ کچھ بھی نہیں ہے۔

میں نے ڈانٹ کر کہا۔ اگر نقدی نہیں ہے تو کپڑے اتار دو۔ جلدی کرو۔ دونوں نے کپڑے اتار دیے۔

بجلی کی چمک میں ہیں نے ان کے جسم پر زیورات دیکھ لیے۔ میں نے کہا۔ زیور بھی اتار دو۔ دونوں نے زیور اتار دیئے۔ میں یہ بھی دیکھ چکا تھا کہ ایک بالکل نوجوان لڑکی تھی اور دوسری بڑھیا تھی۔ شیطان نے مجھے اس حسینہ کو یونہی چھوڑ دیتے سے روکا۔ چنانچہ میں اس حسینہ کے گرد پھرنے لگا۔ اور اسے اسی جگہ برائی پر آمادہ کرنے لگا۔

بڑھیا نے کہا۔ تو نے جو کچھ لے لیا ہے۔ ہم اس کا نام بھی نہیں لیں گے تجھے مناف کرتی ہوں لیکن ہماری عزت سے نہ کھیں۔ یہ بیچاری یتیم بچی ہے۔ میری بھانجی ہے۔ اس کی ماں اور باپ دونوں فوت ہو چکے ہیں۔ کل اس کی چچا زاد کے ساتھ شادی ہے۔ آج اس نے میری منت کی ہے کہ خالہ کل میں بیاہ کر شوہر کی محکومہ بن جاؤں گی۔ خدا معلوم وہ کب مجھے اجازت دے کب نہ دے۔ میری خواہش ہے کہ میں ایک مرتبہ آقا کی زیارت کر لوں میں اس کی منت مان کر اس کے ساتھ چلی آئی۔ اب تو احسان کر اور ہمیں واپس گھر جانے دے۔ بیچاری کو اپنی قوم و قبیلہ میں رسوا نہ کر۔

میں نے کہا۔ بڑھیا اپنی چوہنچ بند رکھ اور دور کھڑی ہو جا میں نے اس بڑھیا کو دھکا دیا۔ وہ لڑکی بیچاری بڑھیا کا سہارا لیتی تھی۔ اور میں لڑکی پر دست درازی کرنے لگا تھا۔ آخر وہ لڑکی ہی تھی میں نے اسے زمین پر گرایا اس کے دونوں ہاتھ ایک ہاتھ میں پکڑے اور دوسرے ہاتھ سے ازاں بند کھولنے کا ارادہ کیا ہی تھا۔ وہ بیچاری میرے ہاتھوں میں پھسک پھسک کر کہنے لگی۔

المستغاث بک یا اللہ المستغاث ربک یا علی ابن ابیطالب نجی من ید هذا الظالم۔

فریاد یا اللہ۔ فریاد یا علی! مجھے اس ظالم کے ظلم سے نجات دو۔

جونہی اس کی فریاد پوری ہوئی مجھے اپنے عقب میں بالکل قریب گھوڑے کے سموں کا احساس ہوا میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک شہسوار نیزہ بدست میرے قریب کھڑا تھا۔ میں نے دل میں سوچا یہ بھی تنہا ہے اور میں بھی تنہا ہوں اس ایک پر قابو پا لوں گا

میں نے دیکھا اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا اس کے لباس سے مشک کی خوشبو مہک رہی تھی۔ مجھے کہا۔ چھوڑ دے لڑکی کو۔

میرے سر میں عیونت تھا۔ میں نے کہا۔ جا جا۔ اپنی خیر متا۔ دوسروں کے پھڑے میں ٹانگ نہ اڑا۔

میرا آنا کہنا تھا کہ اس نے تلوار کی نوک سے میری پیٹھ پر ہلکی سی ضرب لگائی۔ میں گر گیا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میں نہ زمین پر ہوں اور نہ آسمان پر ہوں۔ میرے بولنے کی طاقت سلب ہو چکی تھی۔ البتہ دیکھ بھی رہا تھا اور سن بھی رہا تھا۔

اس نے دونوں غورتوں سے کہا۔ اٹھو اپنے کپڑے پہنو۔ زیور اٹھاؤ اور واپس گھر جاؤ۔

بڑھیا نئے کلمہ اللہ آپ کی مدد کرے۔ آپ نے ہم پر یہ احسان کیا ہے۔ آٹا احسان اور بھی کر دیں۔ ہمیں مولا کی ضرب چمک پہنچا دیں تاکہ شب جمعہ سے ہم زیارت سے محروم واپس نہ جائیں۔

اس نے مسکرا کر کہا تمہاری زیارت قبول ہے۔ جس کی زیارت کو جا رہی تھیں میں وہی ہوں اب گھر جاؤ۔ یہ سنتے ہی دونوں دوڑیں۔ آپ کے قدموں پر گریں۔ قدم بوسی کی دست بوسی کی اور واپس روانہ ہو گئیں۔ میں جیسے بیہوشی سے ہوش میں آ گیا۔ اور میری زبان بھی کھل گئی۔

میں نے عرض کیا۔ میرے آٹا آج سے میں تو یہ کرتا ہوں، آپ معاف فرمادیں۔ انہوں نے فرمایا:

اگر تو نے غلوں سے توبہ کی ہے تو اللہ یقیناً قبول کرے گا۔

میں نے عرض کیا۔ قید جو کچھ میں کہہ رہا ہوں میں اللہ کو گواہ بنا رہا ہوں۔

آپ واپس جانے لگے میں نے عرض کیا۔ قید آپ تو مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ زخم مجھے مار ڈالے گا۔

آپ واپس مڑے مٹی کی ایک مٹھی بھری میرے زخم میں رکھی۔ ہاتھ سے مس کیا۔ اسی وقت گوشت پیدا ہو گیا میں نے کہا۔ یہ کیسا گوشت ہے ابھی تک تو اتنا زخم موجود ہے۔

میں نے عرض کیا تھا۔ قید ابھی پورا زخم تو نہیں بھرا۔

انہوں نے فرمایا۔ یاد رکھے بطور اتنا چھوڑ رہا ہوں۔ تاکہ تو بھی نہ بھولے۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَمَسِّكِينَ بِوَلَايَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ. (نثار)





امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

۱۔ ولادت امام حسنؑ

مقام ولادت - مدینہ منورہ - سنہ ولادت ۳۸۷ھ - ماہ ولادت - رمضان - تاریخ ولادت - ۱۵ رمضان
نام - حسن - باپ - علی ابن ابی طالب - ماں - فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ - کنیت - ابو محمد - القاب - سید
سبط - تقی - حبیب - زکی - ولی -

۲۔ قبلی از ولادت:

سحار میں ام الفضل جناب عباس ابن عبد المطلب کی زودیر سے مر دی ہے کہ امام حسن کی ولادت سے قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کوین کے اعضاء میں سے ایک عضو جدا ہو کر میری جھولی میں آگیا۔ میں بڑی پریشان ہوئی۔ آنحضرتؐ کو خواب بتایا اور تعبیر پوچھی۔

آپ نے فرمایا :

گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری زہرائے کے ہاں بیٹا ہوگا جس کی پرورش تو کرے گی۔

۳۔ بعد از ولادت:

خارج میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جناب حسینؑ نے مدت رضاعۃ تک، جناب سیدہ کا دودھ نہیں پیا۔ سو کومینؑ نے منع فرما رکھا تھا کہ انہیں کوئی دودھ نہ پلائے چوبیس گھنٹے میں آنحضرتؐ ایک مرتبہ تشریف لائے تھے۔ زبان رسالتؐ میں دیتے اور شہزادے سیر و سیراب ہو جاتے۔

کار میں برہ بنت امیہ خزاعیہ سے مروی ہے کہ سرور کونین کسی کام کی خاطر بیرون مدینہ تشریف لے جا رہے

تھے۔ آپ جناب سیدہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا:

بیٹی میں کسی کام سے باہر جا رہا ہوں۔ میری عدم موجودگی میں اللہ تجھے فرزند سے نوازے گا مجھے تین دن باہر لگ جائیں گے۔ میری واپسی تک بیٹے کو کچھ نہ پلانا۔

امام حسنؑ کی ولادت ہوئی۔ جناب سیدہؑ نے تین دن صبر کیا۔ اتفاقاً سردارانِ نبیاء کو تین دن سے زیادہ لگ گئے۔

جناب سیدہؑ نے چوتھے دن امتا سے مجبور ہو کر شہزادے کو دودھ پلا دیا۔

آنحضورؐ جب پانچویں دن واپس تشریف لائے تو جناب سیدہؑ نے معذرت کے ساتھ عرض کیا۔ بابا جان! میں مجبور ہو گئی تھی۔

آپؐ نے فرمایا:

بیٹی مجھے حکمِ باری سے ہی رکنا پڑ گیا تھا مشیتِ ایزدی یہی تھی کہ نسلِ امامتِ ذریتِ حسینؑ میں رہے۔ اچھا اب نام کیا رکھا ہے؟

بی بی نے عرض کیا:

بابا جان! بھلا علیؑ کے ہوتے ہوئے میں کیا نام رکھ سکتی تھی۔ میں نے علیؑ سے پوچھا ہے کہ بچے کا نام کیا ہو گا؟ انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ میں اپنے آقا و مولا پر سبقت نہیں کرتا۔ ہم آپ ہی کے منتظر تھے۔ آپ نے فرمایا:

میں کیسے اللہ سے سبقت کر سکتا ہوں۔ میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ جب تک وحی نہیں آئے گی اس وقت تک میں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہوں گا۔

آپؐ جب گھر تشریف لے گئے تو وحی نازل ہوئی۔ جبریلؑ نے سلام ربِ قدیرِ عرض کرنے کے بعد عرض کیا کہ چونکہ علیؑ شہیل ہارونؑ ہے اس لیے اس کے بچوں کے نام بھی جناب ہارونؑ کے بچوں کے نام پر ہوں گے سردارِ کونینؑ نے فرمایا:

ان کے نام تو شبیر و شبیر تھے۔ لیکن وہ عبرانی نام ہیں اور ہماری زبان عربی ہے۔

جبریلؑ نے عرض کیا:

ذاتِ احدیت نے ان کا عربی میں ترجمہ بھی بتا دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ میں نے یہ دونام تمام عرب سے پوشیدہ رکھے تھے۔ اور کسی کو یہ نام رکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ شبیر کا ترجمہ حسنؑ سے اور شبیر کا ترجمہ حسینؑ ہے۔

آپؐ نے نام حسنؑ تجویز فرمایا:

اذانِ اقامت کی۔

سنا تو میں دن شہزادے کے سر سے بال اتروا گئے۔ بالوں کو چاندی سے وزن کیا وہ چاندی صدقہ دی۔
اور دو دوسرے حقیقہ کیا۔

۴۔ نقش انگشتر:

امام حسن کا نقش انگشتر: العزة الله۔

امام حسین کا نقش انگشتر: ان الله بالغ امره۔

امام زین العابدین امام حسین کی انگوٹھی پہنتے تھے اور امام محمد باقر امام حسن کی انگوٹھی زیب دست کرتے تھے۔
ارشاد کے مطابق امام حسن شہید سرور انبیاء تھے۔





فضائل و مناقب امام حسن

۱۔ پشت نبیؐ اور امام حسنؑ:

نسائی نے شہزاد سے روایت کی ہے کہ نبی اکرمؐ نماز عشاء پڑھا رہے تھے دورانِ سجدہ امام حسنؑ بحالت سجدہ پشت نبیؐ پر بیٹھ گئے۔ سجدہ طویل ہو گیا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو امام حسنؑ پشت رسولؐ پر سوار تھے۔ میں دوبارہ سجدہ چلا گیا۔ جب نماز ختم ہوئی تو دیگر صحابہ نے عرض کیا۔

قبلہ! آج سجدہ بڑا طویل ہو گیا تھا۔ کہیں وحی آگئی تھی۔ یا آپؐ سر اٹھانا بھول گئے تھے؟ آپؐ نے فرمایا:

نہ وحی آئی تھی۔ نہ سر اٹھانا بھولا تھا۔ حسنؑ سجدہ میں میری پشت پر بیٹھ گیا تھا۔ اس لیے میں نے اسے اتارنا مناسب نہ سمجھا۔ جب حسنؑ اپنی مرضی سے اترے تو میں نے سجدہ سے سر اٹھایا۔

تومذی اور نسائی میں بریدہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کو نین منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے کہ دونوں شہزادے گھر سے برآمد ہوئے کھسکی کی وجہ سے شہزادوں کے قدم ڈگمگائے آنکھوں نے خطبہ چھوڑ دیا۔ منبر سے اترے دونوں کو اٹھایا۔ گود میں لیا۔ منبر پر آئے ایک کو دائیں زانو پر دوسرے کو بائیں زانو پر بٹھایا۔ امام حسنؑ کا منہ چومنا امام حسینؑ کا گلہ چومنا۔ پھر فرمایا۔ لوگوں! یہ نہ سمجھنا کہ میں نے انہیں نواسے سمجھ کر اٹھایا ہے بلکہ یہ دونوں میرے دین کے نگران ہیں۔

۲۔ جن کی خدمت:

امالی حدیث میں امام سجادؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کو نین کو معمولی سی جہانی تکلیف ہوئی جناب سیدہؑ رات کے وقت دونوں بچوں کے ساتھ عینا دت کو گئیں۔ جاتے ہی امام حسنؑ آنکھوں کے دائیں اور امام حسینؑ

بائیں بازو پر سوکرنانا کے سینہ سے لگ گئے کافی دیر بیٹھنے کے بعد جناب سیدہ واپسی کے لیے اٹھیں تو پی پی نے فرمایا:

آڈ میرے بچو! اپنے گھر ملیں۔

دونوں شہزادوں نے عرض کیا۔ مالا ہم تو ابھی سیر نہیں ہوئے جب سیر ہو جائیں گے تب آئیں گے۔ کچھ
 دیر بعد دونوں شہزادے سو گئے۔ مجرہ ام المومنین عائشہؓ تھا۔ جناب سیدہ کچھ دیر بعد واپس گھر آ گئیں۔ شہزادے
 جلدی جاگ گئے۔

دونوں نے ام المومنین عائشہؓ سے پوچھا۔ ہماری ماں!

بی بی نے فرمایا:

وہ تو اسی وقت چلی گئیں تھی۔ جب تمہیں نیند آئی۔

دونوں شہزادے اٹھے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور باہر نکلے۔ باہر دیکھا تو آسمان پر بادل چھایا ہوا تھا اور بجلی چمک رہی تھی اور بادل گرج رہا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سمجھائی نہیں دے رہا تھا۔ بجلی کی چمک میں شہزادے چلتے آئے اور آپس میں باتیں بھی کرتے آئے۔ باتوں یا توں میں خیال نہ رہا۔ بجلی کی چمک کا سہارا لے کر جب امام حسنؑ نے ادھر ادھر دیکھا تو پتہ چلا کہ ہم شہر سے باہر نکل آئے ہیں۔ ساتھ ہی ایک درخت تھا اسکے نیچے ایک دوسرے کے گلے میں بائیں ڈال کر سو گئے۔

بنی اکرم بیدار ہوئے تو انہوں نے ام المومنین عائشہؓ سے پوچھا: میرے بچے کہاں گئے؟

بی بی نے عرض کیا:

وہ کافی دیر سے جا چکے ہیں۔

آپ تے پوچھا۔ کہاں گئے ہیں؟

بی بی نے عرض کیا۔ گھر گئے ہوں گے اور اس وقت کہاں جائیں گے۔

ایک نے فرمایا:

کس کے ساتھ گئے ہیں؟

بی بی نے عرض کیا۔ قریب ہی تو گھر ہے۔

آپ فوراً اٹھے جناب سیدہ کے گھر تشریف لائے۔ دق الباب کیا انداز آئے۔ جناب سیدہ سے پوچھا

بیٹی حسنین آگئے ہیں؟

بلایی نے عرض کیا: یا ابا جان! وہ تو آپ کے پاس سو رہے تھے۔ گھر تو نہیں آئے۔

آنحضورؐ واپس ہوئے بارگاہ خالق میں عرض کیا۔ اللہ ہمت وکیل علیہما، بار الہا تو ہی دونوں کا

محافظ ہے۔ ایک روشنی نمودار ہوئی۔ آنحضرتؐ اس روشنی میں چلنے لگے۔ حدیقہ نبیؐ بخار میں آگئے۔ بارش زوروں سے برس رہی تھی۔ آپؐ نے آکر دیکھا تو دونوں شہزادے ایک درخت کے نیچے ایک دوسرے کو گلے لگا کر سو رہے تھے۔ بارش کا ایک قطرہ بھی شہزادوں پر نہیں گرا تھا۔ بہت ہی بیتناک گئے بالوں والے ایک اثر دہانے دونوں کے اوپر پہن پھیلا رکھا تھا۔ جو چھت کی مانند دونوں کو گھیرے ہوئے تھا۔

آنحضورؐ نے اڑدہا کو دیکھا تو آپؐ کھنکارے۔ اڑدہا نے آپؐ کو دیکھا تو سمٹ کر ایک طرف چل گیا اور کہنے لگا بارالہا! تو ادر تیرے ملائکہ اس بات کے گواہ رہیں کہ میں نے تیرے نبی کے دونوں بیٹوں کی حفاظت کی اور انہیں صبح سالم تیرے نبی کے سپرد کر دیا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

آنحضرت نے فرمایا:

اسے ارشاد ہا تو کون ہے؟

اٹوہانے عرض کیا۔ قیدی میں قوم جن سے ہوں اور انہی کی طرف سے قاصدین کر آپ کے پاس آیا تھا۔ آپ نے فرمایا:

جنوں کے کس علاقہ اور کس قبیلہ سے ہے۔ اور کس لیے آیا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ بنی مسیح سے ہوں۔ نصیبین میں ہمارا اقیام ہے۔ ہمیں ایک سورت سے چند آیات بھول گئی تھیں۔ انہوں نے مجھے بھیجا ہے تاکہ وہ آیات یاد کر کے آؤں۔ جیب اس جگہ پہنچا تو میرے کانوں میں ایک آواز آئی۔

اسے اُردو ہایہ دونوں نبی کو عین کے بیٹے سو رہے ہیں۔ وہ انہیں لینے آئیں گے۔ ان کی آمد تک ان کی تکرار میں آپ کا انتظار بھی کرتا رہا۔ اور ان کا پہرہ بھی دیتا رہا۔ اب آپ تشریف لے آئے ہیں تو میری ختم ہو گئی ہے۔ میں اللہ کی اس نعمت کا ممنون ہوں کہ اس نے مجھے آپ کی ذریت کے تحفظ کا شرف دیا ہے اور میری نسلوں تک یہ فخر حاصل رہے گا۔ مجھے وہ آیات یاد کرادیں تاکہ میں واپس جاؤں۔

آپ نے اسے مطلوبہ آیات یاد کرا لی وہ واپس ہوا۔

آپ نے امام حسن کو دائیں اور امام حسین کو بائیں کندھے پر بٹھا کر واپسی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ چند صحابہ اور حضرت علیؑ بھی آگئے۔ ایک صحابی نے عرض کیا: قبلہ! ایک بچہ مجھے دے دیں آپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا :

جہاں تک بوجھ کی بات ہے تو کبھی کسی انسان کے لیے اس کی آنکھیں بوجھ نہیں ہوتیں اور جہاں تک
غیر معلوم کا تعلق ہے تو اسلئے تیری وہ بات سن لی تھی تو نے اس وقت ہی جب میں ان کی تلاش
میں آ رہا تھا کہ یوں تو مجھ بیٹھ کر عرش کی اور شمال و جنوب کی خبریں دیتا ہے۔ اور آج اسے یہ معلوم نہیں کہ اسی

کے اپنے بچے کہاں گئے ہیں؟

پھر دوسرے نے عرض کیا۔ قتلہ ایک شہزادہ مجھے دے دیں تاکہ میں بھی اس شرف سے مشرف ہوں گا۔

آپ نے مسکرا کے فرمایا: تو بھی اپنے ساتھی کی طرح ہی مخلص ہے اور علیؑ کے پہنچنے سے پہلے تم دونوں ہی توختے تو جو یہ تبصرہ کر رہے تھے۔

پھر آپ نے امام حسنؑ سے پوچھا۔ بیٹے باپ کے پاس جاؤ گے؟
شہزادے نے عرض کیا:

شہزادے نے عرض کیا:

نانا جان! اگر آپ تھک رہے ہیں تو میں آپ کے دوش ہی پر رہنا پسند کریں گے۔ کیونکہ کوئی بھی ایک
 چھی بگڑ کر چھوڑ کر کم بگڑ پر جانا پسند نہیں کرتا۔
 آنحضرتؐ نے فرمایا:

آنحضورؐ نے فرمایا:

بیٹے وہ تمہارے بابا ہیں۔ کم جگہ کیسے ہوتی؟

شہزادے نے عرض کیا۔ قبلہ رشتہ کے اعتبار سے آپ نانا ہیں اور وہ بابا ہیں لیکن مرتبہ کے اعتبار سے آپ نبی ہیں۔ وہ امام ہیں۔ آپ آتا ہیں وہ آپ کے غلام ہیں وہ آپ کے کلمہ گو ہیں۔ آپ امیر ہیں۔ وہ وزیر ہیں۔ نانا جان! مجھے بھی معلوم ہے کہ دوش امام کی نسبت دوش نبی۔ دوش غلام کی نسبت دوش آقا۔ دوش کلمہ گو کی نسبت دوش رسول اور دوش وزیر کی نسبت دوش امیر برتر ہوتا ہے۔

پھر آپ نے امام حسینؑ سے پوچھا بیٹے تم اپنے ابا کے پاس جاؤ گے،

تہنہ اوس نے عرض کیا : مانا جان پہلی بات تو میں بھی ایسی عرض کروں گا۔ جو میرے بھائی نے عرض کی ہے۔
البتہ ایک بات کا میں اضافہ کروں گا اور وہ یہ کہ۔ آپ کے ساتھ ہمیں بہت کم عرصہ مزید رہنا ہے۔ ہاں کے ساتھ
کافی عرصہ رہنا ہے۔ میں چاہوں گا کہ اس کم مدت میں جتنا زیادہ سے زیادہ آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں رہ
لوں۔ پھر توقیامت ہی کو ملاقات ہوگی۔

آپ دونوں کو جناب ذمہ اُکے گھرا لائے۔

کشف الغمہ میں سلیمان ہاشمی سے منقول ہے کہ ایک دن ہم ہارون کے پاس بیٹھے تھے۔ حضرت علیؑ ہمارے تذکرہ ہمارے ہارون کہتے لگا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید میں علیؑ اور اولاد علیؑ سے بغض ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ ہم نے اولاد علیؑ ہی کے انتقام میں بنی امیہ کو تباہ و برباد کیا ہے۔ اب تو صرف ہم اپنی حکومت کے تحفظ کی خاطر ہی سب کچھ کرتے ہیں۔ اگر ہمیں اولاد علیؑ سے خطرہ نہ ہوتا تو ہمیں ان سے عقیدت ہے۔

محمی نے کہا۔ آپ ویسے ہی خطرہ محسوس کرتے رہتے ہیں ورنہ انہوں نے تو آپ کے خلاف کبھی بھی کچھ نہیں کیا۔

ہارون نے کہا شاید تجھے معلوم نہیں کہ الملک عظیم۔ درن میں نے اپنے آباء کے ذریعہ میں جدا علی العبد اللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دن جناب حسین گھر سے باہر نکلے دونوں کی دلچسپی میں کچھ دیر ہو گئی جناب سیدہؑ نے پریشان ہو کر نبی اکرم کو عرض کیا۔

آپ نے فرمایا:

بیٹی پریشان نہ ہو۔ تیری نسبت ان دونوں کیلئے اللہ زیادہ شفیق ہے اتنے میں جبریل نے آکر بتایا وہ دونوں بیرون مدینہ ملائکہ کی حفاظت میں سو رہے ہیں۔

۳۔ بجلی کی راہنمائی:

عیون المعجزات میں مروی ہے کہ ایک رات دونوں شہزادے کافی دیر تک نبی اکرمؐ کے پاس رہے رات گئے آنکھوں سے سو گیا۔ میرے بچو! اب جا کر گھر آرام کرو۔ دونوں نے عرض کیا: انا جان باہر کتنی تاریکی ہے۔

آپ نے فرمایا:

تم باہر قدم رکھو اللہ تمہیں تاریکی میں نہیں چلنے دے گا۔ جوہنی دونوں شہزادوں نے دہلیز سے باہر قدم رکھا روشنی کی ایک کرن نمودار ہوئی جو دونوں کے آگے آگے چلنے لگی اور شہزادے اس کرن کی روشنی میں اپنے گھر پہنچ گئے۔

۴۔ ہبہ نبوتہ:

خصال میں زینب بنت الوراخ سے مروی ہے کہ ایک دن جناب سیدہؑ اپنے دونوں بچوں کو آنکھوں کی خدمت میں لائی اور عرض کیا بابا جان! انہیں اللہ نے بہت کچھ دیا ہے۔ کچھ آپ بھی عنایت فرمادیں۔ آپ نے فرمایا:

بیٹی! میں اپنی ہیبت اور سرداری حسن کو اور اپنی جرات اور سخاوت حسین کو دیتا ہوں۔

۵۔ محبت حسین:

ارشاد شیخ مفید میں جناب سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ آنکھوں نے فرمایا ہے۔ میں اپنے ان دونوں بیٹوں سے محبت رکھتا ہوں اور مجھے ہر ایسے شخص سے محبت ہے جو انہیں محبوب رکھے۔

جسے میں محبوب سمجھوں گا وہ محبوب خدا ہوگا۔ جو محبوب خدا ہوگا وہ داخل جنت ہوگا۔ جو ان سے عداوت رکھے اسے میں اپنا دشمن سمجھوں گا جسے میں دشمن سمجھوں اسے اللہ دشمن سمجھے گا۔ اور جسے اللہ دشمن سمجھے اس کا ٹھکانا دائمی جہنم ہوگا۔

نرمذی وغیرہ میں آنکھوں سے مروی ہے کہ ایک دن آپ نے جناب حسنینؑ کے ہاتھ سے کپڑا اور فرمایا:

جسے مجھ سے۔ ان دونوں میرے بچوں سے ان کے باپ سے اور ان کی ماں سے محبت ہوگی وہ جنت میں ہمارا ہی پڑوسی ہوگا۔

لباس عید:

امالی بعد اللہ نیشاپوری میں ہے کہ ایک مرتبہ عید آئی اور دونوں شہزادوں کے کپڑے پوشیدہ تھے دونوں شہزادوں نے جناب سیدہ کی خدمت میں عرض کیا۔

کیوں ماں کل عید ہے ناں؟

بی بی نے فرمایا۔ ہاں میرے بچوں کی عید ہے۔

شہزادوں نے عرض کیا۔ کل پورے مدینہ میں صرف دو بچے ایسے ہوں گے جن کے پاس نئے لباس نہیں ہوں گے۔

جناب سیدہ سمجھ گئیں۔ فرمایا۔ میرے بچو! تم ابھی کیوں گھبرا گئے ہو تمہارے کپڑے خیاط کے پاس ہیں وہ صبح لے آئے گا تمہارے بھی دیگر مدنی بچوں کی طرح نئے لباس ہوں گے۔

ابھی رات زیادہ نہیں گزری تھی۔ کہ دق الیاب ہوا۔ کنیز نے دروازہ کھول کر پتہ کیا کہ کون ہے؟

دروازہ پر کھڑے ہوئے شخص نے عرض کیا۔ میں خیاط الحسنینؑ ہوں شہزادوں کے لباس عید لایا ہوں۔

کنیز نے ہاتھ بڑھایا۔ ایک رومال میں بھرے ہوئے لباس لیے اور جناب سیدہ کو آکر پیش کئے۔ جناب سیدہ نے رومال کھولا۔ دو قمیص دو ٹلواریں۔ دو صدیریاں۔ دو چادریں۔ دو عمامے اور دو جوڑے موزوں کے تھے۔

صبح ہی صبح بی بی نے دونوں بچوں کو غسل کرنے کو فرمایا دونوں شہزادوں نے جوڑے پہن لیے سرور انبیاؑ ان کے پاس آئے۔ اور آپ نے پوچھا۔ بیٹی حسنینؑ نے لباس پہن لئے ہیں؟

دونوں بچے قریب آئے سلام کیا۔ کپڑے دکھائے۔ آپ نے دونوں کو گلے لگایا۔ اور پرایا کیا۔

بی بی نے عرض کیا۔ بابا جان! آپ کو کیسے پتہ چلا؟

آپ نے فرمایا: رضوان جنت ہی کپڑے لایا تھا۔ واپسی پر وہ مجھے سلام کرنے آیا تو اس نے مجھے بتایا۔

شہزادوں نے عرض کیا۔ نانا جان! کپڑے تو امی نے منگوادیئے ہیں۔ اب سواری کا انتظام بھی ہونا چاہیئے

آپ نے فرمایا: بیٹے ابھی نماز عید سے فارغ ہو جاتے ہیں وہیں مسجد ہی میں سواری کا انتظام بھی ہو جائیگا۔ نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد نبی کو نبین نے امام حسن کو دایمیں کندھے اور امام حسین کو بائیں کندھے پر بٹھالیا۔ مسجد سے درتول تک آئے امام حسین نے عرض کیا: نانا ہر سواری کی مہار ہوتی ہے۔ آنحضورؐ نے عامہ اتارا۔ دایمیں جانب کی زلف امام حسن کے ہاتھ میں اور بائیں جانب کی زلف امام حسین کے ہاتھ میں دیدی امام حسن نے عرض کیا: نانا جان! سواریاں بولتی بھی ہیں۔ آنحضورؐ نے چلتے ہوئے انغو العفوک تیس پرھنا شروع کر دی۔

جب سیدہ کو معلوم ہوا کہ میرے دونوں بچے نانا کے دوش نبوت پر سوار ہیں تو بی بی نے عرض کیا: یا علی! کتنا گرم موسم ہے اور آپ کے لاڈلے میرے بابا کے دوش پر سوار ہیں۔ جناب امیر اٹھے مسجد میں تشریف لائے دیکھا آپ کبھی مسجد کے دروازہ پر آتے ہیں اور کبھی درتول پر تشریف لاتے ہیں آپ نے ہنزا دوں سے کہنا چاہا کہ اب بس کرو نانا کو زیادہ تکلیف نہ دو۔ لیکن سرور انبیاءؑ نے پہلے فرمادیا: یا علی! یہ میرا اور حسین کا معاملہ ہے۔ تم ہمارے درمیان نہ آؤ یہی توان کے ناز کے دن ہیں۔

نصوص امامت امام حسن:

کافی میں سلیم ابن قیس ہلالی سے مروی ہے کہ میں اس وقت موجود تھا جب حضرت علیؑ نے امام حسن کو وصیت کی اس میں اپنی تمام اولاد اور شیعہ کی اکثریت کو گواہ بنایا۔ اور فرمایا: بیٹے مجھے نبی کو نبین نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ میں دم آخر صف انبیاء اور برگزیناؤں وغیرہ جو کچھ انہوں نے میرے سپرد کیا تھا۔ آپ کے سپرد کروں۔ اور یہ بھی انہی کا حکم ہے کہ تو یہ تمام تبرکات اپنے بھائی حسین کے سپرد کرے گا۔ پھر امام حسین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آپ کو نانا کا حکم ہے یہ تمام تبرکات انبیاء اپنے بیٹے سجاد کے خواہ کرنا جناب سجادؑ اس وقت رک پین ہی میں تھے سے فرمایا۔ بیٹے تو یہ تبرکات انبیاء اپنے بیٹے محمد کو دینا اور اسے میری طرف سے اور نانا کی طرف سے سلام بھی کہنا۔



معجزات امام حسن

۱۔ خشک کھجور:

بصائر الدرجات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ بیرون مدینہ تشریف لے گئے آپ کے ساتھ اولاد ذریعہ میں سے ایک شخص تھا اور وہ آپ کی امامت کا قائل تھا۔ ایک مقام پر جا کر ایک خشک کھجور کے سایہ میں بیٹھے قلت آب کی وجہ سے وہ کھجور خشک ہو چکی تھی۔

امام حسنؑ کے لیے ایک کھجور کے نیچے اور زبیری کے لیے دوسری کھجور کے نیچے دری بچھادی گئی زبیری نے خشک کھجور کو دیکھ کر کہا۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ سرسبز ہوتی اور اس پر کھجور بھی لگی ہوتی تو آج کھا لیتے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

کیا تو کھجور کھانا چاہتا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ دل تو تھا۔

امام حسنؑ نے دست و ما بلند کئے۔ کھجور کا درخت سرسبز ہو گیا۔ اور اس پر پھل لگ کر پک بھی گئے۔

آپ کے ساتھ جو جمال تھا اور جس کا اونٹن گریہ پرے کر آپ سفر کر رہے تھے۔ اس نے یہ دیکھ کر کہا۔ یہ عجیب

جادو ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

اللہ تجھے ہدایت دے۔ یہ جادو نہیں ہے۔ نبی زادے کی دعا ہے۔ چڑھ جا اور کھجوریں اتار کر لے آؤ

چڑھا۔ کھجوریں اتاریں۔ مینوں نے بیٹھ کر کھائیں۔

۲۔ علم غیب:

خراج میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن امام حسنؑ نے اپنے بھائی حسینؑ سے فرمایا۔ فلاں

کو ظلم میرے لیے تیرے لیے اور عبداللہ ابن جعفر طیار کے لیے کچھ دیا اور نقد رقم لے کر آجائے گا چنانچہ جس دن تاریخ اور وقت کی تعیین امام حسنؑ نے کر دی تھی۔ اسی دن وہ دہرایا پہنچے گئے۔

۳۔ ماکان و مایکون :

خراج ہی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن امام حسنؑ کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا رات تو نے فلاں شخص سے ایسی باتیں کی ہیں۔ اس نے عرض کیا۔ قبیلہ آپ تو ہر شخص کا ماضی جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

صرف ماضی نہیں بلکہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ہم وہ بھی جانتے ہیں۔ کیونکہ ذاتِ احدیت نے آنحضور کو علمِ ماکان و مایکون سے نوازا تھا۔ آپ نے حضرت علیؓ کو تمام علوم سے نوازا ہے اور آپ نے ہمیں وہ تمام علم عطا کیا ہے۔ اور یہ سلسلہ ہمارے قائم تک چلتا رہے گا۔

۴۔ زہر سے شہادت:

خارج میں امام صادق سے مروی ہے کہ ایک دن امام حسن نے اپنے اہلبیت کو بتایا کہ میری شہادت زہر سے ہوگی۔

کسی نے عرض کیا۔ آپ کو کون زہر دے گا؟

آپ نے فرمایا :

میری بیوی جعدہ۔ اسے معاویہ ایک لاکھ درہم نقد اور بیڑی سے شادی کا لالچ دیں گے۔ لیکن یہ سب غلط ہوگا اس نے عرض کیا۔ قبیلہ آپ اسے اس وقت سے پہلے سزا کیوں نہیں دیتے؟

آپ نے فرمایا:

کسی کو جرم سے پہلے سزا دینا خلاف اسلام ہے۔

اس نے عرض کیا: ہم از کم گھر سے تو نکال دیں۔ طلاق دے دیں۔

آپ نے فرمایا۔ طلاق کے لیے بھی تو شرعی جواز چاہیے۔ جب کہ اس وقت تک اس نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی۔

۱۵۔ عرب سے مکالمہ :

• حکام میں حذیفہ میمانی سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ کی محفل میں ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور

دیگر اکثر صحابہ تشریف فرما تھے۔ کہ گھر کے دروازہ سے امام حسین باہر آئے۔ بچپن کے باوجود انتہائی وقار و متانت سے چل رہے تھے۔ آنحضورؐ نے امام حسنؑ کو دیکھ کر آپ کی تعریف میں چند کلمات فرمائے آپ نے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا تو ایک بدوی آیا تھا آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا:

یہ بیدوی آ رہا ہے۔ انتہائی بد اخلاقی سے گفتگو کرے گا۔ تم لوگ اپنے غصے پر قابو رکھنا۔

اتنے تک وہ پہنچ گیا۔ اس نے آنحضورؐ کو سلام تک نہ کیا۔ اور کہتے لگا۔

تم میں سے محمد کون ہے؟

ہم نے کہا کیا کہنا چاہتا ہے؟

خود سردارِ انبیاءؑ نے فرمایا: بتائیں محمدؐ ہوں۔ کیا بات ہے؟

اس نے کہا۔ جب میں نے تجھے نہیں دیکھتا تھا اس وقت میرے بغض کا عالم اور تھا لیکن اب تجھے دیکھ کر تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ میرا بغض کئی سو گنا بڑھ گیا ہے۔

ہمیں غصہ آگیا۔ کچھ لوگ تو بدوی سے ترش کلامی پر آمادہ ہوئے۔ لیکن ان حضوروں نے فرمایا میں نے تمہیں پہلے بتا دیا تھا جو حوصلہ سے بیٹھ سکتا ہے وہی بیٹھے۔ اور خاموش رہو۔ یہ مجھ سے گفتگو کر رہا ہے تم سے نہیں۔ آپ بدوی کی طرف دیکھ کر مسکرا دیئے۔

بدوی نے کہا۔ ادھر تو سمجھتا ہے کہ تو نبی ہے، حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے تیرے پاس نبوت کی ایک دلیل بھی نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا:

مجھے کیسے معلوم ہوا ہے کہ میرے پاس نبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے؟

بدوی نے کہا۔ تو یہ نہ پوچھو۔ اگر کوئی دلیل ہے تو پیش کرتا کہ میں مان جاؤں۔

آپ نے فرمایا:

اگر تو پسند کرے تو میرا ایک عضو ہی تجھے میری نبوت کی دلیل دے دے

یہودی نے کہا۔ کیا اعضا بھی بولتے ہیں ؟

آپ نے فرمایا۔ آج یہ بھی دیکھ لے کر اعضاء بولتے ہیں یا نہیں؟ پھر فرمایا۔ حسن بیٹے بدوی سے بات کرو۔

بدوی نے اسے اپنی توہین سمجھا۔ اور کہنے لگا کیا تو میرے ساتھ اس بچہ کو بلائے گا؟

اتنے ہی امام حسنؑ اس بدوی سے مخاطب ہوئے فرمایا :-

ما غلبنا سئلت و ابن غلبی بل
فقیہما اذاً وانت المجہول فان
تاک قد جہلت فان عندی شفاء
المجمل ما سئل السؤل وبجر الا
تقسمة الدوالی تراثا کان اورثہ
الرسول -

تیرا مخاطب نہ خود غلبی ہے اور نہ غلبی باپ کا بیٹا ہے۔
بلکہ تیرا مخاطب فقیہ ہے البتہ تو جاہل ہے۔
اگر تو کسی بات سے جاہل ہے تو یقین رکھ میرے پاس
جہالت اور ہر سائل کے سوال کا حل موجود ہے۔
یہ ایسا سمندر ہے جو ڈولوں سے نہیں ناپا جاسکتا بلکہ
یہ وہ میراث ہے جو نبی اکرم کی طرف سے عطا کردہ ہے
تیری زبان گستاخ ہے۔۔۔۔۔ تیری عادات بگڑی ہوئی ہیں۔۔۔۔۔ تو فریب خوردہ ہے۔ تجھے بتا دوں
کہ سب کچھ کے باوجود تو یہاں سے دولت ایمان لے کر جائے گا۔

بدوی نے مسکرا کر کہا۔ چلی یہی فرض کر لیتے ہیں۔
امام حسنؑ نے فرمایا:

تم لوگوں نے ایک محفل کے انعقاد کا اہتمام کیا۔ تمہارے مابین بہت سی باتیں ہوئیں، تو نے کہا کہ مجھ بڑا بوجار
ہے۔ عرب تمام اس کے دشمن ہیں۔ لیکن تم میں ایسا کوئی بھی نہیں ہے جو مجھ سے جا کر انتقام لے لے تو نے کہا
میں خود اسے جا کر قتل کرتا ہوں۔ اب میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو یہاں تک کیسے آیا۔ جب تو تاریک رات میں
گھر سے نکلا تو انتہائی تیز و تند آندھی چلی۔ اس آندھی سے راستہ مزید تاریک ہو گیا۔ اور رات کی سیاہی میں اضافہ
ہو گیا۔ تو حیران و پریشان ہو گیا۔ نہ تیرے لیے آگئے۔ نہ بڑھنا ممکن رہا اور نہ پیچھے ہٹنا ممکن تھا۔ نہ تجھے کسی چلنے والے
کی آواز سنائی دیتی تھی اور نہ کہیں تجھے آگ کی چنگاری نظر آتی تھی۔ شب تاریک کی سیاہی تجھ پر چھا گئی تھی۔ اور
ستارے گرد کے پیچھے تیری آنکھوں سے چھپ گئے تھے۔ نہ تو کسی ستارے سے راہنمائی حاصل کر سکتا
تھا۔ اور نہ ہی تجھے کوئی راہ سجھائی دیتی تھی۔ تو ٹیلوں میں بھٹکتا پھر رہا تھا۔ جب آندھی رک گئی تو تجھے پتہ چلا کہ تو
کتنا بھٹک چکا ہے۔ مکانوں نے برا حال کر رکھا تھا۔ ٹیلوں سے تجھ پر لرزہ طاری تھا۔ رات ختم
ہو گئی تو اسی طرح بھٹکتا پھر رہا تھا کہ تجھے ہم یہاں بیٹھے ہوئے نظر آ گئے۔ تو خوش ہو گیا۔ تیری راہ تیرے سامنے
تھی۔ تیرا غم ختم ہو گیا۔

بدوی نے کہا۔ اے بچے! تو نے تو اسی طرح بتایا ہے جیسے تو بوہرے سفر میں میرے ساتھ بھی تھا۔ اور
میرے اندر بھی تھا۔ مجھے اپنی جان کی قسم! جس طرح میرے اندر وہ خوف کا نقشہ تو نے کھینچا ہے اسی طرح تو کوئی میرا
ساتھ بھی نہ بتا سکتا۔

یہ علم غیب کہاں سے لیا ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

یہ مخزن علم ہی ہے جس کی آغوش میں بیٹھتا ہوں۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔

بدوی نے کہا۔ بچے بھلا اسلام کیا ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اسلام ہے۔

بدوی نے فوراً گلہ پڑھا۔

آنحضرتؐ نے حسب ضرورت اسے احکام اسلام تعلیم فرمائے۔ اور واپس بھیج دیا۔ کچھ مدت کے بعد وہ اپنی قوم کے چند افراد کو بھی ساتھ لایا۔ جو اسلام قبول کر چکے تھے۔

۶۔ حاملہ گائے؛

فرج الہوم میں ابن عباس سے مروی کہ ہم امام حسنؑ کے پاس بیٹھے تھے۔ ایک قصاب ایک گائے لے کر گزرا۔

امام حسنؑ نے فرمایا؛

یہ گائے حاملہ ہے۔ اس کے پیٹ میں بچھڑی ہے۔ جس کی پیشانی اور دم کی سرسفید ہے ہم اٹھ کر قصاب کے عقب میں چلے گئے اس نے گائے ذبح کی امام حسنؑ کے مطابق ویسی بچھڑی نکلی۔

ہم نے عرض کیا۔ کیا اللہ کا ارشاد ہے کہ رحم میں جو کچھ ہوتا ہے وہ علم غیب ہے اور اللہ کے سوا علم غیب کوئی نہیں جانتا۔ آپ کو کیسے پتہ چلا؟

آپ نے فرمایا؛

مَا يَعْلَمُ الْخَزَنَ الْيَتُونَ الْمَجْزُومَ الْمَكْتُومَ الَّذِي لَمْ يُطْلَعْ عَلَيْهِ مَلِكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا بَنِي مُرْسَلٍ غَيْرِ مُحَمَّدٍ وَذُرِّيَّتِهِ۔ اللہ کے مخفی پوشیدہ حتمی اور چھپے ہوئے اس علم سے صرف محمدؐ اور اس کی ذریت ہی عالم ہے جسے نہ کوئی ملک مقرب جانتا ہے اور نہ کوئی بنی مرسل۔

۷۔ کھجور کے دانے؛

فرج الہوم میں داؤد رقی سے مروی ہے کہ ایک امام صادقؑ کے پاس بیٹھے تھے کہ امام حسنؑ اور معاویہؓ کا تذکرہ ہوا۔ امام صادقؑ نے فرمایا۔ جب امام حسنؑ کی معاویہؓ سے صلح ہوگئی تو معاویہؓ نے امام حسنؑ سے کہا حسنؑ میں نے سنا ہے کہ نبی اکرمؐ اپنے علم سے کھجور کے دانے بھی بتا دیتے تھے۔ آپ کے پاس بھی وہ علم ہے؟ آپ کے شیعہ کہتے پھرتے ہیں کہ ارض و سما میں کوئی بھی چیز آپ کی نظروں سے اوجھل نہیں رہتی۔ امام حسنؑ نے فرمایا؛

معاویہ جو علم اللہ نے نبی اکرم کو دیا تھا انہوں نے بھل نہیں کیا اور ہمیں بتا دیا ہے۔ ان سے تو لوگ کھجور کے پھل کا اندازہ سیروں میں لگواتے تھے۔ اگر تو چاہے تو ہمیں بتھے دانوں کی تعداد بھی بتا دوں۔ یہ انہی کا دیا ہوا علم ہے۔ معاویہ نے کہا۔ اس کھجور پر کتنے دانے ہیں؟

آپ نے فرمایا: چار ہزار چار۔

معاویہ نے عبد اللہ ابن عامر سے کہا۔ خوشے کا ٹوہیاں لاؤ اور گنو۔ جب سامنے آئے اور عبد اللہ گننے لگا تو اس نے ایک دانہ اپنی مٹھی میں چھپا لیا۔ گننے پر چار ہزار تین دانے سامنے آئے۔

معاویہ تو انگشت حیرت کاٹنے لگے لیکن امام حسن نے فرمایا۔ بخدا! میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی جھٹکا یا گیا ہوں۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک دانہ کم ہو۔ آپ اسٹھے اور عامر سے فرمایا۔ مٹھی کھول۔

عامر نے کہا حسن مجھے ایک دانے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر ایک دانہ کم ہو بھی گیا ہے تو کیا فرق پڑا ہے آپ کا علم پھر بھی قابلِ داد ہے۔

امام حسن نے فرمایا:

اب تو خود وہ دانہ دکھائے گا جو تیری مٹھی میں ہے یا میں اسے ظاہر کر دوں؟

عامر نے جب دیکھا کہ امام حسن غصے میں ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مصیبت نہ آجائے اس نے فوراً مٹھی کھولی اور کہا کہ واقعتاً میں نے ایک دانہ چھپا لیا تھا۔

امام حسن نے فرمایا:

یہ نہ سمجھنا کہ میں نے کسی میں آنکھ پڑے کیا سیکھا اور کیا پڑھا ہوگا۔ معاویہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں تمہاری زندگی کے آخری لمحہ تک ایک ایک بات بتا دوں۔ لیکن تم سب بھول جاؤ گے۔ ایک دو موٹی موٹی چیزیں بتائے دیتا ہوں

جب وہ وقت یاد آئے تو میرے تاناکا صداقت کو یاد کر لینا۔

معاویہ تم زیادہ کو غلط طریقے سے اپنا بھائی بناؤ گے۔

تمہارے دربار میں عراق سے صحابی رسولؐ عمرو ابن حق فراخی کا سر نوک نیزہ پر لا کر تمہیں ہدیہ دیا جائے گا۔

تم جبرائیل عدی کو صحت میرے بابا سے محبت کے جرم میں شہید کر دو گے۔

۸۔ ابن الصغر کا جواب:

خرانج میں مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ منبر کوفہ پر تشریف فرما تھے خطبہ دے رہے تھے۔ زیر منبر سے ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا۔ یا علیؑ میں بھی آپ کی رعیت سے ہوں اور آپ ہی کے علاقہ کا باسی ہوں۔

آپ نے فرمایا :

غلط کہہ رہا ہے۔ نہ تو میری رعیت سے نہ میرے علاقہ کا باشندہ ہے۔ تیرا نام فلاں ہے۔ تیرے باپ کا نام فلاں ہے۔ اطراف شام میں فلاں بستی میں تو رہتا ہے۔ اپنے علاقہ میں تو بڑا مکتار اور عیار معروف ہے۔ ابن الصغر قیصر روم نے معاویہؓ سے چند مسائل پوچھے ہیں۔ انہیں ان کا جواب نہیں آتا تھا۔ انہوں نے کچھ بڑا مکتار اور عیار سمجھ کر میرے پاس بھیجا ہے۔ تاکہ تو اپنی طرف سے وہ مسائل پوچھے۔ ان کے جواب تجھے میں دوں تو جا کر معاویہؓ کو بتائے اور معاویہؓ ابن الصغر کو وہ جواب لکھے اور یوں ان کا بھرم رہ جائے۔ یہ تھا تیرا سابقہ لاشعور یہ ہے کہ تو جواب لے جانے گا۔ قیصر روم ان سوالوں کے جواب معاویہؓ کی طرف سے تسلیم نہ کرے گا۔ اور نہ ہی معاویہؓ کو وہ غلیفہ رسول تسلیم کرے گا۔

اب مجھے تنگ نہ کر جو سوال ہیں میرے ان دونوں بیٹیوں میں سے جس سے چاہے پوچھ لے۔
اس نے کھڑے ہو کر اقرار کیا۔ اور عرض کیا۔ یا علی واقعا آپ نے درست کہا ہے۔ کاش اہل شام آپ کو پہنچان لیتے۔

آپ نے فرمایا:

سوال پوچھنے کے کس سے پوچھے گا؟

اس نے عرض کیا۔ اگر اجازت دیں تو آپ کے بڑے صاحبزادے سے پوچھوں گا

آپ نے فرمایا:

میں نے تجھے اختیار دیا ہے جس سے چاہے پوچھ لے۔

اس نے امام حسن کی طرف رخ کر کے عرض کیا۔ اے فرزندِ ان امیر المؤمنین! آپ میرے سوالوں کے جواب دینا پسند کریں گے؟

امام حسنؑ نے فرمایا:

چونکہ بابا جان بچتے فرما چکے ہیں اس لیے میرے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ میں ایک حرمیم کروں گا کہ تو آرام سے بیٹھا رہ۔ میں تیرے سوالات بھی بتاتا ہوں اور ان کے جوابات بھی بتاتا ہوں تاکہ جا کر معاویہ سے کہہ دیتا۔ ہم نے زبان رسالت چوس چوس کر علوم رسالت حاصل کئے ہیں۔

اس شخص نے عرض کیا۔ قبلہ پہلے آپ کے بابائے مجھے پہچان کر حیرت زدہ کر دیا تھا۔ اور جو کمی رہ گئی تھی آپ نے وہ بھی پوری کر دی ہے۔ میں حیران ہوں کہ اتنے علم اور اتنی قدرت کے باوجود آپ معاویہؓ کے مقابلہ میں کمزور کیوں ہیں؟

امام حسنؑ نے فرمایا :

ہم ہرگز کمزور نہیں ہیں۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ نہ کسی کو جبراً مطیع کریں اور نہ کسی سے جبراً اطاعت لیں اگر ایسا کریں تو سلسلہ جزا و سزا مکمل نہیں ہوتا۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ جو ہماری اطاعت کرے مجبور ہو کر نہ کرے ہمیں اپنی عقل و فکر کے مطابق اہل اطاعت سمجھ کے کرے۔ اور اگر کوئی نافرمانی کرے تو بھی اپنی سواہد پر دیر سے کرے اس نے عرض کیا۔ یہ بھی درست ہے۔ آپ میرے سوالات اور ان کے جوابات فرمائیے۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ تو یہی پوچھنے آیا ہے کہ۔

۱۔ حق و باطل کے مابین کتنا فرق ہے؟

۲۔ ارض و سما کے مابین کتنا فاصلہ ہے؟

۳۔ قوس قزح کیا ہے؟

۵۔ مونث کیا ہے؟

۶۔ وہ دس چیزیں کون سی ہیں جن میں ایک دوسری پر غالب ہے؟

اس نے عرض کیا بالکل معاذیہؑ نے مجھے یہی سوالات دیکر بھیجا ہے اب ان کے جوابات مرحمت فرمائیے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

۱۔ حق و باطل کے مابین پھارا انگلی کا فاصلہ ہے۔ جو آنکھوں سے دیکھ لے وہ یقیناً حق ہوتا ہے۔ اور جو کانوں

سے سننے ضروری نہیں ہوتا کہ ہمیشہ حق ہو۔

۲۔ زمین و آسمان کے مابین مظلوم کی فزاد کا فاصلہ ہے۔ مظلوم زمین سے فزاد کرتا ہے اور وہ آسمان تک پہنچ جاتی ہے اس سے زیادہ نہیں۔ یا یوں کہے ایک انسان کی حد نگاہ زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔

۳۔ مشرق و مغرب کے مابین سورج کی ایک دن کی مسافت ہے۔

۴۔ قوس اللہ کا نام ہے۔ لہذا اسے قوس اللہ کہنا چاہیے کیونکہ آسمان پر یہ کمان خوشحالی کی علامت ہونے

کے علاوہ سیلابوں کی غرقابی سے تحفظ کی الہی علامت ہوتی ہے۔ قزح ابلیس کا نام ہے اور قوس قزح کی ترکیب

خلاف اسلام ہے۔

۵۔ مؤنث۔ وہ انسان ہے جسے اپنے نر یا مادہ ہونے کا پتہ نہ چلے ایسے انسان کا تابلوغ انتظار کیا جائے

اگر مرد ہوگا تو اسے احتلام ہوگا۔ اگر عورت ہوگی تو اسے ماہواری آنے لگی اور پستان رونما ہوں گے۔ اگر یہ

علامات ظاہر نہ ہوں تو اسے دیوار کے قریب کھڑا کر کے پیشاب کرایا جائے۔ اگر مرد ہوگا تو اس کا پیشاب دیوار

پر جھٹے گا۔ اگر عورت ہوگی تو اوڈنٹ کی طرح رانوں پر بہہ جائے گا۔

۶۔ وہ دس چیزیں جن سے ایک دوسری پر غالب ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ سب پہلا سخت پتھر ہے۔

- ب۔ پتھر کے بعد لوہا سخت ہے جس سے پتھر توڑا یا کاٹا جاتا ہے۔
ج۔ لوہے پر آگ غالب ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے۔
د۔ آگ پر پانی غالب ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے۔
ر۔ پانی پر بادل غالب ہے جو اسے اٹھائے پھرتا ہے۔
و۔ بادل پر ہوا غالب ہے جو بادل کو اڑاتی ہے۔
ز۔ ہوا پر وہ ملک غالب ہے جو ہوا کا حکمران ہے۔
ح۔ ملک پر ملک الموت غالب ہے۔ جو ملک ہوا کی روح قہقہہ کرے گا۔
ط۔ ملک الموت پر موت غالب ہے جو ملک الموت کو بھی نہیں چھوڑے گی۔
ی۔ موت پر امر خدا غالب ہے جو موت کو روک سکتا ہے۔





مرد عورت اور عورت مرد

۱۔ مجھے عورت بنا دے؛

مناقب المناقب میں مودی ہے کہ شام سے ایک شخص اپنی بیوی کے ہمراہ امام حسنؑ کے پاس آیا۔ اور کہتے لگا اے فرزند ابوتراب! میں سنتا رہتا ہوں تم بہت باتیں بناتے ہو۔ نیز ابابھی اسی طرح تھا۔ نیز نانا بھی بہت باتیں کرتا تھا۔ خدا معلوم یہ باتیں تم کہاں سے لیتے ہو۔ (اس نے بے ہودہ گوئی شروع کر دی) اگر تم لوگ اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو مجھے عورت بنا دے اور یہ میری بیوی ہے اسے مرد بنا دے۔

امام حسن کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا۔ سوچے۔ واقعاً اسی طرح ازمانا چاہتا ہے؟
اس نے کہا۔ ہاں ہاں میں نے سوچ لیا ہے۔ اگر کچھ ہے تو ابھی کر کے دکھا۔

امام حسنؑ نے پھر فرمایا۔ آزمائش کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔ یہ صرف میرا امتحان نہیں ہوگا۔ تو اپنے کو مذاق بنادیا ہے۔

اس نے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ ایسی ہی باتیں کریں گے۔ آپ میری فکر نہ کریں اگر کچھ ہے تو مجھے عورت بنا دو۔

امام حسنؑ نے زیر لب کچھ پڑھا پھر اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کن امرأۃ باذن اللہ۔ پھر اس کی بیوی کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کوئی رجل باذن اللہ۔

پہلے تو وہ ہنس رہا تھا۔ پھر جونہی اس نے اپنی طرف توجہ کی تو عورت کی طرح منہ کو چھپا لیا اور باہر دوڑ گئی اس کی بیوی نے بتایا کہ میں مرد ہوں۔

آپ نے فرمایا:

جا اپنی عورت کو تلاش کر۔

وہ باہر نکلا تلاش کیا۔ گھر لایا۔ ایک بچہ پیدا ہوا۔ سال کے بعد دونوں میاں بیوی امام حسنؑ کے پاس آئے تو بے معافی مانگی۔ اور درخواست کی کہ ہمیں اپنی پہلی حالت پر واپس لائیے۔ امام حسنؑ نے دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

اللہم ان کا ناصدا دقین فی توبۃہما فتاب اے اللہ اگر یہ اپنی توبہ میں مخلص ہیں تو ان کی توبہ علیہما وحوٰلہما علی ما کا نا علیہ۔ قبول فرما اور انہیں اپنی پہلی حالت پر واپس لا۔ وہ دونوں اپنی پہلی حالت پر واپس آگئے اور گھر چلے گئے۔

۲۔ کون ایسا کر سکتا ہے:

بحار میں عیسیٰ ابن حسنؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ بعض لوگوں نے امام حسنؑ سے عرض کیا کہ آپ معاویہؓ کی طرف سے اس قدر مصائب کیوں برداشت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

تا کہ جو ہمیں مانے اپنی مرضی سے یا۔ یا بصیرت ہو کر ملنے اور جو انکار کرے وہ بھی اپنی مرضی سے انکار کرے ورنہ اگر میں چاہوں اور اللہ سے دعا کروں تو اللہ شام کو عراق۔ عراق کو شام۔ مرو کو عورت اور عورت کو بنا دے۔ ایک شامی بیٹھا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔ اے فرزند علیؑ وہی بات کیا کرو جو ہو سکتے والی ہو۔ بھلا کبھی مرد بھی عورت بنا ہے یا کوئی عورت بھی کبھی مرد بنی ہے؟

آپ نے غصہ سے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

انہم قبی الا تسحبین ان تقعدی بین الرجال۔ اے بے شرم عورت اٹھ جا میاں سے تجھے مردوں میں بیٹھے ہوئے شرم نہیں آتی۔

جب اس نے اپنی طرف دیکھا تو وہ عورت تھی۔

آپ نے فرمایا:

تیری بیوی مرد بن چکی ہے۔ تیرے شکم سے ایک بچہ ہوگا جو خنثی ہوگا۔

کچھ عرصہ بعد وہ دونوں خنثی بچے کو اٹھائے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے توبہ کی۔ آپ نے دعا کی وہ پھر اپنی اپنی اصلی حالت میں آگئے۔

۳۔ وارثی جھڑگئی:

خراج میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمر و عاصؓ نے معاویہؓ سے کہا۔ حسنؑ ابن علیؑ اتفاقاً شام میں آیا یا اسے

جب یہاں شام میں ابو ذر کچھ عرصہ رہا ہے وہ اپنی نچی محفلوں اور بازاروں کی تقریروں میں آل محمد کے فضائل چھوڑ گیا ہے۔ دے دیے الفاظ میں اہل شام آل محمد سے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ تو ایسا کر شام کے عوام کو کھلے دربار کی اجازت دیدے۔ جب مجھ اچھا خاصا ہو جائے تو فرزند ابو تراب سے کہہ کہ ان لوگوں کو منع کر دے۔

معاویہؓ نے کہا۔ اگر ایسا ہو گیا اور حسنؓ نے وعظ کر دیا تو کیا ہو گا؟
عمر و عاصؓ نے کہا۔ آپ کو نہیں معلوم حسنؓ کبھی منبر پر نہیں گئے۔ یہ وعظ نہیں کر سکے گے لوگوں کی آنکھیں نہیں
کھلا جاتیں گی۔

حضرت معاویہؓ نے کہا سوچ لے یہ زبان رسالت کے پروردہ ہیں کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔
عمر وعاص نے کہا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا اس کے اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔ جب حسنؓ سے خطبہ نہ دیا گیا تو لوگوں کے دلوں سے عقیدت کم ہو جائے گی
حضرت معاویہؓ نے دربار عام کا اعلان کر دیا۔ دربار معمول سے زیادہ آراستہ کیا گیا۔ کچھ لوگوں کو خصوصی دعوتیں دی گئیں جب دربار بھر گیا تو معاویہؓ نے امام حسنؓ سے کہا۔ اے فرزند رسولؐ آج ذرا ان شامیوں کو کچھ عطا و نصیحت تو کر دیں۔

امام حسنؑ مسکرائے پھر اٹھے منبر پر آئے اور فرمایا۔ جو مجھے پہچانتا ہے سو پہچانتا ہے۔۔۔۔۔ اور جو نہیں پہچانتا میں اسے بتا دوں۔۔۔۔۔ میں حسنؑ ابن علیؑ ہوں۔۔۔۔۔ میں حسنؑ ابن فاطمہؑ بنت رسولؐ ہوں۔۔۔۔۔ میں فرزند رسولؐ ہوں۔۔۔۔۔ میں پسر نبیؐ ہوں۔۔۔۔۔ میں سراج منیرؑ کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ میں بشیر و نذیرؑ کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ میں رحمۃ للعالمینؑ کا سیوت ہوں۔۔۔۔۔ میں رسولؐ جن و انس کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ میں افضل کونینؑ کا دلہند ہوں۔۔۔۔۔ میں صاحب فضائلؑ کا لال ہوں۔۔۔۔۔ میں صاحب معجزات کی ذریت ہوں۔۔۔۔۔ میں امیر المومنینؑ کا جگر گوشہ ہوں۔۔۔۔۔ میں وہ ہوں جس سے حق چھین لیا گیا ہے۔۔۔۔۔ میں جوانانِ جنت کے سرداروں میں سے ایک ہوں۔۔۔۔۔ میں رکن و مقام کا فرزند ہوں۔۔۔۔۔ میں مکہ و مکی کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ میں مشعر و عرفات کا لاڈ لا ہوں۔۔۔۔۔ میں نبیؐ شقیق کا لختِ بکر ہوں۔۔۔۔۔ میں اس کا پارہ دل ہوں جس کی کمان میں ملائکہ نے جہاد کیا ہے۔۔۔۔۔ میں اس کا بکر پارہ ہوں جس نے قریش کی گردنیں جھکا دی تھیں۔۔۔۔۔ میں امام حق کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ جب آپؐ یہاں پہنچے تو جمع میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ کچھ لوگوں کے چہرے اتر گئے۔ معاویہؓ نے کہا۔ اے ابو محمدؑ آج اتنا ہی کافی ہے۔ آپؐ منبر سے اتر آئے۔

حضرت عوادیہؒ نے کہا: کیا تم یہ آس لگائے بیٹھے ہو کہ تمہیں خلیفہ مان لیا جائے گا۔

امام حسنؑ نے فرمایا: کسی کے ماننے یا ماننے سے فرق نہیں پڑتا۔ اگر خلافت منصب الہی ہے تو وہ میرے پاس ہے اور اسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ اگر خلافت لوگوں کی عطا ہے تو اس کی مجھے ضرورت نہیں دیے جیسے بتادوں خلیفہ وہ ہو سکتا ہے۔ جو کتاب خدا کی الجھی ہوئی گتھیاں سلجھا سکے اور سنت رسولؐ پر عمل کر سکے وہ الہی خلیفہ نہیں ہوتا جو ظلم و جور سے حکومت حاصل کرے۔ مکر و فریب سے اقتدار پر قبضہ کرے۔ احکام خدا کو پس پشت ڈال دے۔ سنت نبویؐ کو معطل کر دے۔ اور دولت کو ماں باپ سمجھ لے۔ ایسی حکومت کا ملک ہو جس کا فائدہ چند روزہ اور دبا جائی ہو۔

اس محفل میں ایک اموی نوجوان بیٹھا تھا۔ اس امام حسنؑ اور حضرت علیؑ کو سب و شتم شروع کر دیے چونکہ اس اموی دربار میں اس کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔ اس لیے جتنی باتیں کر سکتا تھا اس نے کیں۔ امام حسنؑ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا۔

اللہم غیر عند الثمۃ واجعله انتی ليعتبر بہ۔ بارالہا اس سے نعمت سلب کر لے اسے عزت بناو تاکہ باعث عبرت ہو جائے۔

پھر آپؑ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: اعزلی مالک و محفل الرجال فانک امرأۃ۔ نکل جایاں سے تیرا مردوں کی محفل میں کیا واسطہ تجھے نہیں معلوم کہ تو عورت ہے۔

اب جو اس نے خود اور لوگوں لے دیکھا تو اس کے منہ پر زہاڑھی رہی نہ مونچیں۔ سینہ ابھر چکا تھا۔ بچے تالیاں بجانے لگے لوگ ہنسنے لگے۔ وہ اٹھ کر چلی گئی۔

امام حسنؑ بھی دربار سے باہر جانے لگے۔ عمرو عامرؑ نے کہا حسنؑ ذرا دیر کو تو بیٹھ میں ایک دو باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔

امام حسنؑ بیٹھ گئے اور فرمایا۔ جو پوچھنا ہے پوچھ لے۔

عمرو عامرؑ نے کہا۔ مجھے کرم۔ شجاعت اور مروت کے متعلق بتائیے کہ یہ کیا ہیں؟

امام حسنؑ نے فرمایا:

مانگنے والے کے مانگنے سے قبل دینے کا نام کرم ہے۔

شجاعت اسلام اور اپنے ناموس کے تحفظ اور مصائب میں صبر کا نام ہے۔

مروت۔ دین کے تحفظ۔ کمینگیوں سے اجتناب۔ حقوق کی ادائیگی اور سلام کی ابتداء کا نام ہے۔ یہ فرما

کر آپؑ اٹھے اور تشریف لے گئے۔

حضرت معاویہؓ نے کہا۔ میں تجھے نہ کہتا تھا کہ کام بگڑ جائے گا لوگوں کے دلوں میں عقیدت پہلے سے بڑھ گئی ہے۔

مرد عاص نے کہا۔ تجھے اس کی فکر نہیں ہونا چاہیئے۔ اہل شام تیرے سامنے سر نہیں اٹھانے کیونکہ انہیں دھمکانے کی خاطر اور سر جھکانے کی خاطر دولت چاہیئے اور یہ دونوں چیزیں تیرے پاس ہیں۔ حسن کی باتوں میں کوئی بھی نہیں آتا۔ اس اموی جوان کی بیوی آئی اس نے امام حسنؑ کے پاؤں پکڑ لیے اور اپنے شوہر کی طرف سے معافی مانگی۔

آپ نے فرمایا۔ اسے لے آ۔

جب وہ آئی تو جیسا سے سر جھکایا ہوا تھا۔ آپ کے پاؤں پر پڑ گئی۔ اور معافی مانگی۔ آپ نے اللہ سے دعا کی وہ مرد ہو گیا۔

۱۔ شاہ حسین کی بیٹی زندہ ہو گئی:

اکسیر العادات میں مروی ہے کہ امام حسنؑ کے زمانہ میں جو شاہ حسین تھا۔ اس کی بیٹی انتہائی حسین و جمیل تھی۔ وزیر کا بیٹا تھا جو اپنے وقت میں لاثانی حسین تھا بادشاہ کو دونوں سے بے انتہا محبت تھی۔ جب ان دونوں نے ایک دوسرے کا حسن و جمال سنا تو پہلے غائبانہ طور پر ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے پھر یہ سلسلہ بڑھا اور وہ ایک دوسرے سے تھینہ طور پر ملتے لگے کسی طرح ان کی محبت کا راز افشا ہو گیا۔ کانوں کاں یہ خبر بادشاہ تک بھی پہنچ گئی۔

بادشاہ نے دونوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ دونوں قتل ہو گئے۔ قتل کے بعد بادشاہ بڑا پشیمان ہوا۔ اس نے وزیر اور دوسرے عمائدین مملکت کو بلا کر انہیں پہلے تو بتایا۔ پھر ان سے کہا۔ کہ اب میں بڑا پشیمان ہوں۔ کوئی ایسی ترکیب بتائیے کہ وہ دونوں زندہ ہو جائیں۔

تمام دم بخود بنے۔ کوئی بادشاہ کو پاگل سمجھنے لگا کسی نے کوئی خیال کیا اور کسی نے کوئی۔ انہی میں سے ایک ایسا شخص بھی تھا جو سفارتی سلسلہ میں ایک دوسرے شام اور ایک مرتبہ کوہ آچکا تھا وہ شام سے بھی کمالات ال محمدؐ سن چکا تھا۔ اور کوہ سے بھی سن کے گیا تھا۔ اس نے کہا اس وقت کہ ارمن پر ایک شخص ہے اگر وہ ہم تک پہنچ جائے یا ہم اس تک پہنچ جائیں تو دونوں زندہ ہو سکتے ہیں۔

تمام وزراء اور عمائدین حکومت نے کان کھڑے کئے اور اس کی طرف دیکھ کر پوچھنے لگے۔ یہ تو کیا کہا رہا ہے کبھی مردے بھی زندہ ہوتے ہیں؟

اس نے کہا۔ میں نہیں جانتا ہوئے یا نہیں جس شخص کے متعلق میں کہہ رہا ہوں وہ کر سکتا ہے۔

بادشاہ نے پوچھا وہ کون ہے؟

اس نے کہا۔ یہ تو آپ نے سنا ہے کہ عرب میں محمد نامی ایک شخص نے دعوائے نبوت کیا تھا ہمارے

ان سے سفارتی تعلقات بھی تھے؟

اس نے کہا سنا ہے۔

ذریعہ نے کہا۔ اس کا نواسہ ہے بیٹا کہلاتا ہے۔ ویسے علی کا بیٹا ہے اس کا نام حسن ہے۔ اس وقت مدینہ میں رہتا ہے۔ میں ایک دو مرتبہ سفارتی سلسلہ میں گیا ہوں۔ اسے دیکھنے کا موقعہ بھی ملا ہے۔ ہر شخص یہی کہتا ہے کہ اس میں تمام وہ کمالات موجود ہیں جو ان کے نبی میں تھے۔

بادشاہ نے پوچھا۔ مدینہ کا یہاں سے کتنا سفر ہے؟

اس نے بتایا۔ چھ ماہ کا سفر ہے۔

بادشاہ نے کہا۔ زاد راہ لے۔ اور یہاں سے ابھی روانہ ہو جا چھ ماہ بعد مجھے حسن ابن علی چاہیے اور اسی جگہ

چاہیئے۔

اس نے سر جھکا لیا اور عرض کیا سرکار! ہم ضرورت مند ہیں اسے ضرورت نہیں ہے اگر وہ آنے پر رضی نہ ہوا تو میں کیا کروں گا۔

بادشاہ نے کہا۔ اگر وہ اتنا باکمال ہے تو اسے یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے وہ وہیں سے ہماری آرزو پوری کر سکتا ہے۔ یہ بیچارہ بیدی سے چلا۔ زاد راہ لیا۔ چلتا بھی رہا اور سوچتا بھی رہا کہ چھ ماہ کا سفر بھلا پندرہ دنوں میں کیسے ممکن ہے۔ جب بیرون شہر آ گیا تو اسے کوئی ٹخیال آیا۔ گھوڑے سے اتار۔ سر برہنہ کیا۔ اور سوئے آسمان منہ کر کے کہنے لگا۔ اے رب تجھ اے رب علیؑ۔ اے رب حسنؑ۔ میری اور میرے بچوں کی زندگی کا معاملہ ہے۔ اگر تو برحق ہے تو اپنے نمائندہ حسنؑ کو اسی جگہ بھیج دے۔ اگر تو قادر ہے جیسا کہ میں نے مسلمانوں سے سنا ہے تو میرے لیے سب کچھ مشکل ہے اور تیرے لیے آسان ہے تو وہ کر سکتا ہے جس کا کوئی دوسرا قصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر وہ اندھے منہ بجاالت سجدہ ہو گیا۔ اور اپنی طرف سے جو دعا ہو سکتی تھی مانگی اسی عالم سجدہ میں تھا کہ کسی نے پاؤں پر چھپڑی مار کر کہا۔ اٹھ کیوں یوں فریاد کر رہا ہے۔ کیا بات ہے؟ یہ حیران ہو کر اٹھا۔ دیکھا تو ایک خوش پوش عرب کھڑا ہوا ہے اس نے سلام کیا۔

اس نے جواب سلام دیا۔ اور پوچھا کیا بات ہے؟

اس نے کہا۔ اگر تو وہ ہے جس کی دعائیں نے مانگی ہے تو مجھے بتانے کی ضرورت نہیں آپ کو میری آرزو معلوم ہوگی۔ اگر وہ نہیں ہے تو اپنی راہ لے مجھے نہ سنا۔

اس وقت امام حسنؑ مسکرائے اور فرمایا۔ میں ہی حسنؑ ابن علیؑ ہوں۔ جاشاہ چین کو اطلاع دے میں یہیں تیرا انتظار کرتا ہوں۔

یہ سنتے ہی وہ آپ کے قدموں پر گرا۔ اپنی آنکھیں آپ کے قدموں پر ملنے لگا اور کہنے لگا۔ پہلے مجھے

اپنے دین کا گلہ پڑھا جیسے پھر دوسری بات کریں گے۔

امام حسنؑ نے کلمہ پڑھایا :

وہ واپس شہر میں گیا۔ شاہ چین کو بتایا۔ شاہ چین شاہانہ استقبال سے آپ کو لے گیا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اور کام بھی ہیں۔ تو دونوں لاشیں منگوا۔ لاشیں منگوائی گئیں۔ امام حسنؑ نے دو رکعت نماز پڑھی اور دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔ اے مردوں کو زندہ کرتے والے ان دونوں کو زندگی عطا فرما۔ وہ دونوں اٹھ بیٹھے امام حسنؑ کے قدموں ہوئے۔ آپ نے شاہ چین سے کہا۔ ان دونوں کی آپس میں شادی کرا دینا اب میں چلتا ہوں۔ یہ کہتے ہی آپ اٹھے۔ اور چند لمحوں میں لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

بحار میں محمد ابن اسحاق سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے بعد ابوسفیان حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ اور کہا۔ مجھے آپ سے کام ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بتا کیا کام ہے ؟

ابوسفیان نے کہا۔ آپ نبی اکرمؐ کے پاس چل کر ہماری سفارش کر دیں کہ ہمیں کچھ تحریر کر دیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا :

اگر تجھے نبی کو نبی کی زبان اور وعدہ پر اعتبار نہیں تو تو تحریر پر کیا اعتبار کرے گا۔ جب آنحضرتؐ نے فرما دیا ہے۔ پھر تجھے کس بات کی فکر ہے۔ جو لوگ کلمہ پڑھ چکے ہیں۔ ان کے لیے آنحضرتؐ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ تمہاری تحریروں سے زیادہ پکا ہوتا ہے۔

امام حسنؑ کا سن چودہ ماہ کا تھا اور حضرت علیؑ کی آغوش میں کھیل رہے تھے۔ ابوسفیان نے ازراہ مذاق امام حسنؑ سے کہا۔ آپ کے بابا تو ہماری سفارش نہیں کرتے آپ ہی کر دیں۔

امام حسنؑ حضرت علیؑ کی آغوش سے اٹھ کھڑے ہوئے ایک ہاتھ ابوسفیان کی داری پر رکھا۔ دوسرا اس کی ناک پر رکھا اور فرمایا۔ دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دے۔ میں تیری سفارش کر دوں گا۔

حضرت علیؑ نے شہزادے کا منہ چوم کر فرمایا۔ اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے سچی کی طرح سچے میں مبلغ علم غیب بیٹا عطا فرمایا :

۳۔ شہید اور دووہ :

اکسیر العبادات میں ابراہیم ابن کثیر سے مروی ہے کہ ایک دن امام حسنؑ مسجد میں تشریف فرما تھے انہیں پیاس لگی۔ انہوں نے غلام سے پانی لانے کو کہا۔ پانی لانے میں کچھ دیر ہو گئی۔ انہوں نے ستون مسجد پر ہاتھ رکھا اور عرض کیا۔ بار الہا تیرے نبی کا فرزند پیاسا ہے میں نے دیکھا ستون سے پانی بہنے لگا آپ نے خود پیا

پھر ہمیں بھی پلایا۔ ہمیں پیاس نہیں تھی لیکن شوقیہ پینے لگے کہ اس کا لقمہ کیسا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو تمہیں اسی ستون سے شہد اور دودھ بھی پلا سکتا ہوں ہم نے عرض کیا فرزند رسول! ہم ضرور پینیں گے نذر نش فرمائیں۔ آپ نے پھر دست دعا بلند کئے ستون مسجد پر ہاتھ رکھا۔ ستون سے دودھ اسی طرح جاری ہوا جس طرح نالی چلتی ہے جب ہم نے پایا تو اس میں شہد آسمیٰ تھتا۔



اخلاق و علم

۱۔ تعلیم و وضو ۶۶

عیون المجالس میں رویانی سے مروی ہے کہ جناب حسینؑ نے ایک بوڑھے کو وضو کرتے دیکھا جو غلط کر رہا تھا۔ دونوں بھائی ایک دوسرے سے ٹکرا کر نہ لگے۔
امام حسنؑ نے کہا۔ حسینؑ تجھ سے میں زیادہ اچھا وضو کرتا ہوں۔
امام حسینؑ نے عرض کیا۔ بھیا جیسے آپ فرمائیں ویسے وضو میں اچھا کرتا ہوں۔
دونوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ اس بزرگ کو نالت بنا لیتے ہیں۔ آپ بھی اس کے سامنے وضو کریں میں بھی وضو کرتا ہوں۔ دونوں کا وضو دیکھ کر یہ بزرگ فیصلہ کرے گا کہ کس کا وضو اچھا ہے۔
وہ بوڑھا دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ دونوں فرزند رسولؐ ہیں۔ شہزادے اس کے قریب آئے اپنا مدعی پیش کیا۔ اور درخواست کی آپ ہماری ثالثی کریں۔
دونوں نے وضو سے دکھا دکھا کے کرنا شروع کیا۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو دونوں نے پوچھا۔ بزرگ آپ فیصلہ دیں اس بوڑھے نے جھک کر سلام کیا۔ اور عرض کیا۔ واقعاً رحمت عالمینؑ کی زبان رسالت کی تعلیم کا اثر یہی ہونا چاہیے تھا۔ مجھے پتہ چل گیا ہے۔ آپ مجھے وضو سکھانا چاہتے تھے۔ آپ کی مہربانی پھر کبھی غلط وضو نہیں کروں گا۔

۲۔ زاہد زمانہ !

ابن بابویہؒ نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ اپنے وقت میں زمانہ کے عابد ترین فرد تھے۔

زہد و ورع میں آپ کا نظیر کوئی نہیں تھا۔
ج پر پیدل جاتے بعض اوقات پاؤں سے جوتے بھی اتار دیتے۔
موت حشر و نشر اور پل صراط کا تذکرہ کر کے رو دیتے۔
جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو پورا جسم لرزتا رہتا تھا۔

۳۔ اگر ضرورت مند ہے تو بتا:

بحار میں ابن عائشہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن گھوڑے پر سوار آرہے تھے ایک شای
نے آپ کو دیکھا تو سانس نہ آیا۔ گھوڑا روک لیا۔ اور آپ کو اور حضرت علیؑ کو سب کرنے لگا۔ آپ خاموشی سے
سننے رہے۔ جب وہ تھک گیا تو امام حسن نے مسکرا کر فرمایا:
اے بزرگ آپ سن رسیدہ ہیں شاید آپ کو اشتباہ ہو گیا ہے۔
اگر تو مسافر ہے اور کسی چیز کی ضرورت ہے تو ہم وہ ضرورت پوری کریں گے۔
اگر تجھے راہنمائی کی ضرورت ہے تو ہم راہنمائی بھی کر سکتے ہیں۔
اگر تو بھوکا ہے تو ہم تجھے کھانا کھلا دیں گے۔
اگر تجھے لباس کی ضرورت ہے تو ہم لباس بھی فراہم کئے دیتے ہیں۔
اگر تو نادار ہے تو ہم مقدور بھر تجھے دولت دیتے ہیں۔
اگر تجھے کسی خطرہ ہے تو ہم تجھے پناہ دینے کو تیار ہیں۔
اگر تو ہمیں موقعہ دے اور ہمارے گھر آئے تو ہم امکانی طور پر تیری مہمان نوازی کریں گے۔ ہمارے
پاس کافی کھلی جگہ ہے۔

جب اس شخص نے یہ باتیں سنیں تو آپ کے قدموں پر ہاتھ رکھا۔ اور عرض کرنے لگا
فرزند رسول!

میں نے تو آپ کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا۔ میں نے شام میں جو سنا تھا اس کے مطابق آپ
کو اور آپ کے باپ کو سب کیا ہے لیکن آپ تو بالکل برعکس ظاہر ہوئے ہیں۔ میری سابقہ خطا میں معاف
فرمائیں۔ ایک وقت تھا جب آپ اور آپ کے باپ سے زیادہ میرے دل میں بغض کسی کے لیے نہیں تھا
لیکن آج میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اور آپ کے باپ سے زیادہ میرے دل میں محبت کسی کے لیے نہیں ہے۔

۴۔ دنیا مومن کے لئے زندان؛

مطالب السؤل میں مروی ہے کہ ایک دن امام حسنؑ انتہائی فاقہ و لباس پہن کر اچھے گھوڑے پر سوار ہو کر بیرون مدینہ کسی کام سے جا رہے تھے راستہ میں ایک انتہائی بد حال - بھوکا - اور سن رسیدہ یہودی ایک بھاری سا حقیرا پشت پر لا دے آ رہا تھا۔ جب اس نے امام حسنؑ کو دیکھا تو اس غربت اور بد حالی کے باوجود اس کی رگ یہودیت پھٹکی اور کہنے لگا۔
اے فرزند رسول!

آپ کے نانا کے بقول میرا اور آپ کا معاملہ بالکل برعکس ہے۔
امام حسنؑ نے فرمایا۔ وہ کیسے؟

یہودی نے کہا۔ آپ کے نانا کا قول ہے کہ دنیا مومن کے لیے زندان اور کافر کے لیے جنت ہے آپ اپنے لباس وغیرہ کو بھی دیکھ لیں اور میرا حال بھی دیکھ لیں۔ پھر اپنے نانا کی حدیث سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ کون مومن ہے اور کون کافر ہے؟
امام حسنؑ نے فرمایا:

میرے نانا نے سچ فرمایا ہے۔ تجھے سمجھنے میں اشتباہ ہوا ہے جو کچھ میرے لیے اللہ نے جنت میں مقدر کر رکھا ہے۔ اگر تو اسے دیکھ لے تو یہ تسلیم کر لے گا کہ میرا موجودہ لباس وغیرہ کسی قیدی سے کم نہیں۔ اور جو کچھ اللہ نے تیرے لیے مقدر کر دیا ہے۔ اگر تو اسے دیکھ لے تو یقین کر لے تیری موجودہ کس مہر کی زندگی انتہائی اچھی اور خوش حال ہے۔

۵۔ ٹڈی کے پر:

خراج میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ اور عبداللہ ابن عباسؓ ایک دسترخواں پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ ایک ٹڈی دسترخواں پر آکر بیٹھ گئی۔ عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا۔ اے فرزند رسولؐ یہ ٹڈی کے پروں پر جو دھاریاں ہیں یہ یونہی بے مقصد ہیں یا ان کا کوئی معنی ہے؟
امام حسنؑ نے فرمایا:

آپ کا کیا خیال ہے ٹڈی کے پر مخلوق خدا ہیں یا نہیں؟
جناب ابن عباسؓ نے عرض کیا۔ یقیناً مخلوق خدا ہیں۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

کیا اذروئے قرآن مخلوق خدا میں سے کوئی چیز بے مقصد اور بے معنی ہے؟
عبداللہ ابن عباس نے عرض کیا۔ کوئی مخلوق بے مقصد نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا:

جب کوئی مخلوق بے مقصد نہیں ہے تو پھر یہ پھر کیسے بے مقصد ہیں؟
ابن عباس نے عرض کیا۔ پھر اس کے پروں میں ان دھاریوں کا کیا مقصد ہے؟
امام حسنؑ نے فرمایا:

یہ قدرت کی ایک تحریر ہے جسے ملائکہ مقربین انبیاء و مرسلین اور اوصیائے رحمۃ للعالمین ہی پڑھ سکتے ہیں
ابن عباس نے عرض کیا۔ کیا ہمیں بتا سکتے ہیں کہ کیا لکھا ہے؟
آپ نے فرمایا:

اس کے دائیں پر پہ لکھا ہے۔ میں رب رحیم ہوں اس ٹڈی کو بعض اوقات لوگوں کی غذا بناتا ہوں۔
ادبائیں پر پہ لکھا ہوا ہے۔ میں رب جبار ہوں۔ بعض اوقات اس ٹڈی کو سرکش قوم پر عذاب بنا کے بھیجتا
ہوں۔

۶۔ حفظ دینی:

ہمارے ابو الفتوح سے منقول ہے کہ امام حسنؑ سات برس کی عمر میں نبی کوئین کے پاس مسجد میں تشریف
لائے تھے۔ اور جو احکام دین بحضور بیان فرماتے تھے انہیں حفظ کر کے واپس جا کر دفتر رسولؐ کو سناتے
تھے۔ جب جناب امیر مگر تشریف لائے تھے تو جناب سیدہ اس دن کا جملہ علم تنزیل حضرت علیؑ کو سنادیتی
تھیں۔

ایک دن حضرت علیؑ نے پوچھا۔ زہراؑ قرآن مسجد میں نازل ہوتا ہے تو گھر میں رہتی ہے میرے آنے
سے پہلے تجھے کیسے آیات و احکام نازل کا علم ہو جاتا ہے؟
بی بی نے عرض کیا۔

یا علیؑ میرا حسنؑ لال روزانہ مجھے اگر مسجد میں بیان کئے جانے والے احکام دین سے مطلع کر دیتا ہے ایک دن
جناب امیرؑ اس شوق میں کہ میں اپنے بیٹے کا انداز بیان سنوں۔ امام حسنؑ سے پہلے گھر تشریف لائے۔
جناب سیدہ کو بتایا اور دوسرے حجرہ میں بیٹھ گئے۔

امام حسنؑ معمول کے مطابق آئے اور دفتر رسولؐ کو آیات و احکام سناتا شروع کئے۔ زبان تلا گئی
دوسری مرتبہ کوشش کی۔ پھر زبان تلا گئی۔

جناب سیدہ نے فرمایا۔ جان مادر! آج خیریت تو ہے؟
 شہزادے نے عرض کیا۔ اماں جان! میرا خیال اگر درست ہے تو میرا کوئی بزرگ آج سن رہا ہے۔
 جناب سیدہ نے فرمایا:
 ہاں بیٹے تیرا خیال درست ہے تیرا بابا جان تیرا انداز بیان سننے کی خاطر حجرہ کے اندر موجود ہے۔

عبادت امام حسن :

عبادات الہیہ تین اقسام کی ہوتی ہیں صرف جسمانی۔ مثلاً نماز روزہ وغیرہ صرف مالی مثلاً زکوٰۃ وغیرہ اور جسمانی اور مالی سے مرکب مثلاً حج وغیرہ۔ امام حسنؑ فیض باری ہر سہ عبادات میں وافر حصہ رکھتے ہیں۔ جہاں تک مالی عبادت کا تعلق ہے تو اس سلسلہ حلیۃ الاولیاء میں حافظ ابونعیم کی یہ روایت ہی کافی ہے کہ امام حسنؑ نے اپنی پوری زندگی میں تین مرتبہ اپنے پورے مال کو دو حصوں میں تقسیم کر کے نصف خود دکھا اور نصف راہ خدا میں خیرات کیا۔ جہاں تک جسمانی عبادت کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں حافظ ابونعیم کی حلیہ میں یہ روایت کافی ہے کہ آپؑ نے زندگی میں بیس حج پیدل کئے۔

زهد امام حسنؑ

۱۔ روضۃ الباقین میں میں مروی ہے کہ امام حسنؑ جب در مسجد پر تشریف لائے تو دست و پا بلند کر کے عرض کرتے باز الہام تیرا بے سرا یہ مہمان تیرے دروازہ پر آیا ہے۔

۲۔ بخاری میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ مقام ابواء میں مصروف نماز تھے کہ ایک بدوی عورت آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر فریفتہ ہو گئی۔ اور وہ نماز ختم ہونے کا انتظار کرنے لگی جب آپ نے نماز ختم کی تو اس سے پوچھا۔

کیا کوئی کام ہے؟
اس نے ہنسنے لگا کہ عین کیا۔ اگر کام نہ ہوتا تو اتنی دیر انتظار کیوں کرتی۔

امام حسنؑ نے فرمایا: بتا کیا کام ہے؟
اس نے کہا: ہر کام ایک بے شہر اور جو ان عورت کو کسی حسین اور نوجوان مرد سے ہوتا ہے۔
امام حسنؑ نے اسے فرمایا:

جادف ہوجایہاں سے۔ تو مجھے جلائے آئی ہے۔

اس نے فضول بکنا شروع کر دیا۔ اور آپ رونے لگے آپ کی صدا ئے گریہ رفتہ رفتہ بلند ہوتی گئی عورت

بھی آپ کو اس شدت سے روتے دیکھ کر متاثر ہو گئی اور اس نے بھی رونا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد امام حسینؑ تشریف لے آئے آپ بھی بیٹھ کر روتے لگے۔ پھر صحابہ آنے لگے اور بیٹھ کر روتے لگے۔ سلسلہ گریہ کافی طویل رہا۔ اسی دوران وہ عورت اٹھ کر چلی گئی۔ ہیبت کی وجہ سے کوئی امام حسنؑ سے روتے کا سبب نہ پوچھ سکا ایک رات نیند سے جاگنے کے بعد امام حسنؑ اپنے بستر پر روتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔

امام حسینؑ بیدار ہوئے پوچھا۔ بھیا اس وقت خیریت تو ہے روتے کا کیا سبب ہے؟
امام حسنؑ نے فرمایا:

جان برادر ابھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے اس نے رلا دیا ہے۔

امام حسینؑ نے پوچھا۔ کون سا ایسا خواب تھا جس نے آپ کو رلا دیا ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

ابھی خواب میں میں نے جناب یوسفؑ کو دیکھا ہے۔ لوگ جناب یوسفؑ کے حسن و جمال کو دیکھنے کی خاطر ٹوٹ رہے تھے۔ میں نے جب آگے بڑھ کر حسن یوسفؑ دیکھا تو مجھے زلیخا کا واقعہ یاد آگیا اور بیانیہ آنکھیں بہنے لگیں۔ جناب یوسفؑ نے پوچھا۔ میرے مال باپ قربان جانیں اس وقت روتے کا سبب کیا ہے؟

میں نے اسے بتایا کہ مجھے زلیخا کے آپ سے سلوک کی یاد نے رلا دیا ہے۔

اس نے کہا۔ کیا وہ بدویہ عورت والا واقعہ جو مقام ابواء پر پیش آیا تھا۔ یاد نہیں آیا۔

نزدہتہ الابصار میں ابن ہدی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں چند غریب دسترخواں پر خشک ٹکڑے بیٹھے کھا رہے تھے۔ انہوں نے امام حسنؑ کی خدمت عرض کیا۔ فرزند رسولؐ آئیے ہم اللہ کھانا حاضر ہے۔ آپ یہ کہہ کر گھوڑے سے اتارے۔ ان اللہ لا

یحب المتکبرین پھر ان کے ساتھ بیٹھ کر تناول فرمانے لگے۔ جب سیر ہوئے تو اٹھے اور فرمایا۔ آج رات کا کھانا قبول کرو اور میرے پاس آکر کھا لینا۔ جب وہ کھانے پر آئے تو آپ ان کے ساتھ بیٹھ گئے کھانے سے فراغت کے بعد آپ نے انہیں ایک ایک جوڑا لباس بھی عنایت کیا۔

سئل سئل

ذی روح کو کھانا:

بحاریں نیجج سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا امام حسنؑ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اور

ایک کتا آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ ایک لقمہ خود کھاتے اور ایک کتے کو ڈالتے۔ میں نے عرض کیا۔ قبلہ کتے کو جگا دوں؟

امام حسنؑ نے فرمایا:

نہیں اسے کھانے دو مجھے شرم آتی ہے کہ میں کھاؤں اور کوئی ذی روح دیکھتا رہے اور اسے نہ کھلاؤں۔

مروان کو جواب:

ایک مرتبہ امام حسنؑ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ سامنے مروان آگیا۔ اور لگا سیب کرنے۔ آپ خاموشی سے سنتے رہے جب وہ تھیک کر خاموش ہو اتو آپ نے فرمایا۔ مروان میں تجھے جواب دے کر تیرے نامہ اعمال سے کسی گناہ کو دھونا نہیں چاہتا جو کچھ تو نے کہا ہے اگر سچ ہے تو اسلئے تجھے سچ کی جزا دے اور اگر جھوٹ ہے تو اسلئے تجھے جھوٹ کی سزا دے میں جانتا ہوں اللہ بہترین انتقام لینے والا ہے۔

جو دو کرم امام حسنؑ:

مطالب السؤل میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ ایک شخص کے قریب سے گزرے وہ اللہ سے دس ہزار درہم مانگ رہا تھا آپ خاموشی سے گھبرائے اور دس ہزار درہم اس کو بھیجوا دیئے۔
مطالب السؤل میں ہے کہ ایک شخص آپ سے کچھ مانگنے آیا۔ آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ آج کا رکھ لو اور باقی اسے دیدو۔

سائل سے فرمایا: جا مزدور لے کے آ۔ وہ مزدور لایا۔ آپ نے فرمایا۔ چادر بچھا۔ جو کچھ درہم و دینار تھے آپ نے اسے دیدے۔ اور اپنی عبا اسے دی تاکہ اسے مزدور کو اجرت میں دے دینا۔
غلام نے عرض کیا۔ قبلہ اپنے پاس تو کچھ نہیں بچا۔
آپ نے فرمایا:

سبیل سکینہ

چند آداب لیلیٰ آباد، پونٹ نمبر 8-61

جب اللہ ہے تو سب کچھ ہے۔

اسی مطالب السؤل میں ہے کہ ایک سفر جرج میں امام حسنؑ۔ امام حسینؑ اور عبداللہ ابن جعفر طیارہ تینوں اکٹھے جا رہے تھے کہ راستہ میں زادراہ ختم ہو گیا۔ صحرائیں ایک خیمہ نظر آیا۔ وہاں اُسے دیکھا تو ایک تنہا بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کچھ کھانے پینے کو ہے۔

اس نے کہا۔ ہمارا تیر کہ تو صرف یہ بکری ہے۔ دودھ نکال کر پی لو۔

انہوں نے دودھ پیا۔ پھر پوچھا۔ کچھ کھانے کو بھی ہے!

اس نے کہا یہی بکری ہے ذبح کر دو میں پکا دیتی ہوں۔

انہوں نے بکری ذبح کی۔ عورت نے گوشت تیار کیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد مکہ کی راہ لی اور اسے کہا ہم قریش سے ہیں اگر کبھی ضرورت ہو تو مدینہ آجانا۔

بعد میں اس کا شوہر آیا۔ عورت نے اسے اپنی مہمان نوازی کا بتایا۔ وہ سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا یہ معلوم وہ کون تھے۔ یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ واقعا قریش تھے یا کوئی اور بڑی خوش ہو رہی ہے کہ میں نے مہمانی کی ہے۔

اس نے کہا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ انہوں نے سچ کہا ہے یا غلط بیانی کی ہے یقین رکھ ان کی صورتیں ایسی تھیں کہ میں غلط بیانی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

کافی عرصہ گزر گیا۔ عورت سب کچھ بھول بھال گئی۔ ایک مرتبہ کچھ خرید و فروخت کے لیے دونوں میاں بیوی مدینہ آئے اتفاقاً امام حسنؑ اپنے دروازہ پر کھڑے تھے آپ نے اس بڑھیا کو پہچان لیا۔ غلام سے کہا جا اس بڑھیا کو ایک مرتبہ واپس بلا کر لا غلام گیا۔ اسے واپس بلا لایا۔

امام حسنؑ نے پوچھا۔ بڑھیا تو نے مجھے پہچانا ہے؟

بڑھیلانے کہا۔ میں آپ کو کیسے پہچان سکتی ہوں آپ مدینہ کے رئیس معلوم ہوتے ہیں اور میں صحرا کی غریب عورت ہوں۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

تجھے فلاں سال دیا ہے۔ حج کے موقع پر تین قریشی تیرے مہمان ہوئے تھے اور تو نے بکری کا کا دو دھپینے کو اور بکری کھانے کو دی تھی۔ بڑھیلانے کہا۔ ہاں یاد ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ ان تینوں میں سے ایک میں ہوں۔ پھر آپ نے غلام کو حکم دیا۔ ایک ہزار بکری اور ایک ہزار دینار لے آ۔ غلام لایا۔ آپ نے اسے حوالہ کیا اور فرمایا۔ میرے ساتھ دو سرا میرا چھوٹا بھائی حسینؑ تھا۔ اس کے پاس ضرور جا۔ بڑھیا امام حسینؑ کے پاس گئی۔ امام حسینؑ نے بھی ایک ہزار بکری اور ایک ہزار دینار عطا کئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ ہمارا تیرا ساتھی ہمارا چچا زاد عبد اللہ ابن جعفر تیرا تھا اس کے پاس ضرور جانا۔ جب جناب عبداللہؑ کے پاس آئی تو آپ نے دو ہزار بکریاں دیں۔ اور کہا۔ کاش تو پہلے میرے پاس آئی۔ اب میں اپنے دونوں آقاؤں سے سبقت کیسے کروں۔ وہ بڑھیا چار ہزار بکری اور دو ہزار دینار لے کر اپنے شوہر کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی تیری ایک بکری تھی۔ جس پر تو نے مجھے جسمانی تشدد بھی کیا تھا۔ اب ملے ایک بکری کے عوض ہمارے مہمانوں نے چار ہزار بکری اور دو ہزار دینار عطا کئے ہیں۔ اس نے پوچھا۔ کہیں وہ مہمان اولاد رسولؐ سے تو نہیں؟

بڑھیا نے کہا۔ دو تو رسولؐ کے بیٹے حسنینؑ تھے اور تم میرا جعفر طیار کا فرزند عبد اللہ تھا۔

جرات امام حسنؑ:

حضرت معاویہؓ ایک مرتبہ مدینہ گئے اور وہ اہل مدینہ کو ولی عہد یزید کے سلسلہ میں ہمارا کرنے آئے تھے۔ انہوں نے سنا ہانہ انداز میں حکم دیا کہ جو مجھے ملنے کو آئے اسے کم از کم پانچ ہزار درہم دیئے جائیں بعض افراد کو ایک لاکھ درہم بھی دیئے۔ امام حسنؑ سب سے آخر میں ملاقات کو آئے۔ حضرت معاویہؓ نے کہا۔ اے فرزند رسولؐ کیا تم اس لیے آ رہے ہو کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور قریش میں میری توہین ہوگی پھر غلام سے کہا۔ اس وقت جتنا مال اہل مدینہ پر تقسیم کیا ہے وہ سب مجھے کر کے اتنا صرف امام حسنؑ کو دے دے۔ پھر امام حسنؑ کی طرف دیکھ کر کہا۔ آپ کو معلوم ہے۔ میں ہند کا بیٹا ہوں۔ آپ نے فرمایا غلام سے کہہ دے کچھ بھی نہ لائے۔ میں قبول ہی نہیں کرتا۔ میں نہر اکا بیٹا ہوں۔ یہ سن کر معاویہؓ کھسیانا ہو گئے۔

خچر کی خواہش:

کامل بیرو میں ہے کہ امام حسنؑ کی سواری خچر بڑا قیمتی تھا۔ مروان معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا۔ مروان نے ایکٹ ابن ابی عتیق سے کہا۔ حسنؑ کا خچر بھی بڑا قیمتی ہے۔ اور بڑا اچھا ہے۔ لیکن فروخت نہیں کرتا۔ جب دیکھتا ہوں دل کرتا ہے۔ کاش یہ میرے پاس ہوتا۔ ابن ابی عتیق نے کہا۔ اگر میں خچر مفت دلا دوں تو میری تین چلتیں سے ایک پوری کر دے گا۔ مروان نے کہا۔ ضرور کر دوں گا۔

ابن ابی عتیق نے کہا۔ اچھا آج جب امام حسنؑ مسجد میں آئے تو میں دیگر نبی ہاشم کے فضائل بیان کروں گا۔ لیکن امام حسنؑ کا نام نہ لوں گا۔ تو مجھ پر اعتراض کرنا۔ کہ تو نے امام حسنؑ کے فضائل بیان ہی نہیں کیے کیا وجہ ہے؟ بس آگے میں خود سنبھال لوں گا۔

جب امام حسنؑ مسجد میں آئے تو پروگرام کے مطابق ابن ابی عتیق نے بنی ہاشم میں سے ایک ایک فرد کا نام لے کر فضائل گونا گونا شروع کر دیئے۔ لیکن امام حسنؑ کا نام نہ لیا۔ مروان نے طے شدہ بات کی۔ ابن ابی عتیق نے جواب دیا۔ اگر ہمارا موضوع بیان انبیاء ہوتے تو میں امام حسنؑ کا تذکرہ اولیا میں کرتا۔ اب ہمارا موضوع ہی عام ہے افراد ہیں

کچھ دیر بیٹھنے کے بعد امام حسنؑ اٹھ کر جانے لگے۔ آپ نے رکاب میں پاؤں رکھا پیچھے سے ابن ابی

ابن ابی عتیق بھی پہنچ گیا۔

امام حسنؑ نے مسکرا کر فرمایا۔ کوئی کام ہے؟

ابن ابی عتیق نے عرض کیا۔ آپ کا خچر بڑا پسند ہے۔

امام حسنؑ نے رکاب سے پاؤں نکال لیا۔ اور فرمایا۔ اگر مردان خود بھی مانگ لیتا تو میں دینے سے انکار نہ کرتا۔ بہر صورت چلو اسے اگر یہی طریقہ پسند ہے تو اس کی مرضی۔ یہ فرما کر آپ چلے گئے۔

دشمن سے انتقام:

کتاب الحدود یہ مروی ہے کہ ایک شخص امام حسنؑ کے پاس آیا اور عرض کی۔ یا ابن رسول اللہ! آپ کو اپنے اس رب کریم کا واسطہ ہے جس نے آپ کو انعامات اور نعمات جلیلہ سے نوازا ہے میرے تعاقب میں میرا انتہائی ظالم۔ جسار۔ اور جفا کار جو دشمن ہے جس سے بھی اس کے خلاف مدد مانگتا ہوں وہی منہ پھیر لیتا ہے۔ آپ نوازش فرمائیں۔ مجھے پناہ دیں۔

آپ نے فرمایا:

تیرے دشمن کا نام کیا ہے تاکہ اس سے تجھے پناہ دی جائے؟

اس نے عرض کیا۔ قبدہ۔ غربت۔ ناداری۔ فقر۔

آپ نے غلام سے فرمایا۔ اس وقت جو کچھ بھی بچے آئے۔ جب غلام لایا تو پانچ ہزار درہم تھا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ بے جا اور بھی جب کبھی تیرا دشمن تیرے سامنے دانت نکالے میرے پاس آجانا میں تجھے پناہ دوں گا۔

عثمانؓ کے پانچ روپے:

نضال صدوقؒ میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک سائل آیا۔ عثمان غنیؓ مسجد میں بیٹھے تھے اس سے سوال کیا۔ اس نے پانچ درہم دیئے۔

سائل نے کہا۔ آپ کی سخاوت تو انتہا ہے کسی اور سنی کا بہتہ تو بتا دیجئے۔

حضرت عثمانؓ نے کہا۔ وہ دیکھا ہے۔ میں تو جوان اکٹھے بیٹھے کسی سٹڈ پر گفتگو کر رہے ہیں ان کے پاس جا چکن ہے تجھے کچھ مل جائے وہ آیا اس نے سلام کیا جواب سلام کے بعد کچھ مانگا۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

کسی کے سوال کے جواب کی شرعاً تین صورتیں ہیں تو کس یا تیز صورت میں مانگ رہا ہے۔

اس نے کہا۔ وہ کون سی ہیں۔

یا قتلِ غلط کی دیت دینا ہو اور وسائل میسر نہ آئیں۔

یا دل شکن غربت ہو اور کوئی دوسرا پہلو نظر نہ آئے۔

یا اتنا قرضہ ہو کہ وسائل ساتھ نہ دے سکیں۔

اس نے عرض کیا ان تین میں سے ایک سبب ہے۔ آپ نے اسے پچاس دینار دیئے۔ امام حسینؑ

نے انچاس دینار دیئے اور جناب عبداللہؑ نے اڑتالیس دینار دیئے۔

وہ واپس پلٹا۔ عثمانؑ نے پوچھا۔ سنا کیا بنا ہے؟

اس نے کہا۔ آپ کو تو معلوم ہے۔ جو سلوک آپ نے کیا ہے ان میں سے جو قدرے بڑا ہے اس

نے مجھے مانگنے کے تین جائز اسباب بتائے اور پوچھا کہ ان تین جائز اسباب میں سے تو کس سبب کی بنیاد

پر مانگ رہا ہے؟

میں نے کہا ان تین میں سے ایک ہے۔ بڑے نے پچاس، چھوٹے نے انچاس اور تیسرے نے اڑتالیس

دینار دیئے ہیں۔

حضرت عثمانؑ نے کہا۔ تمہیں کیا معلوم کہ علم ان لوگوں کی گھٹی میں شامل ہوتا ہے۔

موتی و نمیم:

بحار میں مروی ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے ایک دن آپس میں خوشحالی کا مقابلہ کیا۔ امام حسنؑ کا دعویٰ

تھا کہ خط میرا خوبصورت ہے اور امام حسینؑ کا دعویٰ تھا کہ خط میرا خوبصورت ہے۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ ناتا

کو چل کر دکھاتے ہیں جو فیصلہ وہ کریں گے ہمیں قبول ہوگا۔ دونوں بھائی آنحضرتؐ کے پاس آئے آپ نے

کسی کی دل شکنی برداشت نہ کی اور فرمایا۔ بابا علیؑ کے پاس جاؤ جب حضرت علیؑ کے پاس آئے اور بتایا کہ

نبی اکرمؐ نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ سمجھ گئے۔ کہ انہوں نے کسی کی دل شکنی گوارا نہیں کی۔ اس

پے میرے پاس بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹے تم دونوں اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ اور دونوں ماں کے

پاس آئے۔ اور انھیں بتایا کہ ہمیں ناتا جان نے بابا کے پاس بھیجا تھا اور بابا نے آپ کے پاس بھیجا ہے

بی بی نے بھی یہ سوچا کہ ان دونوں نے ان میں کسی کی دل شکنی نہیں۔ پھر سوچا جب انہوں نے فیصلہ نہیں کیا اور

میں کیسے کروں۔ چنانچہ بی بی نے اپنے گلے سے سات موتیوں کا ہار اتار دیا اور فرمایا:

میرے بچو میں ہمارے دانے بکھیرتی ہوں جو زیادہ چن لے گا۔ اسی کا خط خوبصورت ہوگا۔ یہ کہہ کر

بی بی نے ساتوں دانے بکھیر دیئے۔ تین امام حسنؑ نے اور تین امام حسینؑ نے اٹھائے ایک دائرہ باقی تھا

ایک طرف سے امام حسنؑ نے ہاتھ بڑھایا۔ دوسری طرف سے امام حسینؑ نے ہاتھ بڑھایا۔ ذاتِ احدیت

نے جبریل سے فرمایا جنگی دل شکنی میرا حبیب میرا محبوب اور میری کثیر کو گوارا نہیں ان کی دل شکنی میں کیسے کر لیا گا۔ تو جا کر ساتویں موتی کو کسی بگاڑے ہوئے سے پہلے دو نیم کر دے تاکہ آدھا حسن لے لے آدھا حسین دونوں کا خط برابر ہو جائے۔ جبریل نے پر مار کر موتی کو دو نیم کر دیا۔ یوں آدھا امام حسنؑ نے اور آدھا امام حسینؑ نے اٹھا لیا اور کسی کی دل شکنی نہ ہوئی۔

جنت کا سیب :

بجاری میں جناب سلمان سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ جناب ام ایمن دونوں شاہزادوں کو مسجد میں لائی اور انہوں نے کی خدمت میں عرض کیا دونوں شہزادے بھوکے ہیں آنحضرتؐ نے پوچھا بیٹے کیا بہت زیادہ بھوک ہے؟ دونوں نے عرض کیا۔ نا نا جان! واقعاً بھوک ستا رہی ہے۔ آپ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا اللہم اظمہما بارہما انہیں کھلا دے۔ میں نے دیکھا آنحضرتؐ کے ہاتھ جب نیچے آئے تو ان پر ایک سیب رکھا تھا۔ آپ نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے آدھا حسن کو آدھا حسین کو دیکر فرمایا لو بیٹو اللہ نے تمہارے لیے جنت سے سیب بھیجا ہے۔



صلح معاویہ

ابن ابی الحدید کے مطابق حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد معاویہؓ نے اپنے تمام گورنروں کو ایک ہی مضمون کا خط لکھا۔ مضمون یہ تھا۔

اما بعد! اللہ نے تمہیں تمہارے دشمن کے شر سے بچالیا ہے۔ تمہارا اعلیٰ قتل ہو چکا ہے ایک شخص نے ہمت کر کے علیؓ کو قتل کر دیا ہے۔ ان لوگوں کے معتبر افراد کے خطوط مجھے مل رہے ہیں جس میں انہوں نے مجھ سے اپنی اور اپنے قبیلہ کے لیے امان کی درخواست کی ہے جب میرا خط پہنچے تو فوراً میرے پاس پہنچو اپنا تمام شکر اور تمام اسلامی سامان لے کر آنا۔ انتقام پورا ہو چکا ہے آپ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئی ہیں۔ سرکش اور باغی مارے جا چکے ہیں۔ والسلام

اس خط کے بعد ہر طرف سے معاویہ کے پاس فوجیں جمع ہونا شروع ہو گئیں۔ جب لشکر جمع ہو گیا تو معاویہ نے عراق کا رخ کیا۔

علیؓ اشراف کے مطابق معاویہ نے عمرو بن حریث، اشعث بن قیس، حمران جرد اور شیب ابی ربیع کو علیہ علیہ خط لکھا۔ اور اپنے جاسوسوں کے ذریعہ ان لوگوں تک پہنچائے ان تمام خطوط کا مضمون بھی ایک تھا۔ لیکن اس میں خط کو صیغہ راز میں رکھنے کی خصوصی ہدایت تھی۔ خط یوں تھا۔

انک ان قتلت الحسن ابن علیؓ فقلت ما تان القان درہم

اگر تو حسن ابن علیؓ کو قتل کر دے تو دو لاکھ درہم۔ شکر کی

وجہ من اجنا والشام و بنت من بناتی

سالاری اور اپنی بیٹی سے شادی تیرا انعام ہوگا۔

امام حسنؓ کو معلوم ہو گیا کہ معاویہؓ نے اپنے پرانے ملک خواروں کو نیالایح دیل ہے۔ چنانچہ آپ حفظہ اللہ کے بطور جب بھی گھر سے باہر نکلتے ذرہ اور خود پہن کر باہر آتے تھے۔ حتیٰ کہ نماز بھی ذرہ اور خود کے ساتھ پڑھاتے

ابتدا میں تو بعض جذباتی افراد نے اعتراض کیا۔ لیکن ایک دن جب بحالت نماز تیرا لگا اور ذرہ کی وجہ سے موثر نہ ہو سکا تو پھر اعتراض ختم ہو گیا۔

ابن ابی الحدید کے مطابق امام حسن کو یہ اطلاع بھی مل گئی کہ معاویہ فوج لے کر شام سے سوسے عراق کوچ کر چکے ہیں تو آپ نے اپنے گورنروں کو خطوط لکھے اور حجازین عدی کو ان کے پاس بھیجا۔ لوگوں کو معاویہ کے خلاف آمادہ جنگ کیا مسجد کوفہ میں الصلوٰۃ جامعہ کی منادی کرائی۔ جب لوگ مسجد کوفہ میں جمع ہو گئے تو امام حسنؑ منبر پر تشریف لائے۔ حمد و ثنائے الہی کے بعد حسب ذیل خطبہ دیا۔

اللہ نے اپنے بندوں پر جہاد فرض کیا ہے۔۔۔۔۔ پھر مجاہدین سے فرمایا ہے صبر کرو اللہ صابرين کا حامی ہے۔۔۔۔۔ اے لوگو! تم جو چاہتے ہو وہ صبر ہی سے حاصل کر سکو گے۔۔۔۔۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ معاویہ آپ لوگوں کے ساتھ جنگ کی خاطر شام سے روانہ ہو چکے ہیں۔۔۔۔۔ آپ لوگ اپنا پڑا مقام نخجید پر لگائیں تاکہ وہاں جو مناسب ہو انجام دیا جائے۔

اس کے بعد آپ خاموش ہو کر منبر سے اتر آئے۔ عدی ابن حاتم طائی کھڑا ہوا اور اس نے لوگوں کو جنگ پر آمادہ کیا اور کہا جسے آنا ہو میں حکم امام کے مطابق نخجید کی طرف جارہا ہوں آجائے۔

پھر قیس ابن سعد ابن عبادہ انصاری۔ معقل ابن قیس ریاحی اور زید ابن صعصعہ تہمی نے بھی ایسی تقریر کی اور نخجید کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کو جانا دیکھ کر کوفہ کے عوام بھی مسلح ہو کر نخجید جانے لگے۔

آخر میں امام حسنؑ خود بھی شکر کی طرف روانہ ہوئے کوفہ میں منیرہ ابن نوفل ابن حارث ابن عبد المطلب کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود کوفہ سے روانہ ہو کر دیر عبد الرحمن میں قیام کیا۔

وہاں جب فوج جمع ہو گئی تو آپ نے پھر ایک خطبہ دیا اور فرمایا:

دیکھو جس طرح تم لوگوں نے مجھ سے قبل میرے والد سے دھوکا کیا تھا اور عین اس وقت تم نے دھوکا دیا۔

جب جنگ اپنے انجام کے آخری مرحلہ پر تھی۔ اس طرح مجھ سے دھوکا نہ کرنا۔ اگر تم لوگ میرے ساتھ مل کر جہاد نہیں کرتے تو عیلا بنتاؤ میرے علاوہ کس امام حق کے ساتھ مل کر جہاد کرو گے۔

یقین رکھو! اگر تم نے مجھ سے دھوکا کیا تو تمہارے سروں پر بنی امیہ مسلط ہو جائیں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فتح مکہ تک اسلام کی قدم قدم پر مخالفت کی۔ اور فتح مکہ پر بھی انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا ہتھیار ڈالے ہیں اور بقول رسول عالمین اگر بنی امیہ میں سے کرہ ارض پر ایک کثر پشت بڑھیا بھی رہ جائے تو وہ بھی عداوت اسلام پر ہی مریں گی۔

اس کے بعد آپ نے بنی کنندہ میں سے ایک شخص کو چار ہزار کا سالار بنا کر روانہ کیا اور اسے فرمایا:

انہا میں پڑاؤ ڈالنا۔ اور جب تک میرا حکم نہ آئے اس وقت تک کوئی اقدام نہ کرنا۔

جب کندی انبار پہنچ کر خمیر زن ہوا۔ اور معاویہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے کندی کو پیغام بھیجا کہ اگر تو میرے ساتھ آئے تو۔ اولاً تجھ سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ ثانیاً اخلاص شام میں سے جو ضلع تو پسند کرے گا اس کی گورنری بھی دوں گا۔ علاوہ انہیں پیشگی پانچ لاکھ درہم ہے یہ فوراً لے لے۔ کندی نے مال لے لیا۔ اپنے مخصوص دو سوا فراد کو لے کر معاویہ کی فوج سے جا ملا۔

جب امام حسنؑ کو پتہ چلا تو آپ نے پھر خطبہ دیا اور فرمایا۔ کندی نے نہ صرف مجھ سے فریب کیا ہے بلکہ آپ لوگوں سے بھی دھوکا کیا ہے اور وہ پانچ لاکھ میں دین فروخت کر کے معاویہ سے جا ملا ہے اگرچہ میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ لیکن تمہارے اطمینان کے لیے ایک اور شخص کو چار ہزار کا شکوہ کر کے بھیج رہا ہوں اور مجھے معلوم ہے اس کا انجام بھی کندی سے مختلف نہیں ہوگا۔

پھر آپ نے نبی مراد سے ایک شخص کو چار ہزار کا شکوہ کر کے بھیجا۔ اسے بھی وہی نصیحت کی۔ اور ساتھ ہی فرمایا میں تجھے اس علم کے باوجود کہ تو بھی کندی سے مختلف نہیں نکلے گا صرف اس لیے بھیج رہا ہوں کہ اہل کوفہ کو یقین ہو جائے کہ میں کتنا بے بس ہوں اور میری طرف سے انتقام حجت ہو جائے۔

یہ بھی انبار میں جا کر خمیر زن ہوا۔ معاویہ نے اسے بھی گورنری کا لالچ اور پانچ لاکھ نقد کی پیشکش کر دی۔ یہ بھی پیسے وصول کر کے معاویہ سے جا ملا۔

پھر آپ نے عبید اللہ ابن عباس کو بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ اور اس کے ساتھ قیس ابن سعد اور سعید ابن قیس کو بھیجا اور فرمایا۔ اگر معاویہ جنگ شروع کرنا چاہے اور ابتداء اس کی طرف سے ہو تو پیچھے نہ ہٹنا۔ اگر تجھے کچھ ہو جائے تو تیرے بعد قیس ابن سعد امیر شکر ہوگا۔ اور اگر خدا نخواستہ قیس کو بھی کچھ ہو جائے تو اس کی جگہ سعید ابن قیس امیر شکر ہوگا۔ میں بہت جلدی تمہارے پاس آ جاؤں گا۔

عبید اللہ شکر کو لے کر آیا اور معاویہ کے بالمقابل خمیر زن ہو گیا۔ امام حسنؑ نے بھی کوچ کیا اور مقام سا باط پر آ کر قیام کیا۔ یہاں آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو معاویہ کے لوگ جوش میں موجود تھے اور لوگوں کو بھڑکا رہے تھے جن میں اشعث ابن قیس پیش پیش تھا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ شکر معاویہ کے مقابلہ میں پہنچنے سے قبل ہی کام ہونا چاہیے۔ ان لوگوں کے تیار کردہ چند غنڈے اٹھے اور انہوں نے تخریب کاری شروع کر کے امام حسنؑ پر حملہ کر دیا۔ کچھ لوگوں نے خمیر لوٹ لیا۔ اور کچھ لوگ امام حسنؑ کے گرد ہو گئے۔ جراح ابن سنان نے آپ پر نیزہ کا دار کیا جو آپ کی ران میں لگا۔ آپ گھوڑے پر تھے۔ آپ نے گھوڑے سے زمین پر آتے آتے اسے تلوار ماری وہ بھی وہیں گر گیا۔

حضرت معاویہ نے عبید اللہ کو پیغام بھیجا کہ۔ حسنؑ نے مجھے پیغام صلح دیا ہے۔ اگر تو آج میرے ساتھ شامل ہو جائے تو تیرا مقام وہ ہوگا جو سبقت کرنے والے کا ہوتا ہے۔ اور اگر حسنؑ کے بعد تو میرے ساتھ شامل ہوا تو پھر تیرا

مقام وہ ہوگا جو کسی کے ساتھ آنے والے کا ہوتا ہے۔ اگر ابھی ابھی چلا آئے تو دس لاکھ دوہم دوں گا۔ نصف اس وقت اور بقیہ نصف کو ذمہ میں داخل ہوتے ہی دیدوں گا۔

عبید اللہ رات کی تاریکی میں اپنے لشکر کو چھوڑ کر معاویہ کے پاس چلا گیا۔

جب امام حسن کو عبید اللہ کی بیوفائی کا پتہ چلا تو آپ مدائن میں زیر علاج تھے۔ آپ نے جنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔ ادھر معاویہ نے امام حسن کو ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ آپ کے کچھ سالاران لشکر تو میرے ساتھ آئے ہیں جن کا تجھے علم ہو چکا ہے۔ اور دیگر کو ذمہ کے تمام معتبر افراد کے خطوط میرے پاس آئے ہوئے ہیں۔ اطمینان کی خاطر یہ تمام خطوط آپ دیکھ لیں آپ کے وہ تمام خطوط پہنچے ہمارے ہاں اور جاننا شروع کر دیں کہ آپ کے وہ کھائے اور عبید اللہ ابن عمارش ابن نوفل ابن عبد المطلب کو معاویہ کے پاس پیام صلح دے کر بھیج دیا۔

جواب میں معاویہ نے لکھا کہ آپ جن شرائط پر صلح کرنا چاہتے ہیں وہ لکھیں میں اپنی ہر شے تبت کر دوں گا امام حسن نے حسب ذیل صلح طے کر لیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا ما صالحه حسن ابن علي ابن ابي طالب معاوية ابن ابی سفیان صالحه علی ان یعمل فیهم بکتاب اللہ و سنتہ رسول اللہ لیس لمعاویة ابن ابی سفیان ان یعهد الی احد من بعدہ عهد بل یکون الامر من بعدہ شورعی بین المسلمین و علی ان الناس آمنون حیث کانوا من ارض اللہ فی شامهم و عراقهم و حجازهم و یمنهم و علی ان اصحاب علی و شیعته آمنون علی انفسهم و اموالهم و نساءهم و اولادهم و علی معاویة ابن سفیان ینزلک عهد اللہ و میثاقہ و ما اخذ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معاویہ یہ وہ صلح ہے جس کے مطابق حسن ابن علی ابن ابی طالب معاویہ ابن ابوسفیان سے صلح کر رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ معاویہ امت مسلمہ میں کتاب خدا اور سنت رسول کے مطابق عمل کرے گا۔ معاویہ ابن ابی سفیان کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ از خود کسی کو ولیعہد بنائے۔

بلکہ معاویہ کے بعد مسئلہ امارت مسلمانوں کے باہمی مشورہ سے طے ہوگا۔ معاویہ کی شرط یہ ہے کہ لوگ جہاں بھی ہیں وہ اس سے رہیں گے۔

خواہ وہ شام میں ہوں یا عراق میں۔ اور حجاز میں ہوں یا یمن میں۔ معاویہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ حضرت امیر المومنین علی کے شیعہ کو معاویہ امن فراہم کرے گا معاویہ کے لیے یہ معاہدہ اللہ سے وعدہ ہوگا اللہ سے میثاق ہوگا اور اللہ نے اپنی مخلوق پر جس عہد کی وفا کو واجب کیا ہے۔ یہ وہی الہی عہد ہوگا معاہدہ میں یہ شرط بھی ہے کہ معاویہ حسن ابن علی حسین ابن

علیٰ احد من خلقه بالوفاء وعلیٰ ان لا
یبغیٰ لحسن ابن علی ولا لآخیه المؤمنین ولا
لاحد من اہلبیت رسول اللہ عائلاً لاسواً
ولا جبراً ولا یخین احد امتهم فی افق
من الافاق وان یوصل الی کل ذی
حقہا حقہ۔ واشترط علیہ ترک سب
امیر المؤمنین وعلی شیعته واللہ ورسولہ
شاهدان علی ذلک۔ شہد بذا لک عبد اللہ
ابن حارث وعمر وابن ابی سلمہ وعبد اللہ ابن
عامر ابن کریم وعبد الرحمن ابن ابی سرہ وغیر ذلک۔
شیخ مفید کے مطابق جب معاویہ نے شرائط امام حسن کے مطابق معاہدہ صلح پر دستخط کر دیئے اپنے مقام
نزل سے چل کر نجد پر آیا۔ اور وہاں خطبہ دیا۔

افی واللہ ما قاتلتکم لتصلو ولا لتصلوا
ولا لتنجوا ولا لتشرکوا۔ ولکتی
قاتلتکم لا تامر علیکم وقد
حصلت لی الامارتہ وانتم لہا
کارہون افی حادثت المؤمنین
واعطیتہا باشیاء وجمیعہا تحت
قدحی لا افی بشئ منہا۔

بخدا میری تم سے جنگ کا مقصد یہ نہیں رہا کہ تم
غازیں پر ٹھو۔ روزے رکھو۔ حج کرو۔
اور نہ اس لیے کہ تم مشرک نہ ہو۔ میرا مقصد جنگ صرف
اور صرف حصول اقتدار تھا جو تمہارے نہ پابنے کے
باوجود بھی مجھے حاصل ہو گیا ہے۔
یہ بھی یقین رکھو۔ جو معاہدہ میں نے حسن سے کیا ہے
وہ بھی صرف ایک چال تھی وہ میرے پاؤں کے نیچے
ہے۔ میں کسی بھی شرط کو پورا نہیں کروں گا۔

اس کے بعد وہ کوفہ آیا۔ کچھ دن قیام کیا۔ ایک دن امام حسن سے کہا کہ آپ خود بھی اپنے معتقدین کو صلح سے
آگاہ کریں۔

امام حسن منبر پر آئے اور فرمایا:

ان اکیس الکیس النقی و احمق الحق
المجور و انکم لو طلبتم ما بین حیا یلقا
وجا یلسا رجلاً احدہ رسول اللہ ما وجدتم

سب سے زیادہ دشمن وہی ہوتا ہے جو متقی ہو اور سب
سے زیادہ احمق وہی ہوتا ہے جو فاجر ہو اگر تم لوگ جا
بلغا اور جالبسا کے مابین کسی ایسے شخص کو تلاش

غیری وغیر اخی الحسین وقد علمتم ان الله هدايكم بجدى محمد فانقذكم به من الضلالة ورفعكم به من الجهالة واعزكم به بعد الدالة وكثركم به بعد القلة وان معاوية تازعني في حقى هولى دونه فتطرت لصلاح الامة وقطر الفتنة وقد كنتو باليعتوفى على ان تسموا من سالمات وتجاربوا من خاربت فرأيت ان اسالهم المعاوية واضع الحرب بيني وبينه قد سالمته ورائيت ان حقن الدماء خیر من سفكها ولا ارد بذاك الا اصلاحكم وبقائكم وان ادرى لعله فتنه لكم ومتاع الحى حين -

کہ جس کا ہدایہ رسول اکرم ہو تو تمہیں میرے اور میرے بھائی حسین کے علاوہ ایسا شخص نہیں ملے گا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے تمہیں میرے ہدایہ کے ذریعہ ہدایت دی۔ تمہیں گمراہی سے نکالا تھا جس جہالت سے نکالا تم ذلیل تھے تمہیں محرز کیا۔

تم تعداد میں کہتے تمہاری تعداد میں اضافہ کیا معاویہ نے مجھ سے میرے حق میں جھگڑا کیا جو اس کا قطعاً نہیں تھا میرا تھا۔ میں نے امت کی بہتری اس میں دیکھی۔

کہ فتنہ جنگ ختم ہو جائے۔ تم لوگوں نے میری اس بات پر بیعت کی تھی کہ جس سے میری صلح ہوگی تم بھی اس سے صلح کرو گے اور جس سے میں جنگ کروں گا تم بھی اس کے ساتھ جنگ کرو گے۔ میں نے یہی مناسب سمجھا کہ معاویہ سے صلح کر لوں اور اپنے اور اس کے ماہیں جنگ کو ختم کر دوں۔ میں نے اس سے صلح کر لی ہے اور میں نے خون بہانے کی نسبت خون بچاؤ کو زیادہ مناسب سمجھا ہے۔

میرا مقصد صرف تمہارا امن اور تمہاری زندگی تھی اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ مستقبل میں یہ فتنہ تمہارے لیے موجودہ جنگ کے فتنہ سے کہیں عظیم ہوگا اور یہ امن چند روزہ ہوگا۔

پھر معاویہ نے خطبہ دیا۔ جس میں پہلے تو اس نے حضرت امیر المومنینؑ پر خوب سب کے بعد میں امام حسنؑ پر سب کئے۔

امام حسینؑ جواب کی خاطر اٹھنے لگے امام حسنؑ نے انہیں بٹھا دیا اور خود اٹھ کر فرمایا۔

اے علیؑ کو سب سے یاد کرنے والے! میں حسنؑ ہوں میرا باپ علیؑ ہے تو معاویہؓ ہے میرا باپ صخرؓ ہے میری ماں فاطمہؓ ہے اور تیری ماں ہند جگر خوار ہے میرا دادا

ایہا الذاکر علیؑ انا الحسنؑ وابی علیؑ وانت معاویہؓ وابوک صخرؓ وامی فاطمہؓ وامک ہند وجدی

رسول اللہ وجدك حرب وجدتي
خذیجہ وجدتك تفسیلہ
فلعن اللہ احملا ذکرا
والامنا حسبا

رسول خدا ہے اور تیرا دادا حرب ہے۔ میری دادی
خذیجہ الکبریٰ سے اور تیری دادی نفیلہ ہے۔ اللہ اس
پر لعنت کرے جو ہم دونوں سے زہلی تر ہو
والامنا حسبا

معاویہ نے کہا۔ حسن تو تو بیعت نہیں کرتا کیا حسین بھی میری بیعت نہ کرے گا۔
امام حسن نے فرمایا:

معاویہ! حسین کے سامنے تو بیعت کا نام تک نہ لینا یہ کٹ جائے گا لیکن بیعت نہیں کرے گا۔
اجتاج میں زید ابن وہب جہنی سے مروی ہے کہ جب امام حسنؓ مراثی میں زخمی تھے میں ان کی عیادت
کو گیا اور عرض کیا فبکہ لوگ بڑے پریشان ہیں اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟
آپ نے فرمایا:

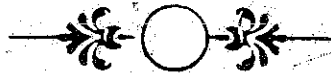
اے جہنی! جہاں تک عوام کا تعلق ہے ان کے دل میرے ساتھ ہیں۔ لیکن جو لوگ قیامی صورت میں عوام
پر مسلط ہیں وہ سب معاویہ سے مل چکے ہیں۔ اس لیے عوام کے دل ہمارے ساتھ ہونے کے باوجود ان
کی تلوار ہمارے خلاف ہی رہے گی۔

یہ وہی عوام ہی تھے جن کے دل ہمارے ساتھ تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے بڑوں کے کہنے سے میرا
خیمہ لوٹ لیا۔ اور مجھے زخمی کر دیا۔ چند ایک مخلص ہیں جو اپنی جان کی بازی نگا دیں گے۔ اگر ان چند مخلصین کو
لے کر میں معاویہ سے لڑوں تو ان بیچاروں کیلئے مسئلہ بن جائے گا۔ اگر میرا تحفظ کریں گے تو معاویہ سے نہیں
لڑا سکیں گے اور اگر معاویہ سے لڑیں گے تو میرا تحفظ ان سے نہ ہو سکے گا۔ معاویہ کا پسیدہ ہر جہیب میں پہنچ چکا
ہے۔

مجھے ایک دن اپنے بابا علیؓ نے کسی بات پر خوش دیکھا تو فرمایا۔ حسن خدا معلوم اس وقت تیرا کیا حال ہو
گا۔ جب تو اپنے باپ کو اپنے سامنے شبید دیکھے گا۔ یا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب اقتدار بنی امیہ میں سے
ایسے شخص کے ہاتھ میں آجائے گا جس کا مقلق بے اندازہ وسیع اور پیٹ حد سے زیادہ بڑا ہوگا۔ جو کھا کھا کے
تھکے گا۔ اور تھک تھک کر کھائے گا لیکن شکم سیر نہیں ہوگا۔ جب مرے گا تو آسمان میں اس کا کوئی معاون اور زمین
پر کوئی عذر قبول کرنے والا نہ ہوگا۔

وہ مملکت اسلامیہ کے مشرق و مغرب کا مالک ہوگا۔ عوام میں اسی کے دین کی ترویج کریں گے۔ اس
کی حکومت بڑی طویل ہوگی۔ بدعت کا موجد ہوگا۔ حق اور سنت رسولؐ کا قاتل ہوگا۔ دولت صرف انہی لوگوں

میں تقسیم کرے گا جو اس کے نظریات کی ترویج کریں گے۔ مستحقین کو ایک پانی تک نہ دے گا۔ اس کی حکومت میں مومن ذلیل ہوں گے۔ مال خدا کو اپنے معتقدین کی دراشت سمجھے گا۔ بندگان خدا کی پروا نہ کرے گا۔ اس کی حکومت میں حق مذموم اور باطل معدوم ہوگا۔ جو اسے حق بات کرے گا اسے قتل کرے گا جو اس کے ہر باطل کی تائید کرے گا اسے انعام دے گا۔ اللہ کے نیک بندوں پر سب کرے گا اور دوسروں کو سب کرنے کا حکم دے گا۔ اور یہ سلسلہ پھر اس قدر طول پکڑ جائے گا کہ اس کی مخالفت کرنے والے ہر دور میں ناکام رہیں گے حتیٰ کہ آخری زمانہ میں جب لوگ حق سے آشنا ہو چکے ہوں گے اللہ ایک شخص کو مبعوث کرے گا اللہ ملائکہ سے اس کی مدد کرے گا۔ اس کے پاس معجزات بھی ہوں گے۔ اللہ اس دین کو غالب کرے گا۔ طوعاً وکھراً ہر شخص اسلام قبول کرنا پڑے گا۔ کہہ ارض ظلم و جور کے بعد عدل و انصاف سے پر ہو جائے گا۔





احتجاجات

۱۔ احتجاج:

احتجاج میں شامل افراد:

معاویہ - عمرو ابن عاص - عمرو ابن عثمان - عقبہ ابن سفیان - ولید ابن عقبہ - مغیرہ ابن شعبہ احتجاج طبری کے مطابق ایک دن معاویہ کے پاس مذکورہ افراد جمع تھے۔ اور انہوں نے معاویہ سے کہا۔ آج کل حسن ابن علیؑ شام میں آیا ہوا ہے۔ اتفاق سے ہم تمام اموی بھی ہیں اگر آج حسنؑ کو اس محفل میں بلا لیتا تو ہم باری باری اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے۔ علیؑ کو بھی سب کرنے کا اچھا موقعہ ہاتھ آ جاتا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا سوچ لو۔ وہ ہاشمی ہے۔ زبان رسالت چوس کر پلا ہے۔ علیؑ ذرہ آکا بیٹا ہے۔ علیؑ اعتبار سے وہ بشمول ہمارے ہر ایک کا مرجع ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے ساتھ مجھے بھی خراب کر جائے تم تو صرف اسے اور اس کے باپ کو گالی دو گے۔ لیکن اس کی ایک ایک بات تمہاری گالیوں سے وزنی ہوگی۔ تم اس کے نانا۔ مانی۔ اور ماں کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہہ سکو گے۔ لیکن تمہیں بھی معلوم ہے اور میں بھی جانتا ہوں حسنؑ کے سامنے ہمارے سلسلہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ تمہارا میدان انتہائی محدود ہے اور اس کا میدان بڑا کھلا ہے۔

عمرو عاص نے کہا تو اسے بلا تو سہی پھر دیکھ لینا کہ آج ہم حسنؑ کو کس طرح خاموش کرتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا۔ بلانے کو میں بلا لیتا ہوں لیکن میری بات یاد رکھنا حسنؑ تمہیں ایسے بری طرح ریگدیگا کہ تم قبروں تک نہ بھولو گے۔

عقبہ نے کہا۔ آپ اسے ایک مرتبہ بلا کر تو دیکھیں۔

حضرت معاویہؓ نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ ایک مرتبہ یہاں تشریف لائیں۔

جب آپ کو پیغام ملا تو آپ نے پیغام دیتے والے سے پوچھا معاویہ کے پاس اور کون بیٹھا تھا؟
پیغام دیتے والے نے تمام کے نام بتائے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

اللہ انہیں ذلیل کرے انہیں کیا ہو گیا ہے۔ یہ مجھ سے کیا لیتے ہیں۔ آپ نے لباس تبدیل کیا۔ اور جانے کے لیے تیار ہوئے۔ پھر یہ دعا پڑھی۔

اللهم اني ادر بك في مخورهم
واعوذ بك من شرورهم و

استعين بك عليهم فاكفنيهم
لما شئت واني شئت من حولك

اے اللہ! میں تیرے ذریعہ ان کے سینوں کے لیے سینہ
 دفع کرتا ہوں۔ میں ان کے شر سے تیری پناہ مانگتا
 ہوں۔ میں ان کے خلاف تجھ سے مدد چاہتا ہوں
 تو ہی ان کے مقابلہ میں جس طرح چاہے اور جب چاہے
 اپنی قوت و طاقت سے کفایت کرنا تو ارحم الراحمین ہے

آپ معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے اٹھ کر استقبال کیا۔ اپنے ساتھ جگہ دی اور مصافحہ کیا
امام حسنؑ نے فرمایا:

شاید تمہیں معلوم ہو کہ سلام میں عافیت اور مصافحہ میں امن ہوتا ہے۔ معاویہ نے کہا۔

اے ابو محمد! آج میں نے آپ کو نہیں بلایا۔ بلا نے دے دیے یہ لوگ ہیں میں نے انہیں باہار منع کیا ہے کہ آج حسن کو نہ بلاؤ۔ لیکن انہوں نے ہر مرتبہ اصرار کیا اور ان کے اصرار کے سامنے مجھے بے بس ہونا پڑا ہے۔ یہ لوگ آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور آج میرا مخاطب کئے بغیر آپ انہیں جواب دے سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا :

سبحان اللہ! یہ گھڑ کیا گھڑ ہے۔ جب آپ ان کے سامنے بے بس ہیں تو میں کس کھانے میں ہوں گا ویسے اگر مجھے پہلے بتا دیا جاتا تو میں دو چار ہاشمی ساتھ لے آتا کہ ان کی دہن دریدگی کا جواب وہ دیتے۔
بہر صورت؛

ان اللہ ولی الیوم و قیما بعد الیوم ۔
 آج بھی اور آئندہ اللہ ہی میرا ولی ہے ۔
 جو کہنا چاہتے ہیں کہیں میں سنتا ہوں ۔

عمر و ابن عثمان ابن عفان نے کہا مجھے حیرت ہے کہ نبی امیہ کے انیس افراد کے قاتل علیؑ کی اولاد آج زمین پر ہے اور نبی امیہ کے مقتولوں کا بدلہ لینے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ پھر میرا باپ بھی انہی کے ہاتھوں قتل ہوا ہے۔
عمر و ابن عاص نے کہا۔ اے فرزند ابوتراب ہم نے تجھے صرف اس لیے بلایا ہے کہ تجھے اور میرے باپ

کو سب کریں ہم نے تیرے باپ کو تو ایک طرف کر دیا ہے اور اب اگر تجھے بھی ہم قتل کر ڈالیں تو میرے خیال میں ہم قطعاً معذور ہوں گے اور ہمارا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

عتبہ ابن ابوسفیان برادر معاویہ نے کہا۔ اے حسن پورے نبی ہاشم میں تیرے باپ سے زیادہ برا کوئی نہیں تھا۔ جتنی جنگیں بھی لڑی گئی ہیں۔ تیرے باپ نے ہر سے لے کر فتح مکہ تک کبھی اقرباء کا خیال تک نہیں رکھا اپنے ان مقتولین بدر کے قصاص میں اگر تیرے باپ کی طرح تجھے بھی قتل کر دیں۔ تو ہم قصور وار نہیں ہوں گے۔

ولید ابن عتبہ اور مغیرہ ابن شعبہ نے قتل عثمان کا الزام لگا کر معاویہ کو دلی غمان قرار دیا اور کہا کہ اگر تجھے ادرتیرے بھائی حسین کو عثمان کے انتقام میں قتل کر دیا جائے تو ہمارا حق ہوگا۔

امام حسن نے آغاز گفتگو کیا اور فرمایا:

الحمد لله الذی هدی اولکم یا ولنا
اس اللہ کی حمد ہے جس نے تمہارے اوائل کو میرے اوائل
سے اور تمہارے اواخر کو میرے اواخر سے ہدایت دی
واخو کو باخترنا۔

وصلی اللہ علی جدی محمد النبیؐ۔
ہے۔ اللہ میرے نبی نانا پر رحمتوں کی بارش فرمائے۔
تم لوگوں نے جو کہنا تھا کہ بچے۔ اس سے کہنے کے لیے تمہارے پاس مزید کچھ نہیں رہا۔ اب میری بات
سنو۔ اور معاویہ میں اپنی گفتگو کا آغاز تجھ ہی سے کرتا ہوں۔

تجھے بھی معلوم ہے اور ہر سنتے والے کو یقین ہو جائے گا کہ جو کچھ ان لوگوں نے کہا ہے یہ سب حیرے
چبائے ہوئے لقمے ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ گالیاں اور سب مجھے بلا واسطہ نہ ہی بالواسطہ تو نے ہی دیئے ہیں
اور یہ صرف تیری بغاوت سرکشی۔ اور ہم آل محمدؐ سے حسد کا نتیجہ ہے۔ اے ہنر چشم اگر میں اور یہ لوگ مسجد نبویؐ میں
ہوئے۔ ہمارے ارد گرد مہاجرین و انصار میری اور انکی باتیں سننے والے ہوتے تو انہیں اتنی لاف زنی کی جرات
نہ ہوتی۔

اے میری مخالفت پر جمع ہونے والو! میری باتیں سو میری غلط بات کی تصدیق نہ کرنا اور میری صحیح بات
کی تردید نہ کرنا۔ معاویہ میں تیرے متعلق اس سے کم ہی کہ سکوں گا جو کچھ تو ہے۔
میں تجھے اللہ کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ جس شخص کو تم سب کرتے رہتے ہو
کیا اس نے نبی اکرمؐ کی اقتداء میں ہر دو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی تھی؟ کیا یہ بیدنی ہے؟ اور تو اس
وقت لات و عزلی کے چروٹوں میں پیشانی گرگڑاتا تھا؟ کیا یہی دین ہے؟

کیا میرے بایا نے بیعت رضوان اور بیعت فتح ہر دو کا شرف حاصل کیا تھا؟ جب کہ تو بیعت اول کا
انکار ہی کرتا اور دوسری بیعت کو تو زور دیا ہے۔

کیا جس دن تمہاری اسلام کی پہلی لڑائی میں آنحضورؐ سے مقابلہ کے وقت مقام بدر میں میرے بابا کے ہاتھ میں نبوی علم اور تیرے ہاتھ میں مشرکوں کا علم نہ تھا۔ اور کیا تو اس وقت لات وعزلی کے بجاڑیوں سے نہ تھا؟ اور تو اس وقت رسول خدا اور مومنین سے جنگ کو اپنے لیے فرض عین نہ سمجھتا تھا؟

جنگ خندق میں جب تمہاری ملاقات میرے بابا سے ہوئی تو اس وقت اس کے ہاتھ میں نبوی علم اور تیرے ہاتھ میں مشرکوں کا علم نہ تھا؟ ان میں سے ہر مقام پر تو شخص غضب نبوی کا مرکزی نقطہ ہوا کرتا تھا۔ جب بنی کونین نے خیبر میں یہودیوں کا محاصرہ کیا، عمر کو مقابلہ میں بھیجا وہ ناکام واپس آیا۔ پھر سعد ابن معاذ کو بھیجا وہ میدان سے زخمی لایا گیا۔ تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ کل علم اسے دل کا جو محبوب خدا اور رسول اور محبوب خدا در رسول ہوگا۔ اور فاتح لوٹے گا اور وہ علم میرے بابا کو ملے گا اور خیبر کی فتح اس کے ہاتھوں ہوئی۔ اور تو اس وقت مکہ میں عداوت خدا اور رسول کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔

بھلا ایک ایسا شخص جس نے زندگی کا بیشتر حصہ عداوت نبویہ میں گزارا اور قدیم قدم پر آپ کی مخالفت کرتا رہا وہ اور ایسا شخص جس نے قدم قدم پر اپنی جان نبی کے قدموں پر قربان کی، برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر فتح مکہ کے وقت تو نے بنی کونین کی رسالت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ ہتھیار ڈالے تھے۔ تجھے اللہ کا واسطہ ہے سچ سچ بتا کیا۔ غزوہ تبوک میں بنی عاملین نے علیؑ کو مدینہ میں اپنا غلیفہ بنا کر چھوڑ دیا تھا اور فرمایا تھا۔ انت منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي تو میرے لیے ایسے ہے جیسے ہارون کے لیے موسیٰ تھا۔ پس میرے بعد نبی نہیں ہوگا۔

پھر آنحضورؐ نے فرمایا تھا: لوگو جس نے مجھ سے تولی رکھا اس نے اللہ سے تولی رکھا۔ اور جس نے علیؑ سے تولی رکھا گویا اس نے مجھ سے تولی رکھا۔ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے علیؑ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ جس نے مجھ سے محبت کی گویا اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے علیؑ سے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی۔

تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا حجۃ الوداع سے پہلے ہوئے حکم خدا سے نبی کریمؐ نے یہ فرمایا تھا کہ

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ کتاب خدا اور اپنی عترت ان کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنا۔ قرآن کے محکمات پر عمل کرنا متشابہات پر ایمان رکھنا۔ میرے اہلبیت سے محبت رکھنا ان کے دوست کو دوست اور ان کے دشمن کو دشمن سمجھنا۔ قرآن اور اہلبیت جتنی کوثر کے پہنچنے تک تمہارے درمیان باہم مربوط رہیں گے پھر آپ نے دعا مانگی۔۔۔ اے اللہ! محبت علیؑ سے محبت اور عدو علیؑ سے عداوت رکھنا۔ دشمن علیؑ کو جہنم کے آخری طبقہ میں رکھنا۔

میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آنحضورؐ نے میرے بابا کو یہ نہیں فرمایا تھا کہ قیامت کے دن حوض کوثر سے تو لوگوں کو اس طرح بھگا رہا ہوگا جس طرح اجنبی اونٹ کو گلے سے بھگایا جاتا ہے؟ میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا کہ کیا آنحضورؐ دم آخر میرے بابا کو دیکھ کر رونا دیئے تھے۔ اور میرے بابا کے پوچھتے پر بتایا تھا۔

یا علی! میں اس لیے رورہا ہوں کہ تیرے خلاف لوگوں کے دلوں میں کیسے ہیں۔ جو میرے بدکھل کر سامنے آجائیں گے؟

تجھے اللہ کا واسطہ ہے کیا نبی اکرمؐ نے آخری وقت میں۔ میری ماں۔ میرے بھائی۔ میرے بابا۔ اور مجھے جمع کر کے یہ نہیں فرمایا تھا۔ اے اللہ یہ میرے اہلیت ہیں۔ ان کے دوست۔ کو دوست اور ان کے دشمن کو دشمن رکھنا۔ میرے اہلیت کشتی نوح کی مانند ہیں جو سوار ہو جائیں گے نجات پائیں گے اور جو مخالفت کریں گے۔ غرق جہنم ہوں گے؟

تجھے اللہ کا واسطہ یہ بتا کہ تو نے دیگر صحابہ کے ساتھ میرے بابا کو امیر المومنین کہہ کر سلام نہیں کیا تھا۔ تجھے اللہ کا واسطہ یہ بتا کہ نبی اکرمؐ نے تجھے کچھ کہنے کے لیے بلایا تھا تو اس وقت کھانا کھا رہا تھا۔ دوسری مرتبہ تجھے آنحضورؐ کا آدمی بلانے آیا تھا۔ تو کھانا کھا رہا تھا۔ پھر تیسری مرتبہ آدمی آیا تھا اور تو کھانا رہا تھا اور اس وقت آنحضورؐ نے تجھے بد دعا دی تھی۔ لا واشبع الله بطنك۔ اللہ کبھی تیرا پیٹ نہ بھرے۔ اور اس دعا کا اثر آج تک موجود ہے کہ کھاتے کھاتے ٹھک جاتا ہے۔ مگر سیر نہیں ہوتا۔

معاذیہ براہ خدا! سچ بتا۔ جب تو سرخ اونٹ پر اپنے باپ کو بٹھا کر آگے چل رہا تھا۔ اور تیرا یہ بھائی جو اس وقت تیرے پہلو میں بیٹھا ہے۔ اونٹ کو پیچھے سے ہانک رہا تھا تو اس وقت آنحضورؐ نے اونٹ کھینچنے والے اونٹ پر سوار اور اونٹ ہانکتے والے تم تینوں سے بیزاری کی تھی؟ تجھے اللہ کا واسطہ یہ بتا کیا تجھے معلوم نہیں کہ آنحضورؐ نے سات مقامات پر تیرے باپ سے بیزاری کی تھی۔

۱۔ آنحضورؐ مکہ سے مدینہ آرہے تھے اور ابوسفیان شام سے واپس آ رہا تھا اس نے نبی اکرمؐ کو نازیبا الفاظ سے یاد کیا تھا اور آپ نے بیزاری کی تھی۔

۲۔ جس دن ابوسفیان نے آنحضورؐ کا اونٹ بھگا دیا تھا۔ آنحضورؐ نے بیزاری کی تھی۔

۳۔ جنگ احد میں جب ابوسفیان نے کہا تھا کہ ہمارے پاس ہمارا معبود عزریٰ ہے لیکن تمہارے پاس تمہارا خدا نہیں تو آپ نے بیزاری کی تھی۔

۴۔ جنگ حنین میں جب ابوسفیان قبائل عرب کو آنحضورؐ کے خلاف جمع کر لیا تھا آپ نے بیزاری کی تھی۔

۵۔ جب تیرے باپ نے دیگر قریشیوں کو ساتھ ملا کر آنحضورؐ کو حج نہ کرنے دیا تھا۔ آپ نے اس سے بیزاری کی تھی۔
۶۔ جنگ خندق میں جب تیرا باپ قبائل عرب کو آنحضورؐ کے خلاف جمع کر کے لایا تھا۔ آپ نے بیزاری کی تھی۔
۷۔ وادی عقبہ میں جب آنحضورؐ حجتہ الوداع سے واپس آرہے تھے اور تم بارہ آدمیوں نے مل کر درہ سے پتھر لڑھکائے تھے تاکہ ناقہ بدک جائے آنحضورؐ گر جائیں اور تم اوپر پتھر برسادو۔ سات بنی امیہ سے تھے جن میں ساتوں تیرا باپ تھا۔ اور پانچ قریش سے تھے۔ آنحضورؐ نے ان سے بیزاری کی تھی۔

میں تجھے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں سچ بتا کیا ابوسفیان نے بیعت عثمانؓ ہو جانے کی بعد عثمانؓ کے پاس آکر یہ نہیں پوچھا تھا۔ کہ بیعت کیا کوئی اور بھی ہے؟ عثمانؓ نے جواب دیا تھا کوئی نہیں ہے تو ابوسفیان نے کہا تھا حکومت ہاتھ آئی ہے بنی امیہ میں تقسیم کر دینا۔ کوئی جنت و جہنم نہیں ہے؟

تجھے اللہ کا واسطہ ہے سچ بتا کیا بیعت عثمانؓ کے بعد ابوسفیان نے میرے سین بھائی کے ہاتھ سے پکڑ کر نہیں کہا تھا کہ مجھے ایک مرتبہ بقیع غرقہ میں لے جا۔ جب میرا بھائی اسے لے کے گیا تو ابوسفیان نے شہداء اہل قبروں کے درمیان کھڑے ہو کر نہیں کہا تھا اے قبروں والو! جس حکومت پر تم ہم سے لڑتے تھے آج وہی حکومت ہمارے ہاتھ میں ہے اور تم قبروں میں خاکستر ہو چکے ہو؟ یہ سن کر میرے بھائی نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اگر لغان ابن بشیر اس کا ہاتھ پکڑ کر نہ لاتا تو وہ وہی قبروں میں بھٹک کر مر جاتا۔

معاویہ ابے تجھے عثمانؓ نے شام کا گورنر بنایا۔ پھر عثمانؓ نے تجھے برقرار رکھا جب عثمانؓ کا محاصرہ ہوا اور چالیس دن تک محاصرہ رہا وہ تجھے بلاتا رہا کیا تو شام سے چالیس دن میں مدینہ نہیں پہنچ سکتا تھا جب کہ ایک ہفتہ سے زیادہ کا سفر نہیں لیکن تو صرف اقتدار کے انتظار میں رہا کہ وہ قتل ہو تو میدان تیرے لیے ہموار ہو جائے۔ معاویہ بخدا!

سچ بتا! کیا تو نے قتل عثمانؓ میں اہم کردار ادا نہیں کیا؟ کیا تو نے چند افراد کو خطوط لکھ کر انہیں خلافت کی لالچ نہیں دی؟ کیا تو نے ان لوگوں کو قتل عثمانؓ پر آمادہ نہیں کیا جنہیں تو نے خلافت کی لالچ دی تھی۔۔۔ میرے خیال میں معاویہ تجھے اتنا ہی کافی ہوگا۔

اے عمرو ابن عثمان! اللہ کی شان ہے اب تو بھی یہ سمجھنے لگا ہے کہ میں کسی کھاتے میں ہوں۔ اگر تو سمجھ سکے تو میں تجھ سے پوچھتا ہوں کیا تیرے علیؑ کو سب کرنے سے۔

علیؑ کے حسب میں کوئی کمی آجائے گی؟

کیا تیرے علیؑ کو سب کرنے سے علیؑ تیری اکرم سے دور ہو جائے گا؟

کیا تیرے علیؑ کو سب کرنے سے تجھے دنیا میں کچھ مل جائے گا یا علیؑ کی آخرت میں کوئی کمی آجائیگی؟
تو نے اپنے مقتولین بدر کی بات ہے۔ وہ شکرین تھے۔ آج تو جاہلتا ہے کہ ان کفار کا بدلہ بنی ہاشم سے

لے۔ یہ اس وقت ممکن ہوگا جب تو میرے نانا کے دین سے نکل جائے۔ ویسے تم لوگ نبی بائٹم کے بھی انیس شہید کرو گے۔

اے عمرو عاص تو بباغ دہل کہا کرتا تھا کہ میں دشمن محمد ہوں۔ تیرے باپ نے کہا تھا محمد ابتر ہے۔ تیرے ہی متعلق اللہ نے اِنَّ شَائِئِكَ هُوَ الْاَبْتَرُ فرمایا ہے۔ ہر جنگ میں تو پیش پیش رہا۔ تیری عداوت نبویہ اس حد تک پہنچی کہ حبشہ میں نجاشی کے پاس جعفر اور اس کے ساتھ دیگر مہاجرین کو قتل کرانے بھیج گیا۔ تو نے سرور کونین کی ہجو و توہین میں ستر شعر کا قصیدہ لکھا۔ آنحضورؐ نے فرمایا تھا میرے اللہ! مجھے اشعار کہنا پسند نہیں ہے عمرو عاص پر ہر مصرعہ کے عوض ہزار لعنت بھیج۔ یہیں تجھ سے نہ یہ شکوہ ہے کہ ہم سے ہجرت کیوں نہیں کرتا۔ اور نہ یہ شکوہ ہے کہ تو ہم سے عداوت کیوں رکھتا ہے۔ تیرا خمیر ہی ایسا ہے۔

تیرا یہ کہنا کہ علی قتل عثمان میں شریک تھا۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ ہم خاموش رہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم حالات سے بھی بے خبر رہتے ہیں۔ کیا تو نے جگہ جگہ عثمان کی برائیاں بیان نہیں کیں؟ کیا تو نے لوگوں کو عثمان کے خلاف تہیں بھڑکایا؟ کیا وہ تیرے مظالم ہی نہ تھے جن کا شکوہ لے کر مہری عثمان کے پاس آئے تھے؟ کیا محاصرہ کے وقت جب تیری بھڑکانی گئی آگ کے شعلے بلند ہوئے تو تو عثمان کے بعد معاویہ کا بغل بچہ بن کے معاویہ کے پاس نہیں آ بیٹھا۔

ولید ابن عقیقہ تجھے عداوت علی پر میں ملامت نہیں کروں گا کہ وہ علی ہی تھا جس نے شراب خوری پر تجھے اسی کوڑوں کی حد لگائی تھی۔ تیرا باپ بھی جنگ بدر میں علی کے ہاتھوں قتل ہوا تھا تجھے ہی تو اللہ نے قرآن میں ناستی کہا ہے۔ تو اہل مغریرہ کے ذکوان نامی شخص کا بیٹا ہے۔ لیکن اگر تو اپنی ماں سے باپ کا نام پوچھے تو وہ شہرت کے پیش نظر تجھے ذکوان کا نام نہیں بتائے گی۔ بلکہ وہ تجھے عقیقہ ابن ابی معیط کا بیٹا بتائے گی۔ تیرا یہ کہنا کہ علی قتل عثمان میں شریک تھے۔ بخدا یہ بات تو ظلم۔ زبیر اور ام المومنین عائشہؓ نے بھی نہیں کی۔ کیونکہ انہیں حقیقت حال کا علم تھا وہ جانتے تھے کہ یہ ہمارا کیا دھڑ ہے۔

ولید تجھے تو کچھ تیری ماں نے تیری ولادت کا حال بتایا تھا اس کے پیش نظر کسی کو سب کرتے ہوئی شرم

آنا چاہیے تھی۔ ظاہر اتر عقبہ سے منسوب ہے لیکن کیا تیری ماں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تیرا باپ عقبہ سے بھی مدتر تھا۔

عقبہ تجھے تو میں اس قابل ہی نہیں سمجھتا کہ تجھ سے بات کروں۔ اگر تو علیؑ پر سب کے تو تو تصور دارم ہوگا کیونکہ تیری ولادت جیسی ولادت والا ہر بچہ کی کہتا ہے

تو مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اگر تو اتنا ہی غیور ہے تو پھر اس شخص کو کیوں قتل
 دیکھا تھا تو تیرے بستر پر سو رہا تھا۔

تیرا یہ کہنا کہ علیؑ شرفیاش تھا۔ ویسے جا کر کہہ۔ مدینہ۔ اور کوفہ سے پوچھ لے علیؑ نے کبھی کسی غریب کو حقیر نہیں سمجھا تھا۔ اور کبھی کسی مظلوم کو قتل نہیں کیا تھا۔ چونکہ تیرا بھائی علیؑ کے ہاتھوں مارا گیا ہے اس لیے تجھے اسلام کا نہیں بھائی کی موت کا دروہ ہے۔ اور یہی انتقام تجھے علیؑ کے خلاف اکسا تا رہتا ہے۔

مغیر تیرے لیے تو اتنا ہی کافی ہے کہ تیرے خلاف عادل گواہوں نے گواہی دی تھی کہ رجم واجب ہو گیا تھا۔ لیکن سیاسی مصالح نے رجم کو ختم کر دیا۔ تو نے دخترِ بی کے پہلو پر دارِ کر کے زخمی کیا۔ تو نے زندگی میں تو عثمانؓ کی اہل اذہن کی رجب کہ اگر تو چاہتا تو کر سکتا تھا۔

یہ کہہ کر آپ اٹھے اور فرمایا۔ النجیثات للنجسین والنجسین للنجیثات گروہ کے لیے ہے۔
 پھر آپ چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد معاویہ نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ اب حکم لیا ہے

١٥٧

دلید نے کہا: ذائقہ تو ترے منہ میں بھی ہوگا۔ تنہا ہم نے کب چکھا ہے۔
حضر معاویہ نے کہا: میں نے تم سے کہا تھا۔ یہ لوگ دلی کے پلے ہوئے ہیں۔ قرآن سے کسی بھی حیثیت میں
بازی نہیں لے جا سکتے صرف فریب دے سکتے ہو۔

مردان نے جب سنا کہ آج حسنؑ نے تمام اموالوں کو خراب کیا ہے تو وہ معاویہ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ میں نے کیا سنا ہے؟

حضرت معاویہ نے کہا۔

تو نے جو کچھ سنا ہے سچ سنا ہے۔ میں ان سے بار بار کہتا رہا تھا کہ تم حسن کو نہ چھیڑو۔ لیکن انہوں نے میری ایک نہ مانی اور نتیجہ میں ان کے ساتھ میں بھی رسوا ہوا۔

مروان نے کہا۔ اب بلا اسے۔ میں اسے وہ سناؤں گا کہ زندگی تک یاد رکھے گا۔

حضرت معاویہ نے کہا۔ آج رہتے دے اتنا کافی ہے جو کچھ ہو چکا ہے پھر کبھی سنا لیتا۔

مروان نے کہا۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ میری زبان سے بڑے بڑے غالت رہتے ہیں۔ حسن کو ابھی بلا

اور سن لینا کہ میں حسن کو اور اس کے باپ کو ایسا سب کر دیں گا کہ وہ جواب تلاش کرتا رہ جائے گا۔
حضرت معاویہ نے آپ کو ایک مرتبہ پھر پیغام بھیجا۔ آپ نے فرمایا۔ خدا معلوم یہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ میں جس بات سے باز رہا ہوں۔ آج یہ شخص بار بار مجھے اسی پر مجبور کر رہا ہے۔
آپ تشریف لے آئے۔ دیکھا تو ابھی تک یہ تمام اسی جگہ بیٹھے تھے۔ صرف مروان کا اضافہ تھا۔ آپ نے فرمایا۔ پھر کیا بات ہونی؟

حضرت معاویہ نے کہا۔ اب بھی پہلے کی طرح میں نے نہیں بلایا۔ پہلے ان لوگوں نے مجھے کہا تھا اور اب مروان آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔

مروان نے کہا۔ اے حسن کیا تو قریش کے معزز افراد کو سب کرتا ہے؟
امام حسن نے فرمایا۔ سب تیری کیا مراد ہے۔ اگر تیری مراد گالی ہے تو پورا عالم عرب گواہ ہے کہ میری نسلوں میں تجھے سب کرنے والا کوئی نہ ملے گا۔ اور میں تو زبان رسالت چوس کر پلا ہوں۔ میں بھلا کسی کو سب کر سکتا ہوں اور اگر سب سے مراد مذہب اور شائستہ انداز میں حقائق کی نقاب کشائی ہے تو ہر کوئی بڑا ہو یا چھوٹا۔ معزز ہو یا غیر معزز اور قریشی ہو یا غیر قریشی وہ سب کے لیے برابر ہے۔

مروان نے کہا۔ حسن یاد رکھ میں تجھے تیرے باپ اور تیرے باپ کی صلب سے تاقیامت آنے والی فریبت کو ایسے سب کر دیں گا کہ دنیا یاد رکھے گی۔

امام حسن نے فرمایا۔ مروان تو اس طرح کر بھی سکتا ہے اور سب کرنے میں تو واقعاً ماہر ہے اور تجھے ماہر ہونا چاہیے۔ لیکن میں تجھے سب نہیں کرتا کیونکہ مجھے ایسا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اللہ ہی تجھے کافی ہے۔ اس نے اپنے نبی صادق کی زبان سے تجھے تیرے باپ کو تیرے اہل بیت کو اور تاقیامت تیری نسل سے پیدا ہونے والی ذریت کو سب کر دیا ہے۔ مروان بخدا! نہ تو اللہ کی اس بیزاری سے انکار کر سکتا ہے اور نہ اس محفل میں موجود کوئی اور شخص اس لعنت سے انکار کر سکتا ہے۔ مروان تیرا دشمن تھا کہ تو اس لعنت سے عبرت حاصل کرتا۔ لیکن عبرت کے بجائے تیری سرکشی اور بغاوت میں اضافہ ہی ہوا ہے سچ فرمایا ہے اللہ نے قرآن میں۔

قرآن میں شجرہ ملعونہ کے افراد کو تو جتنا بھی خوف خدا سے ڈرائے گا ان کی سرکشی اور بغاوت میں اضافہ ہی ہوگا۔ مروان میرے ناما حق پر قرآن نازل ہوتا تھا اور جو تفسیر قرآن فرماتے تھے کہ بقول قرآن میں شجرہ ملعونہ کا مصداق تو ہی ہے۔ اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور واپس تشریف لے آئے۔

حضرت معاویہ نے کہا۔ مروان میں نے تجھے منع نہیں کیا تھا کہ بنی ہاشم پر صرف مکرو فریب سے ہی تیار پایا جاسکتا ہے۔ دنیا کا ہر قبیلہ ہم سے مرعوب ہو سکتا ہے کیونکہ اس قبیلہ کی برائیاں تم سے یا زیادہ ہوں گی یا برابر۔ لیکن بنی

ہاشم ان میں سے بالخصوص اولاد ابوطالب پھر ان میں سے بھی بالخصوص اولاد علی و زہرا تم سے مرعوب نہیں ہو سکتی کیونکہ جس طرح تم برائیوں میں گلے گلے تک ڈوبے ہوئے ہو یہ لوگ نیکوں اور اچھائیوں میں تیرتے ہیں۔

۲۔ احتجاج :

ایک مرتبہ معاویہؓ مروانؓ مغیرہ ابن شعبہؓ ولید ابن عقیبہؓ عتبہ ابن ابوسفیانؓ اور امام حسنؓ باہم بیٹھے تھے کہ ان لوگوں نے اشاروں اشاروں میں مشورہ کیا اور قدیم عرب مراسم کے مطابق باہمی مغاخرہ کرنے کی ٹھان لی۔ ان تمام امویوں میں سے ہر ایک نے بنی امیہ کو بنی ہاشم سے افضل اور برتر ثابت کرنے کی کوشش کی اور بالآخر اپنے پسندیدہ موضوع یعنی حضرت علیؓ اور امام حسنؓ پر سب کرنے پراگئے۔

امام حسنؓ نے فرمایا۔ میں عرب کے بہترین قبیلہ کی بہترین شاخ کا ٹھہروں۔ وہ میرے ہی آباد تھے جن کے سامنے ہمیشہ پورا عرب جھکتا رہا۔ نسب ہو یا حسب ہر دو لحاظ سے ہم فخر کر سکتے ہیں۔ وہ ہمارا ہی درخت ہے جس سے شاخ نبوت پھوٹی۔ ہم علم نبی و نبوت کے وارث ہیں۔ جب ہم سے مصنوعی وقار چھین بھی لیا جائے ہم پھر بھی معزز و محترم رہتے ہیں۔ ہم صفات کمال کے ناہید اکنار سمندر ہیں۔ ہم فخر کے وہ عظیم پہاڑ ہیں جن کی بلندی تک کوئی پہنچ نہیں سکتا۔

مروان نے کہا۔ تو نے اپنی تعریف آپ کی ہے۔ حسنؓ! ہم حکمران ہیں۔ ہم سردار ہیں اور ہم معزز قائد ہیں۔ مغیرہ ابن شعبہؓ نے کہا۔ حسنؓ! میں نے معاویہؓ کے معاملہ میں تمہارے باپ کو مشورہ دیا تھا۔ لیکن انہوں نے میرا مشورہ قبول نہ کیا تھا۔ اگر مجھے خیال قرابت نہ ہوتا تو جنگ صفین میں میں بھی شامی فوج میں ہوتا۔ اور پھر تمہارے باپ کو پتہ چل جاتا کہ وہ کتنے بہادر ہیں۔ میرے پاس بنی قیس کی شجاعت۔ بنی ثقیف کا علم اور دیگر عرب کے تجربات تھے امام حسنؓ نے فرمایا۔ مروان کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں نے کسی بزدلی۔ شرمندگی۔ یا کمزوری کے باعث اپنی تعریف کی ہے۔ اولاً تو جو موضوع تم نے خود چھیڑا ہے اسی کو تم لوگ مغاخرت کہتے ہو اور مغاخرت میں شخص اپنے شخص اور کسی کمالات بیان کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کمالات شخص اپنی زبان ہی سے بیان کرتا ہے جس طرح تم لوگوں نے اپنے کمالات گنوائے ہیں۔ ثانیاً۔ اگر میں نے اپنے کمالات اپنی زبان سے بھی بیان کیے ہیں تو مجھے اس کا حق ہے کیونکہ اللہ نے جن فضائل سے مجھے نوازا ہے ان سے اور کسی کو نہیں نوازا۔

میں فرزند رسولؐ ہوں۔ میرے اور میرے بھائی کے علاوہ اگر کوئی اپنے کو فرزند رسولؐ کہلانے کی جرأت نہیں کر سکتا ہے تو بتا میں جو انسان جنت کا سردار ہوں۔ اگر میرے اور میرے بھائی حسینؓ کے علاوہ کوئی یہ فخر کر سکتا ہے تو پیش کر۔ جذبات میں تمہاری عقل گھاس چورتے لگتی ہے۔ تکبر اور تمدح کی ضرورت تو اسے ہوتی ہے جو اپنے کو دوسروں سے برتر ثابت کرنا چاہتا ہو۔ جبکہ ہمیں اس چیز کی بھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی اور نہ ہی ہم

ہم اہل بیت رحمت ہیں ہم معون کرامت ہیں۔ ہم اللہ کے مختار ہیں۔ ہم اسلام کا اسلحہ ہیں۔ ہم دین کی تلوار ہیں۔ بہتر ہوگا اگر تم میرے منہ نہ لگے تو رستہ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ

جنگ بدر میں جب تو مجھ کا تھا اور ڈر کے مارے ہڈیاں بولنا تھا کیا تیری شاہانہ عزت تھی؟

کیا تمہارا ملوکانہ وقار بے شرمی سے جان پچا کر جگانا اور مال غنیمت تمہاری پچی ہوئی جان نہیں ہوتی؟

کیا تو بتا سکتا ہے کہ اس دن کس تلوار سے بھاگے تھے اور وہ تلوار کس کے ہاتھ میں تھی ؟

کیا یہی تیری سردارانہ عظمت و عزت تھی کہ تو نے ظلم سے دھوکا کیا اور جنگِ جہل میں جبکہ وہ تیرا ہی حامی و ناصر

تھا تو نے اس کے پیلو میں نیزہ مار کر قتل کر دیا تھا؟

اپنے حامی و ناصر کو دھوکا دینا بادشاہوں میں سے کس قسم کے غمیر کے حکمرانوں میں ہوتا ہے۔ تجھے تو چلو بھر

یانی میں ڈوب کر مرنے سے تھا۔ لیکن تو ناک کا کتنا بیکار اور حیرے کا کتنا بے شرم ہے کہ آج تک تجھے شرم تک نہیں

آئی! یہ سن کر مردان نے سر جھکا لیا اور مغرہ حیرت سے مردان کو دیکھنے لگا۔

بھرا آب مغرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے بنِ ثقیف کی طرف اپنے کو منسوب کرنے والے! تو اگر تزلزل

[illegible]

کون مومن۔ مسرت النساء اور فخر النساء کا فزند مومن۔ ہم نے علمِ نبوت سے غذا حاصل کی ہے تناول

میں نے سیدہ النساء اُمّ المرزوقہ کو — اہم کے ہم بھوت سے ملا کر لیا ہے۔

قرآن کے ہم عالم ہیں۔ ہم سب سے مستائیں۔ ہماری عزت نذر کے آسمان پر ہیں۔ ہمارا درویشاں گیت ہے: - کوئی ہے
 قبلہ سے بھلا، زمانہ جاہلیت میں ہم انسانی نسب کبھی نصیب نہ ہوا۔ اور مذہبی دور اسلام میں کبھی انہوں نے کوئی

جیسے کہ جہیز و ماہرہ کا بیٹیاں بی بی اپنا سب بھی سلیب نہ بوا۔ اور مذہبی دھور و عدا میں بی بی انہوں نے کوئی
اہم مقام حاصل نہ کیا ہے۔ اگر بھگٹ نے غلام کا بھائی فرخ سے کہا تھا: "میرے وار ہوں۔" میرے بھائی (کے حوالے سے) ہوں۔

اہم تھا۔ حاصل میں یہ ہے ایک جلد کے سدا کا جھلکاؤ کر کے کیا سنیں۔ ہم سرور ہیں۔ ہم عمر میں بڑے جانی رہے ہیں۔

ہم ماند رہے ہیں۔ ہم اپنے غلط سوچ رہے ہیں۔
نہ مرنے والے خداوند کو ہر شے لے سکتا ہے۔

تو کہ جس کے ہاتھ نہ تھکا نہ اٹھا کر حج اور عبادت کی کسر و عالا کہ مشہور ہے اچھا اور انہوں نے فرمایا کہ اچھا ہے۔

لو کہتا ہے کہ یہی عالم الابدی ہے وی اور علم لدنی کے حاصل کو مسرور دیا تھا اور انہوں نے نبیوں پر یہ کیا تھا آپ نے

مسورہ کے وقت سے لے کر آج تک کے اگلے تک واپس مسورہ پر اب بھی غور کرے۔ کیا اس میں فریب نہ

کھاؤ کیا تیرے مشورہ میں پھر دیا سہی نہ بھی کیا
 نہ کہ کسے لگے (نکاح) نہ دیا نہ لگے

نے لب سہی لم کردہ راہ کو اپنا پیشرو بنایا تھا۔

نویہ چھاپے کہ اگر تہ جنگ صفین میں ہوتا تو علی کا مقابلہ کرتا صفین سے قبل جنگ بدر سے لے کر فتح مکہ

تنگ کی وہ کون سی جنگ تھی جس میں ترموہود نہ رہا تھا اور اپنے مکر و فریب سے دوسروں کو ولی خدا کے

مقابلہ میں بھیجا رہا لیکن خود نہ آیا اس وقت تو توجہ نہ تھا۔ اگر صفین میں بھی ہوتا تو دو چار کم غفلت ہی کو بھیجا۔

معاویہ سنا سننے بیٹھا ہے اس سے پوچھ کہ انہوں نے بھرے لشکر میں نہیں کہا تھا امت مسلمہ کو نہ مروا تو اور میں مقابلہ کر لیتے ہیں جو دوسرے کو قتل کر دے گا وہ بلا شوکت بڑا۔ مکران بن جانیگا۔ تو سمجھتا ہے کہ تیرے پاس بنی قیس کی شجاعت ہے۔ بھلا تجھے بنی قیس سے کیا نسبت ہے اور کیا تعلق ہے؟ تجھے تو تیرے باپ کا علم بھی نہیں۔ بنی ثقیف کا بھگوڑا غلام ہے۔ اور اپنے کوشعبر کے بطور شطبہ کا بیٹا ظاہر کر کے بنی ثقیف میں شامل کر لیا ہے۔ تو کوئی اور باپ تلاش کر تو بنی ثقیف سے نہیں ہے۔

تو سمجھتا ہے کہ قریش کا رشتہ دار ہے۔ تو غلط سمجھا ہے قریش نے کبھی تجھے اپنا رشتہ دار نہ سمجھا ہے اور نہ آئندہ کوئی قریشی ایسی غلطی کرے گا۔

مغیرہ بھڑک گیا۔ اور فحش پر اترنے لگا۔ معاویہ نے کہا۔ خبردار۔ حق درست کہہ رہا ہے۔ اگر بات کر سکتا ہے۔ تو اخلاق سے جواب دے۔ ورنہ خاموش رہ جا۔

بھار میں مردی ہے کہ ایک دن معاویہ نے امام حسنؑ سے کہا۔ میں آپ سے انفل ہوں۔

امام حسنؑ نے پرچھا۔ کس بات میں اسے پیہر خند تو انفل ہے؟

معاویہ نے کہا۔ تمام امت مسلمہ نے میری حکومت پر اتفاق کر لیا ہے جب کہ تیری حکومت پر اتفاق نہیں کرتے تھے۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ تیری حکومت پر اتفاق کرنے والے کون ہیں؟

معاویہ نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔ یہی امت مسلمہ ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ ہے تو امت مسلمہ ہی۔ لیکن میں تجھے بتاؤں تیری حکومت پر اتفاق کر نواؤں کی دو تھیں ہیں۔ ایک

وہ افراد ہیں جو دل و جان سے تیری حکومت پر راضی ہیں۔ اور اس حقیقت سے تو خود بھی اور وہ لوگ بھی واقف ہیں تیری

اطاعت کر کے وہ اللہ اور رسولؐ کے نافرمان ہیں۔ اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو تجھے حکمران ماننے پر مجبور ہیں۔ ایسے

افراد اللہ کے ہاں معذور ہیں۔

البتہ تو میرے ساتھ مقابلہ کو سکتا ہے جب کہ میں تیرے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ تیرے ساتھ منافقت کریں اپنی

توہین سمجھتا ہوں۔ کیونکہ تجھے نیک چھو کر نہیں گئی اور شہادت قرآن کے مطابق برائی میرے قریب نہیں آ سکتی۔ اللہ نے مجھے

رزا لک سے اس طرح دور رکھا ہے جس طرح تجھے فضائل سے دور رکھا ہے۔

بحار میں سفیان ثوری نے واصل ابن عطاء سے واصل نے حسن ابن عبد اللہ ابن عباس سے روایت کی ہے

کہ ایک دن یزید نے امام حسنؑ سے پوچھا کہ

اس کی کیا وجہ ہے کہ میں آپ سے کبھی محبت نہیں کر سکا اور آپ کا بغض کبھی میرے دل سے نکل نہیں سکا

امام حسنؑ نے فرمایا۔ قرآن میں اللہ نے ابلیس سے فرمایا ہے۔

تیزی عبادت کا معاوضہ یہ ہے کہ تجھے اتنی طاقت ہوگی کہ میرے گمراہ بندوں کے مال اور اولاد میں تو شریک ہو سکے گا۔ تیرے پردادا حرب کے ساتھ شیطان شریک ہوا تیرا دادا صخر پیدا ہوا۔ اسے میرے نانا رسولؐ سے بغض تھا۔ تیرے دادا صخر کا بلیس شریک ہوا تو تیرا باپ پیدا ہوا وہ ہمیشہ میرے باپ سے بغض رکھتا تھا اور تیرے باپ معاویہ کے ساتھ شیطان شریک ہوا تو میرا پیدا ہوا اس لیے تجھے ہم اہل بیتؑ سے بغض ہے۔

۳۔ ابن عباسؓ سے معاویہؓ اور عمرؓ و عاصؓ:

بحار میں عبدالملک ابن مروان سے مروی ہے کہ ایک دن معاویہ کے پاس بیٹھتے تھے۔ مدینہ سے کچھ نئی ہانٹم بھی آئے ہوئے تھے۔ ان میں عبداللہ ابن عباس بھی تھا۔ معاویہ نے عبداللہ ابن عباس سے کہا۔ میں تجھ سے تیری چار خصوصیات کی وجہ سے محبت کرتا ہوں اس لیے میں نے آپ کے چار جرائم معاف کر دیئے ہیں۔ ابن عباس نے کہا۔ ذرا میں بھی تو سنوں۔
حضر معاویہ نے کہا۔

- ۱۔ محبت اس لیے ہے کہ تراقربائے نبیؐ سے ہے۔
۲۔ محبت اس لیے ہے کہ تراگرچہ دور کا سہی میرا رشتہ دار ہے۔
۳۔ محبت اس لیے ہے کہ میرا باپ تیرے باپ کا دوست تھا۔
۴۔ محبت اس لیے ہے کہ تو قریش کی بیباک زبان ہے۔
اور اس محبت کی وجہ سے تیرے جو چار جبرائلم میں نے معاف کر رکھے ہیں وہ یہ ہیں۔
۱۔ ایک جرم یہ ہے کہ تو جنگ مفین میں میرے مقابلہ پر آیا تھا۔
۲۔ دوسرا جرم یہ ہے کہ عثمانؓ کی مخالفت کرنے والوں میں سے تو ایک تھا۔
۳۔ تیسرا جنگ جمل میں ام المومنین عائشہؓ کے مخالف لشکر میں تو شامل تھا۔
۴۔ چوتھا جرم یہ ہے کہ میں نے زیاد کو اپنا بھائی بنایا ہے اور تو نے اس کی مخالفت

این عیاس نے جواب میں کہا۔ معاویہؓ جہاں تک تیری محبت کی چار باتیں میں ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کا میں تجھے جواب دوں۔ اگرچہ جو اسباب تو نے بتائے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا اہم سبب نہیں ہے۔

جب سعد اکریٹھ گیا۔ تو معاویہ کے ہم نشینوں نے حضرت علیؑ پر سب و شتم شروع کر دیئے۔ سعد یہ سن کر رونے لگا۔

حضرت معاویہؓ نے پوچھا کیا بات ہے۔ سعد تجھے رونا کیوں آگیا۔

سعد نے کہا۔ اس وقت جس شخص پر تم لوگ سب کر رہے تھے۔ مجھے اس کی مظلومیت پر رونا آ رہا ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے جب تم لوگ آغوش کفر میں تھیں رہے تھے۔ اور نبی اکرمؐ کی واہ میں کانٹے بچھا رہے تھے انہی کانٹوں میں چلتے ہوئے۔ رسول کو نبینؐ نے غمیر میں علیؑ کو۔ محبوب خدا اور رسولؐ اور محب خدا و رسولؐ کے لقب سے نوازا تھا۔ اور پھر جنگ تبوک میں جب علیؑ کو مدینہ میں رہنے کا فرمایا تھا تو فرمایا۔

یا علی اھا ترضی ان تكون منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي۔

جالس شیخ مفیدؒ میں مصعب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ ابن عباسؓ معاویہؓ کے پاس آئے حضرت معاویہؓ نے کہا۔ اے ابن عباسؓ تم مجھ سے اور دیگر لوگوں سے اس لیے ناراض رہتے ہو کہ وہ امامت کا منصب تمہیں نہیں دیتے۔ جب کہ تم یہ چاہتے ہو کہ نبوت کی طرح امامت بھی تمہارے پاس ہو۔ حالانکہ نبوت اور امامت ایک خاندان میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

علاوہ ازیں امامت کے سلسلہ میں تمہاری دلیل بھی کمزور ہے۔ تمہارا استدلال یہ ہے کہ چونکہ المہدیؑ بنی ہاشم میں ہیں لہذا امامت بھی بنی ہاشم میں رہنا چاہیے۔ یہ ایک اشتباہ ہے جس سے ایک تو حق پر پردہ ڈالا جاتا ہے اور دوسرا عدل الہی کے خلاف ہے کہ نبوت و امامت ہر دو ایک ہی گھر میں رکھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امامت تمام قبائل عرب کا مشترکہ حق ہے جو عوام کی رضا اور خواہش کے شوری سے طے کی جائے۔

ابن عباسؓ نے کہا۔ معاویہؓ تم نے یہ بات خود چھیڑی ہے اب اگر میں جواب دوں تو تم ناراض تو نہیں ہو گے؟

حضرت معاویہؓ نے کہا۔ میں بالکل ناراض نہیں ہوں گا۔

ابن عباسؓ نے کہا جہاں تک نبوت و امامت کے ایک گھر میں جمع ہونے یا نہ ہونے کا تعلق ہے تو یہ استدلال وہ شخص کر سکتا ہے جس نے نبوت کو کھلے دل سے تسلیم کیا تو تم بنی امیہ نے نبوت کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا۔ فتح مکہ کے وقت بے بس ہو کر تم نے ہتھیار ڈالے تھے اور کچھ صرف اس لیے پڑھا تھا کہ اگر کلمہ نہ پڑھتے تو یا تم قتل ہو جاتے اور یا غلام بن کر کبھی آزاد نہ ہوتے وہ تمہارے ہی الفاظ ہیں جو قرآن میں قیامت پڑھے جاتے رہیں گے۔ کہ قرآن کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہیں ہوتا۔ محمدؐ کی غربت کو تم نے فقط بہانا بنایا تھا۔ فی الواقع تمہارے دل میں بنی ہاشم کے خلاف قبائلی عداوت کی آگ تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبوت اور امامت کے ایک خاندان میں جمع ہونے یا نہ ہونے کا سوال اس وقت پیدا ہوتا۔ جب اللہ جو عہدہ نبوت عطا کرتا ہے اس نے قرآن میں کہیں یہ فرمایا ہوتا کہ دین کے دیگر تمام احکام میں نے اپنی مرضی سے دیئے ہیں۔ حتیٰ کہ نبی بھی میں نے اپنی مرضی سے دیا ہے اب امام تم اپنی مرضی سے بناؤ۔

تو اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے کہ اللہ نے انتخاب امام کا حق قرآن میں مخلوق کے سپرد نہیں کیا۔ اور نہ ہی کبھی نبی اکرمؐ نے یہ فرمایا تھا کہ امام خود بنا لیتا۔

اگر تجھے یاد ہو تو جب مقام غدیر خم پر نبی اکرمؐ نے من کنت مولاً فعلی مولاً فرمایا تھا تو اس وقت جن لوگوں نے انکار کیا تھا ان میں تو بھی صفت اول میں تھا۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ غدیر خم پر جو کچھ آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ تیرے اور تیرے بڑوں کے خیال میں اپنی طرف سے فرمایا تھا یا اللہ کے حکم سے؟

حضرت معاویہ خاموش ہو گئے۔

اب عباس نے کہا:

مجھے معلوم ہے تو اس کا کوئی جواب نہ دیے گا کیونکہ تیرے نزدیک مجھ نبی بھی نہ تھا۔

جہاں تک تیرے اس استدلال کا تعلق ہے کہ نبوت و امامت ایک گھر میں جمع نہیں ہو سکتیں تو یہ بھی تیرا اپنا نہیں ہے تجھے جی وراثت سے یہ ملا ہے۔ اور اس پر میں ان لوگوں سے کافی گفتگو کر چکا ہوں۔ یہ استدلال صرف علیؑ کے خلاف دوسرے قبائل عرب کی حمایت حاصل کرنے کی خاطر گھڑا گیا۔ ورنہ تم نے کیا دوسرے قبائل عرب کو امامت میں شریک کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس استدلال کا سہارا لے کر تم نے کئی مریخ نفوس امامت حضرت علیؑ کو ہضم کر لیا ہے۔ تمہیں اس کی کوئی پروا نہیں ہے کہ قرآن کی مخالفت ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔

حضرت معاویہ نے کہا کہ قرآن کی مخالفت کیسے ہوتی ہے؟

ابن عباس نے کہا۔ ارشاد قرآن ہے۔ اَمْ یَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلٰی مَا اٰتٰهُمْ اللّٰهُ فَقَدْ اٰتٰنَا آلَ اِبْرٰهیمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَمَلٰکَ عَظِیْمًا۔ کیا یہ لوگ۔ ان لوگوں سے ہماری نازشات پر حسد کرتے ہیں جن سے ہم نے انہیں نوازا ہے۔ ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب بھی دی ہے۔ حکمت بھی دی ہے۔ اور ملک عظیم بھی دیا ہے۔

کتاب سے مراد نبوت ہے۔ حکمت سے مراد اتباع سنت ہے اور ملک سے مراد امامت ہے۔ اور ہم آل ابراہیمؑ ہیں۔ لہذا نبوت۔ سنت اور امامت آل ابراہیمؑ کے ایک ہی گودہ میں رہیں گے۔

یہ اشتباہات تم لوگوں نے پیدا کئے ہیں کیونکہ علیؑ نے تیرے بھائی تیرے دادا۔ تیرے ماموں اور تیرے چچا کو قتل کیا ہے۔ فی الواقع تیری فکر میں انتقام کی یہ آگ ہے جو ہر وقت بھڑکتی رہی ہے۔ حالانکہ تجھے ان ارواح پر ٹسوے نہیں بہانا چاہئے تھا جو جہنم کی آگ میں منڈب ہیں۔ تمہیں ان خونوں کا انتقام ہمیں لینا چاہئے تھا جو شرک کے تحفظ میں قربان ہوئے۔ اگر تم نے اسلام کو دل سے قبول کیا ہوتا تو اپنے دل سے وہ قتل ختم کر دیئے ہوتے جو کفر کی بدولت جائز تھے۔

جن مقتولین کا خون اسلام کی تلوار سے ہوا ہے ان کا بدلہ نہیں ہوتا لیکن تم لینا چاہتے ہو۔ ہمارے نزدیک حصول اقتدار امامت نہیں ہے۔ یہ الہی عہدہ ہے۔ اکملہ البیت منصب الہی پر فائز ہو کر تیرے جیسے افراد کے سامنے محروم اقتدار رہ سکتے ہیں۔ یہی وہ اشتباہ ہے جو تم لوگوں کو ہوا ہے تم نے اقتدار کو امامت سمجھ لیا ہے۔ جب تم نے اقتدار پر قبضہ کر لیا تو تم یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم امام بن گئے ہیں۔ جب کہ امام امت کے لیے اوصاف امامت کا ہونا ضروری ہے۔ جو تم میں نہیں ہیں اسی لیے تم نے امامت اور علم کو ایک دوسرے سے جدا کر رکھا ہے۔ امام کوئی ہوتا ہے فتویٰ کوئی دیتا ہے۔ حالانکہ منصوص من اللہ امام اگر صاحب اقتدار ہو تو حکمران بھی خود ہوتا ہے اور مفتی بھی خود ہوتا ہے اختصا صلیح مفید میں عبداللہ ابن یزید غسانی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ کوفہ اور بصرہ کے شیعیان حضرت علیؑ کا ایک وفد معاویہؓ کے پاس آیا۔ کوثر میں سے حاتم طائیؓ کا بیٹا عدی اور بصرہ سے احنف ابن قیس اور صعصعہ ابن صوحان تھا۔

عمر وعاص نے معاویہ سے کہا۔ ان لوگوں کا خیال دکھنا یہ شیعیان علیؑ میں۔ جنگ جمل وصفین میں تیرے خلاف لڑ چکے ہیں۔ معاویہ نے انہیں خصوصی ملاقات کے لیے بلایا۔ اور کہا۔

خوش آمدید۔ تم لوگ ایک مقدس سرزمین پر آئے ہو جو انبیاء و رسل کی زمین ہے جو سرزمین شہر و نشر ہے۔

صعصعہ ابن صوحان نے کہا۔ شاید تجھے معلوم نہیں کہ کوئی زمین اپنے باسیوں کو مقدس نہیں کرتی بلکہ اعمال صالحہ ہی مقدس بناتے ہیں۔

جہاں سرزمین شام کے لیے یہ فرمایا کہ یہ سرزمین انبیاء و رسل ہے تو وہاں سرزمین شام کی پیشانی پر یہ داغ بھی ہے کہ اس میں متاقتین و مشرکین۔ جابر و کفار اور فرعونوں کی تعداد انبیاء و رسل سے زیادہ رہی ہے۔ جہاں تک سرزمین شہر و نشر کا تعلق ہے تو یہ درست ہے لیکن تجھے یقین رکھنا چاہیے کہ کسی

مومن کو اس کا میدان حشر و نشر سے دور ہونا نقصان نہیں دے گا اور کسی کافر و منافق کو سر زمین حشر و نشر کا قریب فائدہ نہیں دے گا
حضرت معاویہ نے کہا۔ اگر کہہ ارض کے تمام لوگ ابوسفیان کی اولاد ہوئے تو تمام دانشمند اور ہدایت یافتہ ہوئے
صعصعہ نے کہا۔ تو غلط سمجھا ہے۔ ابوسفیان سے زیادہ مقدس لائق اور محترم آدمی تھے اور یہ سب ان کی اولاد
ہے۔ اگر ایک محصور کی تمام اولاد دانشمند اور ہدایت یافتہ نہ رہ سکی تو تیرے ماں باپ کی اولاد کب دانشمند
اور ہدایت یافتہ ہو سکتی تھی۔
یہ جواب سن کر معاویہ کھسیاتا ہو کر خاموش ہو گئے۔

معاویہ اور اہل مدینہ:

احتجاج میں سلیم ابن قیس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اپنے دور اقتدار میں معاویہ مدینہ آئے۔ اہل مدینہ
سے غریب اور نادار معاویہ کے استقبال کو آئے۔ معاویہ نے جب استقبال کرنے والوں کو دیکھا تو اسے
ان میں قریش سے ایک فرد بھی نظر نہ آیا۔ اور نہ ہی انصار میں سے کوئی شخص استقبال میں موجود تھا۔
حضرت معاویہ نے پوچھا:

مجھے انصار میں سے کوئی بھی نظر نہیں آ رہا کیا بات ہے؟

کسی نے جواب دیا۔ بیچارے انصار آجکل ناداری میں مبتلا ہیں ان کے پاس کوئی سواری ہی نہ تھی۔
حضرت معاویہ نے کہا۔ ان کے پاس پانی بھر کر لانے والے اونٹ تو ہوں گے۔

سید الانصار قیس ابن سعد ابن عبادہ نے کہا۔ پانی لانے والی اونٹنیاں تو ہمارے لئے کھینچ کر نکال
کے اس عرصہ میں کام آگئی تھیں جب انصار تمہارے اور تمہارے باپ کے خلاف مصروف جہاد ہوا کرتے تھے
حتیٰ کہ اسلام غالب آ گیا۔ تم مغلوب ہو گئے۔ اور مجبور ہو کر تم اور تمہارے باپ نے کلمہ پڑھ کر اپنی جان بچائی تھی۔
اس جواب کے بعد معاویہ کے پاس بولنے کو کچھ نہ رہا تھا۔ وہ تو خاموش ہو گئے لیکن قیس ابن سعد نے کہا۔
معاویہ تمہارا اقتدار ہمارے لیے حیرت انگیز نہیں کیونکہ نبی کو نبی ہمیں بتا چکے تھے کہ اسلام اور امت مسلمہ کی
بد نصیبی کا دور شبابِ مٹھلگو مت سے شروع ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے ہمیں کچھ ہدایات بھی
دی تھیں۔

حیدر آباد، سندھ، پاکستان

حضرت معاویہ نے پوچھا۔ وہ کون سی ہدایات تھیں؟

قیس نے کہا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اس زمانہ میں نادار مرگ صبر سے کام لینا۔

معاویہ نے کہا۔ انہوں نے ہمیں اچھا سبق دیا تھا۔ لہذا اب تم ان سے ملاقات تک صبر نہ کرو۔

پھر معاویہؓ نے مدینہ میں ایک چکر لگایا۔ ایک جگہ چند قریشی اکٹھے بیٹھے تھے۔ جب معاویہؓ ان کے پاس گئے تو ابن عباس کے سوا تمام اٹھ کھڑے ہوئے۔

حضرت معاویہؓ نے ابن عباس سے کہا۔ دوسروں کی طرح تو میری خاطر کیوں نہیں اٹھا۔ اگر تو نہ بھی بتائے تو مجھے معلوم ہے۔ کہ تجھے صفین میں پہلے جنگ اور بعد میں میری چال پر تمہارے دل کا حال کڑھ رہے ہیں۔ حالانکہ اے ابن عباس تمہیں اس کا غم نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ عثمانؓ میرا چچا زاد تھے اور مظلوم قتل ہوئے تھے۔

ابن عباس نے کہا۔

اگر یہ بات تھی تو پھر قتل تو عمر ابن خطاب بھی یگانہ ہوئے تھے۔ اس وقت تم کیوں خاموش رہے تھے۔

حضرت معاویہؓ نے کہا: عمر کا قاتل کا فرشتہ ہے۔

ابن عباس نے کہا: عثمانؓ کے قاتل کون تھے؟

حضرت معاویہؓ فرمایا۔

وہ مسلمان ہے

ابن عباس نے کہا۔ کیا تم اس بات کا اقرار کرو گے ہو کہ تم اسلام کو قبول نہیں کرتے؟

معاویہ نے کہا۔ میں نے تو اس ایسی کوئی بات نہیں کی ہے۔

ابن عباس نے کہا۔ جب عمر کا قاتل کا فرقتا تو تم نے قتل عمر کا قصاص کفار سے تو نہیں لیا اور نہ ہی عثمانؓ نے اس مقدمہ کو چھیڑا تھا۔ کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ کفار کے لیے تمہارے دل میں ترم گوشتہ موجود ہے۔ تم لوگوں نے کفار کو اپنا عظیم خون معاف کر دیا ہے۔ جب کہ عثمانؓ کے قاتلوں کو تم خود مسلمان کہہ رہے ہو۔ اور ان سے انتقام کی بات بھی خود کر رہے ہو۔ کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ مسلمانوں اور اسلام کے لیے تمہارے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں ہے۔ عثمانؓ کے مسلمان قاتلوں سے تم نے انتقام لیا ہے اور شاید اسی قتل کو ہمارے بنا کر تم اور بھی مسلمانوں کو قتل کرتے رہو گے۔

حضرت معاویہ نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور بات کا رخ موڑ کر کہا۔ ابن عباس میں تجھے بتا دوں کہ میں نے اپنی تمام مملکت میں احکام جاری کر دیئے ہیں کہ کوئی راوی اور کوئی محدث ایسی کوئی حدیث نقل نہ کرے جس میں فضائل علیؑ یا فضائل اہلبیت علیہم السلام ہوں اور میں تجھے براہ راست متنبہ کرتا ہوں کہ تو بھی ایسی احادیث کی روایت سے گریز کرے اور زبان بند رکھنا۔

ابن عباسؓ نے کہا: کیا تم مسلمانوں کو تلاوتِ قرآن سے روک رہے ہو؟

معاویہؓ نے کہا تمہیں میں تلاوت قرآن پیر یا بندی نہیں لگا رہا۔

ابن عباس نے کہا: کیا تم تاویل قرآن سے منع کر رہے ہو؟

معاویہؓ نے کہا۔ ہاں تاویل قرآن کی اجازت نہیں دوں گا۔

ابن عباسؓ نے کہا۔ گویا امت مسلمہ کو قرآن پڑھنے کی اجازت ہے لیکن معنی سمجھنے کی اجازت نہیں اب تم خود ہی بتاؤ کہ تلاوت قرآن پاک زیادہ اہم ہے یا قرآن پر عمل زیادہ ضروری ہے؟
حضرت معاویہؓ نے کہا۔ قرآن پر عمل کرنا زیادہ ضروری ہے۔

ابن عباسؓ نے کہا۔ پھر خود ہی بتاؤ اس تلاوت کا کیا فائدہ تیس کا ہیں معنی ہی معلوم نہ ہو؟
حضرت معاویہؓ نے کہا۔

مجھے ایسے مل جائیں گے جو قرآن کا ایسا معنی بتائیں گے جو تیرے اور اہلبیتؑ نبیؐ کے معنی کے علاوہ ہوگا۔

ابن عباسؓ نے کہا۔ سبحان اللہ قرآن نازل اہلبیتؑ نبیؐ کے گھر ہوا ہے اور اس کا معنی پرچھنے میں اہلبیتؑ ابوسفیانؑ کے پاس جانوں۔ بھلا یہ بتاؤ کہ کیا تم جس قرآن میں بتائے گئے حلال و حرام پر عمل سے روک سکتے ہو؟

حضرت معاویہؓ نے کہا۔ نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا۔

ابن عباسؓ نے کہا اگر امت حلال و حرام کی تعیین کسی سے نہ پوچھ سکے تو وہ حرام سے کیسے بچ سکے گی اور حلال پر عمل کیسے کر سکے گی؟

حضرت معاویہؓ نے کہا۔ ابن عباسؓ سیدھی سی بات ہے قرآن پڑھو۔ اس کے معانی بھی کرو۔ لیکن معانی قرآن میں ایسی احادیث بیان نہ کرو جو علیؑ اور اہلبیتؑ علیؑ کے حق میں ہوں۔

ابن عباسؓ نے کہا۔ کوشش کر کے دیکھ لو ویسے تمہیں اس میں کامیابی نہیں ہوگی کیونکہ اللہ پہلے فرما چکا ہے

يُرِيدُونَ لِيُطْفَؤْا نُورَ اللَّهِ وَاللَّهُ مَتَمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ

یہ لوگ نور خدا کو پھونکوں سے بجھانا چاہیں گے لیکن اللہ نے کفار کی ناپسندیدگی کے باوجود اپنے نور کو کمل کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔

حضرت معاویہؓ نے کہا ابن عباسؓ اپنی جان پر ترس کھا۔ اپنی زبان کو روک کر رکھو اگر تو مجھ بھی ہو جائے تو اپنے معلومات کو اپنی ذات تک محدود رکھو۔ کوئی دوسرا تیری بات نہ سنے۔ تیرے حق میں بہتر ہوگا۔
معاویہؓ یہ واپس آئے۔ اور معاویہؓ کی طرف سے منادی نے اعلان کیا۔

جَازَ قَتْلَ كُلِّ مَنْ دَوِيَ حَدِيثَهُ فَيَدُ حُكُومَتِ اِسْلَامِي كَلِمَةٍ هِيَ اِسْرَافُ رَاوِيٍّ اَوْ مَحْدُثٍ كَا

فَضَائِلُ عَلِيٍّ وَ اَهْلِ بَيْتِهِ قَتْلَ جَائِزٌ هُوَ كَا جَوَالِيسِ حَدِيثِ رَوَايَتِ كَرَمِ كَا جِسِّ مِ

عَلِيٍّ اَوْ اَهْلِ بَيْتِهِ عَلِيٍّ كَ فَضَائِلِ هُوں كَے۔

چونکہ مدینہ کے علاوہ پوری اسلامی مملکت میں یہ متادی پہلے کرائی جا چکی تھی اس لیے اس اعلان کے سب سے زیادہ اثرات اہل کوثر پر پڑے۔ کوفہ شیعیان علیؑ کا گڑھ تھا۔ معاویہؓ نے کوفہ اور بصرہ کا گورنر زیاد کو مقرر کر دیا۔ چنانچہ زیاد نے خاموشی سے پہلے شیعیان علیؑ کی فہرست مرتب کی بعد میں مظالم شروع کر دیئے۔

زیاد نے بعض شیعوں کو شہید کیا۔

بعض کے ہاتھ پاؤں کاٹے۔

بعض کو کھجور کے درختوں پر سولی چڑھایا۔

بعض کی آنکھیں پھوڑیں۔

کچھ لوگ خوف سے روپوش ہو گئے۔

کچھ شہروں کو چھوڑ کر صحراؤں میں نکل گئے۔

حتیٰ کہ پوری اسلامی مملکت میں کوئی بھی شیعہ علیؑ علی الاعلان نہ رہا۔ اس کے بعد معاویہؓ نے اپنے تمام گورنروں کو دوسرا حکم بھیجا۔ جس میں حسب ذیل احکام دیئے۔

و۔ کسی ایسے شخص کی گواہی قبول نہ کی جائے جو شیعہ علیؑ رہا ہو۔

ب۔ ایسے افراد کی حوصلہ افزائی کی جائے جو خلفائے ثلاثہ کے شیعہ ہوں۔

ج۔ ایسے افراد کی عزت کی جائے جو خلفائے ثلاثہ کے فضائل میں احادیث روایت کریں۔

د۔ ایسے افراد کے نام اس کے باپ نام اور اس کے قبیلہ کا نام درج رجسٹر کیا جائے جو خلفائے ثلاثہ کے مناقب نقل کرے۔ اور اسے نقد انعام سے نوازا جائے۔

جب خلفائے ثلاثہ کے حق میں احادیث بکثرت ہو گئیں تو پھر معاویہؓ نے تیسرا حکم جاری کیا۔

اب فضائل خلفائے ثلاثہ وافر مقدار میں ہو چکے ہیں اس لیے اس سلسلہ کو ختم کیا جائے اور آئندہ

معاویہؓ اور اہلبیت معاویہؓ کی شان میں احادیث روایت کی جائیں اور ایسے راویوں کو نقد انعام کے علاوہ بھی ہشتم کی سہولیات میسر کی جائیں۔ ان احکام کا نتیجہ یہ ہوا کہ۔ معلمین مدارس میں اور مولوی مساجد میں بچوں کو ایسی احادیث سبقاً پڑھانے لگے۔

ایک مرتبہ زیاد نے معاویہؓ کو دکھا کہ حضرمی علیؑ کا مسک چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہیں۔

معاویہؓ نے جواب لکھا۔ جو بھی مسک علیؑ چھوڑے اسے قتل کر دے۔

زیاد نے تمیز حکم میں حضرمیوں کو قتل کیا۔ ان کی زبانیں کاٹیں۔ سولی چڑھایا۔ مثلہ کیا۔

پھر معاویہؓ نے چونکا مکنا جاری کیا۔ جس شخص کے خلاف شہادت مل جائے کہ یہ علیؑ اور اہلبیت علیؑ

کا محب ہے اسے اس جرم میں قتل کر دو۔ معاویہ نے پانچواں حکم جاری کیا کہ جو لوگ پہلے شیعیان علیؑ تھے اور اب چھوڑ چکے ہیں انہیں بھی سابقہ محبت علیؑ کے جرم میں قتل کر دو۔

حضر معاویہ نے چھٹا حکم جاری کیا کہ جو لوگ صرف محبت علیؑ میں متہم ہیں انہیں بھی قتل کر دو۔

وہ ایسا زمانہ تھا کہ کفار و مشرکین کا احترام کیا جاتا تھا۔ لیکن شیعیان علیؑ کو قتل کر دیا جاتا تھا اب ایسے دور کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے کہ اس میں شیعیان علیؑ کی کیا حالت ہوگی۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں حق باطل بن گیا تھا اور باطل کو حق بنا کر پیش کیا جاتا تھا۔

امام حسنؑ کی شہادت کے بعد تویہ سلسلہ اور بھی بڑھ گیا۔ پوری مملکت اسلامیہ میں کسی شہید کو تلاش کر لینا ناممکن تھا۔ موت معاویہ سے دو برس قبل امام حسینؑ، عبداللہ ابن جعفر اور عبداللہ ابن عباسؑ حج کو روانہ ہوئے۔ انہوں نے مدینہ میں موجود صحابہ اور تابعین کو دعوت حج دی کہ کم و بیش ہزار افراد کو لے کر مکہ آئے۔ ایام حج میں آپؐ نے تمام کو مقام منیٰ پر جمع کیا اور فرمایا:

دیکھو یہ اللہ کا حرم ہے۔ آپ لوگ احرام حج میں ہیں۔ میں آپ سے چند باتیں پوچھتا ہوں اگر میں دست کہوں تو میری تصدیق کرنا۔ اگر غلط کہوں تو صاف انکار کر دینا۔ تم سب کو معلوم ہے کہ اس حکومت نے شیعیان آل محمدؐ اور آل محمدؐ سے جو سلوک کیا ہے۔ اور کر رہا ہے۔ اس کے پیش نظر کیا تم نے میرے ماننا اور ان کے صحابہ سے یہ احادیث سنی ہیں۔ سب نے عرض کیا سنی ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: میرے ساتھ اس خانہ خدا میں بحالت احرام خہد کر دو کہ جو کچھ تم نے نبی کو نبی سے علیؑ اور اہلبیت علیؑ کے متعلق سنا ہے وہ سب ایسے افراد کو سناؤ گے جن پر تمہیں اعتماد ہو۔



شہادت امام حسنؑ

۱۔ عمر امام حسنؑ:

الاستیعاب کے مطابق - آپ کی شہادت ۹۰ سالہ میں بصرہ چھپالیس برس ہوئی۔
 جعدہ بنت اشعثؓ نے آپ کو زہر دیا تھا۔ یہ جعدہ ابو بکرؓ کی سگی بھانجی تھی۔ معاویہؓ نے اس کے پاس
 زہر بھیجا تھا۔ اور ساتھ ہی ایک لاکھ درہم ادریزید سے شادی کا لالچ بھی دیا تھا جب جعدہ نے امام حسنؑ کو زہر
 دیدیا تو معاویہؓ نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔

کشف الغمہ کے مطابق امام حسنؑ نے۔

سات برس سرور انبیاءؑ کی گود میں گزارے۔

آنحضرتؐ کی شہادت کے بعد انتیس برس حضرت علیؑ کے ساتھ گزارے۔ اور

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد نو برس اور چند ماہ گزارے۔

۲۔ زہر کہاں سے آیا تھا:

احتجاج سالم ابن ابی جعدہ سے مروی ہے کہ میں امام حسنؑ کی زیارت کو بیتہ آیا۔ میں آپ کے پاس بیٹھا
 تھا آپ باتیں کر رہے تھے کہ یکایک آپ کو قے ہوئی۔ آپ نے طشت کا حکم دیا۔ پردہ کے پیچھے سے
 طشت سامنے آیا۔ میں نے دیکھا اس میں بمقدار دوا فروغون تھا۔

میں نے عرض کیا۔ فرزند رسولؐ خیریت تو ہے؟ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟

آپ نے فرمایا:

ہاں اس حاکم وقت نے زہر بھیجوا یا ہے جو براہ راست جگر پر پڑا ہے اور اب جگر کٹ رہا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قیلہ آپ کوئی علاج نہیں کر رہے؟

آپ نے فرمایا:

قبل ازیں دوسری تہ مجھے زہر دیا گیا ہے۔ وہ قابل علاج تھا۔ لیکن ابھی بار جو زہر ملا ہے یہ ناقابل علاج ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہؓ نے شاہ روم کو خط لکھا تھا اور اس سے زہر منگوایا تھا۔ جواب میں شاہ روم نے یہ کہہ کر معذرت کی تھی کہ ہمارے مذہب میں نہ کسی کو قتل کرنا جائز ہے اور نہ کسی کے قتل میں تعادل جائز ہے۔

حضرت معاویہؓ نے دوبارہ اسے خط لکھا کہ۔ میں اس شخص کے بیٹے کے لیے زہر مانگ رہا ہوں جس نے دعوائے نبوت کیا تھا۔ اگر مجھے زہر نہ دیا گیا تو تم روم میں امن سے نہیں بیٹھ سکتے ہو کتاب کے کس دن اقتدار میرے پاس نہ رہے۔

اس خط کے علاوہ معاویہ نے اسے بیشمار تحائف بھی بھیجے۔

چنانچہ شاہ روم نے یہ زہر بھیجا ہے جو لا اعلیٰ ہے :

بحار میں امین البوامیہ سے منقول ہے کہ میں امام حق کے پاس آیا مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ آپ بیمار ہیں جب میں عیادت کو آیا تو آپ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بصورت قے باہر آ رہا تھا۔ ٹھوڑے ٹھوڑے وقفہ سے پردہ کے عقب سے طشت سامنے آتا تھا۔ آپ اس میں قے کرتے تھے۔

بحال ہی میں منقول ہے کہ جیب اثرزہر پوے جسم میں پھیل گیا تو آپ کے جسم کا رنگ سبز ہو گیا امام حسینؑ نے پوچھا یہ رنگ سبز کیوں ہو رہا ہے ؟

آپ نے جواب دیا جیتا ! ہمارے ناناکا وہ پیشگوئی پوری ہو رہی ہے جہانوں نے سنائی تھی کہ شیب
معراج میں جب جنت کی سیر کے لیے گیا تو میں نے وہاں دو محل دیکھے ایک سبز رنگ تھا اور دوسرا سرخ
رنگ کا میرے پوچھتے ہو جبریل نے بتایا کہ حسن زہر سے شہید ہو گا اس کا جسم اتر زہر سے دم آتر بہتر ہو جائے
گا اس لیے اللہ نے حسن کیسے سبز رنگ محل بنایا ہے اور سرخ رنگ محل حسین کا ہے چونکہ حسینؑ تنواری سے
شہید ہو گا اس لیے اللہ نے حسینؑ کے لیے سرخ رنگ کا انتخاب کیا ہے ۔

اس کے بعد دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے گلے اور کافی دیر تک روتے رہے۔

ارشاد شیخ مفید کے مطابق زیاد بخاری سے مروی ہے کہ میں امام حسن کی عیادت کو گیا۔ میں نے دیکھا آپ کا جگر ٹکڑوں کی صورت طشت میں رکھا تھا۔ امام حسینؑ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے امام حسینؑ سے فرمایا:

بھیا جس نے مجھے نہر دیا ہے اس سے ہرگز متعز نہ ہوتا۔ اللہ میرا انتقام اچھا لے گا میری پرواز روح کے بعد۔ میری آنکھوں پر ہاتھ خود رکھنا۔ مجھے غسل خود دینا۔ کفن بھی خود ہی دینا۔ مجھے اٹھا کر روضہ رسولؐ پر لے جانا تاکہ میں ان کے مزار سے تجدید عہد کر لوں۔ مجھے روضہ رسولؐ میں دفن کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر روضہ پر صرف

لے جائیں بھی رکاوٹ ڈال جائے تو کسی سے کچھ نہ کہنا۔ میرے جنازہ پر تیر اندازی ہوگی۔ اسے نظر انداز کر دینا کسی سے مت الجھنا واپس لاکر جنت البقیع میں ماں فاطمہ اور دادی بنت اسد کے جوار میں دفن کر دینا۔

امالی شیخ مفید کے مطابق پھر آپ نے وصیت کی:

یہ حسن ابن علیؑ کی طرف سے حسین ابن علیؑ کو وصیت ہے۔ میری وصیت ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ معبود لاشریک ہے۔ نہ تو کوئی اس کی حکومت میں اس کا شریک ہے اور نہ ہی اس کا کوئی مقابل ہے۔ اس نے کائنات کو پیدا کیا ہے اور اسی نے اس کی ایک حد رکھی ہے۔ ہر مہبود سے وہ اولیٰ اور ہر محمود سے زیادہ مستحق مدح ہے اس کا مطلق ہدایت یافتہ ہوتا ہے اس کا نافرمان گمراہ ہوتا ہے۔ اس کی طرف رجوع کرنے والا راہ حق کا سالک ہوتا ہے۔ اے حسین! میں تجھے اپنے بھانجے کا نگران اور تیرے اہلبیت کے لیے وصیت کرتا ہوں کہ ان کے لشکر کش کرنے والوں کو معاف کرنا اور محسن کو مقرب بنانا۔ ان کے لیے میرا ناث اور والدین کی طرح رہنا۔ میری وصیت ہے کہ مجھے روزِ رسولؐ میں لے جانا تاکہ میں تجھ پر عہد کر لوں۔ اگر کوئی عورت رکاوٹ پیدا کرے تو تجھے قسم بخدا! خون ریزی نہ کرنا۔

حتیٰ کہ ہم اپنے بھائیاناں سے ملاقات کریں گے اور انہیں وہ تمام حالات بتائیں گے جو لوگوں نے ان کے بعد ہم سے کئے ہیں۔

اس کے بعد امام حسنؑ کی روح قفسِ عنقریب سے پرواز کر گئی۔ امام حسینؑ تغیل و تکفین سے قانع ہونے کے بعد جنازہ کو لے کر روزِ رسولؐ کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر مروان نے جب دیکھا تو ام المومنین عائشہؓ کے پاس دوڑ آیا اور کہنے لگا۔

مرتبہ جنازہ کو پھر گھڑ لایا گیا۔ سترتیر جنازہ سے نکالے گئے۔

دوبارہ جنازہ گھر سے اٹھا اور جنت البقیع میں لاکہزرت رسولؐ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

ازواج امام حسن :

ان حکام نے جس طرح آل محمد کو قدم قدم پر تکلیفیں دی ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں نے اپنی طرف سے آل محمد کی کردار کشی میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ان کے مورخین نے ان کی عیاشیوں کو آل محمد سے منسوب کیا اور اس کا سب سے زیادہ نشانہ امام حسن ہی بنے ان مورخین نے امام حسن کا تعارف انتہائی گندے الفاظ سے کیا ہے وجہ واضح ہے کہ آل محمد پر الزام تراشیوں پر نقد العام ملا کرتے تھے۔

اسی کو وارکشی کے ذیل میں یہ بتایا گیا کہ امام حسنؑ کثرتِ ازدواج کے مریض تھے۔ پھر روایت کرنے والوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ ایسے شخص کو لوگ رشتہ دینے کیوں تھے؟ اور عورتیں ایسے شخص کو قبول کیوں کرتی تھیں جب والدین کو یقین ہو کہ ہم ایسے شخص کو داماد بنا رہے ہیں جو دو دن بعد ہماری بچی کو طلاق دے دیگا۔ بھلا وہ کس خوشی میں داماد بناتے تھے۔

اور جب لڑکیوں کو معلوم ہوتا تھا کہ ہمیں دو تین دن بعد طلاق مل جائے گی تو وہ یہ رشتہ کیوں قبول کرتی تھیں۔ اس پر دو پگینڈہ کی قلعی اس بات سے بھی کھل جاتی ہے کہ امام حسنؑ کی کثرت ازواج کا ذکر تو انہوں نے کیا ہے لیکن آج تک وہ ان بدنصیب عورتوں کے نام۔ ان کے آباء کے نام۔ اور ان کے قبائل تک نہ بتا سکے۔

آپ کی کثرت ازواج کے غلط پروپیگنڈہ کی حقیقت آپ کی اولاد سے بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

ازواج :

- ۱- ام بشرینت ابو مسعود عقبہ۔

- ۲۰۲: قولہ بنت منظور۔

- ۳۰- ام ولد کنیز۔

- ۷۰ - ام ولد کنیز -

- ۵۔ ام اسحاق بنت طلحہ۔

- ۶۔ جلد ہفت اشعث۔

کل تعداد چھ ہے۔ ان میں سے دو ام ولد کنیزی ہیں۔ اور چار ازواج ہیں۔ علاوہ انہی خند و اموی

مورخین بھی ازواج امام حسن کے نام نہیں بتا سکے۔

اولاد امام حسنؑ؛

آپ کے کل آٹھ فرزند اور تین لڑکیاں تھیں۔
فرزند:

- ۱۔ زید ابن حسنؑ [مورخین کے مطابق اولاد امام حسنؑ کا سلسلہ صرف اپنی دو شہزادوں سے آگے بڑھا
- ۲۔ حسن مثنیٰ ابن حسنؑ [آپ کے دیگر تمام فرزند میدان کربلا میں شہید ہو گئے یا بچ رہے تو بے اولاد تھے۔
- ۳۔ عمرو ابن حسنؑ۔
- ۴۔ عبد اللہ ابن حسنؑ۔
- ۵۔ قاسم ابن حسنؑ۔
- ۶۔ عبد الرحمن ابن حسنؑ۔
- ۷۔ حسین اثرم ابن حسنؑ۔
- ۸۔ طلحہ ابن حسنؑ۔

دختران امام حسنؑ؛

- ۱۔ ام الحسن رقیہ بنت حسنؑ۔
- ۲۔ ام الحسین فاطمہ کبریٰ بنت حسنؑ
- ۳۔ ام سلمہ فاطمہ صغریٰ بنت حسنؑ

ماؤں کے لحاظ سے تفصیل اولاد:

- ۱۔ ام بشیر بنت ابوسعود عقبہ ابن عمرو ابن تغلبہ خزرجیہ۔
- ۱۔ زید ابن حسنؑ۔

- ۲۔ ام الحسن رقیہ بنت حسنؑ۔
- ۳۔ ام الحسین فاطمہ کبریٰ بنت حسنؑ۔
- ۲۔ خولہ بنت منظور فرازی؛
- حسن مثنیٰ ابن حسنؑ۔

۴۔ اُم ولد کنیز:

- ۱۔ عمرو ابن حسنؑ۔
- ۲۔ قاسم ابن حسنؑ۔
- ۳۔ عبد اللہ ابن حسنؑ۔

۴۔ اُم ولد کنیز:

عبد الرحمن ابن حسنؑ

۵۔ اُم اسحاق بنت طلحہ ابن عبید اللہ تمیمی:

- ۱۔ حسین اثرم ابن حسنؑ۔
 - ۲۔ طلحہ ابن حسنؑ۔
 - ۳۔ ام سلمہ فاطمہ صغریٰ بنت حسنؑ۔
- جمعہ بنت اشعث ابو بکر کی سگی بھانجی بے اولاد ہی رہی۔



